جدید نظر ثانی ایڈیشن

محبوبِ خدا صلی اللہ علیہ وسلم کی پیاری پیاری سُنّتیں

اُسوۂ حسنہ

المعروف بہ

شمائلِ کبریٰ

جلد ششم

حصہ دوم

موت میت جنازہ احوال قبر، وصیت، فرائض وغیرہ کے متعلق

جو ۱۰ر مضامین پر مشتمل ہے

مؤلفہ

مولانا مفتی محمد اِرشاد صاحب القاسمی مدظلہ العالی

اُستاذِ حدیث مدرسہ ریاض العلوم گورینی جون پور

پسند فرمودہ

حضرت مفتی نظام الدین شامزئی رحمہ اللہ

اُستاذ حدیث جامعۃ العلوم الاسلامیہ علامہ بنوری ٹاؤن کراچی

ناشر

زمزم پبلشرز

نزد مقدس مسجد اُردو بازار، کراچی

جامع دعا

حضرت ابو اُمامہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے حضورِ اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم سے عرض کیا کہ حضور، دعائیں تو آپ نے بہت سی بتا دی ہیں اور ساری یاد رہتی نہیں کوئی ایسی مختصر دعا بتا دیجیے، جو سب دعاؤں کو شامل ہو جائے۔ اس پر حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے یہ دعا تعلیم فرمائی۔ (ترمذی)

أَللّٰهُمَّ إِنَّا نَسْئَلُكَ مِنْ خَيْرِ مَا سَئَلَكَ
مِنْهُ نَبِيُّكَ مُحَمَّدٌ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ
وَنَعُوْذُبِكَ مِنْ شَرِّ مَا اسْتَعَاذَ مِنْهُ
نَبِيُّكَ مُحَمَّدٌ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ
وَأَنْتَ الْمُسْتَعَانُ وَعَلَيْكَ الْبَلَاغُ
وَلَاحَوْلَ وَلَا قُوَّةَ إِلَّا بِاللّٰهِ۔

(ترمذی شریف)

فہرست مضامین

پیش لفظ.......... ۲۳۰
تقریظ حضرت مولانا مفتی مظفر حسین صاحب.......... ۲۳۱
تقریظ حضرت مولانا مفتی نظام الدین شامزیٰ صاحب.......... ۲۳۲
تقریظ شیخ الحدیث حضرت مولانا محمد حنیف صاحب.......... ۲۳۴

قبض روح وغیرہ کے سلسلہ میں آپ ﷺ کے اسوۂ حسنہ اور پاکیزہ تعلیمات کا بیان.......... ۲۳۵

آپ ﷺ کثرت سے موت کی یاد کا حکم اور اس کی تاکید.......... ۲۳۵
موت کی یاد گناہوں سے روک اور دنیا سے زہد کا باعث ہے.......... ۲۳۵
مرنے کی تیاری کا حکم.......... ۲۳۶
اچھا چالاک وہ جو موت کی تیاری کرے.......... ۲۳۶
حضرت انس کو موت یاد رکھنے کی وصیت.......... ۲۳۶
موت کو یاد رکھنے کے اسباب.......... ۲۳۶
موت کی یاد سے موٹاپا نہیں.......... ۲۳۶
موت سے پہلے تیاری کا حکم.......... ۲۳۷
موت سے زیادہ محبوب رکھنے کا حکم نہیں.......... ۲۳۷
قبر کی تیاری کرلو.......... ۲۳۷
ہر دن قبر کیا کہتی ہے.......... ۲۳۷
موت کے بعد متصلاً جنت میں لے جانے والا عمل آیۃ الکرسی.......... ۲۳۸
مرنے سے پہلے ان امور کے کرنے کا حکم.......... ۲۳۸
دنیا اور آخرت کی بھلائی کون لوٹ گیا.......... ۲۳۸
دلوں کا زنگ کیسے دور ہو.......... ۲۳۸
موت کی یاد افضل ترین زہد ہے.......... ۲۳۹
موت کی یاد دل کی قساوت اور سختی کا علاج.......... ۲۳۹
مؤمن کا تحفہ کیا ہے.......... ۲۳۹
آخرت کی تیاری کرلو سمجھو کہ کل شاید موت آجائے.......... ۲۳۹
موت کی یاد دل کی حیات ہے.......... ۲۳۹
۲۰ رمرتبہ موت کی یاد سے شہادت.......... ۲۴۰
بستر پر موت پھر بھی شہادت کا ثواب.......... ۲۴۰
نصیحت کے لئے موت کا ذکر کافی ہے.......... ۲۴۰
موت غنیمت اور نفع کی چیز ہے.......... ۲۴۰
عبادت اور مجاہدہ کے باوجود موت کی یاد کا حکم.......... ۲۴۱
موت کا معاملہ نہایت خطرناک.......... ۲۴۱
دو چیزیں آدمی کو پسند نہیں مگر وہ اس کے حق میں بہتر ہیں.......... ۲۴۱
ہر مؤمن موت کے وقت یہ کہنا چاہتا ہے.......... ۲۴۲
ہر شخص موت کے وقت یہ تمنا کرتا ہے.......... ۲۴۲
موت سے پہلے اچھی حالت پیدا کرلو اسی کا اعتبار ہوگا.......... ۲۴۲
نیک عمل کرتا ہوا مر جائے تو اچھی امید.......... ۲۴۲
موت سے پہلے بیماری اور مصائب مؤمن کے حق میں بہت.. ۲۴۳
پریشانی اور بیماری کی حالت کے بعد موت بہتر ہے صحت کی.......... ۲۴۳
موت سے پہلے بیماری اور پریشانی آتی ہے تاکہ دنیا سے پاک صاف ہو جائے.......... ۲۴۳
موت سے کچھ پہلے عمل صالح کی توفیق اچھی علامت ہے.......... ۲۴۴
خدا کی جانب سے خیر کا فیصلہ موت سے قبل نیک عمل کی توفیق.......... ۲۴۴
موت سے پہلے کچھ اچھی حالت پر آجانا خوش نصیبی.......... ۲۴۵
کس وقت اور حالت کی موت بہتر ہے.......... ۲۴۶
رمضان اور عرفہ کے دن کی موت.......... ۲۴۶
روزہ کی حالت میں مرنا.......... ۲۴۶
صدقہ کے بعد موت.......... ۲۴۶
جمعہ کے دن کی موت.......... ۲۴۷
عذاب قبر سے حفاظت اور شہادت کا ثواب.......... ۲۴۷

حساب سے بھی معافی اور شہادت کا بھی ثواب ۲۴۷
باوضو موت پر شہادت کا ثواب ۲۴۷
موت کے وقت وضو سے حضرت جبرئیل کی آمد ۲۴۸
بیماری اور مرض کی حالت میں موت شہادت کی موت ہے ۲۴۸
وہ موت جس پر شہادت کا ثواب ۲۴۹
وطن سے دور مسافرت کی حالت میں مرنے سے شہادت ۲۵۰
وبائی امراض طاعون ہیضہ میں مرنے والا شہید ۲۵۰
سینے اور پہلو کے مہلک مرض میں مرنے والا شہید ۲۵۰
طالب علمی کی حالت میں مرنے والا شہید ۲۵۱
مؤمن صالح موت کے وقت موت کو پسند کرنے لگتا ہے ۲۵۳
مؤمن موت کے وقت خدا کی ملاقات کا مشتاق ہوتا ہے ۲۵۴
مؤمن کی راحت موت ہی میں ہے ۲۵۵
مؤمن کی وفات پر آسمان کے دو دروازے روتے ہیں ۲۵۵
حسن عمل کے ساتھ طول عمر بڑی اچھی بات ۲۵۵
شہید سے قبل جنت میں ۲۵۶
زائد عمر والا کم عمر والے سے افضل ۲۵۶
نیکی کے ساتھ عمر کی زیادتی بڑی مبارک بات ۲۵۷
لوگوں میں افضل وہ ہے جس کی عمر زائد عبادت الہی میں ۲۵۷
مسلماں کے لئے زیادہ عمر خیر کا باعث ۲۵۷
لوگوں میں سب سے بہتر کون ۲۵۸
بڑی سعادت کی بات ۲۵۸
اسلام میں بوڑھوں عمر دراز لوگوں کی فضیلت ۲۵۹
قیامت میں نور کا باعث ۲۵۹
ایک نیکی اور ایک گناہ معاف ۲۵۹
قیامت کے دن افضل ترین لوگوں میں ۲۵۹
اللہ کے نزدیک بڑا ۲۵۹
عذاب دینے سے خدا کو شرم اور لحاظ ۲۵۹
بڑھاپے کا نور نار جہنم کے ساتھ نہیں ملے گا ۲۵۹
چالیس سال اور اس کے بعد عمر کی فضیلت ۲۶۰
ساٹھ سال پر معذور قرار دیا جاتا ہے ۲۶۰
ساٹھ سال کی عمر ہو جائے تو آخرت کی زیادہ فکر کی تاکید ۲۶۰
قیامت کے دن ساٹھ سال والوں کو پکارا جائے گا ۲۶۱
اس امت کی عمر اکثر ساٹھ وستر کے درمیان ہوگی ۲۶۱
۷۰؍سال پر آسمان والوں میں محبوب ۲۶۱
۸۰؍سال پر ۲۶۱
۹۰ سال پر ۲۶۲
انتہائی عمر دراز ہو جانے پر ۲۶۲
اصل مدار خاتمہ پر ہے ۲۶۲
جس کا خاتمہ کلمہ توحید پر ہو وہ جنت میں ۲۶۲
نزع کے وقت کلمہ کی تلقین کا حکم فرماتے ۲۶۳
نزع کے وقت حاضر ہونے اور کلمہ پیش کرنے کا حکم اور تاکید ۲۶۳
کلمہ کی تلقین کے وقت ثابت قدمی کی دعا ۲۶۴
مرنے کے وقت تلقین اور جنت کی بشارت سنائے ۲۶۴
جسے کلمہ بوقت موت نصیب ہو جائے اسے جہنم کبھی نہ لے گی ۲۶۵
موت کے وقت کلمہ نصیب ہو جائے تو جہنم حرام ہو جائے گی ۲۶۵
آخیر وقت میں کلمہ شہادت قیامت کے دن نور کا باعث ۲۶۶
جسے کلمہ نصیب ہو جائے اس پر جنت واجب ۲۶۶
آخر وقت کلمہ پڑھنے سے موت میں سہولت اور روح روشن ۲۶۶
کلمہ کی تلقین گناہوں کی معافی کا باعث ۲۶۷
اہل ایمان کو تلقین بھی کی جائے اور جنت کی بشارت بھی دی ۲۶۷
نماز کے پابند کو فرشتے کی جانب سے کلمہ کی تلقین ۲۶۷
مرنے والے کی دو قسم یا خود راحت پائے یا دوسروں کو راحت ۲۶۷
بوقت موت آدمی کو اپنے ٹھکانے کا پتہ چل جاتا ہے ۲۶۸
محض موت راحت کی بات نہیں بلکہ مغفرت ہو جائے تو راحت کی بات ہے ۲۶۸
اچانک موت کا حادثہ مؤمن کے لئے راحت فاسق کے لئے حسرت

کا باعث ۲۶۹
اچانک حادثہ وغیرہ کی موت سے آپ پناہ مانگتے ۲۶۹
اچانک حادثہ کی موت حسرت افسوس کا باعث ۲۷۰
اچانک موت گدھے کی موت ۲۷۰
سات قسم کی موت سے پناہ مانگتے ۲۷۱
اچانک موت (ہارٹ اٹیک) قیامت کی علامت ۲۷۱
اچانک موت غضباً مواخذہ الٰہی کی پہچان ہے ۲۷۱
آپ غیر مسلم اصحاب کے پاس بوقت موت جاتے اور اسلام کی
دعوت دیتے ۲۷۱
آپ اپنے اصحاب کی موت کے وقت اہتمام سے حاضر ہوتے .. ۲۷۲
آپ اپنے اصحاب کی موت وفات کی خبر سے غمگین ہوتے ۲۷۳
اصحاب کے موت کی اطلاع نہ دی جاتی تو آپ زجر فرماتے اور
افسوس ظاہر کرتے ۲۷۳
قریب الموت پر یٰسین شریف پڑھنے کا حکم ۲۷۳
یٰسین پڑھنا میت کے لئے مغفرت کا باعث ہے ۲۷۴
سورہ یٰسین پڑھنے سے موت اور قبض روح میں سہولت ہوتی ۲۷۴
میت کے پاس آنے اور قرآن کی تلاوت کرنے کا حکم ۲۷۵
موت کے وقت اس کے اچھے اعمال یاد دلاؤ ۲۷۵
سورۂ رعد کا پڑھنا بھی سہولت اور تخفیف کا باعث ۲۷۵
سورہ بقرہ کی بھی تلاوت کی جائے ۲۷۵
موت کے وقت امید رحمت کا دھیان رکھے ۲۷۶
موت کے وقت خدا سے حسن ظن رکھنے کا حکم ۲۷۶
مرنے والے کا جیسا گمان ایسا ہی خدا کا معاملہ ۲۷۷
زندگی میں تو ڈراؤ اور موت کے وقت امید دلاؤ ۲۷۸
حسن ظن کی قیمت جنت ہے ۲۷۸
گمان کے مطابق اللہ تعالیٰ نے معاملہ فرمایا ۲۷۸
وفات سے پہلے پڑھنے پر شہید کا درجہ ۲۷۸
بوقت وفات کہنے سے جنت نصیب ۲۷۹
موت سے پہلے ہوسکے تو پاک صاف بہتر کپڑے پہن لے ۲۷۹
اچھی موت کی علامت ۲۸۰
موت کے وقت پیشانی پر پسینہ آنا اچھی علامت ہے ۲۸۰
خاتمہ بالخیر کی علامت ۲۸۱
موت سے قبل استغفار کی کثرت اچھی علامت ہے ۲۸۲
والدین کی ناراضگی برے خاتمہ کا سبب ۲۸۲
اکابر واسلاف کو برا کہنا سوء خاتمہ کا سبب ۲۸۳
پریشانی اور مصائب سے تنگ آکر موت کی تمنا نہ کرے ہاں یہ
کرسکتا ہے ۲۸۳
دینی فتنہ کے مقابلے میں موت کی تمنا کرسکتا ہے ۲۸۴
فتنہ سے پریشان ہوکر موت کی تمنا قیامت کی علامت ۲۸۴
آپ موت کی تمنا سے سختی سے منع فرمایا کرتے ۲۸۴
موت کی تاخیر بہرصورت ہر ایک کے لئے بہتر ہے ۲۸۴
کسی دنیاوی پریشانی کی وجہ سے موت کی تمنا نہ کرے ۲۸۵
موت کی سختی اور شدت کا احساس ہو تو کیا کہے ۲۸۵
آپ موت کے وقت کیا دعا فرماتے ۲۸۵
نیکوں اور صالحین کو موت کے وقت شدت اور پریشانی ۲۸۶
موت کے وقت کی سختی محبوب ۲۸۶
میت کو موت کے وقت سختی کیوں؟ ۲۸۶
موت کے وقت کی شدت اور سختی آپ کو بھی ہوئی ۲۸۷
موت کے وقت کی پریشانی دیکھ کر حضرت فاطمہ پر اثر ۲۸۷
شہیدان جہاد کو موت کی پریشانی نہیں ۲۸۸
موت فتنہ اور ابتلاء میں پڑنے سے بہتر ہے ۲۸۸
جہاں موت مقدر ہوتی ہے وہاں ضرورت اسے کھینچ لاتی ہے ۲۸۸
شیطان موت کے وقت سب سے زیادہ قریب ۲۸۸
امام احمد بن حنبل رَحِمَهُ اللهُ تَعَالَىٰ کا واقعہ ۲۸۹
ملک الموت کے ساتھ رحمت اور عذاب کے فرشتے ۲۹۰
موت کے وقت اس کے ہمسر جلساء کا استحضار ہوجاتا ہے ۲۹۰

موت اس کی شدت سختی اور کلفتوں کا ذکر ۲۹۰
موت کی شدت اور سختی ۲۹۲
قبض روح کے عبرت آمیز واقعات ۲۹۳
مُردوں کے حق میں بری اور نامناسب باتوں کا ذکر سخت منع ہے ۲۹۵
جس میت اور جنازہ کی تعریف لوگ کریں یہ اس کے لئے اچھی علامت ہے ۲۹۵
لوگوں کی زبانوں کا اللہ پاک اعتبار فرمالیتے ہیں ۲۹۷
شوہر وغیرہ کی وفات پر کیا کہے ۲۹۸
کسی مؤمن کی وفات کی خبر پر کیا کہنا سنت ہے ۲۹۸
بوقت وفات میت کو کون سی دعا دینی سنت ہے ۲۹۸
میت کے پاس جائے تو خیر ہی کی بات کہے ۲۹۹
میت کے پاس جائے تو کیا دعا پڑھے ۲۹۹
وفات کی خبر پر کیا کہے کیا دعا مسنون ہے ۲۹۹
بھائی یا قریبی رشتہ دار کی موت پر نماز ۲۹۹
چھوٹے بچوں کی موت پر والدین کو اجر وثواب ۳۰۰
۳/ چھوٹے بچوں کی موت جہنم سے نجات ۳۰۰
جہنم برائے نام چھوئے گی ۳۰۰
جنت واجب ۳۰۰
۳/ بچوں کی موت پر جنت کے آٹھوں دروازوں سے استقبال ۳۰۱
حمل ساقط ہونے اور ناتمام بچے کی موت ہو جانے پر بھی اجر ۳۰۲
ناتمام بچہ بھی جہنم سے والدین کو بچالے گا ۳۰۲
دودھ پیتے بچوں کے انتقال پر عالم قبر میں دودھ کا انتظام ۳۰۲
آپ کے صاحبزادے حضرت ابراہیم علیہ السلام کے ساتھ عرش کے سایہ میں ۳۰۳
اولاد کی وفات پر بلا چلائے آنسو کا گرنا سنت سے ثابت ہے ۳۰۳
آپ عورتوں کو میت پر شریعت کے مطابق اعتدال کے ساتھ رونے کی اجازت دیتے ۳۰۴
متعلق رشتہ دار کی وفات پر آنسو کے قطرات ۳۰۴
آنکھوں سے آنسو گرنا اور دل سے رنجیدہ وغمگین ہونا اور اس کا اظہار خلاف سنت نہیں ۳۰۴
نزع کے وقت عورتوں کا مجمع میت کے پاس بہتر نہیں ممنوع ہے ۳۰۴
نزع کے وقت آپ کو اطلاع دی جاتی آپ تشریف لاتے ۳۰۶
مرنے والے کی معرفت آپ ﷺ کو سلام بھیجنا ۳۰۶
میت کو قبلہ رخ کر دینا سنت ہے ۳۰۶
روح نکل جانے کے بعد چادر سے ڈھانک دینا سنت ہے ۳۰۷
جان نکلتے ہی آنکھوں کا بند کرنا سنت ہے ۳۰۸
آنکھ بند کرتے وقت کیا دعا پڑھے ۳۰۹
ازراہ محبت آپ میت کو بوسہ لے لیتے ۳۰۹
حضرت ابوبکر نے آپ کا بوسہ لیا ۳۰۹
مؤمنین کی روحوں کے ساتھ فرشتوں کا اکرام واعزاز ۳۱۰
میت کی معرفت متعارف اہل برزخ کو سلام ۳۱۴

میت کے غسل کے سلسلہ میں آپ ﷺ کے پاکیزہ شمائل اور تعلیمات کا بیان ۳۱۶

غسل اور کفن اور خوشبو وغیرہ کی ابتداء ملائکہ سے ۳۱۶
میت کو غسل دینے کی فضیلت اور ثواب ۳۱۷
غسل میت کے وقت کوئی نامناسب چیز دیکھے تو اس کے چھپانے کی ترغیب ۳۱۷
غسل دینے کفن پہنانے اور قبر کھودنے کا ثواب ۳۱۸
میت کو بہر صورت غسل دینے کا حکم فرماتے ۳۱۸
میت کے تمام امور طاق عدد میں ۳۱۹
میت کو غسل گرم پانی سے دینا ۳۱۹
میت کو کسی تخت وغیرہ پر رکھ کر غسل دینا سنت ہے ۳۲۰
غسل کی ابتداء دائیں طرف سے مسنون ہے ۳۲۰
غسل کی ابتداء سر اور داڑھی سے سنت ہے ۳۲۰
میت کو بیری کے پتے سے غسل دینا مسنون ہے ۳۲۱
میت کے لئے کافور کا استعمال سنت ہے ۳۲۲

غسل کپڑے اور پردے کے ساتھ سنت ہے ۳۲۲
میت کے مقام ستر کا نہ دیکھنا جائز ہے اور نہ ہاتھ سے چھونا ۳۲۳
کپڑے کا دستانہ سنت ہے ۳۲۴
غسل کے وقت ہلکے سے پیٹ کو نچوڑا جائے، تاکہ نجاست وغیرہ نکل جائے ۳۲۵
غسل میں میت کو وضو کرانا سنت ہے ۳۲۵
میت کے منہ اور ناک میں پانی ڈالنے کا طریقہ ۳۲۵
غسل طاق عدد میں دینا سنت ہے ۳۲۶
غسل کے بعد کچھ نکلے تو دوبارہ غسل کی ضرورت نہیں ۳۲۶
غسل وغیرہ میں وصیت کی رعایت ۳۲۶
میت کو کسی چارپائی وغیرہ پر غسل کے بعد رکھے ۳۲۷
عورت شوہر کو ضرورت پر غسل دے سکتی ہے ۳۲۷
شوہر بیوی کو غسل نہیں دے سکتا ۳۲۷
میت کو غسل دینے کا مسنون طریقہ ۳۲۸
میت کو غسل دینے والے کے لئے غسل سنت ہے ۳۲۹
میدان جنگ کے شہداء کو غسل نہیں دیا جائے گا ۳۳۰
میدان جنگ کے علاوہ شہداء کو غسل دیا جائے گا ۳۳۱
میت کو غسل ان کے قریبی رشتہ دار دیں اور وہی قبر میں اتاریں ۔ ۳۳۱
مرد اجنبی عورتوں میں اور عورت مردوں کے درمیان مر جائے تو تیمم کرایا جائے گا ۳۳۲
میت غسل دینے والے، اٹھانے والے، قبر میں ڈالنے والے کو جان لیتا ہے ۳۳۲
سمندری سفر میں انتقال ہو جائے تو کیا کرے ۳۳۲
حج کے دوران احرام کی حالت میں انتقال ہو جائے تو ۳۳۳
کفن کے سلسلے میں آپ ﷺ کے اسوۂ حسنہ اور پاکیزہ تعلیمات کا بیان ۳۳۴
آپ ﷺ اپنے اصحاب کو غسل دیتے کفن پہناتے ۳۳۴
میت کے کفن دفن کا صرفہ میت کے پورے مال سے ہوگا ۳۳۴
مردوں کو ۳؍ کپڑوں میں کفن دینا سنت ہے ۳۳۵
دو کفن پر بھی اکتفا کیا جا سکتا ہے ۳۳۷
تین کفن نہ ہوں تو ایک پر بھی اکتفا کیا جا سکتا ہے ۳۳۷
کفن میں نیا کپڑا ہی سنت نہیں ہے ۳۳۸
عورتوں کے لئے ۵؍ کفن سنت ہے ۳۳۸
کفن میں عمامہ سنت نہیں ۳۳۹
سوتی کفن سنت ہے ۳۴۰
ولی کو بہتر کفن دینے کا حکم ۳۴۰
سفید کفن دینا سنت ہے ۳۴۱
گراں اور قیمتی کفن دینا خلاف سنت ممنوع ہے ۳۴۱
اپنا کفن تیار رکھنے کی گنجائش ۳۴۱
کفن کا انتظام آدمی پہلے سے رکھ سکتا ہے ۳۴۲
کفن پہنانے سے قبل طاق عدد میں اسے دھونی دی جائے گی ... ۳۴۳
کفن میت کو طاق عدد میں دھونی دینی سنت ہے ۳۴۳
دھونی دینے کا مسنون طریقہ ۳۴۳
سجدہ کے مقام پر کافور و خوشبو لگانا سنت ہے ۳۴۴
کفنانے کا مسنون طریقہ ۳۴۴
مرد کو کفنانے کا مسنون طریقہ ۳۴۴
عورتوں کے لئے پانچ کپڑے کفن میں مسنون ہیں ۳۴۵
عورت کو کفنانے کا مسنون طریقہ ۳۴۵
کفنانے کے بعد چہرے کا دکھانا سنت سے ثابت ہے ۳۴۶
کسی دوسرے کو کفن دینے کا ثواب ۳۴۶
میت کے جنازہ کے سلسلہ میں آپ ﷺ کے شمائل اور طریق مبارک کا بیان ۳۴۸
میت پر جنازہ پڑھنے کا حکم فرماتے ۳۴۸
جنازہ میں حاضری کی اطلاع کے لئے میت کا اعلان سنت اور مشروع ہے ۳۴۹
نماز جنازہ میں چار تکبیریں ہی سنت اور مشروع ہیں ۳۵۰

حضرات ملائکہ نے حضرت آدم کے جنازہ میں ۴ر تکبیر کہیں ۳۵۱
نماز جنازہ کی پہلی تکبیر میں ہاتھ باندھنا سنت ہے ۳۵۱
جنازہ کی ۴ر تکبیروں کی ترتیب اور اس میں کیا پڑھا جائے ۳۵۲
جنازہ میں آپ کیا دعا پڑھتے ۳۵۳
جنازہ کی نماز میں دونوں جانب سلام پھیرنا سنت ہے ۳۵۴
اگر جنازہ کی تکبیر چھوٹ جائے مسبوق ہو جائے تو؟ ۳۵۵
صرف نماز جنازہ میں شریک ہونے پر ایک قیراط ثواب ۳۵۵
جنازہ کے بعد دفن سے فارغ ہونے تک رہے تو دو قیراط ۳۵۵
جنازہ کی امامت کا مستحق کون؟ ۳۵۷
میت کے سینے کے مقابل کھڑے ہو کر نماز جنازہ پڑھائے ۳۵۸
اگر نماز جنازہ پڑھانے کی وصیت کر جائے ۳۵۹
دوسری مرتبہ جنازہ کی نماز ممنوع ہے ۳۶۰
سامنے کے رخ قبر ہو تو نماز کو منع فرماتے ۳۶۰
نومولود زندہ پیدا ہونے والے بچے پر نماز جنازہ پڑھی جائے گی ۳۶۱
دودھ پیتے بچے پر نماز جنازہ پڑھی جائے گی ۳۶۱
اگر نومولود بچے میں زندگی کے آثار نہیں تو نماز جنازہ نہیں ۳۶۲
جنازہ اٹھا کر چلنے پر چالیس گناہ کبیرہ معاف ۳۶۳
جنازہ اٹھاتے وقت کیا پڑھے ۳۶۴
جنازہ کے چاروں پایوں کو اٹھانے کا بڑا ثواب ۳۶۴
جنازہ کے چاروں پایوں کو اٹھانا اور پکڑنا سنت ہے ۳۶۵
جنازہ کے چاروں پایوں کے اٹھانے کا مسنون طریقہ ۳۶۵
جنازہ کے ساتھ پیدل جانا سنت ہے ۳۶۷
جنازہ میں سواری پر جانا خلاف سنت ہے ۳۶۷
جنازہ کے پیچھے چلنا سنت ہے ۳۶۷
جنازہ خاموشی سے لے چلنا سنت ہے ۳۶۸
جنازہ کو ذرا تیزی سے لے چلنا سنت ہے ۳۶۸
جنازہ اتنی تیزی سے لے چلے کہ ہلنے لگے منع ہے ۳۶۹
جنازہ کا ہلکا ہونا سعادت کی بات ۳۶۹
جس جنازہ پر ۱۰۰ر سو آدمی شریک ہو جائیں ۳۶۹
جنازہ میں کثرت سے لوگوں کے شامل ہونے کی فضیلت تین صف کی فضیلت ۳۷۰
۴۰ر آدمی کے شریک ہونے پر فضیلت ۳۷۰
کسی جنازہ میں عام لوگوں کا شریک نہ ہونا بڑی بری بات ۳۷۱
صالحین اور نیکوں کے جنازہ میں شرکت کی فضیلت ۳۷۱
عام لوگوں کے جنازہ میں شریک ہونا سنت ہے ۳۷۱
جو جنازہ میں شریک ہوا اس نے ایک حق ادا کر دیا ۳۷۲
فاسق و فاجر کبائر میں مشغول پر بھی جنازہ پڑھنے کا حکم ۳۷۲
اگر بلا جنازہ پڑھے دفن کر دیا تو قبر پر جنازہ پڑھی جائے گی ۳۷۲
عورتوں کو جنازہ کے ساتھ نکلنا سخت منع اور حرام ہے ۳۷۳
فرض نماز کے وقت جنازہ آجائے تو ۳۷۵
صبح اور عصر کے بعد نماز جنازہ درست ہے ۳۷۵
اگر زوال یا مکروہ وقت میں جنازہ آجائے تو ۳۷۶
مرد اور عورت دونوں کی نماز جنازہ ایک ساتھ سنت ہے ۳۷۷
اگر جنازہ میں مرد عورت آجائے تو امام کے آگے مرد پھر عورت ۳۷۸
عورت اور نابالغ لڑکا جنازہ میں جمع ہو جائے تو ۳۷۸
جنازہ کی صف میں لڑکوں کا بڑوں کے ساتھ شریک ہونا ۳۷۸
نماز جنازہ مسجد سے باہر سنت ہے ۳۷۹

تدفین کے سلسلہ میں آپ ﷺ کے پاکیزہ اسوۂ حسنہ اور تعلیمات کا بیان ۳۸۰

وفات کے بعد تدفین میں تاخیر کرنے سے آپ منع فرماتے ۳۸۰
صبح انتقال ہو تو دوپہر تک دفن کر دے ۳۸۰
اپنے اقرباء احباب رفقاء کے بغل میں دفن ہونا ۳۸۱
کسی نیک صالح کے بغل میں دفن کی خواہش مشروع اور بہتر ۳۸۲
میت کو نیک اور صلحاء کے درمیان دفن کرے ۳۸۳
جس مٹی سے اس کی پیدائش ہوتی ہے اسی جگہ دفن ہونا ہے ۳۸۴

اقارب اور رشتہ داروں کے بغل میں دفن کرنا.................. ۳۸۴
مؤمن صالح تدفین میں جلدی چاہتا ہے ۳۸۴
جہاں انتقال ہوا اسی جگہ دفن ہونا سنت ہے.................. ۳۸۵
میت کے منتقل کرنے کا مسئلہ اور اس کی تحقیق ۳۸۷
بعض حضرات صحابہ نے میت کو منتقل بھی کیا ہے.................. ۳۸۹
وصیت کے مطابق دفن کرنے کی اجازت ۳۹۰
رات کی تدفین بہتر نہیں گو جائز ہے ۳۹۰
رات کی تدفین میں روشنی کا استعمال سنت سے ثابت ہے........ ۳۹۱
عام قبرستان میں دفن ہونا یا کرنا سنت ہے.................. ۳۹۱
بغلی قبر بہتر اور سنت ۳۹۳
بغلی قبر اور اس کا طریقہ.................. ۳۹۳
قبر کو کشادہ و گہرا کھودنے کا حکم فرماتے ۳۹۴
قبر کی کھدائی میں ہڈی مل جائے تو ہڈی نہ توڑے جگہ بدل ۳۹۵
پھاوڑے یا کدال سے مٹی کو برابر کرنا ۳۹۵
میت کو کون لوگ قبر میں اتاریں.................. ۳۹۵
اپنے متعلقین و احباب کو قبر میں ڈالنے کے لئے اترنا سنت ہے .. ۳۹۶
عورتوں کو قبر میں داخل کرتے وقت کپڑے کا پردہ کیا جائے گا ۳۹۶
میت کو قبلہ کی جانب سے اتارنا سنت ہے.................. ۳۹۷
میت کو قبر میں اتارنے والے کیا دعا پڑھیں.................. ۳۹۸
قبر میں میت کو ڈھیلا یا پتھر لگا کر قبلہ رخ کر دینا سنت ہے ۳۹۸
صرف منہ قبلہ رخ کر دینا کافی نہیں دائیں کروٹ قبلہ رخ کرنا
مسنون ہے ۳۹۹
قبر میں کفن کی گرہوں کو کھول دیا جائے گا.................. ۴۰۰
جب مٹی ڈالنے اور کچی اینٹ لگانے لگے تو کیا پڑھے ۴۰۰
بغلی قبر میں بانس کے ٹکڑے یا کچی اینٹیں مسنون ہیں ۴۰۱
قبر میں میت کو کسی کپڑے پر لٹانا یا کوئی کپڑا وغیرہ رکھ دینا ممنوع . ۴۰۱
قبر میں کوئی خلا نہ رکھے مکمل طور پر بھرنا سنت ہے ۴۰۲
قبر پر کھودی ہوئی مٹی کے علاوہ مٹی ڈالنی ممنوع ہے ۴۰۲
قبر میں کوئی سوراخ وغیرہ ہو تو اسے بند کرا دیتے ۴۰۳
مٹی ڈالنے کا ثواب ۴۰۳
قبر پر اپنے ہاتھ سے ۳ رمرتبہ مٹی ڈالنا سنت ہے ۴۰۴
قبر میں مٹی ڈالتے وقت کیا پڑھے ۴۰۵
دفن سے فراغت پر قبر پر پانی کا چھڑکنا سنت ہے ۴۰۶
علامت کے لئے قبر پر کسی علامت و نشانی کا مقرر کر دینا سنت ... ۴۰۷
دفن کے بعد میت کے حق میں کیا دعا کرے ۴۰۷
آپ دفن سے فارغ ہوتے تو رک کر میت کے لئے دعا اور استغفار
فرماتے اور لوگوں کو حکم دیتے ۴۰۸
مردوں اور میت کے تمام امور میں سنت کی رعایت کی تاکید ۴۰۹
دفن سے فارغ ہونے کے بعد میت کے سرہانے اور پائنتی کیا ۴۰۹
دفن کے بعد قبر پر ہری شاخ و ٹہنی کا گاڑنا ۴۱۰
فقہاء کرام کے قول میں شاخ گاڑنے کی اجازت اور مندوبیت... ۴۱۲
دفن سے فراغت کے بعد قبلہ رخ ہاتھ اٹھا کر دعا مانگنا سنت ہے.. ۴۱۳
دفن سے فراغت پر میت کے لئے دعا کرتے ہوئے کیا دعا کرے اور
کیا پڑھے.................. ۴۱۵
دفن کے بعد قبر پر تلقین خلاف سنت ہے.................. ۴۱۶
موت پر سوگ کتنے دن منانا مسنون ہے ۴۱۷
شوہر کی وفات پر سوگ کے متعلق چند مسائل ۴۱۸
قبر کو ایک بالشت سے زائد اونچا کرنا منع خلاف سنت ہے ۴۱۸
آپ کی اور خلفاء راشدین کی قبر ایک بالشت مثل کوہان کے اونچی.. ۴۱۹
اٹھی ہوئی اور اونچی قبروں کو برابر کرنے کا حکم فرماتے ۴۲۱
قریب ۴ رانگشت کے برابر اونچی ہوگی ۴۲۲
قبر کو ایک بالشت سے زائد اونچی کرنا منع ہے ۴۲۲
قبرستان میں خاموش بیٹھے یا عذاب قبر سے پناہ مانگے ۴۲۲
اگر قبر تیار نہ ہو تو قبلہ رخ بیٹھ جانا سنت ہے کھڑا نہ رہے ۴۲۳
قبرستان یا مزاروں پر روشنی جلانا روشن کرنا سخت منع اور لعنت کا فعل ۴۲۴
قبر پر کتبہ لگانا میت کا نام و تعارف لکھنا.................. ۴۲۴

قبر کو پختہ اور پکی بنانا جائز نہیں آپ اس سے منع فرماتے ۴۲۸
قبر پر مٹی کا لیپنا ممنوع ہے ۴۲۹
قبروں کے درمیان جوتا پہن کر جانا منع ہے ۴۲۹
میت کی تدفین سے فارغ ہونے کے بعد اس کے قرضہ کی ادائیگی
کی صورت اختیار کرے ۴۳۰
قرض کی وجہ سے صالح میت بھی جنت جانے سے روک دیا..... ۴۳۰
جن کے یہاں میت ہوئی ہو کھانا بھیجنا سنت ہے ۴۳۱
میت کے گھر کھانے مجلس یا دعوت طعام ممنوع اور بدعت ہے.... ۴۳۲
مسلمان میت کا پوسٹ مارٹم کرنا کروانا ناجائز ہے........ .. ۴۳۳
مرنے والے کے متعلق عقیدت مندانہ کلمات کہنا ۴۳۴
قبر اور احوال برزخ کے متعلق آپ ﷺ کے پاکیزہ ارشادات
کا بیان ۴۳۵
فتنہ اور آزمائش قبر کا بیان ۴۳۵
عذاب قبر بیان فرماتے اور اس سے خوف دلاتے ۴۳۶
عذاب قبر کے چند عبرت آمیز واقعات ۴۳۷
قبر میں کیا سوال کیا جائے گا........................ ۴۳۹
میت کو قبر میں سوال کے لئے زندہ کیا جاتا ہے..................... ۴۴۱
مردوں کی روحیں قبر میں لوٹا دی جاتی ہیں ۴۴۲
مردے قبر میں سنتے ہیں اور بولتے بھی ہیں.................. ۴۴۴
سماع موتی کا مسئلہ اور اس کی تحقیق ۴۴۵
عذاب قبر روح اور جسم دونوں کو ہوتا ہے ۴۴۷
کسی بھی طرح موت ہو راحت اور عذاب کا سلسلہ شروع ۴۴۸
عذاب قبر کن بداعمالیوں سے ہوتا ہے ۴۴۹
اکثر عذاب قبر پیشاب کی بے احتیاطی سے ۴۵۰
بلا طہارت نماز پڑھ لینے پر عذاب قبر..................... ۴۵۰
غیبت اور پس پشت برائی سے عذاب قبر ۴۵۱
چغل خوری سے عذاب قبر ۴۵۱
مظلوم کی فریاد رسی نہ کرنے پر عذاب ۴۵۱
مسجد میں ہنسنا قبر کی تاریکی کا باعث ۴۵۲
قبلہ سے منہ پھیر دیا جاتا ہے.................... ۴۵۲
بے وقت نماز پڑھنے سے عذاب قبر ۴۵۳
ظلم اور ناجائز و ناحق مال کے لینے سے قبر میں آگ ۴۵۳
ماں کو بے ادبی کے ساتھ پکارنے کی سزا قبر میں ۴۵۳
عموی عذاب قبر کے اسباب ۴۵۴
عذاب قبر دائمی اور وقتی طور پر..................... ۴۵۴
عذاب قبر سے حفاظت کے اعمال ۴۵۵
سوتے وقت سورۃ ملک پڑھنے کا اہتمام ۴۵۵
عذاب قبر سے حفاظت کا ایک عمل ۴۵۶
کسی مؤمن کو خوش کرنے والا قبر میں خوش اور وحشت سے دور . ۴۵۷
جس سے لوگوں کو تکلیف نہیں عذاب قبر سے وہ محفوظ ۴۵۸
طویل سجدہ عذاب قبر سے حفاظت کا باعث ۴۵۸
اعمال صالحہ کا اثر قبر ہی سے شروع، عذاب قبر سے روک کا...... ۴۵۸
آپ عذاب قبر سے پناہ کی دعا مانگتے ۴۵۹
کون لوگ عذاب قبر سے محفوظ رہیں گے ۴۶۰
موذن قبر کے کیڑوں سے محفوظ ۴۶۰
حافظ قرآن ۴۶۱
گناہوں سے محفوظ کو عذاب قبر نہیں..................... ۴۶۱
جمعہ کے دن انتقال کرنے والا عذاب قبر سے محفوظ ۴۶۱
ماہ رمضان میں مرنے والا عذاب قبر سے محفوظ.................. ۴۶۱
قبر میں وحشت سے حفاظت اور انس کے لئے ایک وظیفہ ۴۶۲
علماء صالحین کی قبر کیڑے سے محفوظ ۴۶۲
علماء صالحین کی قبر نور سے منور ۴۶۲
مسجد میں روشنی دینے والے اور خوشبو دینے والے کی قبر میں روشنی
اور خوشبو ۴۶۲
پیٹ کی بیماری میں مرنے والا عذاب قبر سے محفوظ ۴۶۳
مؤمن صالح کے لئے قبرستان کا ہر خطہ تمنا کرتا ہے کہ یہاں.... ۴۶۳

مؤمن صالح کی قبر مرحبا مرحبا خوش آمدید کہتی ہے ۴۶۳
مؤمن صالح کی قبر لیلۃ بدر کی طرح روشن ۴۶۴
مؤمنین صالحین کے لئے قبر جنت کی کیاری ۴۶۴
مؤمن کو قبر میں نماز کی فکر ۴۶۵
بعض برگزیدہ بندوں کے ساتھ قبر میں خصوصی معاملہ ۴۶۵
حضرات انبیاء کرام علیہم السلام قبروں میں نماز پڑھتے ہیں ۴۶۵
آپ کی قبر سے اذان کی آواز ۴۶۶
حضرت ثابت بنانی کو قبر میں نماز کی اجازت ۴۶۶
قبر سے مشک کی خوشبو اور تلاوت کی آواز ۴۶۷
آپ ﷺ کے زمانہ میں بھی قبر سے قرآن کی آواز ۴۶۷
قبر میں تلاوت قرآن کا شرف ۴۶۸
قبر سے مشک کی خوشبو ۴۶۸
قبر کی مٹی مشک ۴۶۸
تلاوت اور روزے کی پیاس کی برکت سے قبر سے خوشبو ۴۶۸
گود میں لئے قبلہ رخ قرآن کی تلاوت ۴۶۹
قبر میں علمی مشغلہ کی بعض کو اجازت ۴۶۹
حفظ مکمل نہیں ہوا موت آگئی تو قبر میں اس کی تکمیل ہوگی ۴۶۹
بروز جمعہ قبرستان جانا.............................. ۴۷۰
جن اصحاب کے موت اور جنازہ میں شریک نہ ہوسکتے تو قبر پر بعد میں جاتے ۴۷۱
عبرت یا ایصال ثواب کے لئے قبرستان جانا سنت ہے......... ۴۷۱
قبر کا بوسیدہ اور خستہ حال رہنا رحمت الٰہی کے نزول کا باعث ۴۷۲
قبرستان یا مقبرہ میں داخل ہوتے وقت کیا دعا پڑھنی مسنون ۴۷۲
صدقہ دعاء استغفار ایصال ثواب سے عذاب قبر ختم یا تخفیف ۴۷۳
ایصال ثواب کا شروع و مسنون طریقہ.............. ... .. ۴۷۵
حصول ثواب تب ایصال ثواب ۴۷۵
اہل قبرستان کے لئے کیا ایصال ثواب کرے.............. ۴۷۶
موجودہ دور میں رائج قرآن خوانی، سنت اور شریعت کے ۴۷۷
قرآن خوانی کا مشروع طریقہ........................ ۴۷۹
میت کو قرآن پاک کا ثواب بخشا جائے تو ملتا ہے............ ۴۷۹

تعزیت کے متعلق آپ ﷺ کے اسوۂ حسنہ اور پاکیزہ تعلیمات کا بیان ۴۸۳

آپ مصیبت کے وقت لوگوں کو تسلی کیلئے دینے تشریف لے جاتے ۴۸۳
اگر وفات پر خود نہ جاسکتے تو دوسروں کے ہاتھ تعزیتی پیغام بھیج .. ۴۸۳
عورتوں کو بھی پردہ کے ساتھ تعزیت میں جانا مسنون ہے....... ۴۸۴
کسی کی تعزیت میں کیا کہنا مسنون ہے اور کیا کہے ۴۸۴
آپ کی وفات پر حضرات ملائکہ نے تعزیت کی............... ۴۸۵
آپ کی وفات پر حضرت خضر تعزیت کے لئے تشریف لائے ۴۸۵
مؤمن کی وفات پر تعزیت مسنون ہے ۴۸۶
تعزیت کرنے والا جنت کے جوڑے پائے گا ۴۸۶
تعزیت کے لئے خود نہ جاسکے تو تحریر یا خط بھیجنا بھی سنت ہے. ۴۸۷
صاحب زادہ حضرت معاذ کی وفات پر تعزیت نامہ کی سندی..... ۴۸۷

وصیت کے سلسلے میں آپ ﷺ کے اسوۂ حسنہ اور پاکیزہ تعلیمات کا بیان ۴۸۹

بوقت وفات آپ ﷺ نے کیا وصیت فرمائی ۴۸۹
اہم امور کی وصیت ۴۸۹
آپ نے مال یا خلافت و جانشینی کے متعلق کوئی وصیت نہیں ۴۹۰
آپ نے حضرت علی کی خلافت کی وصیت نہیں فرمائی ۴۹۱
مؤمن کی شان کہ وہ وصیت لکھ کر رکھ دے................ ۴۹۱
وصیت نامہ لکھ کر مرنے والوں کی فضیلت ۴۹۲
وصیت نہ کر کے مرنے والا خیر سے محروم ۴۹۲
وصیت نہ کرنے کی صورت میں برزخی تکلم سے محروم ۴۹۳
میت کی وصیت پر عمل کرنے کا حکم فرماتے ۴۹۳
اگر کوئی وصیت کر جائے راہ خدا میں خرچ کر جائے تو؟ ۴۹۴
وصیت تہائی مال سے کرنے کی اجازت ہے................ ۴۹۴

تہائی مال سے زائد وصیت کب درست ہے ۴۹۵
آپ مرض الموت میں وصیت کے بارے میں معلوم کرتے ۴۹۵
خیرات مالی کی وصیت کب بہتر ہے ۴۹۶
وصیت زندگی کی کوتاہی کا کفارہ اور تلافی ہے ۴۹۶
وارث کے لئے حق وراثت کی وجہ سے وصیت جائز نہیں ۴۹۶
وارثین کی اجازت ہو تو وارث کے حق میں وصیت نافذ ہو سکتی ... ۴۹۷
کیا بغیر وصیت کے مرنے والے کے لئے صدقہ خیرات ... ۴۹۷
موت کے وقت صدقہ وخیرات کی وصیت کے مقابلہ میں زندگی میں خرچ بہتر ہے ۴۹۸
آخر وقت میں صدقہ خیرات کی وصیت بہتر نہیں ۴۹۹
وارثین کے حصہ کو نقصان پہنچانے کے ارادہ سے وصیت کرنا عذاب دوزخ کا سبب ۴۹۹
مال زائد ہو تو اہل صلاح کے حق میں وصیت کرنا بہتر ہے ۵۰۰
اگر قرضہ میت کا ہو تو وصیت سے پہلے اسے پورا کیا جائے گا ۵۰۰
وصیت نامہ کا مسنون طریقہ ۵۰۰
وصیت کے سلسلے میں ایک ناجائز اور ممنوع امر کا رواج ۵۰۱
وصیت سے متعلق چند مسائل ۵۰۲

وراثت کے سلسلہ میں آپ کی پاکیزہ تعلیمات وارشادات ۵۰۳

علم وراثت کے سیکھنے کی آپ سخت تاکید فرماتے اور اسے نصف علم فرماتے ۵۰۳
سب سے پہلا علم جو امت سے اٹھے گا وہ وراثت کا علم ہوگا ۵۰۴
وراثت کا علم رکھنے والے نہ ہوں گے، قیامت کی علامت ۵۰۵
وراثت کے سلسلہ میں شرعی کوتاہی عام ہے ۵۰۵
آدمی کا جب انتقال ہو جاتا ہے تو اس کا مال سے حق ختم ہو جاتا .. ۵۰۵
وراثت میں انصاف سے تقسیم پر جنت کی وراثت ... ۵۰۶
پہلے ذوی الفروض کو دیتے اس کے بعد بچنے پر عصبہ قریبی رشتہ دار کو دیتے ۵۰۷
ماں کو چھٹا حصہ عطا فرماتے ۵۰۸
میت کی اولاد بیٹے اور بیٹی کے درمیان ترکہ کی تقسیم کس طرح .. ۵۰۸
میت کی بیٹی اور بہن ہو تو کس طرح حصہ دلواتے ۵۰۹
شوہر کو بیوی کی وراثت سے کب اور کتنا ملے گا ۵۰۹
میت کی بیوی کو شوہر سے کب اور کیا ملے گا ۵۱۰
بیوی کو اولاد کی موجودگی میں آٹھوں حصہ دلواتے ۵۱۰
میت کی ایک بیوی دو بیٹیاں اور بھائی ہو تو ترکہ کس طرح تقسیم ... ۵۱۰
صرف ایک بیٹی ہو تو نصف ترکہ ملے گا ۵۱۱
عورت کی بہن اور شوہر کے درمیان مال وراثت کس طرح تقسیم ... ۵۱۱
ماں اور باپ کی موجودگی میں دادا اور نانی کو نہیں ملے گا ۵۱۲
دادا کو چھٹا حصہ دلواتے ۵۱۲
دادی کو چھٹا حصہ دیتے ۵۱۲
پھوپھی اور خالہ کو ترکہ نہیں دلواتے ۵۱۳
پھوپھی اور خالہ کو جب کہ قریبی رشتہ دار نہ ہو تب دلواتے ۵۱۳
ماموں کو وراثت کب ملے گی ۵۱۳
وارث نہ ہونے کی صورت میں آپ بہن کی اولاد کو دلواتے ۵۱۴
اگر کسی کا کوئی رشتہ دار نہ قریبی ہو نہ دور کا ہو تو ترکہ کیا کرتے ... ۵۱۴
جس نے اپنے مورث کو قتل کر دیا اس کو وراثت نہیں ۵۱۵
وراثت سے محروم کرنے سے آپ منع فرماتے ۵۱۶

آپ ﷺ کی وفات اور اس کی کیفیت مبارک کا بیان ۵۱۷

آپ بعینہٖ جسم مبارک کے ساتھ زندہ ہیں جسم اطہر میں کوئی تغیر نہیں ۵۲۰
آپ قبر اطہر کے پاس سلام کا جواب خود بنفسہٖ دیتے ہیں ۵۲۱
آپ ﷺ اپنی قبر مبارک میں زندہ ہیں آپ کی حیات اور موت پر تحقیق ۵۲۲
قبر مبارک میں آپ کی حیات ایک خاص قسم کی حیات ہے ۵۲۴
آپ پر بھی موت طاری ہوئی مگر کیسی موت ۵۲۵

* * *

بسم اللہ الرحمن الرحیم

پیش لفظ

امت کے لئے بنیادی واساسی کتاب قرآن پاک کے بعد رسول پاک ﷺ کا اسوہ مبارک، پاکیزہ سنت، اصل سرمایہ ہے۔ قرآن میں اجمال ہے، حدیث وسنت رسول اس کی تفصیل وتعبیر ہے۔ طریق مستقیم اسی سنت سے وابستہ ہے۔ امت مسلمہ کی دنیاوی کامیابی اور اخروی نجات اسی سے متعلق ہے۔ پیش نظر کتاب ''شمائل کبریٰ'' اسی پر مشتمل ہے۔ خدائے پاک مولیٰ کریم کا بے انتہا فضل وکرم ہے۔ سلسلہ شمائل کی دسویں جلد، آپ کی خدمت میں پیش کی جارہی ہے۔

اس جلد میں سیّدالکونین، فخر دوعالم محبوب رب العالمین ﷺ کی موت میت، قبر برزخ کے متعلق۔ مثلاً قبض روح، غسل میت، کفن میت، جنازہ میت، تدفین میت، قبراور احوال برزخ، تعزیت، وصیت وراثت اور وفات مبارک کے متعلق آپ ﷺ کے پاکیزہ شمائل اور طریق مبارک کو بسط وتفصیل سے مع حوالوں کے بیان کیا گیا ہے۔

ہمارے مخلص محترم مولانا رفیق عبدالمجید صاحب، زمزم پبلشرز سے اس کی اشاعت کررہے ہیں۔ خدائے پاک اس کی طباعت سے متعلق زرکثیر سعی بلیغ صرف کرنے پر بے حساب جزاء خیر عطا فرمائے۔ ان کے مکتبہ کو فروغ کثیر ان کی اشاعت کتب کو بے انتہا قبول فرمائے۔

خدائے واحدہ لاشریک سے دعا ہے کہ شمائل کے اس وسیع سلسلہ کو جو امت کے لئے سنت اور دارین کی کامیابی کا ایک قیمتی سرمایہ ہے خلوص وعافیت کے ساتھ پایۂ تکمیل تک پہنچائے۔ رہتی دنیا تک امت کے ہر طبقہ کو اس سے مستفید فرمائے۔ عاجز کی لغزشوں کو معاف فرما کر ذخیرہ آخرت سرمایہ نجات اپنی رضا وتقرب کا باعث بنائے۔

والسلام
محمد ارشاد القاسمی بھاگلپوی ثم لکھنوی
استاذ حدیث مدرسہ ریاض العلوم گورینی
محرم ۱۴۲۵ھ مارچ ۲۰۰۴ء

تقریظ

حضرت مولانا مفتی مظفر حسین صاحب دامت برکاتکم وفیوضکم

بسم اللہ الرحمن الرحیم

''امابعد''

زیر نظر کتاب ''شمائل کبریٰ'' کے چیدہ چیدہ مقامات کے مطالعہ سے مشرف ہوا۔ کتاب کی دو جلدیں زیور طبع سے آراستہ ہوچکی ہیں۔ تیسری جلد زیر طبع ہے۔

اس کتاب میں حضرت خاتم النبیین محمد عربی ﷺ کے حالات خصائل اور عادات واطوار کو عمدہ ترتیب اور دلنشیں پیرائے میں جمع کیا گیا ہے۔

کتاب کے مؤلف مولانا محمد ارشاد صاحب قاسمی استاذ حدیث مدرسہ اسلامیہ عربیہ ریاض العلوم کوریِنی جونپور صالح جید الاستعداد فاضل نوجوان ہیں۔

مختلف موضوعات پر کتابیں تصنیف کر چکے ہیں۔

دعا گوہوں کہ اللہ رب العزت ان کی اس سعادت مندانہ کاوش کو اپنی شایان شان شرف قبولیت بخشے اور اس کو سبھی مسلمانوں کے لئے نافع اور مؤلف زید فضلہ کے لئے ذخیرہ آخرت بنائے۔ اور ہم سبھی کو نبی اکرم ﷺ کے اسوہ کو اپنی زندگیوں میں لانے کی توفیق فرمائے۔

فقط والسلام

(مولانا مفتی) مظفر حسین مظاہری

ناظم ومتولی مدرسہ مظاہر علوم وقف

سہارنپور

تقریظ

الحمد للّٰہ رب العالمین والصلوۃ والسلام علی خاتم النبیین۔

"اما بعد"

اللہ تعالیٰ شانہ نے حضور اکرم ﷺ کو ساری دنیا بلکہ رہتی دنیا تک کے انسانوں کے واسطے رحمت بنا کر بھیجا۔ حضور اکرم ﷺ کی ایک ایک ادا اللہ تعالیٰ کو سب سے زیادہ محبوب ہے اور جو بھی آپ ﷺ کے مبارک طریقوں کو اپناتا چلا جائے گا۔ اللہ تعالیٰ شانہ سے قریب ہوتا چلا جائے گا۔ یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ اسے بھی اپنا محبوب بنالیں گے۔ ہر عمل میں حضور اکرم ﷺ کی اتباع جہاں انسان کی سب سے بڑی خوش نصیبی ہے وہاں حضور اکرم ﷺ کی سچی محبت کی علامت بھی ہے۔ دنیا کے تمام انسانوں میں صرف حضور اکرم ﷺ کی ہی ذات مبارکہ کو یہ شرف حاصل ہوا کہ آپ ﷺ کے اقوال وافعال وضع قطع شکل وشباہت رفتار وگفتار مذاق طبیعت انداز گفتگو طرز زندگی طریق معاشرت کھانے پینے چلنے پھرنے اٹھنے بیٹھنے سونے جاگنے ہنسنے بولنے کی ہر ہر مبارک ادا محفوظ کی گئی بعینہ اسی طرح جس طرح آپ ﷺ سے ہوئی ہے۔

محدثین رحمہم اللہ اجمعین نے یہ نقل کر دیا کہ کس ارشاد کے وقت حضور اکرم ﷺ کے چہرہ انور پر کیسے تاثرات تھے۔ ہمارے لئے یہ بات باعث افتخار ہے کہ ہمیں جن کی اتباع کا حکم دیا گیا ان کی مبارک زندگی کا ایک ایک لمحہ ۱۴سو سال گزرنے کے بعد بھی ہمارے پاس موجود ہے اور محفوظ ہے۔ اب ضرورت اس بات کی ہے کہ اس حیات طیبہ کو سکھایا جائے۔ اس پر عمل کیا جائے اور ساری امت میں پھیلایا جائے۔ قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ شانہ کا ارشاد ہے ﴿من یطع اللّٰہ ورسولہ فقد فاز فوزاً عظیما﴾ یعنی اللہ تعالیٰ نے اپنے ساتھ حضور اکرم ﷺ کی اطاعت کو بڑی کامیابی کی ضمانت قرار دیا ہے۔ اس کے علاوہ بے شمار آیات واحادیث اس سلسلے میں وارد ہوئیں۔ دنیا وآخرت کی تمام تر خبریں حاصل کرنے کے لئے شمائل وخصائل مبارکہ سے متعلق کتابوں کا مطالعہ بے حد ضروری ہے۔ ان کتب کے ذریعہ صحیح علم حاصل ہوتا ہے اور عمل کا شوق بھی پیدا ہوتا ہے۔

اپنی سلسلہ کتب میں پیش نظر کتاب "شمائل کبریٰ" (تالیف مولانا مفتی محمد ارشاد صاحب) ہے جو درحقیقت اس سلسلہ کی سلسلۃ الذہب ہے۔ بندہ کی رائے ہے کہ ہر گھر میں اس کی تعلیم ہونی چاہئے وقت متعین کر کے ایک فرد پڑھے۔ باقی سب سنیں، اس کی برکت سے، انشاء اللہ الرحمٰن گھروں میں حضور اکرم ﷺ کی حسن معاشرت زندہ ہوگی۔ اور رحمتوں اور برکتوں کا نزول ہوگا۔

اسی طرح اگر اسکولوں اور کالجوں کے طلباء و طالبات کو غیر نصابی کتب کی شکل میں یہ کتاب مطالعہ کے لئے دی جائے اور اس کا امتحان بھی لیا جائے تو امید ہے کہ ہماری نوجوان نسل میں سنتوں کے اپنانے کا شوق بڑھے گا۔

اسی طرح دینی مدارس میں اولیٰ میں نئے آنے والے طلبہ و طالبات کو شروع کے ۳/ ماہ یعنی سہ ماہی امتحان تک یہ پڑھا دی جائے۔ اور املا کروا دیا جائے تو جہاں ان کی اردو اچھی ہوگی وہاں سنتوں پر عمل کرنے کا شوق و جذبہ بھی پروان چڑھے گا۔

(حضرت مولانا مفتی) نظام الدین شامزئی (صاحب)
استاذ حدیث جامعۃ العلوم الاسلامیہ
علامہ بنوری ٹاؤن، کراچی-۵
یکم ذوالقعدہ ۱۴۲۰ھ

* * *

تقریظ

فقیہ بے مثال جامع فضل وکمال صاحب معرفت وطریقت

شیخ الحدیث حضرت مولانا محمد حنیف صاحب

مدرسہ بیت العلوم سرائے امیر اعظم گڑھ

الحمد للہ لحضرۃ الجلالۃ والنعت لخاتم الرسالۃ والرضا والرحمۃ لا صحابہ صلی اللہ علیہ وسلم واھل بیتہ اصحاب البسالۃ اما بعد!

فقد قال اللہ تعالیٰ ان کنتم تحبون اللہ فاتبعونی یحببکم اللہ ویغفرلکم ذنوبکم.

اللہ رب العزت نے آیت بالا میں اپنی محبوبیت گو کسے باشد اسی طرح اپنی محبت کو نبی اکرم ﷺ کی اتباع سے منوط اور اس پر موقوف فرمایا ہے اور یہ بات ہر کس و ناکس کو معلوم ہے کہ موقوف کا حصول بغیر علیہ محال ہے۔ پس ثابت ہوا کہ اللہ رب العزت کی محبوبیت اور اسی طرح ان کی محبت نبی اکرم علیہ الصلوٰۃ والسلام کی اتباع پر موقوف ہے اور آپ علیہ الصلوٰۃ والسلام کا اتباع آپ کے شمائل و سیرت کے علم پر موقوف ہے۔ اس لئے شمائل و سیرت شریفہ کا علم من اہم الواجبات ٹھہرا پھر اس کے علم کا حصول شمائل و سیرت کے مدونات سے ہی ہوسکتا ہے۔

اللہ تعالیٰ جزاء خیر عنایت فرمائے مولانا محمد ارشاد صاحب زادمجدہ کو کہ انہوں نے سیرت اور شمائل کے عنوان پر ''شمائل کبریٰ'' نامی کتاب کی کئی جلدیں مرتب فرمادی ہیں۔ جس میں سیرت نبوی علیہ الصلوٰۃ والسلام کے تقریباً سارے شیون جمع فرمائے ہیں جس کا تعلق دید سے ہے شنید ناکافی ہے۔ اس لئے ہر مسلمان کے لئے حرز جان بنانے کے لائق ہے۔

واللہ یھدی من یشاء الی صراط مستقیم

انا عبدہ الضعیف محمد حنیف غفرلہ جونپوری

۱۹/۶/۱۴۲۳ھ

بسم اللہ الرحمن الرحیم

نحمده و نصلی علی رسوله الکریم

لَقَدْ كَانَ لَكُمْ فِيْ رَسُوْلِ اللّٰهِ اُسْوَةٌ حَسَنَةٌ

قبض روح وغیرہ کے سلسلہ میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے اسوۂ حسنہ اور پاکیزہ تعلیمات کا بیان

آپ صلی اللہ علیہ وسلم کثرت سے موت کی یاد کا حکم اور اس کی تاکید فرماتے

حضرت ابوہریرہ حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے مروی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے لذتوں کو ختم اور توڑنے والی چیز موت کو کثرت سے یاد کیا کرو۔ (ترمذی، نسائی صفحہ ۲۵۸، ابن ماجہ صفحہ ۳۱۴، تلخیص الجبیر صفحہ ۱۰۸)

موت کی یاد گناہوں سے روک اور دنیا سے زہد کا باعث ہے

حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، موت کو کثرت سے یاد کرو، یہ گناہوں سے روکتی ہے۔ دنیا سے بے رغبتی پیدا کرتی ہے، اگر تم اسے غنی اور مالداری کی حالت میں یاد کرو گے تو اسے توڑے گی (یعنی مال کے حرص کو) اگر فقر و تنگدستی کی حالت میں یاد کرو گے تو اسی حالت پر تم کو راضی رکھے گی۔ (عیش اور راحت کی زندگی کے لئے پریشان نہیں کرے گی)۔ (ابن ابی الدنیا، کنز العمال صفحہ ۵۴۳، اتحاف صفحہ ۲۲۸)

ابوحامد لفاف کہتے ہیں کہ جو شخص موت کو کثرت سے یاد کرے اس کے اوپر ۳/ چیزوں کا اکرام ہوتا ہے۔ توبہ جلدی نصیب ہوتی ہے۔ مال میں قناعت میسر ہوتی ہے، عبادت میں نشاط اور وابستگی پیدا ہوتی ہے، اور جو شخص موت سے غافل رہتا ہے، اس پر ۳/ چیزیں مسلط کی جاتی ہیں، گناہ سے توبہ میں تاخیر ہوتی رہتی ہے، آمدنی پر راضی نہیں ہوتا اس کو کم ہی سمجھتا رہتا ہے چاہے کتنی ہی ہو جائے، اور عبادات میں سستی ہوتی ہے۔

(فضائل صدقات صفحہ ۴۵۵)

مرنے کی تیاری کا حکم

حضرت براء رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، اے میرے بھائی آج (موت) کے دن کی تیاری کرلو۔ (بیہقی صفحہ، کنز العمال جلد ۱۵ صفحہ ۵۴۴)

اچھا چالاک وہ جو موت کی تیاری کرے

حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، کون سب سے زیادہ چالاک ہے میں نے کہا اللہ اور اس کا رسول ہی بہتر جانتا ہے فرمایا لوگوں میں سب سے زیادہ چالاک وہ ہے جو موت کو کثرت سے یاد کرنے والا ہو، اور ان میں سب سے بہتر وہ ہے جو موت کی تیاری کرے۔ (کنز العمال اتحاف جلد ۱۰ صفحہ ۲۲۹)

فَائِدَہ: موت کی تیاری سے مراد اعمال صالحہ کرنا ہے۔ متعدد روایتوں میں یہ ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابہ کے سوال پر کہ چالاک کون ہے آپ نے یہی جواب دیا، جس سے معلوم ہوا کہ اصل سمجھداری اور چالاکی مرنے کے بعد کے لئے اعمال حسنہ کرنا ہے جس طرح دنیاوی چالاک وہ ہے جو دنیا کی راحت کے اسباب اختیار کرے اسی طرح آخرت کی تیاری کرنے والا آخرت کے اعتبار سے چالاک ہے۔

حضرت انس کو موت یاد رکھنے کی وصیت

حضرت انس کہتے ہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھ سے فرمایا۔ اگر تم میری وصیت یاد رکھو تو تمہارے نزدیک موت سے زیادہ کوئی شے محبوب نہ ہو۔ (اتحاف صفحہ ۲۳۰)

موت کو یاد رکھنے کے اسباب

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ ایک شخص نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے شکایت کی کہ کیا بات ہے میں موت کو محبوب نہیں رکھتا، آپ نے فرمایا، تمہارے پاس مال ہے، کہاں ہاں، آپ نے فرمایا۔ اسے آگے بھیجو، (صدقہ خیرات کرکے آگے کے لئے بھیجو) چونکہ مؤمن کا دل اس کے مال کے ساتھ رہتا ہے، جب مال آگے بھیجے گا تو اس کے پاس جانے کا من کرے گا۔

فَائِدَہ: مطلب یہ ہے کہ صدقہ خیرات کرے اور آخرت کے لئے مال بھیجے اس سے آخرت میں جانے کی تمنا ہوگی تاکہ جو مال صدقہ خیرات کیا اس کا بدلہ پائے، اس طرح اسے موت پسندیدہ ہوجائے گی۔

موت کی یاد سے موٹاپا نہیں

حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، کہ جن جانوروں کو تم کھاتے ہو اگر موت کے متعلق وہ جان لیں جو تم جانتے ہو تو ان کا موٹا ہونا جو تم چاہتے ہو نہ ہو پاسکو، اولاد آدم کو موٹاپا کیسے

ہو سکتا ہے جب کہ موت اس کے آگے ہے۔

آپ ﷺ نے فرمایا اگر یہ جانور موت کے بارے میں وہ جان لیں جنہیں اولاد آدم جانتے ہیں تو تم کسی موٹے جانور کو نہ کھا سکو، (چونکہ موت کا استحضار نعمتوں کو مکدر کر دیتا ہے، لذتوں کی راحت کو کھو دیتا ہے، اس سے یقیناً دبلا پن ہوگا)۔ (شرح احیاء جلد ۱۰ صفحہ ۲۲۷)

موت سے پہلے تیاری کا حکم

حضرت طارق بن عبداللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ آپ ﷺ نے ان سے فرمایا اے طارق! موت کی آمد سے قبل موت کی تیاری کر لو۔ (شرح احیاء، جلد ۱۰ صفحہ ۲۳۱، طبرانی، بیہقی، کنز العمال جلد ۱۵ صفحہ ۵۵۱)

فائدہ: مطلب یہ کہ موت سے پہلے اعمال صالحہ کا اہتمام رکھا جائے، تاکہ موت آجائے تو عمل کی کوتاہی اور نہ کرنے کا رنج و افسوس نہ ہو جس کی تلافی ممکن نہیں۔

موت سے زیادہ محبوب رکھنے کا حکم نہیں

حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے منقول ہے کہ اگر تم میری وصیت کو یاد رکھو تو تم موت سے زیادہ کوئی شئے محبوب مت رکھو۔ (کنز العمال صفحہ ۵۵۱، شرح احیاء صفحہ ۲۳۰)

قبر کی تیاری کر لو

حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے مروی ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا قبر کی تیاری کر لو، قبر ہر دن "روزانہ" سات مرتبہ پکارتی ہے۔

اے کمزور ابن آدم، اپنی زندگی پر اپنے نفس کے لئے رحم کر لو، قبل اس بات کے میں تم پر رحم کا معاملہ کروں ،ور مجھ سے راحت پاؤ۔

فائدہ: قبر اسے ہر دن بیدار کرتی ہے تاکہ دنیاوی غفلت سے دور ہو کر کچھ آخرت کے اعمال میں لگ جائے۔

ہر دن قبر کیا کہتی ہے

حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہتے ہیں کہ آپ ﷺ نے فرمایا، اگر تم لذتوں کو توڑنے والی چیز کثرت سے ذکر کرو، تو تم کو جس حالت میں دیکھ رہا ہوں باز آجاؤ۔ لذتوں کو توڑنے والی چیز کثرت سے یاد کرو، کوئی دن قبر پر ایسا نہیں گزرتا جس دن وہ یہ نہ کہتی ہو کہ میں تنہائی کا گھر ہوں اجنبیت کا گھر ہوں، مٹی کا گھر ہوں، کیڑوں کا گھر ہوں۔ (ابن حبان، کنز العمال جلد ۱۵ صفحہ ۵۵۰)

فائدہ: قبر زبان حال سے یہ کہتی ہے یا اپنی زبان میں کہتی ہے جسے ہم نہیں سن رہے ہیں، مگر سننے والے مخبر

صادق رسول خدا نے ہمیں خبر دی ہے، انسان کو بیدار اور متنبہ کرنے کے لئے یہ صدا لگاتی ہے۔

موت کے بعد متصلاً جنت میں لے جانے والا عمل آیۃ الکرسی

حضرت ابوامامہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، جو شخص ہر فرض نماز کے بعد آیۃ الکرسی (ہمیشہ) پڑھے گا اسے جنت سے روکنے والی کوئی شئے سوائے موت کے نہیں۔

(مشکوۃ صفحہ ۸۹، ابن سنی صفحہ ۴۸، الترغیب جلد ۲ صفحہ ۴۵۳، نسائی، ابن حبان، بیہقی شرح صدر)

فائدہ: ملا علی قاری اس کی شرح میں لکھتے ہیں کہ صرف موت ہی روک اور جنت سے مانع ہوتی ہے علامہ تفتازانی کا قول لکھتے ہیں کہ دخول جنت کی کوئی شرط نہیں رہتی سوائے موت کے، علامہ طیبی نے بیان کیا کہ موت مانع تھی موت آگئی تو اب سیدھا جنت میں داخل ہوگا، ممکن ہے کہ اس امر کی طرف بھی اشارہ ہو کہ دیگر معاصی اور گناہ جنت میں جانے سے مانع اور روک نہ ہوں گے۔ (مرقات جلد ۲ صفحہ ۳۶۸)

مرنے سے پہلے ان امور کے کرنے کا حکم

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، جس شخص نے کسی کی ذات پر یا عزت پر ظلم نا انصافی کی ہو یا مال ظالمانہ طور سے لیا ہو، وہ اسے ادا کر دے اس سے قبل کہ قیامت آئے، جہاں دینار اور درہم (روپیہ پیسہ) نہیں قبول کیا جائے گا۔ اگر اس کا کوئی نیک عمل ہوگا تو وہی اس کے بدلے لے لیا جائے گا، اور اس کے حق والے کو دے دیا جائے گا، اگر اس آدمی کا کوئی نیک عمل نہ ہوگا تو اس کے (حق والے کی) برائیاں اس پر لاد دی جائیں گی۔ (بخاری سنن کبریٰ جلد ۳ صفحہ ۳۶۹)

دنیا اور آخرت کی بھلائی کون لوٹ گیا

حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے مروی ہے کہ ایک شخص نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا اے اللہ کے رسول کون چالاک ہے، تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، جو تم میں موت کو کثرت سے ذکر کرنے والا اور موت آنے سے پہلے موت کی تیاری کرنے والا ہو وہ چالاک ہے، وہ دنیا اور آخرت کی بھلائی لے گیا۔

(کنز العمال اتحاف السادۃ جلد ۱۰ صفحہ ۲۲۹)

فائدہ: موت کا یاد کرنا آخرت کو دھیان میں لانے والا اور دنیا کی جدائیگی کو ذہن میں لانے والا ہے۔ اس کی وجہ سے آخرت کی رغبت ہوگی، اور جب رغبت ہوگی تو عمل کرے گا۔ اور عمل صالح کرنے والا دونوں جہاں کی خوبی حاصل کرنے والا ہے۔

دلوں کا زنگ کیسے دور ہو

حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے مروی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، دلوں میں بھی زنگ لگتا ہے، جیسے

کہ لوہے میں جب پانی لگ جاتا ہے، تو پوچھا گیا کیسے دور ہوگا۔ فرمایا: موت کی کثرت یاد سے اور قرآن پاک کی تلاوت سے۔ (کنز العمال جلد ۱۵ صفحہ ۵۵۱)

موت کی یاد افضل ترین زہد ہے

حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا دنیا میں بہترین زہد موت کی یاد ہے، بہترین عبادت فکر ہے۔ (شرح احیاء جلد ۱۰ صفحہ ۲۳۱)

فائدہ: اس لئے کہ موت کی یاد کی وجہ سے دنیا کی بے رغبتی ہوتی ہے دنیا کی مشغولی کم از کم ہوتی ہے۔

موت کی یاد دل کی قساوت اور سختی کا علاج

حضرت صفیہ بنت شیبہ کہتی ہیں کہ ایک عورت نے حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے دل کی سختی کی شکایت کی حضرت عائشہ نے فرمایا: موت کا ذکر کثرت سے کیا کرو، دل نرم ہو جائے گا، اس نے ایسا ہی کیا، اس کے بعد حضرت عائشہ کے پاس آئیں اور ان کا بہت شکریہ ادا کیا۔ (اتحاف السادۃ جلد ۱۰ صفحہ ۲۳۱)

فائدہ: معلوم ہوا دل کی سختی اور قساوت کا علاج موت کا کثرت سے یاد کرنا ہے۔

مؤمن کا تحفہ کیا ہے

حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے مروی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا مؤمن کا تحفہ موت ہے۔

(مطالب عالیہ جلد ۱ صفحہ ۲۳۰، اتحاف جلد ۱۰ صفحہ ۲۲۷، طبرانی مستدرک حاکم مجمع جلد ۲ صفحہ ۳۲۰، کنز العمال جلد ۱۵ صفحہ ۵۴۶)

فائدہ: مطلب یہ ہے کہ جس طرح تحفہ خوشی ومسرت کی بات ہے اسی طرح موت اس وجہ سے کہ یہ مولیٰ کریم سے ملنے اور حقیقی گھر جانے کا ذریعہ ہے، جس طرح مسافر کو گھر کے سفر سے خوشی ہوتی ہے اسی طرح مؤمن کو موت جو کہ سفر الی الجنۃ ہے خوشی ہوتی ہے۔

آخرت کی تیاری کرلو سمجھو کہ کل شاید موت آجائے

حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، دنیا کو درست رکھو، آخرت کے لئے عمل کرلو، گویا کہ کل مر جاؤ گے۔ (کنز العمال صفحہ ۵۴۶)

فائدہ: مطلب یہ ہے کہ گمان کرنا کہ ابھی کہاں مرنا ہے، عمل کرلیں گے یہ دھوکا ہے، کیا پتہ اسی غفلت وسستی میں موت آجائے تو افسوس کا آنسو نہیں خون رونا پڑے گا، عمل کی تیاری میں لگا رہے اور اندیشہ رکھے کہ کل ہی موت نہ آجائے۔

موت کی یاد دل کی حیات ہے

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، موت کو خوب کثرت سے یاد کرلو،

جو بندہ موت کو کثرت سے یاد کرتا ہے اللہ اس کے دل کو زندہ رکھتا ہے اور موت اس پر آسان ہو جاتی ہے۔
(شرح احیاء جلد ۱۰ صفحہ ۲۳۰، کنز العمال صفحہ ۱۱)

فائدہ: اس روایت میں کثرت سے موت کو یاد رکھنے اور دھیان میں لائے رہنے کے دو اہم فوائد ذکر کئے گئے ہیں جو بہت اہم ہیں، ایک یہ کہ قلب کی حیات کا باعث ہے، اعمال صالحہ کا صدور زندہ قلب سے ہوتا ہے، جب قلب مردہ ہوتا ہے، تو اعمال صالحہ کا صدور نہیں ہوتا ہے، دوسرا یہ کہ موت کی شدت آسان ہو جاتی ہے موت سے انس پیدا ہو جاتا ہے۔

۲۰؍ مرتبہ موت کی یاد سے شہادت

حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں کہ میں نے آپ ﷺ سے پوچھا، کیا شہداء کے ساتھ بھی کسی کا حشر ہوگا، (یعنی وہ شہید نہ ہو مگر شہیدوں کے ساتھ حشر ہو) آپ نے فرمایا ہاں ہاں جو دن رات میں ۲۰؍ بیس مرتبہ موت کو یاد کرے۔ (طبرانی اتحاف السادۃ صفحہ ۲۲۷)

بستر پر موت پھر بھی شہادت کا ثواب

حضرت عمار رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا جو شخص دن میں ۲۵؍ مرتبہ یہ دعا پڑھے گا بستر پر بھی مر جائے گا تو شہید کا ثواب پائے گا۔

"اللهم بارك لي في الموت وفيما بعد الموت." (طبرانی، اتحاف السادۃ جلد ۱۰ صفحہ ۲۲۷)
ترجمہ: "اے اللہ موت میں اور اس کے بعد کی حالتوں میں سہولت عطا فرما۔"

نصیحت کے لئے موت کا ذکر کافی ہے

حضرت عمار بن یاسر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا (انسان کی) نصیحت و عبرت کے لئے موت کا ذکر کرنا کافی ہے۔ (شرح احیاء صفحہ ۲۲۹)

فائدہ: یعنی آدمی موت کو سوچے گا اور اس کو دھیان میں رکھے گا تو یہ اس کی عبرت اور نصیحت کے لئے کافی ہے کہ اسے دنیا کی مشغولیت سے باز رکھے۔

موت غنیمت اور نفع کی چیز ہے

حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی روایت میں ہے کہ موت غنیمت (مفت کی دولت ہے) گناہ مصیبت ہے فقر راحت ہے، مالداری سزا اور قابل مواخذہ ہے، عقل خدا کی بخشش ہے، جہالت گمراہی ہے علم ندامت ہے، عبادت آنکھ کی ٹھنڈک ہے، خوف خدا سے رونا عذاب و دوزخ سے نجات ہے، ہنسنا بدن کی ہلاکت کا باعث ہے، گناہ سے توبہ کرنے والا ایسا ہے جیسے گناہ ہی نہیں کیا۔

عبادت اور مجاہدہ کے باوجود موت کی یاد کا حکم

حدیث میں ہے کہ حضور ﷺ کی مجلس میں ایک صحابی کی عبادت اور مجاہدہ کی کثرت کا ذکر ہوا، حضور ﷺ نے فرمایا وہ موت کو کتنا یاد کرتے تھے صحابہ نے کہا اس کا تذکرہ تو ہم نے نہیں سنا حضور نے فرمایا تو پھر وہ اس درجہ کے نہیں جیسا تم سمجھ رہے ہو۔ (فضائل اعمال صفحہ ۴۵۵)

موت کا معاملہ نہایت خطرناک

امام غزالی رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں، موت کا معاملہ نہایت خطرناک ہے، اور لوگ اس سے بہت غافل ہیں اول تو اپنے مشاغل کی وجہ سے اس کا ذکر ہی نہیں کرتے اور اگر کرتے ہیں تب بھی چونکہ دل دوسری طرف مشغول ہوتا ہے اس لئے محض زبانی تذکرہ مفید نہیں بلکہ ضرورت اس کی ہے کہ دل کو سب طرف سے بالکل فارغ کر کے اس کو اس طرح سوچے کہ گویا وہ سامنے ہی ہے جس کی صورت یہ ہے کہ اپنے عزیز اقارب اور جانے والے احباب کا حال سوچے، کیونکہ ان کو چارپائی پر لے جا کر مٹی کے نیچے داب دیا ان کی صورتوں کا، ان کے اعلیٰ منصبوں کا خیال کرے، اور یہ غور کرے کہ اب مٹی نے کس طرح ان کی اچھی صورتوں کو پلٹ دیا ہوگا، ان کے بدن کے ٹکڑے الگ الگ ہو گئے ہوں گے، کس طرح بچوں کو یتیم بیوی کو بیوہ اور عزیز اقارب کو روتا چھوڑ کر چلا ہے ان کے سامان ان کے مال پڑے کے پڑے رہ گئے، یہی حشر ایک دن میرا بھی ہوگا، کس طرح وہ مجلسوں میں بیٹھ کر قہقہے لگاتے تھے آج خاموش پڑے ہیں کس طرح دنیا کی لذتوں میں مشغول تھے آج مٹی میں ملے پڑے ہیں، کیسا موت کو بھلا رکھا تھا آج اس کے شکار ہو گئے کس طرح جوانی کے نشہ میں تھے آج کوئی پوچھنے والا ہی نہیں ہے، کیسے دنیا کے دھندھوں میں ہر قوت مشغول رہتے تھے آج ہاتھ الگ پڑا ہے پاؤں الگ ہے زبان کو کیڑے چمٹ رہے ہیں بدن میں کیڑے پڑ گئے ہیں۔

کیسا کھلکھلا کر ہنستے تھے آج دانت گرے پڑے ہوں گے، کیسی کیسی تدبیریں سوچتے تھے برسوں کا انتظام سوچتے تھے، حالانکہ موت سر پر تھی مرنے کا دن قریب تھا، مگر انہیں معلوم نہیں تھا کہ آج رات کو میں نہیں ہوں گا، یہی حال میرا ہے آج میں اتنے انتظامات کر رہا ہوں کل کی خبر نہیں کیا ہوگا۔

آگاہ اپنی موت سے کوئی بشر نہیں سامان سو برس کا کل کی خبر نہیں

دو چیزیں آدمی کو پسند نہیں مگر وہ اس کے حق میں بہتر ہیں

محمود بن لبید ذکر کرتے ہیں کہ آپ ﷺ نے فرمایا دو چیزوں سے آدم کی اولاد کو کراہیت ہے حالانکہ وہ اس کے حق میں بہتر ہیں، ① موت مؤمنین کے حق میں بہتر ہے فتنہ سے (زندگی کے فتنہ سے) اور ② مال کی قلت کہ مال کی قلت میں حساب کی کمی ہے۔ (مجمع الزوائد جلد ۴ صفحہ ۳۲۱، جمع الفوائد صفحہ ۲۵۳)

فائدہ: اس حدیث پاک میں اولاد آدم انسان کی ایک فطرت کو واضح اور اجاگر کیا گیا ہے، کہ ہر ایک انسان موت اور قلت مال کو پسند نہیں کرتا، حالانکہ یہ دونوں اس کے حق میں بہتر اور خوب ہیں، اگر صالح اور نیک ہے تو وہ اس کے بہتر نتائج جو جلد پالے گا، اگر برا اور فاسق فاجر ہے تو اس کے حق میں مزید برائی کا دروازہ بند ہوگا، اور مال کی قلت مگر ضرورت کے مطابق اور اس کی کفالت کے اندر ہو تو مال کے فتنہ اور اس کے فساد سے محفوظ رہے گا کہ بسا اوقات ضرورت سے زائد مال عیاشی، آخرت سے غفلت دنیا کی زیبائش اور اس کی شادابی میں پھنسا کر منزل مقصود کو بھلا دیتا ہے اور طاق نسیان پر ڈال دیتا ہے اس وجہ سے مالداروں سے جو گناہوں کے خلاف شرع امور کا صدور ہوتا ہے وہ ایک متوسط طبقہ سے نہیں ہوتا۔

ہر مؤمن موت کے وقت یہ کہنا چاہتا ہے

حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی روایت ہے کہ جب مؤمن کی وفات کا وقت آتا ہے اور اعضاء میں سلامتی رہتی ہے تو یہ کہتا ہے، تم پر سلامتی ہو، تم مجھ سے جدا ہو رہے ہو اور میں تم سے جدا ہو رہا ہوں قیامت تک کے لئے۔ (کنز العمال صفحہ ۵۶۳)

ہر شخص موت کے وقت یہ تمنا کرتا ہے

حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ جب انسان کی موت جان جانے کا وقت ہوتا ہے تو تمام وہ چیزیں جو خدا سے غافل کرتی ہیں اس کے سامنے آجاتی ہیں، اور وہ کہتا ہے اے اللہ ہمیں واپس دنیا میں بھیج دیجئے، میں نیک عمل کرلوں جو میں چھوڑ کر آیا ہوں۔

فائدہ: آدمی موت کے وقت اپنے عمل کی کوتاہی کو یاد کرتا ہے اور حسرت سے تمنا کرتا ہے اور درخواست دربار الٰہی میں کرتا ہے کہ ہمیں دوبارہ دنیا میں بھیج دیجئے، جو غفلت ہوئی اس کی تلافی کرلوں۔ مگر اب کہاں؟

قرآن پاک نے بھی موت کے وقت انسان کے اس واقعہ کا ذکر کیا ہے۔ ﴿لولا اخرتنی﴾۔

موت سے پہلے اچھی حالت پیدا کرلو اسی کا اعتبار ہوگا

حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، جس حالت اور عمل پر انتقال ہوتا ہے، اسی حالت پر اس کی بعثت ہوگی، یعنی اٹھایا جائے گا۔ (مسلم صفحہ، حاکم الفتح صفحہ ۴۲، کنز صفحہ ۶۸۱)

نیک عمل کرتا ہوا مر جائے تو اچھی امید

حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے مروی ہے کہ آدمی اگر اچھا عمل کرتا ہوا مر جائے تو اس سے اچھی امید رکھو، اور اگر برا عمل کرتے ہوئے مرا ہے تو اس پر خوف کرو، ہاں مگر ناامید مت ہو۔ (کنز العمال صفحہ ۶۹۴)

مطلب یہ ہے کہ روزہ نماز اور گناہ کبیرہ سے بچتا ہوا مرا ہے تو اچھی امید رکھی جائے گی کہ یہ اہل جنت میں سے ہوگا اور اگر روزہ نماز کے ترک کی حالت میں مرا ہے چوری ڈکیتی دین سے آزادی کی حالت میں مرا ہے تو ڈر اور خوف ہے کہ اس کی گرفت اور اسے سزاء جہنم نہ ملے، تاہم چونکہ مسلمان ہے کلمہ گو ہے شاید توبہ کر لی ہو اللہ اسے شاید معاف کر دے اس لئے بالکل نا امید نہیں ہونا چاہئے۔

موت سے پہلے بیماری اور مصائب مؤمن کے حق میں بہت بہتر ہے

حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لائے اور میرے کسی رشتہ دار پر موت کی سختی تھی سانس گھٹ رہی تھی، آپ نے جب دیکھا کہ یہ (پریشانی کی حالت میں) تو آپ نے حضرت عائشہ سے فرمایا، پریشان اور مایوس مت ہو، یہ اس کے لئے بھلائی میں سے ہے۔ (ابن ماجہ صفحہ ۱۰۵)

فائدہ: مطلب یہ ہے کہ موت کی سختی گناہوں کا کفارہ یا رفع درجات کا باعث ہے، یہ اہل ایمان کے حق میں اچھا ہے، موت سے پہلے کی پریشانی یہ نحوست میں سے نہیں ہے جیسا کہ جاہل حضرات سمجھتے ہیں، آپ صلی اللہ علیہ وسلم بھی موت کی شدت اور سختی سے دوچار ہوئے تھے، اور موت کی تخفیف کی دعا فرماتے تھے اسی وجہ سے حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں کہ میں اس سے پہلے تکلیف و پریشانی کو بہتر نہیں سمجھتی تھی مگر جب دیکھا کہ آپ پر بھی یہ بات پیش آئی تو میں سمجھ گئی کہ یہ بدعملی کی وجہ سے نہیں ہوتی اور یہ بری بات نہیں ہے۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا مؤمن کو اس کی جان میں، مال میں، اولاد میں تکلیف دہ باتیں پہنچتی رہتی ہیں۔ یہاں تک کہ اللہ پاک سے وہ ملاقات (انتقال) اس حال میں کرتا ہے کہ کوئی گناہ اس کے ذمہ نہیں ہوتا۔ (استذکار جلد ۸ صفحہ ۳۳۳، حاکم صفحہ ۳۴۶)

پریشانی اور بیماری کی حالت کے بعد موت بہتر ہے صحت کی حالت سے

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک اعرابی سے پوچھا کیا تم کو بخار آیا، اس نے کہا بخار کیا ہوتا ہے، آپ نے فرمایا گوشت پوست جس میں بہت گرم ہو جاتا ہے جواب دیا نہیں، آپ نے پوچھا کبھی درد سر ہوا، کہا درد سر کیا ہوتا ہے، آپ نے فرمایا سر کے رگوں میں چھنن ہوتا ہے، جواب دیا مجھے کبھی بھی نہیں ہوا، چنانچہ جب وہ چلا گیا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جو چاہے کہ اہل دوزخ کو دیکھے وہ اسے دیکھ لے۔

(کشف الاستار صفحہ ۳۷۰، مجمع الزوائد جلد ۲ صفحہ ۲۹۴)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تم کو اہل جہنم نہ بتا دوں فرمایا: یہ ہر وہ شخص ہے، جو مزاج کا بہت سخت ہو (کسی کی رعایت نہ کرتا ہو نہ اچھے کی نہ برے کی) اور اسے کبھی سر کا درد بھی نہ ہوا ہو۔ (مجمع جلد ۲ صفحہ ۲۹۴)

موت سے پہلے بیماری اور پریشانی آتی ہے تاکہ دنیا سے پاک صاف ہو جائے

حضرت ابوامامہ باہلی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا. جو بندہ مرض کی پریشانی میں مبتلا ہوتا ہے تو اللہ پاک اسے (گناہوں سے) پاک اٹھاتے ہیں۔

جبیر بن مطعم رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ اللہ پاک بندہ کو بیماری میں مبتلا فرماتے ہیں تاکہ اس کے تمام گناہ معاف ہو جائیں۔ (اور وہ دنیا سے گناہوں سے پاک آخرت میں جائے اور گرفت نہ ہو) (مجمع جلد۲ صفحہ۳۰۲)

موت سے کچھ پہلے عمل صالح کی توفیق اچھی علامت ہے

حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے مروی ہے کہ جب اللہ پاک جل شانہ کسی بندے کے ساتھ بھلائی کا ارادہ فرماتے ہیں تو اس کی موت سے ایک سال قبل ایک فرشتہ اس کے پاس بھیج دیتے ہیں جو اسے ٹھیک رکھتا ہے اور اعمال صالحہ کی رہنمائی کرتا ہے، یہاں تک کہ اس کی موت اچھی حالت (نیک عمل کرتے ہوئے) پر ہوتی ہے۔

(ابن ابی الدنیا، اتحاف السادۃ صفحہ۲۷۳)

مطلب یہ ہے کہ موت سے قبل کچھ زمانہ اسے عمل صالح، آخرت کی تیاری، نماز ذکر تلاوت و استغفار کا اہتمام ہو جاتا ہے، دنیا اور اس کے معاصی و مشاغل کم ہو جاتے ہیں، زیادہ وقت ان امور میں لگاتا ہے، تو یہ اچھی علامت ہے، خدائے پاک نے اس کے ساتھ بھلائی کا ارادہ کیا، ایک سال بطور تمثیل کے ہے۔ تعین مراد نہیں۔

خدا کی جانب سے خیر کا فیصلہ موت سے قبل نیک عمل کی توفیق

حضرت عمر جمحی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مری ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جب اللہ پاک کسی بندے کے ساتھ بھلائی کا ارادہ فرماتے ہیں تو اسے موت سے قبل استعمال کر لیتے ہیں، کسی نے پوچھا استعمال کرنے کا کیا مطلب، آپ نے فرمایا اللہ پاک اسے موت سے پہلے عمل صالح کی ہدایت سے نواز دیتے ہیں۔ تب اس کی روح قبض فرماتے ہیں۔

عمر بن الخزاعی کہتے ہیں کہ نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا، جب اللہ پاک کسی بندے کے ساتھ بھلائی کا ارادہ فرماتے ہیں تو اسے استعمال کر لیتے ہیں، پوچھا گیا کیا مطلب استعمال کا، تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اس کے لئے موت سے قبل نیک عمل کا دروازہ کھول دیا جاتا ہے، یہاں تک کہ اس کے اردگرد کے لوگ (اس کے نیک عمل سے) خوش ہو جاتے ہیں۔ (حاکم صفحہ۳۴۰، الفتح الربانی صفحہ۴۱)

حضرت ابوعتبہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جب اللہ پاک کسی بندے کے ساتھ بھلائی کا ارادہ فرماتے ہیں تو اسے کھینچ لیتے ہیں پوچھا گیا اس کا کیا مطلب آپ نے فرمایا اللہ پاک اس کے لئے عمل صالح کا دروازہ کھول دیتے ہیں پھر اس پر اسے وفات دیتے ہیں۔ (الفتح جلد۷ صفحہ۴۲)

موت سے پہلے کچھ اچھی حالت پر آجانا خوش نصیبی

حضرت عائشہ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہَا کی روایت میں ہے کہ اللہ پاک جب کسی بندے کے ساتھ بھلائی اور نیکی کا ارادہ کرتا ہے تو موت سے پہلے اس کی طرف ایک فرشتہ مقرر کر دیتے ہیں، جو اسے نیکی کی جانب ابھارتا ہے اس کو اصلاح اور نیکی پر لاتا ہے یہاں تک کہ اچھے اعمال اور احوال پر اس کا انتقال ہو جاتا ہے پس لوگ کہتے ہیں اللہ فلاں پر رحم کرے اچھی حالت پر اس کا انتقال ہوا ہے، اور اللہ پاک کسی کے ساتھ برائی کا ارادہ فرماتے ہیں تو اس پر شیطان مقرر فرما دیتے ہیں جو اسے گمراہ کرتا رہتا ہے، لہولعب میں ڈالے رہتا ہے یہاں تک کہ اسی بری حالت پر انتقال ہو جاتا ہے۔ (کنز العمال جلد ۱۵ صفحہ ۶۹۵)

حضرت انس رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے مروی ہے اللہ پاک جب کسی بندے کے ساتھ بھلائی کا ارادہ فرماتے ہیں تو اسے استعمال کر لیتے ہیں پوچھا گیا کیا مطلب ہے استعمال کا، فرمایا، موت سے قبل اسے عمل صالح کی توفیق دے دی جاتی ہے۔ (حاکم صفحہ ۳۴۰)

فَائِدَۃ: دیکھئے ان روایتوں میں بیان کیا گیا ہے کہ خدائے پاک بعض مرتبہ ان لوگوں کو جن کا عمل آغاز و ابتداء میں بہتر نہیں ہوتا آخر زندگی میں موت سے قبل اعمال صالحہ کی توفیق عطا فرما دیتے ہیں۔ اور آخری زندگی آخرت کے اعمال نماز ذکر تلاوت اور خدمت خلق وغیرہ پر گزرتی ہے۔

چنانچہ آپ دیکھیں گے کہ بہت سے لوگوں کے احوال ابتداءً آزادانہ ہوتے ہیں شرع کے پابند نہیں ہوتے ہیں، خدا کے اوامر اور نواہی کی پروا نہیں کرتے فرائض اور واجبات میں کوتاہ ہوتے ہیں، پھر خاندانی اثرات کی وجہ سے یا کسی صحبت صالح سے، یا کسی کی دعاء سے یا خود دینی کتاب کے مطالعہ سے یا اور کسی واقعہ سے متاثر ہو کر یا عبرت حاصل ہو کے ان کا رخ مڑ جاتا ہے، اور ان کے لئے خدا اسباب ہدایت پیدا فرما دیتے ہیں اور وہ موت سے قبل اچھی حالت اچھے اعمال میں مشغول ہو کر وفات پاتا ہے جس سے اس کی آخرت بہر حال کسی نہ کسی درجہ میں بن جاتی ہے۔ چنانچہ ماحول اور اڑوس پڑوس کے لوگ جو اسے برا سمجھتے تھے اچھا سمجھنے لگتے ہیں، اور ان کے نزدیک بھی وہ قابل تعریف ہو جاتے ہیں جو ایک اچھی علامت ہے۔

اس سے معلوم ہوا کہ یہ بات اور یہ ذہن انتہائی غلط ہے کہ آخر وقت میں خاک کیا مرد مسلمان ہوں گے اور ”سو چوہے کھا کے چلی بلی حج کو“ یہ شاعرانہ تخیل اور خلاف شرع جاہلانہ باتیں ہیں آخری وقت ہی کا تو اعتبار ہے، اور اسی پر مدار نجات اور گرفت ہے۔ آخر وقت میں متنبہ ہو جانا اور توبہ کر کے اللہ کی طرف متوجہ ہونا کامیابی اور فلاح کی بات ہے۔ اور یہ کہنا اور لوگوں کی بات سے متاثر ہونا کہ اب آخر وقت میں کیا؟ انتہائی بدبختی اور شقاوت اور محرومی کی بات ہے بلکہ ایسے توہمات نفسانیہ کے موقع پر سمجھنا چاہئے آخری وقت کا اعتبار ہے۔ کیا دن بھر کا بھولا

ہوا شام کو راہ پالے تو منزل مقصود کو نہیں پہنچے گا۔ اسی طرح ابتدائی اور وسطی زندگی کا گمراہ اور بے عمل موت سے پہلے اچھے اعمال اختیار کر لے۔ گزشتہ پر توبہ کرے حقوق العباد کی ادائیگی کر لے اور حق اللہ کی معافی مانگ لے اور مانگتا رہے۔ تو یہ بہت بڑی بات ہے۔ ایسا شخص اللہ کے نزدیک کامیاب اور سعادت مند ہے۔ لہٰذا اے لوگو! دھوکہ مت کھاؤ۔ جب بھی ہو توبہ کر کے اللہ کی طرف رجوع کر لو وہ قبول کرے گا۔

کس وقت اور حالت کی موت بہتر ہے

رمضان اور عرفہ کے دن کی موت

حضرت عبداللہ ابن مسعود رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے مروی ہے کہ آپ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ نے فرمایا جس کی موت رمضان المبارک میں ہو وہ جنت میں داخل ہوگا۔ جس کی موت عرفہ کے دن ہو جائے، وہ جنت میں داخل ہوگا جس کی موت صدقہ کے موقعہ پر (یعنی صدقہ خیرات کے بعد ہو) جنت میں داخل ہوگا۔ (ابونعیم شرح الصدور صفحہ ۳۱۴)

فَائِدَۃ: مطلب یہ ہے کہ ان اعمال سے گناہ معاف اور خدائے پاک کا تقرب حاصل ہوتا ہے۔ اور جب گناہ نہیں اور خدائے پاک کا تقرب تو یقیناً جنت میں جانا ہوگا۔ چونکہ جنت میں جانے سے گناہ ہی حائل اور مانع ہوتا ہے۔ اور جب مانع ختم تو سیدھے جنت میں داخلہ۔

روزہ کی حالت میں مرنا

حضرت عائشہ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہَا سے مروی ہے کہ آپ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ نے فرمایا جس کا انتقال روزہ کی حالت میں ہوا تو اللہ پاک قیامت تک اس کے روزے کا سلسلہ قائم رکھیں گے۔ (شرح الصدور صفحہ ۳۱۴)

صدقہ کے بعد موت

حضرت حذیفہ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے مروی ہے کہ جس نے کلمہ لا الہ الا اللہ کہا اور اس کے ذریعہ اس نے خدا کو راضی کیا۔ اس پر اس کا انتقال ہوگیا تو جنت میں داخل ہوگا۔ جس نے اللہ کی رضا کے واسطے روزہ رکھا اور اسی حالت میں مر گیا تو جنت میں داخل ہوگا۔ اور جس نے کوئی صدقہ خیرات کیا اور اس کے بعد مر گیا تو جنت میں داخل ہوگا۔ (مسند احمد شرح صفحہ ۳۱۴)

فَائِدَۃ: چونکہ ان اعمال کے بعد گناہوں کا کفارہ ہوگیا۔ اور کوئی دوسرا گناہ کیا نہیں کہ انتقال ہوگیا۔ تو اب ایسی صورت میں لازماً جنت میں داخل ہوگا۔ ہاں مگر یہ کہ کوئی گزشتہ گناہ کبیرہ بلا توبہ کے نہ ہو اور نہ کوئی حق العباد واجب اس کے ذمہ ہو۔ تب اس فضیلت کا حامل ہوگا عام اصول یہی ہے ویسے اللہ کی مرضی۔

جمعہ کے دن کی موت

عذاب قبر سے حفاظت اور شہادت کا ثواب

حضرت انس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو جمعہ کے دن مر جائے عذاب قبر سے محفوظ رہے گا۔ (مجمع الزوائد صفحہ ۳۱۹)

حضرت ایاس بن ابی بکر سے مروی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو جمعہ کے دن انتقال کر جائے اسے شہید کا ثواب ملے گا اور فتنہ قبر سے محفوظ رہے گا۔ (مرعاۃ المفاتیح جلد ۲ صفحہ ۲۴۱، مرقات جلد ۳ صفحہ ۲۴۲)

حساب سے بھی معافی اور شہادت کا بھی ثواب

حضرت عطاء سے منقول ہے کہ جو مسلمان مرد یا عورت جمعہ کے دن یا جمعہ کی رات میں انتقال کر جائے وہ فتنہ قبر سے محفوظ رہے گا اور اس پر کوئی حساب نہیں اور قیامت کے دن وہ ایسے گواہوں کے ساتھ آئے گا جو گواہی دیں گے اور اس کے پاس شہادت کی مہر ہوگی۔ (مرقات المفاتیح جلد ۳ صفحہ ۲۴۲)

فائدہ: ان روایتوں سے معلوم ہوا کہ جو شب جمعہ جمعرات کے دن کے بعد والی رات یا جمعہ کے دن انتقال کر جائے۔ وہ ۳/ بلند فضیلتوں اور ثواب کا حامل ہوگا۔ ① فتنہ قبر اور عذابِ قبر سے محفوظ رہے گا۔ ② حساب اور مؤاخذہ سے بچ جائے گا۔ ③ شہادت اخروی کا ثواب پائے گا۔

علامہ شامی ذکر کرتے ہیں کہ جو شخص جمعہ کے دن یا شب میں انتقال کر جائے وہ عذاب قبر سے، اور فتنہ قبر سے محفوظ رہے گا۔ (جلد ۲ صفحہ ۱۶۵)

اسی طرح باب الشہید میں لکھتے ہیں جو جمعہ کے دن انتقال کر جائے وہ شہید کا ثواب پائے گا۔
(الشامی جلد ۲ صفحہ ۲۵۲)

خیال رہے کہ جمعہ کی موت کی برکت سے عذاب قبر اور فتنہ قبر سے محفوظ رہے گا۔ آخرت کے عذاب سے نہیں۔ (احسن الفتاویٰ جلد ۲ صفحہ ۲۰۹)

پس معلوم ہوا کہ جمعہ یا شب جمعہ کی موت بڑی مبارک وفضیلت والی موت ہے کہ فتنہ اور عذاب قبر سے تاقیامت نجات مل جاتی ہے اور شہادت کا ثواب ملتا ہے۔ اس دن کے موت کی دعا مانگنی چاہئے:

"اللھم تقبل موتی بیوم الجمعة وارزقنی بفضلك وكرمك."

باوضو موت پر شہادت کا ثواب

حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جس کے پاس ملک الموت قبض روح

کا فرشتہ آئے، اور وہ وضو کی حالت میں ہو تو اسے شہادت کا ثواب دیا جائے گا۔ (طبرانی مرقات المفاتیح جلد۴ صفحہ۳۷)

فَائِدَہ: طہارت کی حالت میں مرنا باعث فضیلت ہے شہادت کا ثواب ملتا ہے، موت کے وقت جو فرشتے آتے ہیں یہ نظیف ہوتے ہیں اس کو طہارت و نظافت بہت پسند ہے، اس لئے ملا علی قاری نے لکھا ہے کہ مستحب ہے کہ موت سے قبل طہارت وضو، غسل کرے۔ (مرقات جلد۴ صفحہ۳۷)

جب علامتوں سے موت کا پتہ چل جائے تو وضو کرے، اور ذکر استغفار میں مشغول ہو جائے۔

موت کے وقت وضو سے حضرت جبرئیل کی آمد

حضرت میمونہ بنت سعد رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی روایت ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا گیا جنابت کی حالت میں بلا وضو سویا جا سکتا ہے، آپ نے فرمایا میں پسند نہیں کرتا کہ بلا وضو سویا جائے مجھے خوف ہے کہ اسی حالت (بے وضو) میں موت ہو جائے تو حضرت جبرئیل علیہ السلام نہ آئیں۔ (شرح احیاء جلد۱۰ صفحہ۲۸۴)

بیماری اور مرض کی حالت میں موت شہادت کی موت ہے

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، جو شخص مرض کی حالت میں مرتا ہے شہید ہوتا ہے، اور قبر کے فتنہ عذاب سے محفوظ رہتا ہے، صبح و شام اسے جنت سے رزق دیا جاتا ہے۔

(ابن ماجہ صفحہ۱۱۶، بیہقی فی الشعب، مشکوٰۃ صفحہ۱۲۹)

فَائِدَہ: بیمار ہو کر مرنا یہ صحت کی حالت کی موت سے بہتر ہے، جو لوگ یہ دعا کرتے ہیں یا اللہ صحت کی موت عطا فرما، وہ اس حدیث اور اس کی فضیلت سے غافل ہیں، بیماری گناہوں کا کفارہ یا درجات کی بلندی کا باعث ہے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو بھی یہ فضیلت حاصل ہوئی، علامہ سندھی نے کہا کہ اس سے خاص مرض مراد ہے یعنی پیٹ کی بیماری (مثلاً اسہال ہیضہ وغیرہ ہے) ایک حدیث میں ہے کہ جسے پیٹ کی بیماری مار دے وہ شہید ہے، حافظ ابن حجر نے قرطبی کے حوالہ سے بیان کیا کہ یہ تمام امراض کو شامل ہے۔ (مرقاۃ المفاتیح جلد۵ صفحہ۲۸۳)

ملا علی قاری نے بھی ایک عام مرض مراد لیا ہے، البتہ پیٹ کی بیماری میں مرنے کی ایک خاص فضیلت یہ ہے کہ وہ عذاب قبر سے محفوظ رہتا ہے۔ (مرقاۃ جلد۴ صفحہ۲۷۱)

خیال رہے کہ پیٹ کی بیماری جسے حدیث پاک میں البطون کہا گیا ہے وہ تمام مہلک اور پریشان کن بیماریاں داخل ہیں جو پیٹ کی وجہ سے ہو، جیسے اسہال، ڈائریا، ہیضہ، درد پیٹ، مرض ذیابطیس بھی اسی میں داخل ہے کہ پیٹ ہی کی وجہ سے یہ مرض ہوتا ہے۔ مکمل طور پر ہضم نہ ہو کر پیٹ کا صحیح عمل گردے اور جگر تک نہ پہنچنے کی وجہ سے شوگر بن کر پیشاب کی زیادتی کا سبب بنتا ہے، یہی وجہ ہے اس میں کھانا نقصان دیتا ہے، اور کھانا بجائے

قوت کے ضعف کا سبب بنتا ہے۔

وہ موت جس پر شہادت کا ثواب

حضرت سلمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ ذکر کرتے ہیں کہ میں ۳؍مرتبہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں زکوٰۃ لے کر حاضر ہوا۔ تو آپ نے مجھ سے پوچھا جانتے ہو شہید تمہارے میں کون ہے؟ کہا جو اللہ کے راستہ (جہاد) میں مارا جائے تو آپ نے فرمایا تو اس طرح ہماری امت میں شہداء کم ہو جائیں گے۔ خدا کے راستہ کی موت بھی شہادت ہے۔ طاعون میں مرنا بھی شہادت ہے۔ حالت نفاس (بچہ کی ولادت یا اس کے بعد خون آنے کی مدت) میں مر جائے تو بھی شہادت ہے۔ حمل میں مرنا بھی شہادت ہے۔ ڈوب کر مرنا بھی شہادت ہے۔ ٹی بی کی بیماری میں مرنا بھی شہادت ہے۔ پیٹ کی بیماری میں مرنا بھی شہادت ہے۔ (مجمع الزوائد جلد۲ صفحہ ۳۱۷)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تم لوگ شہید کسے سمجھتے ہو تو صحابہ نے کہا اے اللہ کے رسول ہم تو ان لوگوں کو سمجھتے ہیں جو جہاد فی سبیل اللہ میں مارے جاتے ہیں تو آپ نے فرمایا تب تو ہماری امت میں شہیدوں کی تعداد بہت کم ہو جائے گی تو ہم نے پوچھا تو پھر اور کون لوگ ہیں۔ تو آپ نے فرمایا جو جہاد میں قتل کر دیا جائے وہ شہید جو اللہ کے راستے میں (مثلاً سفر جہاد، سفر، علم و تبلیغ میں) مر جائے وہ بھی شہید ہے۔ جو طاعون کی بیماری میں مر جائے وہ بھی شہید جو پیٹ کی بیماری میں مر جائے وہ بھی شہید۔

(مسلم جلد۲ صفحہ ۱۴۲)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ۵؍لوگ شہید ہیں طاعون میں مرنے والے، پیٹ کی بیماری میں مرنے والے، ڈوب کر مرنے والے، دیوار وغیرہ گرنے سے مرنے والے، اور راہ خدا میں قتل ہونے والے۔ (بخاری صفحہ ۹۰، ترمذی صفحہ ۲۰۴، مسلم جلد۲ صفحہ ۱۴۲)

فَائِدَہ: طاعون ایک بیماری ہوتی ہے بغل میں گلٹی نکلتی ہے اور شدید بخار ہوتا ہے جس سے موت آجاتی ہے۔ آج کل یہ بیماری شاذ و نادر پائی جاتی ہے۔ پیٹ کی بیماری سے مراد وہ امراض مہلکہ ہیں جو پیٹ کے اور معدہ کے سبب سے پیدا ہوتے ہیں۔ مثلاً ہیضہ، دست، قے، وغیرہ، دیوار گرنے کی موت میں وہ لوگ بھی داخل ہیں جو مکان منہدم ہونے سے یا زلزلہ کے موقعہ پر مرنے والے، اسی طرح گاڑیوں کے ایکسیڈنٹ سے مرنے والے بھی اسی نوع میں داخل ہیں۔ ان سب کو شہادت کا ثواب ملتا ہے۔ اگر حق العباد نہ ہوں تو ان کی خصوصی مغفرت ہو جاتی ہے۔ چونکہ حق العباد شہادت سے معاف نہیں ہوتا ہے۔ علامہ قرطبی نے لکھا ہے کہ جسے علامہ سیوطی نے نقل کیا ہے۔ بعض شہید جنت سے باہر ہیں حق العباد میں سے کسی حق کی وجہ سے۔ (شرح صدور اردو صفحہ ۲۳۴)

فَائِدَہ: یہاں پانچ کا بیان کیا ہے۔ کسی روایت میں سات جیسا کہ اوپر گزرا۔ یہ تعداد کا ذکر حصر اور تعین کے

لئے نہیں ہے کہ دوسری روایت میں اور دیگر کے شہید ہونے کا ذکر ہے۔ حافظ ابن حجر نے شرح بخاری میں بیان کیا ہے کہ مختلف روایتوں میں شہداء کی تعداد مختلف ذکر کی گئی ہے۔ ان روایتوں کے اعتبار سے قریب ۱۴ر تک پہنچتی ہے۔ سعید بن زید رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی مرفوع روایت میں ہے کہ جو ظلماً مارا جائے وہ شہید ہے۔ حضرت مالک اشعری کی روایت میں ہے کہ جو گھوڑے یا اونٹ سے گر کر مرے وہ شہید ہے۔ یا کیڑا سانپ وغیرہ ڈس لے شہید ہے۔

حضرت ابوہریرہ کی روایت میں ہے کہ جو سرحد کی حفاظت میں مارا جائے وہ شہید ہے۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما کی روایت میں ہے کہ جسے درندہ پھاڑ دے وہ شہید ہے۔ سواری سے گر کر مرنے والا شہید ہے۔ ایک روایت کے اعتبار سے جو صدق دل سے شہادت کی دعا کرے وہ شہید ہے (گو بستر پر مر جائے)۔ (فتح الباری جلد ۶ صفحہ ۴۴)

وطن سے دور مسافرت کی حالت میں مرنے سے شہادت

حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے مروی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا وطن سے دور کی موت شہادت ہے۔ (مشکوۃ صفحہ ۱۳۹، ابن ماجہ، ترغیب صفحہ)

فائدہ: مطلب یہ ہے کہ جو اپنے اہل وعیال سے دور وطن سے دور مر جائے تو اسے شہادت کا ثواب ملتا ہے۔ بشرطیکہ وہ گناہ کے سفر میں نہ ہو۔ (مرقاۃ المفاتیح صفحہ ۲۸۲)

وجہ اس کی یہ ہے کہ اس کا سفر میں کوئی تیمار دار نہیں دوا دارو اور خدمت وتسلی دینے والا نہیں جس سے آدمی کو اطمینان ہو ظاہر ہے ایسی موت یقیناً باعث تکلیف ہوگی اس لئے یہ فضیلت حاصل ہوگی۔

وبائی امراض طاعون ہیضہ میں مرنے والا شہید

حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا طاعون سے بھاگنے والا میدان جنگ سے پیچھے بھاگنے والے کے مثل ہے اور اس میں جم کر صبر کر کے رہنے والا شہید ہے۔ (مشکوۃ صفحہ ۱۳۹)

سینے اور پہلو کے مہلک مرض میں مرنے والا شہید

عقبہ بن عامر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی روایت میں ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا پہلو کی بیماری میں مرنے والا شہید ہے۔ (پہلو کی بیماری میں ٹی بی، نمونیا وغیرہ داخل ہے)۔ (مجمع الزوائد جلد ۲ صفحہ ۳۱۶)

حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ۷ر شہید ہیں جو مجاہد فی سبیل اللہ کے علاوہ ہیں۔ ① طاعون میں مرنے والا شہید ② ڈوب کر مرنے والا شہید ③ پہلو سینہ کی بیماری میں مرنے والا ④ پیٹ کی بیماری میں مرنے والا ⑤ جل کر مرنے والا ⑥ کسی چیز کے نیچے دب کر مرنے والا ⑦ بچہ کی وجہ

سے مرنے والی عورت، مثلاً حمل ساقط ہوجائے یا بچہ جننے کے موقعہ پر۔ (مالک، ابوداؤد، نسائی، مشکوٰۃ صفحہ ۱۳۶)

طالب علمی کی حالت میں مرنے والا شہید

حضرت ابوہریرہ اور حضرت ابوذر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے مروی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ طالب علمی کی حالت میں انتقال کرنے والا شہید ہے۔ (جامع بیان العلم صفحہ ۵۳)

فائدہ: یعنی جس کا علم دین کے حاصل کرنے کی حالت میں خواہ وہ درجہ فارسی و عربی کا ہو یا حفظ و دینیات کا ہو، انتقال ہوجائے تو شہید کا ثواب پاتا ہے، ایسی موت مبارک موت ہے۔

حدیث پاک میں ذات الجنب کا بھی ذکر ہے۔ اس بیماری میں پہلو، سینہ یا پیٹ کے اندر پھوڑا ہوتا ہے جو مندمل نہیں ہوتا۔

> "ذات الجنب دمل او قرحة تعرض فی جوف الانسان تنفجر الی داخل فیموت صاحبها قال القاری هی قرحة او قروح تعیب الانسان داخل جنبه .....
> ومن علاماتها الوجع تحت الاضلاع وضیق النفس مع ملازمة الحمٰی والسعال." (مرقاۃ المفاتیح صفحہ ۲۵۶)

حاصل یہ ہے کہ سینہ یا پیٹ میں پھوڑا ہوتا ہے جو اندر اندر رستا رہتا ہے سانس کی تنگی، سینہ میں درد اس کی علامت ہے۔ آج کل کے دور میں ٹی بی اور سینہ اور پیٹ کے کینسر پر اس کا اطلاق کیا جاسکتا ہے۔

پس ٹی بی اور کینسر کی بیماری میں مرنے والا بھی شہید ہوگا۔ شرح مشکوٰۃ میں ہے کہ اس مرض میں پانچ عوارض پیش آتے ہیں۔ بخار، کھانسی، درد، سانس کی تنگی وغیرہ۔ (مرقاۃ صفحہ ۲۵۶)

یہ علامت سینہ کے کینسر اور ٹی بی کے آخری دور میں جب وہ انتہائی شدید اور مہلک ہوتا ہے ظاہر ہوتے ہیں۔

حدیث پاک میں مبطون پیٹ کی بیماری سے مرنے والا بھی ہے۔ شرح مرعاۃ المفاتیح میں ہے اس سے مراد پیٹ کی تمام بیماریاں ہیں اسی طرح استسقاء، اسہال، قولنج ہے۔ (صفحہ ۲۲۷)

اس دور میں شوگر ذیابطیس کا انتہائی مہلک بھی اسی مبطون کے مفہوم میں داخل ہوسکتا ہے کہ اس کا سبب پیٹ ہی ہے۔ چنانچہ قبض، زیادتی بھوک مگر سیرابی نہیں۔ استسقاء کی طرح پیاس کہ پانی پینے سے سیری نہیں ہوتی۔ پیاس لگتی رہتی ہے۔ اور تھوڑے تھوڑے وقفہ کے ساتھ پیشاب ہوتا رہتا ہے۔ اس مہلک مرض میں مرنے والا بھی مبطون کے ذیل میں داخل ہوکر وجہ اور سبب مشترک کی وجہ سے شہید میں داخل ہوگا۔

حدیث پاک میں صاحب الہدم ہے۔ اس میں وہ تمام اموات داخل ہیں جو گھر گرنے سے چھت گرنے سے دیوار گرنے سے اسی طرح گاڑیوں کے خطرناک ایکسیڈنٹ ٹکرانے سے یا گرنے سے ہو۔ داخل ہے۔

اسی طرح دابۃ سے گرنے کے مفہوم میں سواری اور موٹر سائیکل کے حادثہ سے مرنے والے شہید میں داخل ہوں گے۔ ملادح کے مفہوم میں کتا گیدڑ بندر وغیرہ کے کاٹنے سے مرنے والے اس میں داخل ہوکر شہید ہوں گے۔

اسی طرح حمل کے دوران حمل کی وجہ سے ولادت کے موقعہ پر اور ولادت کے بعد خون کی کمی یا ٹیٹنس وغیرہ سے مرنے والی عورتیں، مبطون اور بجنب کے مفہوم میں داخل ہوکر شہادت کا ثواب پائیں گی۔ مزید اس کے لئے مستقل احادیث بھی ہیں۔

حافظ نے بیان کیا سعید بن زید رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ کی روایت سے کہ جو مال کی حفاظت میں مارا جائے شہید۔ مالک اشعری رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ کی روایت میں ہے جو گھوڑے یا اونٹ سے گر کر مرے وہ شہید، سانپ ڈس لے شہید، ابن عباس رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُمَا کی روایت میں ہے درندے پھاڑ ڈالیں شہید، ابو ہریرہ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ کی روایت میں ہے سرحد کی حفاظت میں مارا جائے وہ شہید۔ (فتح الباری جلد۶ صفحہ۴۴)

علامہ شامی رَحِمَہُ اللّٰہُ تَعَالٰی شہید آخرت کی اور قسموں کو احادیث و آثار سے ثابت کرکے بیان کیا ہے۔ چنانچہ وہ لکھتے ہیں کہ یہ حضرات بھی شہداء کی فہرست میں داخل ہیں۔ ① جمعہ کے دن مرنے والا ② علمی مشغلہ میں مرنے والا مثلاً طالب علم اسی طرح تالیف اور تدریس میں مشغول ③ مرگی سے مرنے والا ④ بخار سے مرنے والا ⑤ ظلماً قید خانہ میں مرنے والا ⑥ ثواب کی نیت سے اذان دینے والا ⑦ تاجر صادق ⑧ آل اولاد کے نفقہ میں حلال کمائی کے لئے محنت و مشقت کرنے والا ⑨ سمندری سفر میں متلی سے مرنے والا ⑩ روزانہ ۲۰؍مرتبہ **اللھم بارك لی فی الموت** پڑھنے والا گو بستر پر مرے ⑪ ترک سنت کے زمانہ میں سنت پر عمل کرنے والا ⑫ مرض موت میں ۴۰؍مرتبہ دعاء یونس پڑھنے والا ⑬ ہر رات سورہ یٰسین پر ہمیشگی کرنے والا ⑭ باوضو سو کر مرنے والا ⑮ جائز عشق میں مرجانے والا غرض کہ اس کے علاوہ اور بھی شمار کرایا جائے۔ اسی وجہ سے بعضوں نے ۳۰؍بعضوں نے پچاس تک شمار کرایا ہے۔ (الشامی جلد۲ صفحہ۲۵۳)

احادیث اور روایتوں کے پیش نظر حافظ ابن حجر نے قریب ۲۰؍شہداء کا ذکر کیا ہے۔ علامہ سیوطی رَحِمَہُ اللّٰہُ تَعَالٰی نے اس سے زائد تقریباً ۳۰؍کی تعداد ذکر کی ہے جو شہداء کی فہرست میں شامل ہیں شیخ اجھودی مالکی نے بھی ۳۰؍شہداء کا ذکر کیا ہے۔ مزید اس پر اضافہ کیا ہے۔ قریب ایسے صفات اور اعمال کو بیان کیا ہے جس کے حامل شہداء میں شامل ہیں۔ بعضوں نے تو ۵۰؍کی تعداد تک ذکر کیا ہے۔ چنانچہ علامہ رحمتی نے منظومہ میں ۵۰ سے زائد شہیدوں کا ذکر کیا ہے۔ (تکملہ فتح الاعلام جلد۳ صفحہ۴۶۳)

فَائِدَہ: معلوم ہونا چاہئے کہ شہید اور شہادت کی دو قسمیں ہیں۔ شہید حقیقی، جو شہید دنیا اور آخرت دونوں اعتبار

سے شہید ہے۔ شہید حقیقی کا حکم یہ ہے کہ ان کو غسل نہیں دیا جائے گا۔ ان کو اسی کپڑے خون لگے میں دفن کر دیا جائے گا اور نماز جنازہ پڑھی جائے گی۔

شہید حقیقی: یہ وہ لوگ ہیں جو جہاد اور قتال فی سبیل اللہ میں دشمنانِ اسلام کے ہاتھوں میدان جنگ میں مارے گئے ہوں۔ یا زخم اور چوٹ کے بعد متصلاً جان نکل گئی ہو۔ زخم اور چوٹ کے بعد گھر آ کر یا ہاسپٹل میں آ کر کھانا پینا کھایا اور یا زندگی کی دوسری نفع بخش چیزوں سے فائدہ اٹھایا تو پھر شہید دنیا ہوں گے اور ان کو غسل دیا جائے گا۔

اس طرح اس شہید دنیا میں یہ لوگ بھی داخل ہیں جن کو کافر دشمنان اسلام نے آلہ دھاردار سے ظلماً مار دیا ہو۔ یا ڈاکوؤں نے قتل کر دیا ہو اسی طرح وہ بھی داخل ہے جو فتنہ فساد اور بلوے کے موقعہ پر ناحق مارے گئے ہوں۔ پس یہ سب شہید فی الدنیا والآخرۃ ہیں۔ (فتح الاعلام جلد ۳ صفحہ ۴۶۲)

اس کے علاوہ جن شہیدوں کا ذکر ہے وہ شہداء آخرت ہیں۔ یعنی طاعون، پیٹ کی بیماری وغیرہ میں مرنے والے۔

علامہ عینی بنایہ شرح ہدایہ میں فرماتے ہیں:

"عدهم رسول اللّٰه صلى اللّٰه عليه وسلم من الشهداء فهم شهداء في الآحرة." (بنایہ صفحہ ۳۰۸)

مرقاۃ شرح مشکوٰۃ میں ہے شهيدا يعني شهادة اخروية یعنی یہ شہید آخرت ہیں نہ کہ شہید دنیا اسی طرح حافظ ابن حجر نے شرح بخاری میں ذکر کیا ہے۔ یہ شہداء آخرت ہیں۔ دنیا میں ان پر شہادت کے احکام جاری نہ ہوں گے۔

مؤمن صالح موت کے وقت موت کو پسند کرنے لگتا ہے

حضرت عائشہ رَضِىَ اللهُ تَعَالىٰ عَنْهَا سے مروی ہے کہ آپ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نے فرمایا، جو اللہ کی ملاقات کو پسند کرتا ہے اللہ بھی اس کی ملاقات کو پسند کرتا ہے، اور جو اللہ کی ملاقات کو پسند نہیں کرتا اللہ بھی اس کی ملاقات کو پسند نہیں فرماتے۔ اس پر حضرت عائشہ نے فرمایا ہم تو موت کو پسند نہیں کرتے (یعنی اللہ کی ملاقات کو) تو آپ نے فرمایا یہ بات نہیں ہے۔

جب مؤمن کی موت کا وقت آتا ہے تو اسے اللہ کی خوشی اور اکرام کی خبر دی جاتی ہے پس اس کے سامنے (اللہ، موت) کے علاوہ کوئی چیز محبوب اور پسندیدہ نہیں ہوتی۔

پس وہ اللہ کی ملاقات کو پسند کرنے لگ جاتا ہے، تو اللہ بھی اس کی ملاقات کو پسند کرنے لگ جاتے ہیں،

اور کافر جب موت کا وقت آتا ہے اسے خدا کے عذاب اور گرفت کی خبر دی جاتی ہے، تو اس کے نزدیک جو اس کے آگے ہوتی ہے (موت اور عذاب) اس سے زیادہ ناپسندیدہ کوئی چیز نہیں ہوتی ہے، پس وہ اللہ کی ملاقات کو ناپسند کرنے لگ جاتا ہے تو اللہ بھی اس کی ملاقات کو ناپسند کرتے ہیں۔

(مسند عبد بن حمید، کنز العمال صفحہ ۵۶۶، شرح احیاء صفحہ ۲۶۶، نسائی صفحہ ۲۶۰)

فائدہ: اس حدیث پاک سے اس حقیقت کو آشکارا اور واضح کیا گیا ہے کہ عام طور پر مؤمن تو طبعی اعتبار سے مرنے کو پسند نہیں کرتا، جیسا کہ حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے ظاہر کیا لیکن جب اسے اعمال صالحہ اور حسنہ کی وجہ سے جنت اور رضاء الٰہی کی خبر دی جاتی ہے تو پھر وہ موت کو اور اللہ کی ملاقات کو سب سے زیادہ پسندیدہ اور محبوب قرار دینے لگ جاتا ہے، اس کے برخلاف کافر عذاب اور سزا کی وجہ سے موت سے بھاگنے لگ جاتا ہے اور اسے برا سمجھتا ہے، پس معلوم ہوا کہ موت اور خدا سے ملاقات کو اچھا یا ناپسندیدہ سمجھنا اعمال صالحہ اور سیئہ کی بنیاد پر ہوتا ہے، صالحین کو موت اور ملاقات الٰہی پسند اور بروں کو موت اور ملاقات ناپسند۔

مؤمن موت کے وقت خدا کی ملاقات کا مشتاق ہوتا ہے

حضرت انس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہتے ہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، جو اللہ کی ملاقات (موت) کو پسند کرتا ہے، خدا بھی اس کی ملاقات کو پسند کرتے ہیں، جو اللہ کی ملاقات (موت) کو پسند نہیں کرتا خدا بھی اس کی ملاقات کو پسند نہیں فرماتے اس پر حضرت انس فرماتے ہیں کہ ہم لوگوں نے کہا:

اے اللہ کے رسول ہم لوگ تو موت کو پسند نہیں کرتے، تو آپ نے فرمایا یہ بات نہیں کہ تم موت کو پسند نہیں کرتے، بلکہ بات یہ ہے کہ مؤمن کی موت کا جب وقت ہوتا ہے (اور اس پر آخرت کے احوال منکشف ہوتے ہیں) (یعنی زندگی میں) تو اللہ کی طرف سے اسے ایک بشارت دینے والا آتا ہے، اس وقت کسی چیز کو وہ پسند نہیں کرتا سوائے اللہ کی ملاقات کے، تو اللہ بھی اس کی ملاقات سے خوش ہوتے ہیں (اس کے برخلاف) فاجر بدعمل کو جب موت کے وقت اس کے برے نتائج کی خبر دی جاتی ہے تو وہ موت کو پسند نہیں کرتا سو اللہ بھی اس کی ملاقات کو پسند نہیں فرماتے۔

فائدہ: کراہت اور پسندیدگی میں زندگی کے وقت کا اعتبار نہیں بلکہ اس وقت کا اعتبار ہے جب جان نکلنے کا وقت آتا ہے، آخرت کے احوال اس پر منکشف اور حاضر ہوتے ہیں، اس وقت نیک لوگوں کو خدا کا وعدہ جزاء حسنہ کا جنت کا خدا کی خوشنودی کا جب سامنے آتا ہے، فرشتوں کا اکرام اور اعزاز سامنے آتا ہے، جنت کی خوشبو آنے لگتی ہے، حضرات ملائکہ جنت کی بشارت اور آخرت کی نعمتوں کی خوش خبری سناتے ہیں تو اس کی روح خدا کے پاس جانے اور مرنے کے لئے تڑپنے لگتی ہے اور چاہتا ہے کہ جلدی روح نکلے کہ جنت کے مزے سامنے

آئیں، سوایسے وقت میں نیک اور صالح اہل سعادت موت کو محبوب سمجھنے لگتے ہیں، شرح مسند احمد میں ہے کہ یہ اس وقت کی بات ہے جب غرغرہ یعنی جان نکلنے کا اور آخرت کے احوال کے منکشف ہونے کا وقت ہو، ایسے وقت میں نیک لوگ موت سے نہیں ڈرتے اور اللہ کی ملاقات موت ان کو سب سے زیادہ محبوب ہو جاتی ہے۔
(بلوغ الامانی جلد ۷ صفحہ ۳۶)

پس آدمی کو چاہئے کہ مرنے سے پہلے عمل صالح اور اطاعت وعبادت الٰہی خوب جم کر کرے تا کہ موت کے وقت جب ان کے بہتر نتائج اور اس کا ثواب جنت اور آخرت کی راحت کی شکل میں آئے۔ تو وہ خدا کی ملاقات اور جنت کے اشتیاق میں موت کو محبوب سمجھ کر رخصت ہو۔ نہیں تو خوفزدہ ہوکر مرے گا کہ مرنا تو ہے ہی حضرت حسان بن سنان کی جب نزع کی حالت تھی تو کسی نے کہا آپ کو بہت تکلیف ہو رہی ہے فرمانے لگے تکلیف تو ضرور ہے مگر مؤمن کی تکلیف کا ایسے وقت کیا ذکر، جب اس کو حق تعالیٰ شانہ سے ملنے کی امید ہو رہی ہو، اور اس پر اس کی خوشی غالب ہو رہی ہو۔ (فضائل صفحہ ۴۸۰)

مؤمن کی راحت موت ہی میں ہے

حضرت حسن بصری رحمہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: مؤمن کے لئے کسی میں راحت نہیں سوائے خدائے پاک کی ملاقات میں اور جس کی راحت خدا کی ملاقات سے وابستہ ہوگی وہ موت کے دن کو خوشی کا دن محسوس کرے گا، حضرت ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے بھی مروی ہے کہ مؤمن کی راحت خدائے پاک کی ملاقات ہی میں ہے۔
(اتحاف صفحہ ۲۷)

مؤمن کی وفات پر آسمان کے دو دروازے روتے ہیں

حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، ہر مؤمن کے لئے (آسمان میں) دو دروازے ہوتے ہیں، ایک سے اس کا عمل چڑھتا ہے، دوسرے سے اس کا رزق اترتا ہے، جب اس کا انتقال ہو جاتا ہے تو دونوں دروازے اس پر آہ وبکا کرنے لگ جاتے ہیں۔ (ترمذی، کنز العمال جلد ۱۵ صفحہ ۶۸۱)

حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، جب صالح اور نیک آدمی کا انتقال ہوتا ہے تو جہاں وہ نماز پڑھتا تھا وہ جگہ اور جس جگہ سے اس کا عمل آسمان میں چڑھتا تھا وہ جگہ روتی ہے، پھر آپ نے **"فما بکت علیھم السماء"** کی آیت پڑھی (جو کافر کے بارے میں ہے کہ اس کی ہلاکت موت پر آسمان و زمین کوئی افسوس نہیں کرتا)۔ بخلاف مؤمن کے۔ (کنز العمال صفحہ ۷۴۹)

حسن عمل کے ساتھ طول عمر بڑی اچھی بات

حضرت ابوامامہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ ہم لوگ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں بیٹھے تھے آپ نے

ہمیں نصیحت فرمائی ہمارے دل کو خوف زدہ فرمایا، تو حضرت سعد بن وقاص رضی اللہ تعالیٰ عنہ پر خوب گریہ طاری ہوگیا، اور کہنے لگے کاش کہ مر جاتا، تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اے سعد، میرے پاس ہی موت کی تمنا کر رہے ہو، آپ نے ۳؍مرتبہ فرمایا (یعنی میری صحبت موت سے بہتر ہے) پھر فرمایا اے سعد اگر تم جنت کے لئے پیدا کیے گئے (یعنی تمہارے اعمال جنت کے ہیں) تو جس قدر بھی تمہاری زندگی بڑھے گی عمر میں اضافہ ہوگا، یا تمہارے اعمال حسنہ زائد ہوں گے یہ تمہارے لئے بہتر ہے۔

فَائِدَہ: نیک لوگوں کا زیادہ عمر پانا ان کے حق میں بھی اچھا ہے، اور غیروں کے حق میں بھی اچھا ہے کہ ان کی برکتوں سے ان کے فیوض سے دوسرے لوگ مستفیض ہوتے ہیں، ان کے اعمال حسنہ کے نتائج ماحول پر۔ علاقے پر پڑتے ہیں، ان کی برکتوں سے خدا کا عالم پر بہتر فیصلہ ہوتا ہے، ان کی وجہ سے زمین پر بارش اور برکتیں اترتی ہیں، جس کا فائدہ انسان ہی کو نہیں بلکہ جانوروں اور درختوں تک کو ہوتا ہے، وہ لوگوں کی ہدایت اور نور و روشنی کا باعث ہوتے ہیں، لوگوں کے حق میں ان کی دعائیں قبول ہوتی ہیں، لوگوں کو ان کا دینی و دنیاوی فیض پہنچتا ہے، اسی وجہ سے اہل اللہ۔ اللہ کے برگزیدہ بندے کے لئے طول حیات طول عمر کی دعا مانگی جاتی ہے۔

(طبرانی، مسند احمد مرتب جلد ۷ صفحہ ۴۷)

شہید سے قبل جنت میں

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی روایت میں ہے کہ قبیلہ بنی قضاعہ کے دو شخصوں نے ایک ہی ساتھ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر ایمان قبول کیا ان میں سے ایک شہید ہوگیا، اور دوسرے کا انتقال ایک سال بعد ہوا، طلحہ بن عبد اللہ کہتے ہیں میں نے دیکھا کہ بعد میں انتقال کرنے والا شہید سے پہلے جنت میں داخل ہوا، مجھے بڑی حیرت ہوئی، (شہادت کا مرتبہ تو بڑا ہے) میں نے یہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے ذکر کیا تو آپ نے فرمایا کہ اس نے رمضان کا روزہ اس کے بعد نہیں رکھا تھا اور چھ ہزار رکعتیں نمازیں نہیں پڑھیں، اور اتنا اتنا عمل نہیں کیا اور ایک سال (زائد اس سے) نمازیں نہیں پڑھیں۔ (مسند احمد، اتحاف جلد ۱۰ صفحہ ۲۲۴)

زائد عمر والا کم عمر والے سے افضل

حضرت عبید اللہ بن خالد سلمی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی روایت میں ہے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے اصحاب میں سے دو آدمی کے درمیان بھائی بندی فرما دی تھی (کہ تم دونوں بھائی کی طرح ایک ساتھ رہو) چنانچہ ایک پہلے شہید ہوگیا اور دوسرے کا بعد میں انتقال ہوا، ہم لوگوں نے اس پر نماز جنازہ پڑھی، تو آپ نے ہم لوگوں سے پوچھا تم نے اس کے حق میں کیا دعا کی، ہم نے کہا یہ دعا کی کہ اے اللہ ان کو اپنے ساتھی کے ساتھ ملا دیجئے، (اس کو بھی اسی شہید کے درجہ میں کر دیجئے) تو آپ نے فرمایا اس کے بعد اس کی نمازوں پر نمازیں اس کے روزے پر

روزے کہاں جائیں گے، اس کے بعد جو اس نے عمل کیا وہ کہاں جائے گا ایسا فرق (عمل کے ثواب سے) ہو جائے گا جیسے زمین و آسمان کے درمیان فرق۔ (سنن کبریٰ صفحہ۳۷۱، کنزالعمال صفحہ۷۶۵)

فَائِدَۃ: اعمال کی تعداد کے اعتبار سے ثواب ملتا ہے، دوسرا جس کا بعد میں انتقال ہوا اگر ایک سال کا حساب کیا جائے اور تمام مہینے ۲۹ر دن کے لگائے جائیں، اور صرف فرض اور وتر کی ۳ر رکعتیں شمار کی جائیں، تو ایک سال کی چھ ہزار ۹ سو ساٹھ رکعتیں زائد ہوتی ہیں اگر سنن نوافل کو بھی شمار کیا جائے تو پھر انتہا نہیں شمار مشکل۔ ظاہر ہے ان اعمال کا جو بعد والوں سے یعنی جن کی عمر زائد ہوئی ہے کہاں جائیں گے، ایک روایت میں اسی قسم کے واقعہ میں آپ کا فرمان مبارک ہے کہ تمہیں کیا معلوم اس کی نمازوں نے جو بعد پڑھی گئیں اس کو کس درجہ تک پہنچا دیا ہوگا۔

نیکی کے ساتھ عمر کی زیادتی بڑی مبارک بات

حضرت جابر رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے مروی ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا، موت کی تمنا مت کرو، اس کا حال بہت خوفناک ہے، بڑی سعادت کی بات ہے کہ بندہ کو عمر کی زیادتی کے ساتھ انابت إلی اللہ کی طرف توجہ نصیب ہو جائے۔ (بلوغ الامانی صفحہ۷۴، مستدرک حاکم، ابن حبان کنزالعمال صفحہ۴۵۴)

فَائِدَۃ: موت سے تو عمل کا سلسلہ ختم ہو جاتا ہے، طول عمر اگر عبادت کے ساتھ ہو تو بہت بڑی دولت ہے کہ نامہ اعمال میں ثواب اور جنت کے اعمال کا اضافہ ہو رہا ہے۔

پیدائش اور دنیا میں آمد کا مقصود ہی خدا کی عبادت اور اس کی طرف انابت ہے، اس میں جس قدر زیادتی ہوگی اسی قدر خیر اور سعادت کی بات ہوگی۔

ابوامامہ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ کی حدیث میں ہے۔ تمہارا عمل بہتر ہو تمہاری عمر زائد ہو تو یہ بہتر ہے کہ عمر کم ہوگی تو نیکی بھی کم ہوگی۔ (طبرانی کنزالعمال جلد۱۵ صفحہ۵۵۵)

لوگوں میں افضل وہ ہے جس کی عمر زائد عبادت الٰہی میں گزرے

حضرت طلحہ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے مروی ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا، اللہ پاک کے نزدیک اس مؤمن سے افضل کوئی نہیں جسے اسلام میں طویل عمر دی گئی، وہ اسے تکبیر تحمید، تسبیح، وتہلیل میں گزارتا ہے، یعنی عبادت میں گزارتا ہے اور دنیا کے لہو ولعب سے پاک رہتا ہے۔ (کنزالعمال صفحہ۶۶۸)

مسلمان کے لئے زیادہ عمر خیر کا باعث

عوف بن مالک رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے روایت ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا مسلمان کی عمر جس قدر بھی زائد ہو بہتر اور خیر ہے۔ (طبرانی کنزالعمال جلد۱۵ صفحہ۵۶۵)

فَائِدَۃ: چونکہ عمر کی زیادتی اعمال حسنہ اور اعمال صالحہ اور مقربات الٰہی کی زیادتی کا باعث ہوگا۔ شرح مرقات میں ہے کہ انسان ابدی سعادت کے حاصل کرنے کے لئے پیدا ہوا ہے، (جنت کے اعمال کے لئے) اور اس کی اساس اور بنیاد عمر ہے، لہٰذا عمر کی زیادتی اہل صلاح کے لئے بیش بہا پونجی ہے۔ (مرعاۃ صفحہ۳۰۴)

خیال رہے کہ مؤمن صالح یا مؤمن کامل کے لئے زیادتی عمر خیر کا باعث ہے، فاسق و فاجر کے لئے نہیں ہاں مگر یہ کہ اسے توبہ کی توفیق ہوجائے۔

لوگوں میں سب سے بہتر کون

عبداللہ بن قیس رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ کی حدیث ہے کہ لوگوں میں سب سے بہتر وہ ہے جس کی عمر بھی زائد ہو، اور عمل بھی اچھا ہو۔ (ترمذی جلد۲ صفحہ۵۹)

حضرت عبداللہ بن بسر رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ کی ایک حدیث میں ہے کہ خوش نصیب ہے وہ جس کی لمبی عمر ہو، اور عمل بہتر ہو۔ (طبرانی، حلیۃ الاولیاء، کنز جلد۱۵ صفحہ۶۶۷)

حضرت ابوبکر رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے مروی ہے کہ آپ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ نے فرمایا لوگوں میں سب سے بہتر وہ ہے جس کی عمر لمبی ہو، عمل اچھا ہو، (یعنی عبادت کا پابند ہو) اور لوگوں میں سب سے بدتر وہ ہے عمر تو بہت ہو مگر عمل برا ہو۔

(سنن کبریٰ جلد۳ صفحہ۳۷۱، کنز العمال جلد۱۵ صفحہ۶۶۷، ترمذی صفحہ۵۹، حاکم جلد۱ صفحہ۳۳۲)

حضرت ابوہریرہ اور حضرت جابر رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُمَا کی روایت میں ہے کہ آپ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ نے فرمایا میں تم کو جو تمہارے میں بہتر ہے اسے نہ بتادوں، وہ یہ ہیں جن کی عمر لمبی ہو، عمل بہتر ہو۔

(بیہقی، ابن حبان، حاکم صفحہ۳۳۹، کنز العمال جلد۱۵ صفحہ۶۶۸، سنن کبریٰ جلد۳ صفحہ۳۷۱)

بڑی سعادت کی بات

حضرت مطلب کی روایت ان کے والد سے ہے کہ بڑی سعادت کی بات ہے کہ طول عمر اللہ کی عبادت میں گزرے۔ (خطیب کنز العمال جلد۱۵ صفحہ۶۶۷)

فَائِدَۃ: خیال رہے کہ عمر کی زیادتی عمل صالح کے ساتھ ہو یعنی عمر بھی لمبی ہو اور یہ عمر عبادت اور طاعت الٰہی اور خدمت دین میں گزر رہی ہو تو بہت بڑی سعادت اور بھلائی کی بات ہے، کہ اعمال حسنہ جو قرب الٰہی کا باعث ہے اس کی زیادتی ہو رہی ہے، جو مقصود حیات ہے، پس معلوم ہوا کہ صالحین اور اہل عبادت کے لئے طول عمر بڑی اچھی بات ہے، اسی وجہ سے محدثین نے مؤمن کے لئے طول عمر کی سعادت پر باب قائم کیا ہے۔

(سنن کبریٰ صفحہ۳۷۱)

جس سے وہ اشارہ کر رہے ہیں کہ مؤمن کے حق میں صالحین کے حق میں زیادتی عمر اچھی بات ہے۔

بخلاف کافر فاسق فاجر کے کہ اس کے حق میں یہ شر کا باعث ہے۔

اسلام میں بوڑھوں عمر دراز لوگوں کی فضیلت

قیامت میں نور کا باعث

کعب بن مرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا: جو شخص اسلام میں بوڑھا ہوا ہو، اس کے لئے قیامت کے دن نور ہوگا۔ (ترمذی جلد۲ صفحہ۲۹۲، کنز۱۵ صفحہ۶۶۶)

ایک نیکی اور ایک گناہ معاف

حضرت ابن عمرو رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے مروی ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا جو مسلمان اسلام کی حالت میں بوڑھا ہوا ہو، اس کے لئے ایک نیکی اور ایک گناہ معاف۔ (ابوداؤد کنز صفحہ۱۱)

قیامت کے دن افضل ترین لوگوں میں

جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا قیامت کے دن افضل ترین وہ مؤمنین ہوں گے جن کی عمریں لمبی ہوں گی۔ (چونکہ عمل زائد ہوگا)۔ (کنز العمال صفحہ۱۱۱)

اللہ کے نزدیک بڑا

شداد بن ہاد کی روایت میں ہے کہ اللہ کے نزدیک اس سے بڑا کوئی نہیں جس نے اسلام میں عمر دراز پائی ہو۔ (کنز العمال صفحہ۶۶۸)

عذاب دینے سے خدا کو شرم اور لحاظ

حضرت جریر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ اللہ تعالیٰ کو شرم آتی ہے اس بات سے کہ اپنے بندے اور بندی کو جب کہ وہ اسلام پر بوڑھے ہوں عذاب دیں۔ (کنز العمال جلد۱۵ صفحہ۶۷۲)

بڑھاپے کا نور نار جہنم کے ساتھ نہیں ملے گا

حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں اے ابن آدم بڑھاپا میرے نور میں سے ایک نور ہے، مجھے شرم آتی ہے کہ میں اپنے نور کو عذاب نار دوں، پس مجھ سے شرم کرو، یعنی میرا لحاظ کرو، اور بڑھاپا میں خدا کی نافرمانی کرنے میں گرفت اور مواخذہ اپنے ذمہ مت لو، اور نور کے اثر کو زائل مت کرو۔ (ابوالشیخ، کنز)

حضرت ابودرداء سے روایت ہے کہ جو شخص اسلام میں بوڑھا ہوا، اس کے لئے نور ہوگا جس کی روشنی آسمان

زمین کے درمیان ہوگی، اور وہ روشنی قیامت تک نہیں بجھے گی اور اسے اونٹنی کے نکیل کی طرح کھینچ کر جنت میں لے جائے گی۔ (ابوالشیخ، کنز جلد۱۵ صفحہ۶۷۳)

چالیس سال اور اس کے بعد عمر کی فضیلت

حضرت انس رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے مروی ہے جب بندہ چالیس سال کی عمر کو پہنچ جاتا ہے تو اللہ پاک اسے ۳ر بلاؤں جنون، جذام، برص سے مامون فرما دیتے ہیں۔ (چنانچہ یہ امراض عموماً اس عمر کے بعد نہیں ہوتے) اور جب پچاس سال کو پہنچ جاتا ہے تو اللہ پاک اس سے حساب آسان اور سہل فرما دیتے ہیں، اور جب ساٹھ سال کو پہنچ جاتا ہے تو اللہ پاک اسے اپنی انابت اور توجہ سے حسب مرضی نوازتے ہیں، اور جب ستر سال کو پہنچ جاتا ہے تو آسمان والے (فرشتے) اس سے محبت کرنے لگتے ہیں، اور جب اسی سال کا ہو جاتا ہے تو اس کی نیکیاں باقی رہ جاتی ہیں اور گناہ مٹ جاتے ہیں، اور جب ۹۰ر سال کو پہنچ جاتا ہے تو اس کے پچھلے اگلے گناہ معاف ہو جاتے ہیں اور اس کے گھر والوں کے لئے اس کی شفاعت قبول کی جاتی ہے اور آسمان سے آواز دی جاتی ہے یہ اللہ کی زمین پر اللہ کا اسیر ہے۔ (خطیب، کنز العمال صفحہ۶۶۹)

ساٹھ سال پر معذور قرار دیا جاتا ہے

حضرت سہل اور حضرت ابو ہریرہ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے مروی ہے کہ جب بندہ ساٹھ سال کی عمر کو پہنچ جاتا ہے تو اس عمر میں اللہ پاک اسے معذور قرار دیتے ہیں۔

ابو ہریرہ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ کی ایک روایت میں ہے کہ ساٹھ اور ستر سال کی عمر میں اللہ پاک اسے معذور قرار دے دیتے ہیں۔ (بخاری صفحہ، سنن کبریٰ جلد۳ صفحہ۳۷۰، کنز العمال جلد۱۵ صفحہ۶۷۱، بلوغ الامانی صفحہ۵۲)

فَائِدَۃ: معذور قرار دینے کا مطلب یہ ہے کہ گناہ وغیرہ صادر اتفاقاً یا عبادت میں ضعف کمزوری وغیرہ سے کی کوتاہی ہو جائے تو مواخذہ نہیں فرماتے اور جوانی کی عبادت کا ثواب ملتا رہتا ہے۔

ہرگز یہ مطلب نہیں کہ اس سال میں کبائر اور فواحش میں مبتلا ہو تو اس سے مواخذہ نہیں ہوتا بلکہ مطلب یہ ہے کہ جوانی میں ٹھیک رہا مطیع فرماں بردار رہا اور ضعیفی میں کچھ کوتاہی ہو جاتی ہے مثلاً پاکی ناپاکی میں، جماعت وغیرہ کی شمولیت میں تو اس میں معذور قرار دیا جاتا ہے اور اور اس پر گرفت نہیں ہوتی۔

ساٹھ سال کی عمر ہو جائے تو آخرت کی زیادہ فکر کی تاکید

حضرت ابن عباس رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُمَا سے مروی ہے کہ جب قیامت کا دن ہوگا تو اللہ تعالیٰ فرمائیں گے کہاں ہیں ساٹھ سال کی عمر والے۔ یہ وہی عمر ہے جس کے متعلق اللہ تعالیٰ نے فرمایا۔ "**اولم نعمرکم ما یتذکر**

فيه من تذكرو جاء كم النذير" (سنن کبریٰ جلد۳ صفحہ ۳۷)

اس سے مراد ساٹھ سال ہے۔

فَائِدَۃ: ابن بطال نے کہا یہ عمر انابت خشوع اور موت کے انتظام کی ہوتی ہے۔ (شرح مسند احمد صفحہ ۵۲)

گویا عمر اس کو ڈرا رہی ہے کہ اب موت کا وقت قریب ہو رہا ہے، تیاری کرلو، برے انجام سے بچ جاؤ۔

قیامت کے دن ساٹھ سال والوں کو پکارا جائے گا

حضرت ابن عباس رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُمَا سے مروی ہے کہ آپ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ نے فرمایا جب قیامت کا دن ہوگا تو آواز دی جائے گی، کہاں ہیں ساٹھ سال کی عمر والے جس عمر کے بارے میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

"اولم نعمر كم ما يتذكر فيه من تذكر وجاء كم النذير." (سنن کبریٰ صفحہ ۳۷)

اس امت کی عمر اکثر ساٹھ وستر کے درمیان ہوگی

حضرت ابوہریرہ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے مروی ہے کہ آپ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ نے فرمایا، اس امت کی عمر اکثر یہ ساٹھ ستر کے درمیان ہوگی، بہت کم لوگ ہوں گے جو اس سے آگے بڑھیں گے۔ (سنن کبریٰ جلد۳ صفحہ ۳۷)

۷۰ر سال پر آسمان والوں میں محبوب

حضرت انس رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ کی متعدد روایتوں میں ہے کہ بندہ جب ۷۰ر سال کا ہوتا ہے تو اللہ پاک اور آسمان میں ملائکہ کے نزدیک محبوب ہو جاتا ہے۔ (کنز العمال صفحہ ۶۷)

چونکہ اسلام پر کلمہ پر عبادت اور اصلاح تقویٰ پر ایک مدت گزر جانے کی وجہ سے مقربین کا درجہ حاصل کر لیتا ہے، اس وجہ سے مقربین حضرات ملائکہ اس سے محبت کرنے لگ جاتے ہیں۔

۸۰ر سال پر

حضرت انس رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ کی ایک روایت میں ہے بندہ جب اسّی سال کا ہوتا ہے تو خدا کی زمین پر خدا کا قیدی اسیر ہو جاتا ہے، اس کی نیکیاں لکھی جاتی ہیں اور گناہ مٹا دیئے جاتے ہیں، حضرت انس کی ایک روایت میں ہے کہ اس کی نیکیاں تو لکھی جاتی ہیں، مگر سیئات گناہوں سے تجاوز کر دیا جاتا ہے (یعنی اس کی نیکیاں تو لکھی جاتی مگر گناہ ہو جائے تو نہیں لکھی جاتی ہیں بلکہ چھوڑ دیا جاتا ہے)۔

حضرت انس رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ کی ایک روایت میں ہے کہ جب بندہ اسّی سال کا ہو جاتا ہے تو اس کے جسم پر جہنم کی آگ حرام ہو جاتی ہے۔ (کنز العمال صفحہ ۶۷۱، بلوغ الامانی جلد ۷ صفحہ ۴۹)

حضرت عائشہ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہَا کی ایک روایت میں ہے کہ ہماری امت میں سے جو اسّی سال کو پہنچ جائے،

اس سے کوئی تعرض نہیں کیا جائے گا اور نہ اس کا حساب لیا جائے گا، بلکہ کہا جائے گا جنت میں داخل ہو جاؤ۔

(حلیۃ الاولیاء، کنز صفحہ ۲۷۲)

حضرت عثمان غنی رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ کی روایت میں ہے کہ بندہ (مؤمن) جب اسّی سال پر پہنچ جاتا ہے تو اس کے سیئات برائیاں مٹادی جاتی ہیں۔ (یعنی لکھی نہیں جاتی) اور نیکیاں لکھی جاتی ہیں۔ (کنز العمال صفحہ ۲۶۷)

۹۰ سال پر

حضرت عثمان رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ کی روایت میں ہے کہ بندہ (مؤمن) جب ۹۰/سال کو پہنچ جاتا ہے تو اس کے اگلے پچھلے گناہ معاف کر دیئے جاتے ہیں، اور اس کے گھر والوں کے بارے میں اس کی شفاعت قبول کی جاتی ہے۔ اور اسے آسمان میں اسیر اللّٰہ فی الارض کے نام سے یاد کیا جاتا ہے۔ (کنز العمال جلد ۱۵ صفحہ ۲۶۴)

انتہائی عمر دراز ہو جانے پر

حضرت انس رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ کی ایک روایت میں ہے بالکل انتہائی عمر پر پہنچ جائے جس میں عقل وعلم میں فتور پڑ جائے تو صحت کی حالت کے تمام اعمال خیر لکھے جاتے ہیں اور گناہ ہونے پر اسے نہیں لکھا جائے گا۔

(بلوغ الامانی جلد ۷ صفحہ ۵۱)

اصل مدار خاتمہ پر ہے

حضرت سہل بن سعد رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے مروی ہے کہ آپ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ نے فرمایا کہ اعمال کا مدار خاتمہ پر ہے۔

(بخاری صفحہ ۹۷۷، مسلم، مشکوٰۃ صفحہ ۲۰)

فَائِدَہ: مطلب یہ ہے کہ جس حال اور عمل پر خاتمہ ہوتا ہے اور آخر وقت میں اچھے اور برے اعمال کے اعتبار سے جو احوال ہوتے ہیں اسی کا اعتبار ہوتا ہے، ملا علی قاری اس کی شرح میں لکھتے ہیں کہ بہت سے متشدد کافر آخری دور میں ایمان لے آتے ہیں اور بہت سے عبادت گزار مؤمن آخر وقت میں کفر اختیار کر لیتے ہیں اسی آخری احوال کا اعتبار ہوتا ہے، اس حدیث میں اس بات کی تاکید ہے کہ ہمیشہ طاعات وعبادات میں لگا رہے اور گناہوں اور برائیوں سے اپنے آخری اوقات کو بچائے۔ ڈرتے ہوئے کہ آخری عمل بہتر رہے، یعنی اگر موت آجائے تو بہتر حالت پر آئے۔ (مرقات جلد ۱ صفحہ ۱۵۴)

جس کا خاتمہ کلمہ توحید پر ہو وہ جنت میں

حضرت ابوہریرہ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے مروی ہے جس کا آخری کلمہ (مرنے کے وقت) لا الہ الا اللّٰہ ہوگا وہ جنت میں داخل ہوگا۔ (ابن حبان تلخیص الحبیر صفحہ ۱۰۹)

حضرت معاذ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا، جس کا آخری کلام لا الہ الا اللہ ہوگا، وہ جنت میں داخل ہوگا۔ (تلخیص صفحہ ۱۰۹، جامع صغیر صفحہ ۵۴۰، ابوداؤد حاکم صفحہ ۳۵۱)

حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ جس کا اس حالت میں انتقال ہو کہ وہ لا الہ الا اللہ کا یقین رکھ رہا ہو جنت میں داخل ہوگا۔ (مشکوٰۃ صفحہ ۱۵، تلخیص الحبیر، حاکم جلد ۱ صفحہ ۳۵۱)

حضرت ابوذر رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ میں آپ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا آپ سو رہے تھے اور آپ پر سفید کپڑے تھے، میں آیا تو آپ جاگ گئے، پھر فرمایا کوئی بندہ ایسا نہیں جو لا الہ الا اللہ کہے اور موت آجائے مگر یہ کہ وہ جنت میں داخل ہوگا۔ (مسلم، تلخیص صفحہ ۱۱۰)

حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے مروی ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا جب بچہ منہ کھولنے لگے، (یعنی بولنے کی صلاحیت ہو جائے) تو اسے پہلا بول لا الہ الا اللہ بتاؤ پھر مرنے کے وقت اسے لا الہ الا اللہ بتاؤ، سو جس کا پہلا کلام لا الہ الا اللہ ہو اور پھر وہ ہزار سال تک زندہ رہا تو گناہ کا مواخذہ نہ ہوگا۔ (مرقات جلد ۵ صفحہ ۱۳)

فَائِدَۃ: آخر وقت میں کلمہ کہتے ہوئے مرنے کی بڑی فضیلت ہے، اور اس کے دعا کی بھی تاکید ہے، اس لئے میت نہ پڑھ رہا ہو تو اس کے سامنے پڑھنے کا حکم ہے تاکہ سن کر پڑھ لے، علماء نے لکھا ہے، یہاں جنت میں داخل ہونے کا یہ بھی مطلب ہو سکتا ہے کہ بلا عذاب و مواخذہ کے اس کی برکت سے داخلہ نصیب ہو جائے، اور یہ بھی مطلب ہو سکتا ہے کہ گناہ اور جرم کے موافق سزا پائے اور پھر جنت میں داخل ہو جائے، پہلی شکل زیادہ راجح ہے تاکہ بوقت موت کلمہ نصیب ہو جائے اور نہ پڑھ کر مرنے والے میں فرق ہو جائے، کلمہ پر موت کا ہونا یہ علامت ہے کہ خدا کی جانب سے اس کی برکت سے معافی نصیب ہوگی۔ (مرقاۃ صفحہ ۵ صفحہ ۳۱۲، مرقات جلد ۴ صفحہ ۱۵)

نزع کے وقت کلمہ کی تلقین کا حکم فرماتے

حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا اپنے مرنے والوں کو لا الہ الا اللہ کی تلقین کیا کرو۔ (مسلم صفحہ ۳۰۰، سنن کبریٰ جلد ۳ صفحہ ۳۸۲، نسائی صفحہ ۲۵۹)

حضرت زاذان سے روایت ہے کہ نبی پاک ﷺ نے فرمایا جسے موت کے وقت کلمہ کی تلقین کی گئی وہ جنت میں داخل ہوگا۔ (الفتح الربانی جلد ۷ صفحہ ۵۸، مجمع الزوائد صفحہ ۳۲۲)

حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے مروی ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا اپنے مرنے والوں کو لا الہ الا اللہ کلمہ شہادت کی تلقین کرو، جو اسے مرنے کے وقت کہے گا اس پر جنت واجب ہو جائے گی۔ (مجمع الزوائد صفحہ ۲۲۳)

حضرت جعفر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی روایت میں ہے کہ اپنے مرنے والوں کو تلقین کیا کرو۔

”لا الٰہ الا اللّٰہ الحلیم الکریم سبحان اللّٰہ رب العرش العظیم الحمد للّٰہ

رب العلمین۔"

تو اس پر لوگوں نے پوچھا اے اللہ کے رسول زندوں کو۔ تو آپ نے فرمایا اور بہتر اور بہتر۔ (ابن ماجہ صفحہ ۱۰۴)

فائدہ: مطلب یہ ہے کہ زندوں کو بھی اس کا اہتمام کرنا چاہئے۔

نزع کے وقت حاضر ہونے اور کلمہ پیش کرنے کا حکم اور تاکید

حضرت واثلہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا نزع کے وقت حاضر ہوا کرو اور کلمہ کی تلقین کیا کرو، اور ان کو جنت کی بشارت دو، مرد عورت خواہ کتنے ہی بردبار سنجیدہ ہوں موت کے وقت حیران و پریشان ہو جاتے ہیں، اور سب سے زیادہ شیطان نزع کے وقت قریب ہو جاتا ہے۔

(مختصراً کنز العمال جلد ۱۵ صفحہ ۵۵۶)

فائدہ: نزع کے وقت اس کے سامنے ذرا آواز سے کلمہ طیبہ یا کلمہ شہادت ادا کرے تاکہ سن کر یاد آجائے اور پڑھ لے، اسے پڑھنے کے لئے نہ کہے، شرح مرقات میں ہے کہ اس وقت کلمہ کی تلقین تمام علماء کے نزدیک مستحب ہے۔ جب ایک مرتبہ کہہ دے تو دوبارہ نہ تلقین کرے۔ (مرعاۃ المفاتیح صفحہ ۳۰۸، مرقات جلد ۴ صفحہ ۱۲)

تلقین تو پورے کلمہ شہادت کی کرے، یعنی لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ، اور اگر وہ لا الہ الا اللہ کہہ لے تب بھی ٹھیک اور کافی ہے۔

مؤمن کو تو آخر وقت میں کلمہ کی تلقین کی جائے گی اور کافر کو اسلام اور ایمان لانے کی تلقین کی جائے گی، یعنی پورے کلمہ شہادت کی تعلیم کی جائے گی۔ شرح مہذب میں ہے یہ میت کو صرف لا الہ الا اللہ کی تلقین کی جائے گی۔ (مرقاۃ المفاتیح جلد ۴ صفحہ ۳۰۹)

کلمہ کی تلقین کے وقت ثابت قدمی کی دعا

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا اپنے مردوں کو لا الہ الا اللہ کی تلقین کرو، اور ان کے لئے دعا کرو، اللہ پاک ثابت قدم رکھے ثابت قدم رکھے، سوائے اللہ کے کسی کو قوت نہیں۔

(طبرانی، کنز العمال جلد ۱۵ صفحہ ۵۵۸)

فائدہ: مطلب یہ ہے کہ محض تلقین پر اکتفا نہ کرے بلکہ اثبات قدمی اور موت کے وقت ایمان پر ثابت قدمی رہنے کی بھی دعا کرے اس لئے شیطان سب سے زیادہ اس وقت اسے بہکانے کی کوشش کرتا ہے۔

مرنے کے وقت تلقین اور جنت کی بشارت سنائے

حضرت واثلہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا۔ مرنے والوں کے پاس آؤ، ان کو کلمہ لا الہ الا اللہ کی تلقین کرو، اور ان کو جنت کی بشارت دو۔

یہ ایسا وقت ہے کہ مرد یا عورت حلم و بردباری ہونے کے باوجود اس پچھاڑ کے وقت متحیر ہو جاتے ہیں اور اسی (موت کی) پچھاڑ کے وقت انسان کے سب سے زیادہ قریب شیطان ہو جاتا ہے۔

(حلیۃ الاولیاء کنز العمال صفحہ ۵۵۶)

فائدہ: اس حدیث پاک میں آپ ﷺ نے ۳/ باتوں کا حکم فرمایا، مرنے والے کے پاس جانے کا حکم اس کا مطلب یہ ہے کہ ان کو اس حالت میں تنہا نہ چھوڑے نیک صالح لوگوں کو ان کے قریب جا کر بیٹھنا چاہئے۔ دوسری بات کلمہ طیبہ کی تلقین تیسری بات جنت کی بشارت۔ مطلب یہ ہے کہ ایسے وقت میں جنت کی امید دلائے تاکہ وحشت نہ ہو، جنت کی امید دلائے تاکہ موت کو پسند کرے، یہ ایسا نازک وقت ہوتا ہے کہ بڑے بڑے اہل علم اور صلاح پریشان ہوگئے، اور شیطان کے تصرف سے نجات ملنے میں ذرا دیر لگی، اس لئے اثبات قدمی کی دعا کا حکم ہے۔

جسے کلمہ بوقت موت نصیب ہو جائے اسے جہنم کبھی نہ لے گی

حضرت اغر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا جس نے موت کے وقت لا الہ الا اللّٰہ واللّٰہ اکبر ولا حول ولا قوۃ الا باللّٰہ پڑھ لیا جہنم اسے کبھی نہ چاہے گی۔ (طبرانی تلخیص صفحہ ۱۱۰)

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی روایت میں ہے کہ جو یہ کلمہ موت کے وقت کہے جہنم کی آگ اسے نہ چھوئے گی۔ (مصنف ابن عبدالرزاق جلد ۳ صفحہ ۳۸۸)

موت کے وقت کلمہ نصیب ہو جائے تو جہنم حرام ہو جائے گی

حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا میں ایک ایسا کلمہ جانتا ہوں جسے کوئی بندہ یقین کے ساتھ دل سے کہہ دے اور مر جائے تو اللہ پاک اس پر جہنم حرام کر دیتے ہیں۔

(حاکم، تلخیص جلد ۲ صفحہ ۱۱۰)

حضرت علی کرم اللہ وجہہ سے مروی ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا جس کا آخری کلمہ لا الہ الا اللہ ہوگا جہنم میں داخل نہ ہوگا۔ (تلخیص صفحہ)

حضرت عبداللہ فرماتے ہیں مرنے والوں کو کلمہ کی تلقین کرو، جس مسلم کا آخری کلام کلمہ ہوتا ہے اس پر جہنم کی آگ حرام ہوتی ہے۔ (ابن ابی شیبہ جلد ۴ صفحہ ۲۲۸)

فائدہ: بڑی خوش نصیبی کی بات ہے کہ آخری وقت میں کلمہ شہادت کی توفیق ہو جائے، زندگی میں جب اچھے اعمال ہوتے ہیں تو آخری وقت بھی خیر کا ہوتا ہے، اسی لئے ہر مؤمن کو ایسے اعمال پر رہنا چاہئے جس سے کلمہ شہادت اخیر وقت میں نصیب ہو جائے۔

آخیر وقت میں کلمہ شہادت قیامت کے دن نور کا باعث

حضرت معاذ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا کہ میں ایسا کلمہ جانتا ہوں کہ جو اسے موت کے وقت پڑھ لے، تو اس کی روح کو راحت ملتی ہے، یہاں تک کہ جسم سے نکل جاتی ہے، اور اس کے لئے قیامت کے دن ایک روشنی ہوتی ہے۔ (مجمع الزوائد صفحہ ۳۲۲)

فائدہ: کلمہ شہادت کی برکت سے روح کے نکلنے میں بھی آسانی ہوتی ہے اور اس کلمہ کا نور قیامت کے دن اس کے لئے نور کا باعث ہوگا۔

جسے کلمہ نصیب ہو جائے اس پر جنت واجب

کثیر بن مرہ کہتے ہیں کہ مجھ سے حضرت معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اپنے انتقال کے وقت کہا کہ میں نے رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا جسے میں اب تک چھپا کر رکھے ہوئے تھا، میں نے آپ کو یہ فرماتے ہوئے سنا جس کا آخری کلام لا الہ الا اللہ ہوگا اس پر جنت واجب۔ (مسند احمد مرتب صفحہ ۵۷، حاکم ابن حبان)

فائدہ: حضرت معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اہمیت کی وجہ سے تو چھپا کر رکھا، اور اس وجہ سے بھی کہ عمل کے خلاف محض اس پر بھروسہ کر کے نفس اور شیطان کے فریب و دوام میں نہ آجائیں، اور پھر بتا دیا تا کہ کتمانِ علم کا گناہ نہ ہو۔ (شرح مسند صفحہ ۵۷)

اس وجہ سے امت کا اس پر اہتمام ہے کہ آخری وقت کلمہ کی دولت نصیب ہو جائے، اور کلمہ شہادت پر خاتمہ ہو، اس کے لئے دعاؤں کی تاکید ہے، اور ایسے اعمال کا زندگی میں اہتمام کیا جاتا ہے تا کہ ان اعمال کی برکت سے ایمان اور کلمہ شہادت پر خاتمہ نصیب ہو، اور ایسے اعمال سیئہ سے اجتناب کا حکم ہے جس کی نحوست سے وقت آخر سوء خاتمہ کا احتمال ہوتا ہے، مثلاً اللہ کے فرائض و واجبات میں کوتاہی دین سے غفلت آزادی زبان کے گناہوں کا ارتکاب افیم اور نشلی اشیاء کا استعمال، علماء اور صلحاء پر بدزبانی وغیرہ ایسے گناہ ہیں کہ اس کی نحوست سے سوء خاتمہ کا اندیشہ رہتا ہے، اس کے مقابل فرائض واجبات کی اطاعت، ذکر تلاوت کی کثرت زہد و تقویٰ کی زندگی حسن خاتمہ کے اسباب میں سے ہے۔

آخر وقت کلمہ پڑھنے سے موت میں سہولت اور روح روشن

حضرت طلحہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی روایت میں ہے کہ میں نے نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا کہ آپ فرما رہے تھے میں ایسا کلمہ جانتا ہوں جسے کوئی مؤمن موت کے وقت کہتا ہے تو اس سے اس کی کلفت اور تکلیف دور ہوتی ہے اور وہ چمک جاتا ہے یعنی اس کی روح روشن ہو جاتی ہے۔ (الفتح الربانی صفحہ ۵۶، کنز العمال جلد ۱۵ صفحہ ۵۶۵)

کلمہ کی تلقین گناہوں کی معافی کا باعث

حضرت ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ مرنے والوں کو کلمہ لا الہ الا اللہ کی تلقین کیا کرو، وہ گناہوں کو مٹاتا ہے۔ (مصنف ابن عبدالرزاق جلد۳ صفحہ ۳۸۷)

اہل ایمان کو تلقین بھی کی جائے اور جنت کی بشارت بھی دی جائے

حضرت واثلہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تم اپنے مردوں کو کلمہ توحید کی تلقین کرو اور جنت میں جانے کی بشارت بھی دو، کیونکہ اس وقت بڑے بڑے ذی علم مرد اور عورتیں حیران اور حیرت میں پڑ جاتے ہیں اس وقت شیطان انسان سے بہت ہی زیادہ قریب ہو جاتا ہے۔ (شرح الصدور)

نماز کے پابند کو فرشتے کی جانب سے کلمہ کی تلقین

ابوحاتم نے حضرت جعفر بن محمد سے نقل کیا ہے (کہ ملک الموت نماز کے اوقات میں لوگوں پر نگاہ رکھتے ہیں کون نماز وقت پر پڑھتا ہے اور کون نہیں) پھر موت کے وقت وہ دیکھتا ہے اگر ان لوگوں میں سے ہے جو نماز کی وقت پر پابندی کرتا تھا تو اس سے فرشتے قریب ہوتے ہیں اور شیطان اس سے دور بھاگ جاتا ہے اور فرشتے اسے کلمہ کی تلقین کرتے ہیں۔ اس اہم حالت میں۔ (اتحاف جلد۱ صفحہ ۲۸۴)

فائدہ: دیکھئے نماز کی پابندی کے کیا برکات ہیں کہ موت کے وقت ملائکہ رحمت حاضر ہوتے ہیں اور شیطان دور بھاگتا ہے اور فرشتے ان کو کلمہ کی تلقین کرتے ہیں، اس سے معلوم ہوا کہ نماز کی پابندی نہ کرنے والے خاتمہ سوء کے اندیشہ میں رہتے ہیں، کہ شیاطین ایسے وقت میں زیادہ قریب ہو جاتے ہیں۔ اور شیاطین کا قرب بری اچھی علامت نہیں۔ اللھم احفظنا۔

مرنے والے کی دو قسم یا خود راحت پائے یا دوسروں کو راحت دے

حضرت ابوقتادہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا (مرنے والے دو ہیں) ایک تو وہ ہے جو راحت پائے، یہ وہ مؤمن بندہ ہے جو دنیا کی پریشانی اور اس کی کلفت سے اللہ کی رحمت (راحت) کی طرف جا رہا ہے، فاجر گناہگار بندہ اس کے مرنے سے لوگ راحت پاتے ہیں، درخت، شیر، درندے (تک) راحت پاتے ہیں۔ (کہ اس کے اعمال بد سے عذاب دنیاوی کا اثر ان کو بھی پہنچتا ہے)۔

(سنن کبریٰ جلد۳ صفحہ ۳۷۹، اتحاف جلد۱۰ صفحہ ۲۳۰، نسائی صفحہ ۲۷۲، مسند احمد کنز العمال جلد۱۵ صفحہ ۶۷۵)

حضرت ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ (مرنے والا) راحت پاتا ہے، یا راحت دوسروں کو دیتا

ہے، پس مؤمن دنیا کی پریشانیوں سے نجات پاتا ہے، اور جس سے نجات لوگ پاتے ہیں وہ گناہگار فاجر ہے۔

(کنز العمال جلد ۱۵ صفحہ ۷۵۶)

فَائِدَہ: چونکہ اس کے گناہ اور فسق و فجور کا اثر دنیا پر پڑتا ہے۔

بوقت موت آدمی کو اپنے ٹھکانے کا پتہ چل جاتا ہے

حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کوئی انسان دنیا سے اس وقت تک نہیں جاتا جب تک کہ وہ اپنے ٹھکانے کو دیکھ نہیں لیتا، کہ جنت ہے یا جہنم۔ (ابن ابی الدنیا، احیاء جلد ۱۰ صفحہ ۲۶۶)

حضرت عبادہ بن صامت رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی حدیث میں ہے کہ مؤمن (صالح) کو موت کے وقت میں خدا کے رضوان خوشنودی اور اکرام کی اطلاع دے دی جاتی ہے، اور کافر کو موت کے وقت مواخذہ اور سزا کی خبر دے دی جاتی ہے۔ (شرح احیاء)

حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما کی روایت میں ہے کہ کوئی جان ایسی نہیں مگر دنیا سے جدائیگی کے وقت اسے جنت یا جہنم کے ٹھکانے کی خبر دے دی جاتی ہے۔

حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی ایک روایت میں ہے کہ حرام ہے یہ بات کہ دنیا سے جدائیگی کے وقت اسے نہ بتائی جائے کہ آیا وہ اہل جنت سے ہے یا اہل نار ہے۔ (شرح احیاء صفحہ ۲۶۶، کنز العمال جلد ۱۵ صفحہ ۷۴۷)

محض موت راحت کی بات نہیں بلکہ مغفرت ہو جائے تو راحت کی بات ہے

حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے مروی ہے کہ حضرت بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس تشریف لائے، اور کہا کہ فلاں عورت کا انتقال ہو گیا، راحت مل گئی (دنیا کی پریشانیوں سے نجات پا کر آرام راحت پا گئی) تو آپ نے فرمایا راحت تو اس وقت ہوگی جب اس کی مغفرت ہو جائے گی۔ (طبرانی، کنز العمال صفحہ ۷۴۹)

حضرت سودہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے ایک شخص کے بارے میں کہا اے اللہ کے رسول فلاں مر گیا، راحت پا گیا، تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا راحت تو اس وقت ہوگی جب اس کی مغفرت ہو جائے گی۔ عروہ سے مروی ہے کہ ایک عورت کا انتقال ہو گیا جس سے حضرات صحابہ ہنسا کرتے تھے اس کو حضرت بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا، افسوس، چلو راحت پا گئی، اس پر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا راحت اس کی جس کی مغفرت ہو گئی۔ (اتحاف الخیرہ جلد ۳ صفحہ ۲۹۹)

فَائِدَہ: مطلب یہ ہے کہ جو لوگ یہ سمجھتے ہیں مر جائیں گے تو راحت مل جائے گی، مصیبت سے چھٹکارا مل جائے گا، سو یہ غلط ہے، محض مر جانے سے چھٹکارا تھوڑے ہی ملے گا، اگر اعمال برے ہوں گے تو ہرگز راحت نہیں ملے گی بلکہ اس دنیاوی مصیبت سے زائد مشقت پریشانی اور سزا ملے گی ہاں اگر اعمال اچھے کیے ہوں گے طاعت

اور عبادت تقوی زہد میں زندگی گزری ہوگی تب راحت ملے گی اور برزخ ہی میں جنت کے مزے لوٹیں گے۔ لہٰذا اگر مرنے والوں کی مغفرت ہوگئی گناہ کا مواخذہ نہ ہوا معافی ہوگئی تب ہی عذاب برزخ سے بچ کر وہ راحت پا سکتا ہے، اگر مغفرت نہ ہوئی، تو سزا کی مشقتیں برداشت کرنی پڑیں گی، اسی لئے دنیا میں گناہ اور نافرمانی سے بچنے کو کہا جاتا ہے اور مغفرت کی دعا کی تاکید کی جاتی ہے۔

اچانک موت کا حادثہ مؤمن کے لئے راحت فاسق کے لئے حسرت کا باعث

عبداللہ بن عبید نے حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے پوچھا کہ کیا اچانک موت کا حادثہ ناپسندیدہ امور میں سے ہے، تو حضرت عائشہ نے کہا کیوں مکروہ ہے؟ میں نے حضرت نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا تو آپ نے فرمایا، مؤمن کے لئے تو راحت کی بات ہے فاسق کے لئے رنج افسوس کا باعث ہے۔

(سنن کبریٰ جلد۳ صفحہ۳۷۹، مسند احمد بن حنبل جلد۷ صفحہ۷۰، ابن ابی شیبہ صفحہ۳۷۰)

فَائِدَة: بسا اوقات مؤمن کے حق میں اچانک موت کا آجانا بہتر ہوتا ہے، اس طرح کہ بعض مؤمن اعمال صالحہ پر ہر وقت مشغول رہتے ہیں، موت کی تیاری میں لگے رہتے ہیں، موت کو اللہ کی ملاقات کا ذریعہ اور اسے پل کی طرح سمجھتے ہیں، اور اس دنیا کی زندگی کو اسی موت کے بعد کی تیاری میں لگائے رہتے ہیں، اور جنت کے اشتیاق میں خدا کی محبت میں موت کے انتظار میں رہتے ہیں، اور دنیا کو قید خانہ سمجھ کر ہر وقت اس سے نکلنے کی تمنا میں رہتے ہیں ایسی صورت میں موت کا اچانک آجانا ان کے حق میں بہتر ہوتا ہے، علامہ نووی نے بیان کیا کہ یہ موت۔ منتظرین موت کے لئے محبوب ہے۔ (شرح مسند احمد صفحہ۱۷، فتح الباری جلد۳ صفحہ۳۵۵)

حافظ ابن حجر نے بیان کیا کہ بعض انبیاء اور صالحین کا انتقال اسی طرح ہوا۔ (فتح الباری جلد۳ صفحہ۲۵۵)

اور کافر اور فاجر و فاسق کے لئے حسرت کا باعث اس وجہ سے ہے کہ دنیا کی عیش و راحت اچانک چھوٹ گئی، کس کے پاس کیا حساب رہ گیا اسے بتانے کا موقعہ نہیں ملا، دنیا کی مشغولی اور عیش و عشرت میں موت کا دھیان بھی نہیں تھا کہ اچانک اس حادثہ میں پھنس گیا، اس لئے وہ حسرت اور رنجیدہ ہو جاتا ہے۔

شرح مرقات میں ہے کہ جن کے احوال اچھے نہیں فاسق و فاجر کے لئے اچانک موت غضب خداوندی کی علامت ہے کہ توبہ اور معافی مانگنے کا موقعہ نہیں ملا یا مریض نہ ہونے کی وجہ سے کفارہ گناہ نہ ہو سکا علامہ تورپشتی نے بیان کیا کہ اچانک موت سے خدا نے اچانک پکڑ لیا، جیسا کہ اللہ پاک نے کہا۔ اخذناهم بغتة۔

تَرجَمہ: "ہم نے ان کو اچانک پکڑ لیا۔" (مرقاۃ المفاتیح جلد۵ صفحہ۳۰۲، مرقاۃ المفاتیح جلد۵ صفحہ۹)

اچانک حادثہ وغیرہ کی موت سے آپ پناہ مانگتے

حضرت ابوامامہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم اچانک موت سے آپ پناہ مانگتے تھے، اور

اس بات کو پسند فرماتے تھے کہ موت سے پہلے بیمار ہوجائیں۔

(مجمع الزوائد جلد۲ صفحہ ۳۱۸، بلوغ الامانی جلد۷ صفحہ ۷۱، طبرانی اوسط)

حضرت ابوہریرہ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے مروی ہے کہ آپ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ ایک ٹیڑھی دیوار کے پاس سے جلدی سے گزرے آپ سے پوچھا گیا تو آپ نے فرمایا اچانک موت کو میں پسند نہیں کرتا۔ (مجمع جلد۲ صفحہ ۲۱۸)

اچانک موت آجانا (بعضوں کے حق میں) غضب اور ناراضگی کی علامت ہے کہ توبہ اور عمل صالح کا موقعہ نہ ملا، اور نہ مرض کفارہ گناہ کا باعث بن سکا۔ (مرقاۃ جلد۵ صفحہ ۳۰۲)

فَائِدَہ: چونکہ موت سے پہلے بیماری یا تکلیف ومصائب گناہوں کی معافی اور درجات کی بلندی کا باعث ہے، اس لئے آپ اسے پسند فرماتے تھے، اور صحت کی حالت میں اچانک موت سے یہ بات نہ حاصل ہوگی اس لئے آپ اسے بہتر نہ سمجھتے تھے۔

اچانک حادثہ کی موت حسرت افسوس کا باعث

حضرت عبید بن خالد رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ کی روایت میں ہے کہ اچانک موت کا حادثہ حسرت افسوس کا باعث ہے۔ (بیہقی فی الشعب، بلوغ الامانی صفحہ ۷۰)

فَائِدَہ: چونکہ اچانک موت سے توبہ اور استغفار کا موقعہ نہیں ملتا آدی حقوق کے متعلق ضروری بات نہیں کرسکتا کوئی وصیت وغیرہ کا اسے موقعہ نہیں ملتا۔ (شرح مسند صفحہ ۷۱)

اسی طرح اچانک موت سے تلقین کلمہ کا موقعہ نہیں ملتا بسا اوقات شیطان مردود وقت کی نزاکت دیکھ کر سوء خاتمہ میں کامیاب ہوجاتا ہے، چونکہ اس میں خیر کے اسباب سے محرومی ہوتی ہے۔

اس لئے حسرت اور رنج کا باعث ہوتا ہے۔ علامہ عینی رَحِمَہُ اللّٰہُ تَعَالٰی نے لکھا ہے کہ اچانک موت سے چونکہ وصیت، اعمال صالحہ اور توبہ کا موقعہ نہیں مل پاتا ہے، اس لئے افسوس کا باعث ہے۔

(عمدۃ القاری جلد۸ صفحہ ۲۲۱، فتح الباری صفحہ ۲۵۴)

منصور نے بیان کیا کہ حضرت ابراہیم اچانک کی موت کو بہتر نہیں سمجھا کرتے تھے۔ (ابن ابی شیبہ صفحہ ۳۷۰)

اچانک موت گدھے کی موت

حضرت ابن مسعود رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے روایت ہے کہ آپ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ نے فرمایا میں گدھے کی موت پسند نہیں کرتا، پوچھا گیا گدھے کی موت کیسی ہے، آپ نے فرمایا اچانک موت کا آنا۔ (مختصراً، جمع الفوائد صفحہ ۳۵۴)

فَائِدَہ: اچانک موت کو آپ نے ناپسندیدگی کی وجہ سے گدھے کی موت قرار دیا ہے، کہ گدھا اچانک ہڑبڑایا اور مرگیا، برخلاف انسان کا مرنا اچانک بہتر نہیں، بلکہ کچھ تکلیف اور بیماری کی پریشانی اٹھا کر کہ گناہوں کا کفارہ

درجات کی بلندی کا باعث ہو اور اہل خانہ کی یہ تمنا نہ رہے اسے یہ حسرت افسوس نہ رہے کہ کچھ علاج نہ کر سکے تیمارداری نہ کر سکے کچھ بول بال نہ سکے کوئی وصیت نہ کر سکے، وغیرہ ذلک۔

سات قسم کی موت سے پناہ مانگتے

حضرت عبداللہ بن عمرو بن العاص رضی اللہ تعالیٰ عنہما کی روایت میں ہے کہ آپ ﷺ سات قسم کی موت سے پناہ مانگا کرتے تھے، اچانک موت سے، سانپ کے ڈسنے سے، درندے کے پھاڑ کھانے سے، ڈوبنے سے جلنے سے، گر کر مرنے سے یا اس پر کوئی چیز گر جائے، اور پیٹھ پھیر کر بھاگتے ہوئے قتل سے۔ (مجمع الزوائد جلد۲ صفحہ ۳۱۸)

فَائِدَة: چونکہ اس قسم کی اموات میں ایک تو دہشت کی وجہ سے تکلیف زیادہ ہوتی ہے مزید گھبراہٹ اور دہشت کی وجہ سے ذکر اور کلمہ یاد نہیں رہتا، اور یہ کہ شیطان کو اچھی طرح اپنے تصرف کا موقعہ ملتا ہے گھبراہٹ اور دہشت کی وجہ سے اس کی بات قبول کر لیتا ہے۔

اچانک موت (ہارٹ اٹیک) قیامت کی علامت

حضرت شعبی کہا کرتے تھے کہ اچانک موت کا ہو جانا قرب قیامت کی علامت ہے۔ (ابن ابی شیبہ صفحہ ۳۶۹)

حضرت مجاہد نے فرمایا کہ قیامت آنے کی علامت میں سے اچانک موت کا آنا ہے۔ (ابن ابی شیبہ صفحہ ۳۷۰)

حواری بن زیاد نے کہا کہ رسول پاک ﷺ نے فرمایا، قرب قیامت کی علامت میں سے ہے، کہ فالج کی بیماری بکثرت ہوگی اور اچانک موت کا حادثہ ہوگا۔ (مصنف ابن عبدالرزاق جلد۳ صفحہ ۵۹۷)

فَائِدَة: چنانچہ اس زمانہ میں یہ پیشین گوئی پوری ہو رہی ہے۔

اچانک موت غضباً مواخذہ الٰہی کی پہچان ہے

حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ایک شخص آپ ﷺ کے پاس تھا، پھر (اچانک اس کا انتقال ہو گیا، آپ ﷺ کو خبر دی گئی کہ اس کا تو انتقال ہو گیا، آپ نے پوچھا جو ابھی میرے پاس تھا کہا ہاں گویا غضباً اُس کی گرفت کر لی گئی (یعنی اسے عمل صالح اور توبہ یا مرض سے کفارہ گناہ کا موقعہ نہ دیا گیا)۔

(مطالبہ عالیہ جلد۱ صفحہ ۲۲۹)

آپ غیر مسلم اصحاب کے پاس بوقت موت جاتے اور اسلام کی دعوت دیتے

حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ ایک یہودی لڑکا جو آپ کی خدمت کرتا تھا مریض ہو گیا، آپ ﷺ اسے دیکھنے کے لئے تشریف لائے اور اس کے سرہانے بیٹھ گئے، اور اس سے فرمایا، اسلام لے آ، وہ اپنے والد کی طرف جو اس کے پاس بیٹھے تھے دیکھنے لگا۔ اس کے والد نے کہا، آپ ﷺ کی اطاعت کرو، پس

وہ اسلام لے آیا آپ اس کے پاس سے نکلے اور یہ فرما رہے تھے الحمد للہ کہ اللہ نے اسے جہنم سے بچالیا۔

(بخاری صفحہ ۱۸۱، سنن کبری جلد ۳ صفحہ ۲۸۳، ابوداؤد صفحہ ۴۴۱)

فَائِدَہ: اگر کوئی فتنہ وفساد نہ ہو تو غیر مسلم کی وفات کے بعد جو احباب یا متعارف لوگوں میں ہو اور کچھ امید ہو کہ علم فہم عقل یا تعلق ومحبت کی وجہ سے ایمان اسلام قبول کرلیں گے تو ان کو اسلام کی دعوت دینی مستحب ہے تاکہ ایک انسان ابدی جہنم سے نجات پاجائے۔

آپ اپنے اصحاب کی موت کے وقت اہتمام سے حاضر ہوتے

آپ ﷺ طلحہ بن براء رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے پاس عیادت کے لئے تشریف لائے، تو آپ نے (موت کی علامتوں سے اندازہ موت لگانے کی وجہ سے) فرمایا میرا گمان ہے کہ موت کی حالت پیش آرہی ہے، جب ان کا انتقال ہوجائے تو مجھے اطلاع دینا اور جلدی کرنا (یعنی ان کی تجہیز وتکفین میں، کسی مسلمان کی میت کے لئے ہرگز مناسب نہیں کہ گھر والوں کے درمیان اسے زیادہ رکھا جائے)۔ (ابوداؤد صفحہ ۴۵۰، مشکوٰۃ صفحہ ۱۴۱)

سعد بن عبادہ بیمار ہوئے، جو ان کے لئے مرض الموت کا سبب بنا، آپ ﷺ کو پتہ چلا تو آپ ان کو دیکھنے کے لئے حضرت عبدالرحمٰن بن عوف سعد بن وقاص عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہم کو لے کر تشریف لے گئے، اور ان کے گھر میں داخل ہوئے، تو وہ اپنے گھر والوں میں پڑے ہوئے تھے۔ آپ نے ان کو دیکھا تو فرمایا انتقال ہوچکا ہے۔ آپ بھی (مارے محبت کے) رونے لگے اور گھر والے بھی رونے لگے۔

(بخاری جلد ۱ صفحہ ۱۷۱، مسلم جلد ۱ صفحہ ۳۰۱، بیہقی صفحہ)

حضرت ابوسلمہ بن عبدالرحمٰن رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے بیان کیا کہ قبیلہ بنی معاویہ کے ایک شخص کے پاس جس پر موت کی حالت طاری تھی آپ ﷺ دیکھنے کے لئے تشریف لے گئے۔ (مسند، سہل الہدی جلد ۸ صفحہ ۳۵۷)

حضرت جابر بن عتبہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ حضرت نبی پاک ﷺ عبداللہ بن ثابت رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے پاس تشریف لے گئے اور وہ موت کی حالت میں تھے، آپ نے ان کو پکارا تو انہوں نے آواز نہیں دی، (روح نکل چکی تھی) آپ نے انا للہ وانا الیہ راجعون پڑھا۔ (موطا، فتح الباری جلد ۷ صفحہ ۱۴۴)

فَائِدَہ: پس معلوم ہوا کہ علامتوں میں سے کسی کا آخری وقت معلوم ہوجائے تو اس کے پاس جاکر اس کی اعانت کرے۔

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ہم لوگ آپ ﷺ کی مجلس میں بیٹھے تھے کہ ایک انصاری مجلس میں آیا، اس نے سلام کیا، جانے لگا تو آپ نے اس سے پوچھا اے انصاری بھائی سعد بن عبادہ کا کیا حال ہے کہا ٹھیک ہی ہے، پھر آپ نے کہا کون ان کو دیکھنے میرے ساتھ چلے گا، چنانچہ آپ کھڑے

ہوئے، ہم لوگ کھڑے ہوئے، قریب ہم لوگ دس آدمی تھے، نہ ہم لوگوں کے پیر میں جوتا تھا نہ موزہ، نہ ٹوپی نہ قمیص اسی حالت میں اس علاقے میں جارہے تھے، یہاں تک کہ ہم لوگ ان کے یہاں پہنچ گئے۔ (مسلم صفحہ۳۰۱)

فَائِدَہ: مطلب یہ ہے کہ ہم لوگ بہت تنگی کی حالت میں تھے، یا کچھ وسعت کے باوجود بھی بہت سادا زندگی گزارتے تھے، بلا چپل و موزے کے بھی ضرورت پر چل دیتے تھے، اس سے معلوم ہوا کہ اصحاب اور پڑوس کی موت کی حالت میں ان کے پاس جا کر ان کی اور ان کے اہل کی خیریت لینی چاہئے اور حادثہ پر تسلی دینی چاہئے۔

آپ اپنے اصحاب کی موت وفات کی خبر سے غمگین ہوتے

حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں کہ آپ ﷺ کے پاس جب زید بن حارثہ جعفر بن ابی طالب اور ابن رواحہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم کے شہادت کی خبر آئی تو آپ کے چہرے مبارک پر رنج و غم کے آثار ظاہر ہو رہے تھے۔ (بخاری صفحہ۱۷۴، ابوداؤد صفحہ۴۴۵)

حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے مروی ہے کہ سعد بن عبادہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ جب بیمار ہوئے (مرض موت میں مبتلا ہوئے) تو آپ ﷺ حضرت عبدالرحمٰن بن عوف سعد بن وقاص حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہم کو ساتھ لیا اور ان کو دیکھنے تشریف لے گئے، آپ جب گھر کے اندر گئے تو ان کو اہل عیال کی بھیڑ میں دیکھا، اور فرمایا ان کا تو انتقال ہو چکا، لوگوں نے کہا نہیں اے اللہ کے رسول، پھر آپ رونے لگے، جب گھر والوں نے آپ کو روتا ہوا دیکھا تو وہ سب بھی رونے لگے، پھر آپ ﷺ نے فرمایا، سن لو اللہ پاک محض آنسو گرانے سے اور دل کے رنجیدہ ہونے سے عذاب نہیں دیتا۔ (بلکہ نوحہ اور جہالت کی طرح چیخ پکار سے عذاب دیتا ہے)۔ (بخاری صفحہ۱۷۴)

اصحاب کے موت کی اطلاع نہ دی جاتی تو آپ زجر فرماتے اور افسوس ظاہر کرتے

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ ایک حبشی عورت جو مسجد کی صفائی وغیرہ کیا کرتی تھی، آپ ﷺ نے اسے غائب پایا تو پوچھا لوگوں نے کہا وہ تو مرگئی، تو آپ ﷺ نے فرمایا کیوں نہیں مجھے بتایا، راوی نے کہا لوگوں نے اس کی موت کو اہم نہیں سمجھا اس لئے نہیں بتایا۔ (بخاری جلد۱ صفحہ۱۷۸، مسلم جلد۱ صفحہ۳۰۹)

حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے مروی ہے کہ ایک شخص کے موت کی خبر آپ ﷺ کو لوگوں نے صبح میں دی، آپ نے فرمایا تم نے کیوں نہیں بتایا، لوگوں نے کہا رات تھی ہم نے بہتر نہیں سمجھا، اور رات بھی تاریک تھی کہ آپ کو ہم لوگ تکلیف دیں، آپ قبر پر تشریف لائے اور دعا فرمائی۔ (بخاری جلد۱ صفحہ۱۷۶)

قریب الموت پر یٰسین شریف پڑھنے کا حکم

حضرت معقل بن یسار رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا اپنے (اہل سلام) مرنے

والوں پر سورہ یس شریف پڑھو۔ (سنن کبریٰ جلد ۳ صفحہ ۳۸۳، ابوداؤد، ابن ماجہ صفحہ ۱۰۴، نسائی، حاکم، اتحاف جلد ۱۰ صفحہ ۲۸۷)

فَائِدَہ: مطلب یہ ہے کہ جس پر موت کی علامت ظاہر ہونے لگے۔ (تلخیص الجبیر جلد ۲ صفحہ ۱۱۰)

ملا علی قاری نے لکھا ہے کہ حدیث پاک میں ہے سورۂ یس قرآن کا دل ہے اس وقت یس شریف پڑھنے کی وجہ قلب اللہ پاک کی طرف بالکلیہ متوجہ ہوگا قلب کو قوت ملے گی علامہ طیبی نے بیان کیا کہ اس میں حشر ونشر احوال الم دعوت نبوت تقدیر وغیرہ کی بہت سی باتیں ہیں ان کے استحضار کے لئے اس کا پڑھنا مناسب ہے۔

(مرقاۃ جلد ۴ صفحہ ۱۶)

سورہ یس کے سننے سے تصدیق وایمان میں قوت ملتی ہے۔ (مرقاۃ جلد ۵ صفحہ ۳۱۴)

یٰسین پڑھنا میت کے لئے مغفرت کا باعث ہے

حضرت معقل بن یسار رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے مروی ہے کہ رسول پاک ﷺ نے فرمایا یس شریف قرآن کا دل ہے، جو بھی اسے اللہ کے لئے یا آخرت کے لئے پڑھے گا اس کی مغفرت ہوگی اسے اپنے مرنے والوں پر پڑھو۔ (الفتح الربانی۔ صفحہ ۶۳)

سورہ یٰسین پڑھنے سے موت اور قبض روح میں سہولت ہوتی ہے

حضرت ابوداؤد اور حضرت ابوذر رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُمَا سے مروی ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا جس میت (قبض روح کے وقت) پر سورہ یس تلاوت کی جاتی ہے، تو اس پر اللہ پاک آسانی فرماتے ہیں۔

(تلخیص صفحہ ۱۱۰، ابوالشیخ بلوغ الامانی شرح مسند احمد جلد ۷ صفحہ ۷۳، اتحاف السادہ جلد ۱۰ صفحہ ۲۷۸)

حضرت صفوان کی روایت میں ہے کہ غضیف بن الحارث ثمالی کی جانکنی نزع کی حالت میں بعض مشائخ (صحابہ یا تابعین ان کے پاس گئے تو کہا ان کے پاس کوئی پڑھ رہا ہے پس صالح بن شریح نے سورہ یس پڑھنا شروع کی اور چالیس ہی آیت پر پہنچے تھے (کلل فی فلك یسبحون تک) کہ ان کی روح (آسانی سے) نکل گئی، پھر انہوں نے کہا میت کے پاس سورہ یس پڑھی جاتی ہے تو موت میں سہولت ہوتی ہے۔

(مجمع الزوائد جلد ۲ صفحہ ۳۲۱، الفتح الربانی جلد ۷ ص ۶۳، مرقاۃ جلد ۵ صفحہ ۳۱۴)

فَائِدَہ: ان روایتوں سے معلوم ہوا کہ میت کے جانکنی اور نزع کی حالت میں اولاً تو کلمہ طیبہ لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ کی تلقین کی جائے جس کا ذکر تلقین کے بیان میں گزر چکا ہے۔ اس کے بعد سورہ یس شریف کی ہلکی آواز سے میت کے سرہانے تلاوت کی جائے اس سے جان کے نکلنے کی تکلیف میں کچھ سہولت اور تخفیف ہوتی ہے۔ چنانچہ حافظ ابن حجر رَحِمَہُ اللّٰہُ تَعَالٰی فرماتے ہیں کہ مشائخ کرام (صحابہ تابعین اور تبع تابعین) یہ کہتے ہیں کہ میت کے پاس جب سورہ یس پڑھی جاتی ہے تو اس کی وجہ سے موت میں تخفیف ہو جاتی ہے۔ اور یہ موت سے

پہلے پڑھی جائے۔ (وفات ہو جانے کے بعد نہیں)۔ (تلخیص الحبیر جلد۲صفحہ۱۱۰)

میت کے پاس آنے اور قرآن کی تلاوت کرنے کا حکم دیتے

حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا مرنے والوں کے قریب حاضر ہو ان کو لا الہ الا اللہ کی تلقین کرو۔ موت جان جانے کے وقت ان کی آنکھوں کو بند کر دو۔ ان کے پاس قرآن کی تلاوت کرو۔ (مصنف بن عبدالرزاق جلد۳صفحہ۳۸۶، کنز العمال جلد۱۵صفحہ۷۰۳)

فائدہ: جانکنی کے وقت قرآن پاک کی تلاوت کا اس لئے حکم ہے کہ اس کے پاس فرشتے حاضر ہوتے ہیں رحمت اور سکینہ خداوندی اترتی ہے۔ تلاوت کی لذت سے روح متاثر ہوتی ہے۔ کلمہ اور ذکر خدا آسان ہوتا ہے، اللہ کے کلام سے انس اور لذت ہو کر صاحب کلام سے ملاقات کی تمنا ہوتی ہے جو بڑی سعادت کی بات ہے۔

موت کے وقت اس کے اچھے اعمال یاد دلاؤ

حضرت ابراہیم فرمایا کرتے تھے کہ حضرات صحابہ اسے پسند کرتے تھے مرنے کے وقت اس کے نیک اعمال کو یاد دلاؤ اس کا تذکرہ کرو۔ تاکہ خدا کے ساتھ اس کا حسن ظن قائم ہو۔ (ابن ابی الدنیا صفحہ، کنز جلد۱۵صفحہ۷۰۴)

فائدہ: مطلب یہ ہے کہ موت کے وقت رحمت الٰہی کی امید چاہئے۔ ایسے وقت میں اس کے اچھے اعمال کا تذکرہ کرے مثلاً تم نے ساری زندگی حدیث قرآن کی خدمت کی، تم نے ساری زندگی دین کی خدمت کی، تم نے جماعت کا اہتمام کیا، تقوی کی زندگی گزاری نماز کا اہتمام رکھا اللہ پاک تمہیں اس کا صلہ اپنی رحمت و جنت سے نوازیں گے۔

سورۂ رعد کا پڑھنا بھی سہولت اور تخفیف کا باعث

حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ جب جانکنی کا وقت ہو تو اس کے سامنے سورۂ رعد کا پڑھنا مستحب ہے، اس سے میت کو سہولت ہوتی ہے، قبض روح میں آسانی ہوتی ہے اور اس میں راحت ہوتی ہے۔

(اتحاف السادۃ صفحہ۲۷۹، ابن ابی شیبا صفحہ۲۳۷)

فائدہ: حافظ ابن حجر رحمہ اللہ تعالیٰ لکھتے ہیں کہ بعض تابعین حضرات اس وقت سورہ رعد کا پڑھنا مستحب قرار دیتے ہیں۔ ابوبکر مروزی اسے تخفیف کا باعث فرماتے ہیں۔ (تلخیص الحبیر جلد۲صفحہ۱۱۱)

مراقی الفلاح میں ہے کہ متاخرین علماء نے اس کا پڑھنا بہتر قرار دیا ہے۔ اس سے روح کے نکلنے میں سہولت ہوتی ہے۔ (طحطاوی صفحہ۳۰۸)

سورہ بقرہ کی بھی تلاوت کی جائے

حضرت شعبی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے منقول ہے کہ حضرات انصار میت کے سامنے سورہ بقرہ پڑھا کرتے تھے، اور

اسے مستحب فرماتے تھے۔ (تلخیص الحبیر جلد۲ صفحہ۱۱۱، ابن ابی شیبہ، اتحاف السادہ جلد۱۰ صفحہ۲۷۹، ابن ابی شیبہ صفحہ۲۳۶)

فائدہ: خیال رہے کہ یہ جو تلاوت کا حکم ہے، جان نکلنے کی حالت کے وقت ہے، اور جب روح نکل جائے، تو اس وقت سے لے کر غسل جب تک کہ نہ دے دیا جائے اس کے پاس قرآن کی تلاوت مکروہ ہے، ہاں درود پڑھا جا سکتا ہے، اور اس وقت خوشبو سلگا دے۔ (طحطاوی علی الدر صفحہ۳۶۵)

مراقی الفلاح میں ہے کہ جب تک کہ غسل نہ دے دیا جائے اس کے پاس تلاوت مکروہ ہے۔

(طحطاوی علی المراقی صفحہ۳۰۸)

موت کے وقت امید رحمت کا دھیان رکھے

حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ آپ ﷺ ایک جوان کے پاس تشریف لے گئے جو موت کی حالت میں تھا، آپ نے اس سے پوچھا کس حال میں اپنے آپ کو پاتے ہو، اس نے کہا، اے اللہ کے رسول اللہ سے امید کر رہا ہوں اور گناہوں سے ڈر رہا ہوں، آپ ﷺ نے فرمایا اس وقت کسی مؤمن پر دو حالتیں (خوف امید کی) جمع نہیں ہوتیں مگر یہ کہ خدائے پاک اسے وہی دیتے ہیں جس کی وہ امید رکھتا ہے، اور اس سے مامون کر دیتے ہیں جس سے وہ ڈر رہا ہوتا ہے۔ (ترمذی صفحہ۱۹۲، ابن ماجہ)

فائدہ: زندگی میں تو خدا سے خوف کرتا رہے تاکہ عمل کی ترہیب ہو، اور موت کے وقت خدا پاک کی رحمت اور مغفرت کی امید رکھے تاکہ شوق محبت کے ساتھ حضوری نصیب ہو، اور پاک گمان کے موافق رحم و کرم کا معاملہ فرمائے، اور آخرت کی جانب کوچ میں رغبت اور روح کے خروج میں سہولت ہو، اس لئے امید رحمت رکھے۔

امام غزالی نے لکھا ہے کہ موت کے وقت خدا پاک سے حسن ظن رکھنا مستحب ہے، حضرات صحابہ و تابعین کا معمول تھا کہ وہ مرنے کے وقت ان کے اچھے اعمال تم نے یہ نیکی کی ہے یاد دلایا کرتے تھے تاکہ موت کے وقت خدا کے ساتھ حسن ظن قائم رہے۔ (شرح احیاء جلد۱۰ صفحہ۲۷۸)

موت کے وقت خدا سے حسن ظن رکھنے کا حکم

حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے مروی ہے کہ آپ ﷺ اپنی وفات سے ۳ر دن پہلے یہ فرما رہے تھے کہ تم میں سے کوئی نہ مرے مگر یہ کہ وہ خدائے پاک سے حسن ظن رکھے۔

(تلخیص جلد۲ صفحہ۱۱۱، مسند طیالسی جلد۱ صفحہ۱۵۳، سنن کبریٰ جلد۳ صفحہ۳۷۸، بلوغ الامانی صفحہ۳۹)

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا میں بندے کے گمان کے ساتھ ہوں۔ (تلخیص جلد۲ صفحہ۱۱۱ صحیحین)

اگر وہ اچھا گمان کرتا ہے تو میں اچھا معاملہ کرتا ہوں ورنہ برا تو برا۔ (بلوغ الامانی جلد۷ صفحہ۴۰)

حافظ ابن حجر نے موت کے وقت حسن ظن رکھنے کا یہ مفہوم بیان کیا ہے کہ اعمال حسنہ کا استحضار رکھے، کہ ان اعمال کی برکت سے خدائے پاک بہتر معاملہ فرمائے گا۔ کہ عمل اچھا تو گمان بھی اچھا ہوتا ہے، اسی وجہ سے ابراہیم کہا کرتے تھے کہ ان کے پاس ان کے اچھے اعمال کا ذکر کیا جائے، تا کہ خدا سے حسن ظن وابستہ ہو۔

(تلخیص جلد۲ صفحہ۱۱۱)

فَائِدَہ: علماء نے بیان کیا ہے کہ زندگی میں تو خوف کرتا رہے ڈرتا رہے، لیکن موت کے وقت میں امید رحمت و حسن ظن رکھے۔ چونکہ زندگی میں خوف اور ڈر کی وجہ سے گناہ اور معاصی سے بچے گا، اسی کے خوف کا حکم ہے، اور اب مرنے کے وقت اس کا احتمال جاتا رہا، اس لئے اب اچھی امید اور حسن ظن رکھے کہ خدا اپنے فضل سے معاف کردے گا، مغفرت کردے گا، خطابی نے کہا کہ اپنے اچھے اعمال سے اچھی خبر کی امید رکھے۔

(شرح مسند صفحہ ۳۹)

حضرت واثلہ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ ایک بیمار شخص کے پاس داخل ہوئے تو ان سے پوچھا بتاؤ خدائے پاک کے ساتھ تمہارے ظن اور گمان کا کیا معاملہ ہے، تو انہوں نے کہا، اپنے گناہوں میں ڈوبا ہوں، ہلاکت کے قریب پہنچ گیا ہوں، لیکن اپنے رب کی رحمت سے امید رکھے ہوئے ہوں، اس پر حضرت واثلہ نے اللہ اکبر کہا ان کی تکبیر پر گھر والوں نے بھی اللہ اکبر کہا اور کہا کہ میں نے نبی پاک صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ سے سنا ہے کہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں۔ (حدیث قدسی ہے) میں تو اپنے بندے کے گمان کے ساتھ ہوں، پس وہ میرے ساتھ جیسا گمان کرے۔

(ابن حبان اتحاف صفحہ ۲۷۷)

حضرت واثلہ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ کی حدیث میں ہے کہ بندہ میرے ساتھ جیسا گمان کرتا ہے میں ویسا ہی اس کے ساتھ کرتا ہوں اور برائی کا تو برائی کا، اگر بھلائی کا تو بھلائی کا۔ حضرت ابن مسعود رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ نے فرمایا قسم خدا کی جس کے علاوہ کوئی معبود نہیں کہ اللہ پاک کے ساتھ جو جیسا گمان کرتا ہے اسی کے مطابق اللہ پاک معاملہ فرماتے ہیں۔ (شرح احیاء صفحہ ۲۷۷)

مرنے والے کا جیسا گمان ایسا ہی خدا کا معاملہ

حضرت ابوہریرہ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے مروی ہے کہ آپ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ ایک جوان کے پاس موت کے وقت تشریف لائے آپ نے اس سے پوچھا کیسا اپنے آپ کو پاتے ہو، کہا اللہ سے امید بھی ہے اور اپنے گناہ سے ڈرتا بھی ہوں، تو آپ نے فرمایا جس دل میں یہ دو امید اور خوف جمع ہو جائیں تو اللہ پاک امید کے موافق اور خوف سے مامون فرمادیتے ہیں۔ (مسند احمد، ابن حبان، اتحاف جلد۱۰ صفحہ۲۷۷)

زندگی میں تو ڈراؤ اور موت کے وقت امید دلاؤ

حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے منقول ہے کہ جب تم کسی آدمی کو انتقال کرتا دیکھو تو ان کو خوش خبری سناؤ رب سے ملاقات بتاؤ، اس سے اللہ پاک کے ساتھ حسن ظن ہوگا اور زندگی میں اسے ڈراؤ۔

(اتحاف جلد ۱۰ صفحہ ۲۷۷)

حسن ظن کی قیمت جنت ہے

حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی روایت ہے کہ تم میں سے ہر ایک مرنے کے وقت خدائے پاک کے ساتھ حسن ظن رکھے، اللہ کے ساتھ حسن ظن کی قیمت جنت ہے۔ (اتحاف جلد ۱۰ صفحہ ۲۷۷)

گمان کے مطابق اللہ تعالیٰ نے معاملہ فرمایا

جابر بن وداعۃ نے کہا ان کے جوان لڑکے کا جب انتقال ہونے لگا تو اس کی ماں نے کہا بیٹا کوئی وصیت کرتے ہو، اس نے کہا ہاں، میری انگوٹھی جو ہے اسے میرے ہاتھ سے نہ نکالنا اس میں خدا کا ذکر ہے، شاید اس کی وجہ سے وہ مجھ پر رحم فرمائے، چنانچہ ان کے دفن کے بعد ان کو خواب میں دیکھا گیا تو کہا میری والدہ سے کہہ دینا، میری بات نے مجھے نفع پہنچایا اور میری مغفرت ہوگئی۔

فائدہ: یعنی گمان کیا تھا کہ ذکر اللہ کی برکت سے میری مغفرت ہو جائے گی، چنانچہ ایسا ہی ہوا، گمان کے مطابق اللہ پاک نے معاف فرمادیا۔

وفات سے پہلے پڑھنے پر شہید کا درجہ

حضرت سعد بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کیا تم کو میں وہ اسم اعظم نہ بتا دوں جس کے ذریعہ جب دعاء کی جائے تو قبول کی جاتی ہے، سوال کیا جاتا ہے تو پورا کیا جاتا ہے، جس سے حضرت یونس علیہ السلام نے دعا کی تھی، کہ انہوں نے رات کی ۳/تاریکی دعا کی تھی۔

وہ: **لا الہ الا انت سبحانك انی کنت من الظالمین** ہے۔

اس پر ایک آدمی نے عرض کیا یہ دعا صرف حضرت یونس علیہ السلام کے لئے خاص تھی یا عام مؤمنین کے لئے بھی ہے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کیا تم نے اللہ تعالیٰ کے قول کو نہیں سنا۔

فنجیناہ من الغم وکذلك ننجی المؤمنین۔ ہم نے ان کو غم سے نجات دی اسی طرح ہم مؤمنین کو نجات دیتے ہیں۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، جو شخص اسے مرض اور بیماری کے موقعہ پر ۴۰/مرتبہ پڑھ لے اور پھر اسی بیماری میں انتقال ہو جائے تو اسے شہید کا ثواب ملے گا، اور اگر اس مرض سے اچھا ہوگیا تو گناہوں سے مغفرت ہو جائے

گی۔ (مستدرک حاکم جلد ۱ صفحہ ۵۰۶، حصن صفحہ ۳۸۰، نزل الابرار صفحہ ۲۷۹)

فَائِدَۃ: خیال کر کے اس دعا یونس کو مرضِ الموت میں پڑھ لیا جائے، تھوڑا عمل اور عظیم شہادت کا ثواب۔ وفات سے پہلے پڑھ لے تو رضوان الٰہی اور جنت کا باعث۔

حضرت ابو ہریرہ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے مرفوع روایت ہے کہ اگر یہ دعا تم پڑھ لو اور اسی مرض میں مر جاؤ تو تمہارے لئے رضوان خداوندی اور جنت ہے اگر گناہگار ہو گے تو گناہ معاف کر دیئے جائیں گے۔

”لا اله الا اللّٰه يحيي ويميت وهو حيٌ لا يموت سبحان اللّٰه رب العباد والبلاد والحمد للّٰه حمدا كثيرا طيبا مباركا فيه على كل حال واللّٰه اكبر كبيرا كبرياؤه وجلاله وقدرته بكل مكان، اللهم ان كنت امرضني لِتَقْبِضَ روحي في مرضي هذا فاجعل روحي في ارواح من سبقت لهم منك الحسنى واعذني من النار كما اعذت اولئك الذين سبقت لهم منك الحسنى.“ (شرح الصدور صفحہ ۴۰)

بوقت وفات کہنے سے جنت نصیب

حضرت علی رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے مروی ہے کہ رسول پاک صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ نے فرمایا جو شخص وفات کے وقت ان کلمات کو کہہ لے وہ جنت میں داخل ہوگا۔

۳/ مرتبہ۔ **لا اله الا اللّٰه الحليم الكريم**۔ ۳/ مرتبہ۔ **الحمد للّٰه رب العلمين.** ۳/ مرتبہ۔ **تبارك الذى بيده الملك يحيي ويميت وهو على كل شي قدير**۔ (شرح الصدور صفحہ ۴۰)

موت سے پہلے ہو سکے تو پاک صاف بہتر کپڑے پہن لے

حضرت ابو سعید خدری رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ کی موت کا وقت جب آیا تو انہوں نے بہتر کپڑے منگوائے اور انہیں پہن لیا، اور فرمایا میں نے رسول پاک صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ سے سنا، میت اسی کپڑے میں اٹھایا جائے گا جس میں اسے موت آئی ہے۔ (سنن کبریٰ جلد ۳ صفحہ ۳۸۴، جمع الفوائد صفحہ ۲۷۲، حاکم جلد ۱ صفحہ ۳۴۰)

فَائِدَۃ: اس سے معلوم ہوا کہ موت کے وقت نظیف اور صاف و پاک کپڑے بدن پر رہیں، اگر علامتوں سے موت کا علم ہو جائے تو ایسا کیا جا سکتا ہے۔ حافظ ابن حجر نے بیان کیا کہ احادیث صحیحہ میں تو ہے کہ انسان کا حشر قبر سے ننگے بدن ننگے پیر ہوگا، علامہ خطابی نے دونوں حدیثوں کی رعایت کرتے ہوئے کہا اولاً تو ان کے کپڑوں میں اٹھایا جائے گا پھر حشر میں ننگے بدن ہو جائیں گے۔ (تلخیص صفحہ ۱۱۶)

اسی طرح ملا علی قاری نے لکھا ہے کہ اولاً تو قبروں سے اپنے کپڑوں میں ملبوس ہوں گے پھر حشر میں ننگے ہو جائیں گے۔ اسی طرح ملا علی قاری نے لکھا ہے کہ نظافت کی حالت میں موت کے فرشتوں کا اکرام اور استقبال

ہے، کہ ان کو نظافت اور صفائی پسند ہے اسی لئے طہارت کی حالت میں مرنا مستحب ہے۔ (مرقاۃ جلد۴ صفحہ۳۶)

اچھی موت کی علامت

حضرت عبداللہ بن بریدہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی روایت میں ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا مؤمن کی موت پیشانی کے پسینہ کے ساتھ ہوتی ہے۔ (ترمذی صفحہ۱۹۲، ابن ماجہ صفحہ۲۵۹، کشف الاستار جلد۱ صفحہ۳۷۱، حاکم جلد۱ صفحہ۳۶۱)

فائدہ: پیشانی کے پسینہ کا مطلب ملاعلی قاری نے بیان کرتے ہوئے لکھا ہے کہ یا تو مطلب یہ ہے کہ اسے موت کی شدت اور کلفت محسوس ہوتی ہے یا اس کا مطلب یہ ہے کہ مؤمن کی وہ پریشانی جو حلال کمائی کی طلب میں، نماز روزے اور دیگر عبادت کی ادائیگی میں تعب و مشقت اٹھائے ہوئے موت آجاتی ہے، یعنی عیش اور تنعم کی زندگی میں موت نہیں آتی۔ (مرقاۃ المفاتیح جلد۴ صفحہ۸)

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں موت کے وقت مؤمن کی پیشانی پر پسینہ آنا اس وجہ سے کہ جو گناہ (زندگی کا) رہ جاتا ہے اس کے عوض موت کے وقت سختی دی جاتی ہے تو اس سے پیشانی پر پسینہ آجاتا ہے۔ (اتحاف الخیر جلد۳ صفحہ۲۹۳، مطالب عالیہ جلد۱ صفحہ۱۹۴)

موت کے وقت پیشانی پر پسینہ آنا اچھی علامت ہے

حضرت بریدہ اسلمی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی روایت ہے کہ وہ خراسان میں تھے، اپنے بھائی کی جو مریض تھے ان کی عیادت میں گئے، تو ان کو موت (نزع) کی حالت میں پایا، اور ان کی پیشانی سے پسینہ نکل رہا تھا، تو انہوں نے (مارے خوشی کے کہا، اللہ اکبر، کہ میں نے رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے سنا، مؤمن کی موت کے وقت پیشانی پر پسینہ آتا ہے۔ (الفتح الربانی جلد۷ صفحہ۵۹)

عمارہ نے بیان کیا کہ وہ حضرت عبداللہ کے اصحاب کے پاس ان کے مرض الموت کی حالت میں گئے، تو ان کی پیشانی پر پسینہ دیکھا، ایک آدمی ان کی پیشانی سے پسینہ پونچھنے لگا، تو ان کے ہاتھ پر مارا، (منع کیا) حضرت سفیان نے کہا حضرات صحابہ پیشانی پر پسینہ آنا پسند کرتے تھے۔ (ابن ابی شیبہ جلد۳ صفحہ۳۷۰)

فائدہ: شرح مرقات میں ہے کہ پیشانی پر پسینہ آجانا اچھی پہچان ہے، ایک قول یہ ہی ہے کہ بشارت پر خجل و شرمندگی کی وجہ سے پسینہ آجاتا ہے، کہ ادھر سے گناہ اور ادھر سے مغفرت۔ (مرقاۃ المفاتیح جلد۵ صفحہ۳۰۱)

شرح صدور میں ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا یہ قول نقل کیا ہے کہ مؤمن کی خطاؤں میں سے اگر کوئی خطا باقی رہ جاتی ہے تو مرتے وقت پیشانی کے پسینہ سے اس کا کفارہ کر دیا جاتا ہے، ابن ابی شیبہ کے حوالہ سے ہے کہ پیشانی پر پسینہ آنا اس بات کی علامت ہے کہ اپنے کئے ہوئے کاموں پر شرمندہ ہے اور کافر میں چونکہ حیا کا نام نہیں۔ اس لئے پسینہ نہیں۔ (شرح صدور صفحہ۳۲)

خاتمہ بالخیر کی علامت

حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے منقول ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا اللہ پاک جب کسی بندے سے بھلائی کا ارادہ کرتا ہے تو اسے استعمال کر لیتا ہے، پوچھا کیسے استعمال فرماتے ہیں، فرمایا موت سے قبل اچھے اعمال کی توفیق دے دیتا ہے۔ (ترمذی، حاکم، اتحاف ۱۰؍ صفحہ ۲۷۳)

فائدۃ: مطلب یہ ہے کہ جس کا خاتمہ بالخیر ہونا ہوتا ہے، اللہ پاک اسے موت سے پہلے اعمال صالحہ کے لئے قبول کر لیتا ہے، اور وہ اچھے اعمال عبادت تلاوت ذکر استغفار اور صدقہ خیرات وغیرہ میں اہتمام کرنے لگ جاتا ہے۔ چنانچہ شرح احیاء میں علامت خاتمہ بالخیر کے ذیل میں اس حدیث کو ذکر کیا ہے، پس اس سے معلوم ہوا کہ جو لوگ یہ کہتے ہیں آخر وقت میں کیا خاک مرد مسلمان ہوں گے غلط ہے۔

ابن الجوزی کہتے ہیں جب میرے استاذ ابوبکر بن حبیب کا انتقال ہونے لگا تو شاگردوں نے کہا کچھ وصیت فرما دیجئے فرمایا ۳؍ چیزوں کی وصیت کرتا ہوں اللہ کا خوف، اس کا تنہائی میں مراقبہ اور جو چیز مجھے پیش آ رہی ہے یعنی موت اس کا خوف رکھا جائے مجھے اکسٹھ برس گزر گئے لیکن میں نے گویا دنیا کو دیکھا بھی نہیں، (ایسے جلدی گزر گئے) اس کے بعد ایک پاس بیٹھنے والے سے پوچھا دیکھو میری پیشانی پر پسینہ آگیا اس نے عرض کیا آگیا، فرمایا اللہ کا شکر ہے یہ ایمان پر موت کی علامت ہے۔ (فضائل اعمال دوم صفحہ ۴۸۲)

امام غزالی جن کی کتاب احیاء العلوم مشہور ہے دوشنبہ کی صبح کی نماز وضو کر کے پڑھی پھر اپنا کفن منگایا اس کو چوما، آنکھوں پر رکھا، اور کہا کہ بادشاہ کی خدمت میں (اللہ کی بارگاہ میں) حاضری کے لئے بڑی خوشی سے حاضر ہوں، یہ کہہ کر قبلہ رخ پاؤں پسار کر لیٹ گئے اور فوراً انتقال کر گئے۔ (فضائل اعمال صفحہ ۴۸۲)

حضرت عبداللہ بن موسیٰ کہتے ہیں کہ حضرت علی بن صالح کا انتقال ہوا میں سفر میں تھا، (ان کے بھائی نے یہ واقعہ سنایا) جب ان پر نزع کی تکلیف شروع ہوئی تو مجھ سے پانی مانگا میں پانی لے کر گیا کہنے لگے میں نے تو پی لیا میں نے پوچھا کس نے پلایا، کہنے لگے حضور اقدس ﷺ فرشتوں کی بہت سی صفوں کے ساتھ تشریف لائے تھے اور مجھے پانی پلا دیا، مجھے خیال ہوا کہیں غفلت میں نہ کہہ رہے ہوں اس لئے میں نے پوچھا کہ فرشتوں کی صفیں کس طرح تھیں کہنے لگے اوپر نیچے اس طرح تھیں، ایک ہاتھ کو دوسرے کے اوپر کر کے بتایا۔

(فضائل صفحہ ۴۸۱)

امام غزالی نے احیاء العلوم میں بیان کیا کہ حسن خاتمہ کی یہ علامات ہیں جو بوقت موت پائی جاتی ہیں۔

❶ سنجیدگی اور طمانیت کا پایا جانا یعنی اچھلنا حرکت کرنا وغیرہ نہ ہو۔

❷ زبان سے کلمہ کی ادائیگی ہو۔

④ دل سے خدائے تعالیٰ کے ساتھ حسن ظن ہو۔

شرح احیاء میں ہے کہ جب آنکھیں ڈبڈبا جائیں پیشانی پر پسینہ آجائے، سانس لڑکھڑا جائے تو یہ رحمت خداوندی کی علامت ہے، اس کے برخلاف منہ میں جھاگ نکلنے لگے چہرہ سرخ ہو جائے، گلا گھوٹنے کی طرح آواز آنے لگے تو یہ گرفت الٰہی کی پہچان ہے (بہتر بات نہیں)۔ (شرح احیاء جلد ۱۰ صفحہ ۲۷۳)

موت سے قبل استغفار کی کثرت اچھی علامت ہے

محدث ابن عساکر نے زید ابن اسلم کی روایت ان کے والد سے نقل کی ہے کہ انہوں نے بیان کیا کہ میں نے حضرت ابن عمر رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُمَا کی اس حدیث کا ذکر کیا کہ کوئی مسلمان ۳؍ رات بھی ایسی نہ گزارے مگر یہ کہ وصیت نامہ اس کے سر کے پاس لکھا رہے، چنانچہ میں نے (اس حدیث پاک پر عمل کرنے کے لئے) کاغذ و دوات منگایا کہ اپنی وصیت لکھ ڈالوں، مگر نیند ایسی غالب آئی کہ میں سوگیا، اور لکھ نہ سکا، اسی درمیان کہ میں سو رہا تھا (خواب میں) دیکھا کہ سفید پوش خوبصورت خوشبو سے معطر ایک شخص گھر میں داخل ہوا، میں نے اس سے کہا اے فلاں کس نے تم کو اس گھر میں داخل کیا، اس نے جواب دیا اس گھر کے مالک نے مجھے داخل کیا، میں نے پوچھا تم کون ہو، اس نے کہا میں ملک الموت ہوں، میں خوفزدہ ہوگیا، اس نے کہا مت خوف کرو، مجھے (ابھی) تمہاری روح کے قبض کرنے کا حکم نہیں ہوا، تو میں نے کہا پھر جہنم سے ایک براءت نامہ لکھ دو، اس نے کہا لاؤ دوات کاغذ میں نے کاغذ و دوات کی طرف ہاتھ بڑھایا جسے رکھ کر سو گیا تھا، میرے سر کے پاس پڑا تھا میں نے اسے دے دیا۔ اس نے لکھا، **بسم اللّٰہ الرحمٰن الرحیم استغفراللّٰہ، استغفراللّٰہ** یہاں تک کہ پورے کاغذ پر دونوں طرف بھر دیا، پھر اس نے مجھے دے دیا اور کہا یہ ہے براءت نامہ اللہ تعالیٰ تم پر رحم فرمائے، میں خوفزدہ ہوکر بیدا ہوا، اور چراغ منگایا، اور دیکھا تو میرے سرہانے کاغذ پڑا ہوا تھا اور اس میں دونوں طرف **استغفراللّٰہ استغفراللّٰہ** سے لکھا بھرا تھا۔

فَائِدَة: اس سے معلوم ہوا کہ موت سے قبل جہنم سے برأت میں استغفار کو عظیم دخل ہے، اور اس کا کثرت سے وردرکھنا چاہئے۔ (اتحاف جلد ۱۰ صفحہ ۲۷۳)

محدث ابن عساکر نے ذکر کیا ہے کہ ابوزرعہ نے کہا کہ مجھ سے نجیب بن اثج عبید البشری نے کہا میں نے ملک الموت کو خواب میں دیکھا اس نے مجھ سے کہا کہ اپنے والد سے کہہ دو، کہ وہ نماز میں مشغول ہوجائے، تاکہ اس کی روح کے قبض میں نرمی اور سہولت کرسکوں۔ (شرح احیاء جلد ۱۰ صفحہ ۲۷۳)

والدین کی ناراضگی برے خاتمہ کا سبب

حضرت عبداللہ بن ابی اوفی رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے مروی ہے کہ آپ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ کے پاس ایک شخص آیا کہ ایک نئی

عمر کا شخص ہے (موت کا وقت ہے) جب اسے کلمہ لا الہ الا اللہ پڑھنے کو کہا جاتا ہے تو نہیں پڑھ سکتا، آپ نے پوچھا نماز پڑھتا تھا کہا ہاں آپ ﷺ اٹھے ہم لوگ بھی اٹھے اور اس جوان کے پاس آئے آپ نے اسے تلقین فرماتے ہوئے کہا کہ لا الہ الا اللہ کہو اس نے کہا میں بول ہی نہیں سکتا اور اس نے والدہ کو ناراض کر رکھا تھا آپ ﷺ نے پوچھا اس کی والدہ زندہ ہے، لوگوں نے کہا ہاں آپ نے فرمایا ہاں ان کو بلاؤ پس بلایا تو وہ آئی آپ نے پوچھا یہ تمہارا بیٹا ہے اس نے کہا ہاں آپ نے فرمایا اچھا بتاؤ اگر آگ بھڑکائی جائے اور تم سے کہا جائے اگر سفارش کرو تو میں اسے چھوڑ دوں ورنہ آگ میں جلا دوں تو تم اس کی سفارش کرو گی، (کہ تمہارے سامنے آگ میں نہ جل سکے) اس نے کہا ہاں اللہ کے رسول میں شفاعت کروں گی آپ نے فرمایا تم اللہ کو گواہ بناؤ اور مجھے گواہ بناؤ کہ میں اس (لڑکے) سے راضی ہوں چنانچہ اس نے کہا اے اللہ میں آپ کو آپ کے رسول کو گواہ بناتی ہوں کہ میں اپنے بیٹے سے راضی ہوں، چنانچہ آپ نے اس جوان سے کہا اے نوجوان کہو **لا الہ الا اللّٰہ وحدہ لا شریك له واشهد ان محمدا عبده ورسوله** پس اس نے کہہ دیا فرمایا رسول پاک ﷺ نے شکر اللہ کا یہ میری وجہ سے جہنم سے بچ گیا۔ (بیہقی فی الشعب جلد۶ صفحہ۲۱۷، ترغیب صفحہ۲۳۲، شرح احیاء جلد۱۰ صفحہ۲۷۵)

فَائِدَہ: اس قدر خوف کی بات ہے کہ والدین کی ناراضگی سوء خاتمہ کا باعث ہے یہ واقعہ بڑی عبرت اور سبق کا ہے آج کی دنیا اسی حالت سے گزر رہی ہے کتنوں نے اپنے والدین کو ناراض کر رکھا ہے اور کوئی خوف نہیں۔

اکابر واسلاف کو برا کہنا سوء خاتمہ کا سبب

عبدالرحمٰن محاربی سے روایت ہے کہ ایک شخص کی وفات کا وقت قریب آ گیا اسے کلمہ طیبہ پڑھنے کو کہا گیا، اس نے جواب دیا میں اس کے پڑھنے پر قادر نہیں، کیونکہ میں ایسے لوگوں کے ساتھ اٹھتا بیٹھتا تھا جو مجھے حضرت ابوبکر و حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما کے برا بھلا کہنے کی تلقین کرتے تھے۔ (شرح الصدور صفحہ)

دیکھیے اکابر واسلاف حضرت صدیق و فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہما کو برا و بھلا کہنے کی وجہ سے کلمہ نہ پڑھ سکے اور بری موت مرے، اس سے معلوم ہوا کہ اکابر اور اسلاف صالحین کو برا بھلا کہنا، ان پر سوء ظن قائم کرنا، ان کی شان میں بے ادبی کرنا برے خاتمہ کا سبب ہے، اللہ حفاظت فرمائے کیسی بری بلاء ہے۔

پریشانی اور مصائب سے تنگ آ کر موت کی تمنا نہ کرے ہاں یہ کر سکتا ہے

حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا کسی مصیبت سے پریشان ہو کر موت کی دعا نہ کرے، ہاں مجبور ہو جائے تو یہ دعا کرے۔

"اللهم احيني ما كانت الحياة خيرا لى وتوفنى اذا كانت الوفاة خيرالى."

(بخاری صفحہ۸۴۷، مسلم صفحہ۳۴۲، صحاح، نسائی صفحہ۲۵۸)

دینی فتنہ کے مقابلے میں موت کی تمنا کرسکتا ہے

حضرت ثوبان رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ دعا فرمائی ہے۔

"اللهم انی اسئلك فعل الخيرات وترك المنكرات وحب المساكين، واذا ارادت فتنة فاقبضني اليك غير مفتون."

ترجمہ: "اے اللہ نیکی کے کرنے کا برائی کے چھوڑنے کا مساکین کی محبت کا سوال کرتا ہوں، اور جب فتنہ کا ارادہ فرمائیں تو فتنہ سے پہلے ہمیں وفات دے دیں۔"

شرح احیاء میں ہے کہ فتنہ میں ابتلا کے خوف سے موت کی تمنا اور دعا جائز ہے۔ (اتحاف جلد ۱۰ صفحہ ۲۲۴)

فتنہ سے پریشان ہوکر موت کی تمنا قیامت کی علامت

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، اس وقت تک قیامت قائم نہیں ہوگی جب تک کہ آدمی کسی کی قبر کے پاس سے نہ گزرے گا مگر یہ کہ وہ تمنا کرے گا کاش میں اس کی جگہ ہوتا۔

(مالک اتحاف السادۃ جلد ۱۰ صفحہ ۲۲۴)

فائدہ: مطلب یہ ہے کہ بددینی کی حالت کو دیکھ کر جو دین مذہب کو ختم کرنے والا ہو مذہبی امور کو انجام دیتے ہوئے زندگی گزارنا مشکل ہو بددینی کا فتنہ عام ہوگیا ہو، تو ایک دیندار آدمی اس فتنے سے محفوظ قبر میں لوگوں کو دیکھ کر وہ بھی تمنا کرے گا کہ کاش میں بھی مرگیا ہوتا اور قبر میں چلا گیا ہوتا تو اس فتنہ سے محفوظ ہو جاتا۔

خیال رہے کہ اب ایسے حالات سنت وشریعت پر باقی رہ کر زندگی گزارنے والے کو پیش آنے لگے ہیں کہ دین وشریعت وسنت کو جاری رکھ کر اور اسے عملی زندگی میں لاکر زندگی گزارنا مشکل ہو رہا ہے۔ ماحول کی بددینی گناہ کی طرف کھینچ رہی ہے۔

آپ موت کی تمنا سے سختی سے منع فرمایا کرتے

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم موت کی تمنا سے منع فرماتے، اگر نیک ہے تو زندگی کی وجہ سے اس کی نیکیاں زائد ہوں گی جس میں اس کی بھلائی ہے، اور اگر برا ہے تو شاید توبہ کی توفیق مل جائے۔ (نسائی صفحہ ۲۵۸، اتحاف السادہ جلد ۸ صفحہ ۲۲۴، کنز العمال جلد ۱۵ صفحہ ۵۵۴)

موت کی تاخیر بہرصورت ہر ایک کے لئے بہتر ہے

حضرت ام الفضل رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے روایت ہے کہ حضرت عباس کی بیماری کی حالت میں آپ تشریف لے گئے تو حضرت عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ موت کی تمنا اور خواہش کرنے لگے، تو اس پر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، اے چچا موت کی تمنا مت کیجئے، اگر آپ نیکی کرنے والے ہیں تو اس کی تاخیر آپ کی نیکیوں کو اور بڑھائے گی جو بہتر

ہوگی۔ اگر آپ (بالفرض) برے ہیں تو موت کا موخر ہونا سبب بن سکتا ہے آپ کی برائیوں سے توبہ کا، پس موت کی تمنا نہ کیجئے۔ (اتحاف جلد ۸ صفحہ ۲۲۴، بسند احمد، طبرانی کنزالعمال صفحہ ۵۵۵)

حضرت قاسم مولی معاویہ سے مرسلاً مروی ہے کہ موت کی تمنا مت کرو، اگر تم اہل جنت میں سے ہو تو تمہارا باقی رہنا اچھا اور بھلا ہے اور اہل دوزخ میں سے ہو تو پھر جلدی کیوں۔ (آئندہ نیکی یا توبہ کی توفیق نصیب ہو جائے)۔ (کنزالعمال جلد ۱۵ صفحہ ۵۵۳، اتحاف جلد ۸ صفحہ ۲۲۴)

کسی دنیاوی پریشانی کی وجہ سے موت کی تمنا نہ کرے

حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، کسی دنیاوی پریشانی کے پیش آنے پر موت کی تمنا نہ کرو۔ (بخاری مختصر ا صفحہ ۸۴۷، ابن حبان کنزالعمال جلد ۱۵ صفحہ ۵۵۴)

موت کی سختی اور شدت کا احساس ہو تو کیا کہے

حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں کہ میں نے رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا کہ موت کی حالت میں ان کے پاس پانی کا پیالہ تھا اس میں ہاتھ مبارک داخل فرماتے اور اسے چہرے مبارک پر ملتے اور یہ دعا فرماتے۔

"اللهم اعنی علی غمرات الموت وسکرات الموت."

ترجمہ: "اے اللہ موت کی شدت اور سختی میں مدد فرما۔" (ترمذی صفحہ ۱۹۲، مسند احمد مرتب جلد ۷ صفحہ ۶۵)

حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی ایک روایت ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم یہ دعا فرماتے تھے۔

"اللهم هون علی محمد سکرات الموت." (اتحاف السادۃ صفحہ ۲۵۹)

ترجمہ: "اے اللہ محمد پر موت کی سختی کو آسان فرما۔"

طعمہ بن غیلان کی روایت ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے دعا فرمائی۔

"اللهم انك تاخذ الروح من بین الغصب والعقب والانامل اللهم فاعنی عِنْدَ الموت وهو نه علی."

ترجمہ: "اے اللہ آپ روح کو پٹھوں سے ہڈیوں سے اور انگلیوں سے نکالتے ہیں اے اللہ تو موت کے وقت ہمارا تعاون فرما اور اس کو ہم پر آسان فرما۔" (اتحاف جلد ۱۰ صفحہ ۲۶۰، ابن ابی الدنیا)

آپ موت کے وقت کیا دعا فرماتے

حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم میرے جسم پر سہارا لگائے ہوئے تھے (موت کی حالت طاری ہونے پر) یہ پڑھ رہے تھے۔

"اللهم اغفر لی وارحمنی وأَلْحِقْنِیْ بالرفیق الاعلٰی." (بخاری صفحہ ۸۴۷)

ترجمہ: "اے اللہ میری مغفرت فرما، مجھ پر رحم فرما، اور مجھے ملاء اعلیٰ کی جماعت میں شامل فرما۔"

فائدہ: ملاء اعلیٰ سے مراد ملائکہ مقربین کا عالم ہے۔

نیکوں اور صالحین کو موت کے وقت شدت اور پریشانی

قتادہ نے کہا کہ حضرات صحابہ کرام نے پوچھا اے رسول اللہ ﷺ ہم دیکھتے ہیں جو نیک صالح ہوتے ہیں وہ بیمار پڑتے ہیں موت کے وقت ان پر مصائب اور سختی ہوتی ہے اور وہ آدمی بھی جس میں ہم کوئی نیکی نہیں دیکھتے بیمار پڑتا ہے (مرض الموت میں گرفتار ہوتا ہے) موت بہت آسانی سے آجاتی ہے (کوئی شدت اور پریشانی نہیں ہوتی) تو آپ ﷺ نے فرمایا: مؤمن کا جو کوئی گناہ باقی رہ جاتا ہے تو موت کے وقت اس پر سختی کی جاتی ہے، تاکہ اللہ پاک سے ملاقات اس کی اس حالت میں ہو کہ اس پر کوئی گناہ نہ ہو۔ اور منافق (فاسق) کی کچھ نیکیاں جو باقی رہ جاتی ہیں تو اس کے بدلے اس پر آسان کر دی جاتی ہے کہ خدا سے اس حالت میں اس کی ملاقات ہوتی ہے کہ کوئی نیکی اس کے پاس نہیں ہوتی۔ (مصنف ابن عبدالرزاق جلد ۳ صفحہ ۵۹۶)

موت کے وقت کی سختی محبوب

حضرت عمر بن عبدالعزیز فرماتے ہیں کہ مجھے یہ پسند نہیں کہ مجھ پر موت کی سختی نہ ہو، چونکہ یہ آخری وقت ہے جس سے مسلمانوں کے گناہ معاف ہوتے ہیں۔

فائدہ: چنانچہ عامری نے شرح شہاب میں بیان کیا کہ اللہ تعالیٰ اپنے جس بندے پر اکرام کا معاملہ کرنا چاہتا ہے اسے اپنی ملاقات (موت کے وقت) گناہوں سے پاک وصاف کر دیتا ہے موت کی سختی اور پریشانی نواز کر، جیسا کہ امراض اور مصائب کو زندگی میں موت سے قبل گناہوں کی معافی کا ذریعہ اور سبب بنا دیتا ہے۔ (گویا کہ موت کی سختی مؤمنین کے لئے سعادت مندی کی علامت ہے)۔ (شرح احیاء صفحہ ۲۲۸)

میت کو موت کے وقت سختی کیوں؟

حضرت ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی روایت میں ہے کہ مؤمن جو برا عمل کرتا ہے اس کی وجہ سے موت کے وقت اس پر سختی ہوتی ہے تاکہ گناہوں کا کفارہ ہو جائے۔

اور کافر کوئی نیک عمل کرتا ہے تو موت کے وقت اس پر آسانی کر دی جاتی ہے تاکہ اسے جزاء (اسی دنیا میں) مل جائے۔ (کنز العمال صفحہ ۵۶۴)

فائدہ: خیال رہے کہ موت کے وقت کی سختی کوئی بری علامت نہیں، بسا اوقات مؤمن کو یہ سختی دی جاتی ہے

تا کہ دنیا سے گناہوں سے پاک ہو کر آخرت جائے اور وہاں کی تکلیف نہ بھگتنی پڑے، موت کی تکلیف اور شدت تو حضرات انبیاء کو بھی محسوس ہوتی ہے، دوسری طرف کافر کو اگر اس نے کوئی نیک عمل کیا تو اس کی جزا چونکہ دنیا میں ملنی ہوتی ہے، اس لئے موت کے وقت سہولت کی جزاء دے دی جاتی ہے، تا کہ آخرت میں نیکی اور جزا حسنہ کا کوئی حصہ باقی نہ رہے۔

موت کے وقت کی شدت اور سختی آپ کو بھی ہوئی

حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے مروی ہے کہ میں نے نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم پر موت کی شدت اور سختی دیکھ کر (دونوں کے لئے) بہتر اور قابل رشک سمجھتی کہ اس سے موت کی آسانی اور سہولت ہوتی ہے۔

(ترمذی صفحہ ۱۹۲، شرح احیاء صفحہ ۲۶۰)

مطلب یہ ہے کہ پہلے تو اچھا اور بہتر سمجھتی تھی کہ کسی کو موت کی سختی اور شدت حاصل نہ ہو، اور اس کو برا اور بہتر نہ سمجھتی تھی کہ موت کی شدت میں کوئی مبتلا ہو، لیکن جب میں نے خود آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر موت کی شدت اور سختی دیکھی کہ دعا بھی خفت کی فرما رہے تھے اور چہرے پر بار بار پانی سے ہاتھ پھیر رہے تھے، تو سمجھ گئی کہ یہ بری علامت نہیں۔

ممکن ہے آپ کو یہ سختی امت کی تسلی اور تعلیم اور انتباہ کے لئے دی گئی ہو یہ بسا اوقات صالحین کو طبعا یا رفع درجات کے لئے ہوتی ہے۔

موت کے وقت کی پریشانی دیکھ کر حضرت فاطمہ پر اثر

حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں، نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم پر جب موت کی شدت اور تکلیف کو حضرت فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے دیکھا تو کہا، ہائے رے مصیبت، اس پر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، اے بیٹی تمہارے باپ پر وہ (موت کی سختی) پیش آئی ہے جس سے اللہ پاک کسی کو نہیں چھوڑے گا، قیامت کے دن پانے کے لئے۔

(مسند احمد، مرتب جلد ۷ صفحہ ۶۶)

فائدہ: مطلب یہ ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم باوجودیکہ مقربین رسول تھے معصوم تھے، خدا کے محبوب اور لاڈلے تھے مگر پھر بھی آپ کو پریشانی ہوئی، یہ پریشانی طبعی تھی، روح کے جسم سے نکلنے کا تعب تھا، جو ہر ایک کو ہوگا، کوئی اس سے بچ نہیں سکتا، اور موت ضروری ہے چونکہ قیامت قائم ہوئی ہے، لہٰذا جب موت ضروری تو موت کی تکلیف بھی جو جسمانی اور طبعی ہے لازم ہے، شرح مسند احمد میں ہے کہ موت کی تکلیف ہر ایک کو ہوتی ہے حتیٰ کہ حضرات انبیاء کرام علیہم السلام کو بھی ہر ذی روح کو موت کا مزہ چکھنا ہے، خواہ امیر ہو یا غریب ہو یا ولی یا پیغمبر۔

(شرح مسند احمد جلد ۷ صفحہ ۶۸)

شہیدان جہاد کو موت کی پریشانی نہیں

حضرت علی کرم اللہ وجہہ جب جہاد کی ترغیب دیتے تو فرماتے اگر تم قتل (شہید) نہ کئے گئے تو بستر پر مرد گے، قسم ہے اس ذات کی جس کے قبضہ میں میری جان ہے ہزار جگہ تلوار کی کاٹ سے مرنے کی تکلیف زیادہ سخت ہے۔ (فضائل صدقات صفحہ۴٦٢)

موت فتنہ اور ابتلاء میں پڑنے سے بہتر ہے

حضرت محمود بن لبید کی روایت میں ہے کہ دو چیزوں کو ابن آدم ناپسندیدہ سمجھتا ہے، موت کو پسند نہیں کرتا حالانکہ فتنہ سے موت بہتر ہے، اور مال کی قلت کو پسند نہیں کرتا حالانکہ اس میں حساب کی کمی ہے۔

(مسند احمد اتحاف صفحہ۲۳۰)

زرعہ بن عبداللہ الانصاری رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی روایت ہے کہ آدمی زندگی کو محبوب رکھتا ہے حالانکہ موت اس کے لئے بہتر ہے اسی طرح مال کی فراوانی کو پسند کرتا ہے حالانکہ مال کی کمی بہتر ہے حساب کی کمی کی وجہ سے۔

(اتحاف جلد۱۰ صفحہ۲۳۰)

جہاں موت مقدر ہوتی ہے وہاں ضرورت اسے کھینچ لاتی ہے

حضرت مطر بن عکاس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جس بندے کی موت کا اللہ پاک جس زمین پر فیصلہ فرماتے ہیں، اس کی طرف اللہ پاک ضرورت پیدا فرما دیتے ہیں۔ ایک دوسری روایت میں اس طرح ہے کہ جس جگہ اللہ موت کا فیصلہ فرماتے ہیں اس زمین کی طرف محبت اور ضرورت وابستہ فرما دیتے ہیں۔ (ترمذی جلد۲ صفحہ۳٦، حاکم، الفتح جلد۷ صفحہ٦٩)

عروہ بن مفرس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی روایت میں ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اللہ پاک جس زمین پر روح قبض فرمانا چاہتے ہیں وہاں اس کی ضرورت مقرر کر دیتے ہیں۔ (حاکم البلوغ الامانی صفحہ٦٩)

ابوعزہ ہزلی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی روایت ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اللہ پاک جس بندے کی جس زمین پر روح قبض کرنا چاہتے ہیں تو وہاں اس کی ضرورت وابستہ فرما دیتے ہیں پس وہ اس زمین پر پہنچ جاتا ہے۔ پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ آیت **الساعه ...... بای ارض تموت** تک پڑھی۔ (تفسیر القرطبی جلد۱۴ صفحہ۸۴)

فائدہ: یعنی جہاں موت مقدر ہوتی ہے وہاں کسی نہ کسی بہانے پہنچ جاتا ہے۔

شیطان موت کے وقت سب سے زیادہ قریب

حضرت واثلہ بن الاسقع رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ شیطان سب سے زیادہ انسان کے قریب موت کے وقت ہوتا ہے۔

عطاء بن یسار سے مرسلاً مروی ہے کہ اللہ کا دشمن (شیطان) اس وقت (نزع کے وقت) انسان کے سب سے زیادہ قریب ہوتا ہے۔

ابوالحسین برجمی کی روایت میں ہے کہ انسان کا جس وقت دنیا سے جدائیگی کا وقت ہوتا ہے خدا کا دشمن ابلیس سب سے زیادہ قریب ہو جاتا ہے۔ (شرح احیاء جلد ۱۰ صفحہ ۲۸۳)

فائدہ: مطلب یہ ہے کہ شیطان جب نزع کا وقت ہوتا ہے تو سب سے قریب ہو جاتا ہے، اور اس کے بالکل سینہ کے مقابلہ یا سامنے آجاتا ہے اور اسے بہکاتا ہے کفریہ باتوں کو دلیل سے سمجھاتا ہے، کفر اور شرک اور خدا کی شان میں گستاخانہ باتوں کو باطل دلائل سے سمجھا کر ہاں کراتا ہے تاکہ کفر پر اس کا انتقال ہو، عین آخری وقت میں آکر اسے سمجھاتا ہے جیسے ہی شیطان کی کفریہ باتوں پر ہاں کہتا ہے ادھر نزع روح ہو جاتی ہے، **اللھم احفظنا** عموماً وہ لوگ جن کی زندگی گناہوں۔ فسق میں گزرتی ہے جن کے گناہ نیکیوں سے زائد ہوتے ہیں جو ہمیشہ دنیا میں پھنسے رہتے ہیں، جن کو فرائض واجبات نماز روزہ سے تعلق نہیں ہوتا نماز تلاوت کے پابند نہیں ہوتے، جن کا مزاج دینی نہیں ہوتا جو آخرت کے اعمال سے غافل رہتے ہیں، شاذ و نادر ذکر استغفار کرتے ہیں ان پر ایسے وقت میں شیطان اور ابلیس کا حملہ کامیاب ہوتا ہے، روایتوں سے معلوم ہوتا ہے کہ اور موقعوں پر تو ابلیس کی ذریات بہکانے آتی ہے مگر جانکنی کے وقت خود ابلیس آتا ہے تاکہ اپنے حربہ اور مکر و فریب سے انسان کا آخری وقت خراب کر دے اور سوء خاتمہ میں مبتلا کر کے اسے جہنم میں دھکیل دے۔ **اللھم احفظنا۔**

امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ تعالیٰ کا واقعہ

حضرت امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ تعالیٰ کے صاحبزادے فرماتے ہیں، میرے والد کا جب انتقال ہونے لگا، تو میں ان کے پاس بیٹھا تھا کپڑا میرے ہاتھ میں تھا تاکہ انتقال کے بعد جبڑا باندھ دوں ان کو غشی ہو جاتی تھی جس سے ہمیں یہ خیال ہوتا تھا کہ انتقال ہو گیا، پھر افاقہ ہو جاتا تھا اور اس وقت وہ کہتے کہ ابھی نہیں ابھی نہیں، جب تیسری مرتبہ یہی صورت پیش آئی تو میں نے ان سے دریافت کیا کہ آپ یہ کیا فرماتے ہیں فرمانے لگے بیٹا تمہیں خبر نہیں شیطان ملعون میرے پاس کھڑا ہے اور رنج اور غصہ سے اپنی انگلی منہ سے دبا رہا ہے اور کہتا ہے اے احمد تو میرے ہاتھ سے نکل گیا، جب وہ کہتا ہے تو میں کہتا ہوں ابھی نہیں چھوٹا (اتنے جان نہ نکل جائے) تجھ سے اطمینان نہیں۔ (فضائل صفحہ ۱۸۱)

فائدہ: دیکھئے حضرت امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ تعالیٰ کتنے بڑے جلیل القدر عالی مرتبہ بلند پایہ خدا کے مقرب اور برگزیدہ بندے تھے ان کو شیطان نے کس طرح مکر و فریب سے متاثر کرنا چاہا تھا اور کس طرح ان کے پیچھے پڑا، تو عامۃ الناس ہم جیسوں کے ساتھ ابلیس کی کتنی کوشش اور سعی ہوگی، اور کس قدر نازک وقت ہوتا، اللہ ہی

حفاظت فرمائے اسی لئے تمام خاتمہ بالخیر کی دعا کی تاکید ہے، اور ایسے وقت میں شیطان کے حملے سے بچنے او حفاظت کی دعا کا حکم ہے۔ (اتحاف صفحہ ۲۷۹)

ملک الموت کے ساتھ رحمت اور عذاب کے فرشتے

حضرت ابوصالح نے حضرت ابن عباس رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُمَا سے نقل کیا ہے کہ ملک الموت جو تمام جانوں کی روح کو قبض کرتے ہیں ان کے قبضہ میں پوری دنیا اس طرح (سامنے رہتی ہے) جس طرح لوگوں کی ہتھیلی ان کے ساتھ اور قبضہ میں رہتی ہے، اس کے ساتھ ملائکہ رحمت اور ملائکہ عذاب رہتے ہیں جب نیک روح ہوتی ہے تو اسے ملائکہ رحمت کے حوالے کرتے ہیں اور بری روح ہوتی ہے تو اسے ملائکہ عذاب کے حوالے کرتے ہیں۔

ابن ابی الدنیا اور ابوالشیخ نے ذکر کیا ہے کہ ملک الموت کے سامنے پوری دنیا کی زمین اور پہاڑ دونوں رانوں کے درمیان ہے، اس کے ساتھ ملائکہ رحمت اور ملائکہ عذاب رہتے ہیں، روح قبض کر کے نیک روح ملائکہ رحمت کے حوالے بروں کی روح ملائکہ عذاب کے حوالے کر دیتے ہیں۔ (اتحاف جلد ۱۰ صفحہ ۲۷۰)

فَائِدَۃ: قبض روح کے بعد رحمت کے فرشتے نیک روحوں کے ساتھ اکرام کا معاملہ کرتے ہیں اور ملائکہ عذاب بروں کے ساتھ ذلت ورسوائی اور عذاب کا معاملہ کرتے ہیں۔

موت کے وقت اس کے ہمسر جلساء کا استحضار ہو جاتا ہے

حضرت یزید بن شجرہ صحابی رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے منقول ہے کہ انہوں نے فرمایا جو شخص بھی مرتا ہے تو اس کی موت نزع کے وقت ہم مشرب رفقاء اور ہم نشینوں کا استحضار ہو جاتا ہے چنانچہ اگر وہ اہل لہو ولعب میں ہوتا ہے، تو اس کے سامنے وہی لہو ولعب والے حاضر ہوتے ہیں، اگر نیک وصالح کا ہم نشیں ہوتا ہے تو انہیں نیکوں کا استحضار ہوتا ہے چنانچہ بیہقی فی الشعب میں ربیع بن برہ کی روایت میں ہے کہ ایک آدمی سے (موت کے وقت) کہا گیا، لا الٰہ الا اللہ تو وہ کہنے لگا مجھے شراب دو، مجھے شراب پلاؤ، ایک آدمی جو مقام اہواز میں تھا اس سے (موت کے وقت) کہا گیا کلمہ پڑھ لو تو وہ دس، گیارہ، دس، گیارہ، کہنے لگا۔ (شرح احیاء جلد ۱۰ صفحہ ۲۸۴)

موت اس کی شدت سختی اور کلفتوں کا ذکر

حضرت انس رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے مرفوعاً روایت ہے کہ موت کی شدت اور سختی تلوار کی ہزار مار سے بھی زیادہ سخت ہے۔ (کنز العمال صفحہ ۵۷، شرح احیاء جلد ۱۰ صفحہ ۲۷۱)

حضرت ابوہریرہ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے مرفوعاً مروی ہے کہ موت کی تکلیف نیزے کی مار ہے۔

(کنز العمال صفحہ ۱۰)

حضرت انس رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے مرفوعاً روایت ہے کہ اولاد آدم کی پیدائش جب سے ہوئی ہے موت سے

زیادہ سخت اس پر کوئی تکلیف نہیں۔ (کنزالعمال صفحہ دو)

ام حبیبہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے مرفوعاً روایت ہے کہ اگر یہ جانور موت کے متعلق وہ جان لیتے جو انسان جانتا ہے تو کبھی بھی کھا کر موٹے نہ ہوتے۔ (کنزالعمال صفحہ ۵۷۰)

عطا بن یسار سے مرسلاً مروی ہے کہ ملک الموت کی تکلیف تلوار کی ہزار چوٹ سے سخت ہے اور ہر مؤمن جس کی وفات ہوتی ہے وہ ہر ہر رگ میں اس کی تکلیف الگ الگ محسوس کرتا ہے۔ اس وقت خدا کا دشمن سب سے زیادہ قریب ہو جاتا ہے، (بہکانے کے لئے)۔ (کنزالعمال صفحہ، اتحاف السادۃ صفحہ ۲۷۱)

ضحاک بن ضمرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے بیان کیا کہ رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا موت، قبض روح کی ادنی تکلیف کا بھی تلوار کی سو مار کے مثل ہے۔ (اتحاف)

ابوالشیخ نے بیان کیا کہ فضیل بن عیاض سے پوچھا گیا کہ میت کو قبض روح کے وقت اتنی تکلیف ہوتی ہے اور وہ خاموش پڑا رہتا ہے حالانکہ اسے (قبض روح کے علاوہ میں) ایک چیونٹی کاٹتی ہے تو اچھل اور پھڑک جاتا ہے، جواب دیا کہ فرشتے اسے مضبوطی سے باندھے رکھتے ہیں۔ (اتحاف صفحہ ۲۷۱)

فائدہ: مطلب یہ ہے کہ نزع کے وقت بے انتہا تکلیف سے وہ اچھل کود اس وجہ سے نہیں کر پاتا ہے کہ فرشتے اسے مضبوطی سے کس کر باندھ رہتے ہیں، بخلاف موت کے علاوہ زندگی کی تکلیفوں میں یہ بات نہیں ہوتی اسی لئے وہ چیختا چلاتا اور اچھلتا کودتا ہے۔

حسن بصری نے فرمایا نزع کے وقت سب سے زیادہ تکلیف کی حالت اس وقت ہوتی ہے جب کہ روح حلق کے پاس آتی ہے اس وقت اس کی سانس اوپر نیچے ہوتی ہے۔

علامہ سیوطی نے بیان کیا کہ شہداء کو موت کی تکلیف نہیں ہوتی۔

حضرت ابوقتادہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی روایت میں ہے کہ شہید کو قتل کی تکلیف ایسی ہوتی ہے جیسے چیونٹی کے کاٹنے کی تکلیف ہوتی ہے۔

محمد بن کعب القرظی کی روایت میں ہے کہ سب سے آخر میں ملک الموت کی موت ہوگی جب اسے کہا جائے گا مر جاؤ تو وہ ایک چیخ بڑی زور سے (مارے تکلیف کے) مارے گا کہ اگر اس چیخ کو زمین آسمان والے سنیں گے تو خوف و دہشت کی وجہ سے مر جائیں گے۔

زیاد نمیری نے بیان کیا کہ تمام مخلوق سے زیادہ ملک الموت پر موت کی سختی اور تکلیف ہوگی۔

فائدہ: یعنی موت کی سختی سے حضرت عزرائیل جیسے بلند بالا (فرشتے بھی بچ نہ سکیں گے تو عام مؤمنین کا کیا حال ہوگا کس قدر خوف اور پناہ کی بات ہے۔

حضرت ابوہریرہ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ کی حدیث میں ہے کہ ملک الموت پہلے مشاہد طور پر کھلم کھلا آتے تھے، چنانچہ حضرت موسیٰ عَلَیْہِ السَّلَامُ کے پاس آئے تو انہوں نے ایک طمانچہ مارا تو ان کی ایک آنکھ پھٹ گئی، یہ خداوند تعالیٰ کے پاس آئے اور کہا اے رب آپ کے بندے موسیٰ نے میری ایک آنکھ پھوڑ دی، اگر آپ کے نزدیک ان کا مقام نہ ہوتا تو میں بھی ان کو مارتا، تو اللہ پاک نے ان سے فرمایا جاؤ میرے بندے کے پاس جاؤ اور ان سے کہو کہ اپنا ہاتھ بیل کی کھال پر رکھو ہر بال پر سال کی مدت پاؤ گے، آکر انہوں نے کہا اس پر حضرت موسیٰ عَلَیْہِ السَّلَامُ نے فرمایا، اس کے بعد پھر۔ کہا موت، تو حضرت موسیٰ نے فرمایا تو پھر اسی وقت چنانچہ انہوں پھول سونگھا ملک الموت نے روح قبض کر لی، اللہ نے ان کی آنکھ درست کر دی اس کے بعد لوگوں کے پاس مخفی طور سے آنے لگے۔

فَائِدَة: حضرت موسیٰ عَلَیْہِ السَّلَامُ کے واقعہ کے بعد ملک الموت پوشیدہ چھپ کر آنے لگے، حضرت موسیٰ عَلَیْہِ السَّلَامُ نے جب دیکھا کہ آخر مرنا ہی ہے تو اپنے وقت ہی پر موت بہتر ہے، چونکہ جو چیز بعد میں ہو اس کا پہلے ہونا بہتر ہے۔

موت کی شدت اور سختی

سفیان ثوری نے کہا جب ملک الموت (قبض روح کے لئے) انسان کی رگ کو دباتا ہے تو لوگوں کی پہچان بند ہو جاتی ہے بات کی طاقت جاتی رہتی ہے دنیا بھول جاتا ہے اور جو کچھ اس میں ہوتا ہے۔

حضرت معاذ بن جبل رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ فرماتے ہیں ملک الموت کے پاس ایک نیزہ ہوتا ہے جو مشرق مغرب تک پہنچ جاتا ہے جب کسی کی موت کا وقت ہوتا ہے تو وہ نیزہ اس کے سر میں مارتے ہیں اور فرماتے ہیں اب موت کے لشکر موت کے فرشتے تمہارے پاس آئیں گے۔ (اتحاف صفحہ ۲۷۳)

ابن حاتم نے حضرت کعب سے نقل کیا ہے کہ کوئی گھر ایسا نہیں جس میں ملک الموت ۷/ مرتبہ روزانہ نہ آتے ہوں، وہ دیکھتے ہیں کہ اس میں تو کوئی ایسا نہیں جس کی موت کا حکم ہو۔ (اتحاف جلد ۱۰ صفحہ ۲۸۳)

حضرت حسن بصری کی روایت میں ہے کہ کوئی گھر ایسا نہیں جس میں ملک الموت دن میں ۳/ مرتبہ تلاش کرنے نہ آتے ہوں کہ کون اس میں ہے جس نے اپنا رزق پورا کر لیا اپنی عمر پوری کر لی تو اس کی روح کو وہ قبض کر لیتے ہیں ملک الموت جب روح قبض کر لیتے ہیں تو اس کے گھر والے رونے لگ جاتے ہیں تو ملک الموت اس کے چوکھٹ کو پکڑ کر کہتے ہیں قسم خدا کی نہ میں نے اس کے رزق کو کھایا نہ میں نے اس کی عمر فنا کی نہ میں نے اس کے وقت عمر کو کم کیا، میرا آنا تو تمہارے پاس بار بار ہوتا رہے گا یہاں تک کہ تم میں سے ایک کو بھی نہیں چھوڑ دں گا۔ (اتحاف جلد ۱۰ صفحہ ۲۸۲)

حارث ابن خزرج رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مرفوعا روایت میں ہے کہ ملک الموت نے نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم سے فرمایا اے محمد میں اولاد آدم کی روح کو قبض کرتا ہوں جب کوئی چیخ لگاتا ہے تو میں گھر میں کھڑا ہو جاتا ہوں اور اس کی روح میرے قبضہ میں ہوتی ہے اور میں کہتا ہوں کون ہے چیخنے والا نہ کوئی میں نے ظلم کیا نہ میں نے اس کے وقت (موت میں) جلدی کی نہ میں نے اس کے روح کے لینے میں کوئی جرم کیا، اگر اللہ کی اس حکمت پر راضی رہو گے تو ثواب پاؤ گے اور اگر ناراضگی ظاہر کرو گے تو گناہ مول لو گے، بوجھ اٹھاؤ گے، اور ہمیں تمہارے پاس بار بار آنا ہے، پس ڈرو، کوئی کچا یا پکا مکان نہیں اور نہ کوئی نیک یا برا نہیں، اور نہ کوئی میدان اور پہاڑ نہیں مگر یہ کہ میں وہاں تلاش کے لئے ہر دن چوبیس گھنٹے آتا رہتا ہوں (کہ کس کی روح کے کھینچنے کا حکم ہے) قسم خدا کی اگر میں چاہوں کہ کسی کے بدلہ کی روح کھینچ لوں تو مجھے بالکل اختیار نہیں یہاں تک کہ خدا ہی اجازت نہ دے دے۔

(شرح احیاء، جلد۱۰ صفحہ۲۸۲)

یزید رقاشی سے مروی ہے کہ بنی اسرائیل کے بڑے فاخر اور متکبر بادشاہوں میں سے ایک بادشاہ اپنے گھر کے اندر اہل خانہ کے ساتھ بیٹھا تھا، کہ اچانک دروازے سے داخل ہونے والے ایک شخص پر نظر پڑی (جو اس کے گھر میں تنہائی کے موقعہ پر بلا اذن و اجازت لئے چلا آیا اس نے خوفزدہ اور غصہ ہوتے ہوئے پوچھا تم کون ہو اور کس نے میرے گھر میں داخل ہونے کی اجازت دی، اس نے جواب دیا بہرحال جس نے اس گھر میں آنے کا حکم دیا وہ اس گھر کا مالک ہے، اور میں وہ ہوں جس کو کوئی روکنے والا نہیں، روک سکتا، بادشاہوں کے یہاں بھی مجھے اجازت کی ضرورت نہیں پڑتی مجھے کسی ظالم کے حملہ کا بھی خوف نہیں ہوتا، مجھے کوئی ظالم معاند بھی نہیں روک سکتا اور نہ شیطان ہی روک سکتا ہے، پس وہ متکبر بادشاہ گر پڑا اور اس پر رعشہ طاری ہوگیا، چہرے کے بل گرا پھر (ذرا ہوش میں آیا تو) اپنے سر کو اٹھایا اور نہایت ذلت و انکساری سے کہا تب تو آپ ملک الموت معلوم ہوتے ہیں، کہا ہاں میں وہی ہوں تو اس نے کہا ذرا آپ موقعہ مہلت دیجئے کہ میں کچھ کرسکوں (توبہ یا کوئی ضروری کام) جواب دیا، افسوس تمہاری عمر پوری ہوگئی تمہاری سانس پوری ہوچکی تمہارا وقت ختم ہوگیا میں ذرا بھی تاخیر نہ کروں گا اس نے پوچھا پھر مجھے کہاں لے جاؤ گے جواب دیا تمہارے اس عمل کی طرف جو تم نے پہلے کیا اور اس گھر کی طرف جس کو تم نے (عمل کے ذریعہ) تیار کیا اس نے کہا میں نے تو کوئی بھی نیک عمل نہیں کیا، اور نہ میں نے کوئی گھر (عمل صالح) کرکے بنایا فرشتہ نے کہا تو پھر اس جہنم کی طرف جو کھال کو جھلسا دینے والی ہے پھر اس کی روح کو قبض کرلیا، پس وہ اپنے اہل کے درمیان گر پڑا لوگ چیخنے اور روتے رہے۔ (شرح احیاء، جلد۱۰ صفحہ۲۸۳)

قبض روح کے عبرت آمیز واقعات

حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے مروی ہے کہ ملک الموت نے اللہ تعالیٰ سے کہا، اے اللہ آپ کے

بندے حضرت ابراہیم موت سے ڈرتے ہیں، تو اللہ تعالیٰ نے ان سے کہا جاؤ ان سے کہہ دو دوست پر جب فراق کا زمانہ زائد گزر جاتا ہے تو وہ ملاقات کا مشتاق ہوتا ہے، حضرت ابراہیم کو یہ خبر پہنچی تو کہا ہاں اے رب، مجھے آپ سے ملاقات کا شوق ہے چنانچہ ان کو ایک خوشبو دی گئی اس کو سونگھنے لگے، ملک الموت نے روح قبض کر لی۔

(شرح احیاء جلد ۱۰ صفحہ ۲۷۳)

حضرت خیثمہ سے منقول ہے کہ ملک الموت حضرت سلیمان عَلَیْہِ السَّلَامُ کی مجلس میں تشریف لائے، تو ان کی مجلس میں بیٹھے ایک شخص کو بہت غور سے بار بار دیکھنے لگے، یہ جب مجلس سے چلے گئے تو اس آدمی نے حضرت سلیمان عَلَیْہِ السَّلَامُ سے پوچھا یہ کون تھا کہا ملک الموت اس نے کہا وہ مجھے اس طرح گھور کر دیکھ رہے تھے جیسا کہ معلوم ہو رہا تھا مجھے چاہ رہے تھے (یعنی میری روح کے پھیر میں تھے) حضرت سے اس نے کہا مجھے ہندوستان کے آخری خطے میں پہنچا دیجئے، چنانچہ انہوں نے ہوا کو حکم دیا، اس نے ہند کے انتہائی آخری خطہ میں پہنچا دیا۔ (وہاں اس کا انتقال ہو گیا)۔

پھر جب ملک الموت سے حضرت سلیمان عَلَیْہِ السَّلَامُ کی دوبارہ ملاقات ہوئی تو پوچھا کہ اس آدمی کو تم بہت غور سے بار بار دیکھ رہے تھے کیا بات تھی، ملک الموت نے جواب دیا، مجھے اس آدمی کے قبض روح کا حکم ہند کے آخری خطہ میں ملا تھا، میں یہاں دیکھ کر تعجب کر رہا تھا کہ یہ یہاں ہے اور تھوڑی دیر میں روح کے قبض کا حکم ہے۔

(شرح احیاء صفحہ ۲۷۳)

فَائِدَہ: جس جگہ موت مقدر ہوتی ہے وہاں آدمی کسی نہ کسی طرح پہنچ جاتا ہے جیسا کہ یہ شخص حضرت سلیمان عَلَیْہِ السَّلَامُ کے حکم سے ہوا کے ذریعہ اقصی ہند میں پہنچ گیا، جیسا کہ حدیث پاک میں ہے جہاں جس جگہ موت مقدر ہوتی ہے ضرورت وہاں کھینچ لے جاتی ہے، خدا کی جانب سے ایسے اسباب پیدا ہوتے ہیں وہاں کوئی ضرورت وابستہ ہوتی ہے جس سے وہ وہاں پہنچ جاتا ہے۔

حضرت موسیٰ عَلَیْہِ السَّلَامُ کا جب وصال ہوا، تو حق تعالیٰ شانہ نے دریافت فرمایا کہ موت کو کیسا پایا، انہوں نے عرض کیا کہ میں اپنی جان کو ایسا دیکھ رہا تھا جیسے زندہ چڑیا کو اس طرح آگ پر بھونا جا رہا ہو کہ نہ اس کی جان نکلی ہو نہ اڑنے کی کوئی صورت ہو، ایک روایت میں ہے کہ ایسی حالت تھی جیسا کہ زندہ بکری کی کھال اتاری جا رہی ہو۔

حضرت عمر رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ نے حضرت کعب سے دریافت کیا موت کی کیفیت بیان کرو، انہوں نے عرض کیا کہ امیر المؤمنین جس طرح ایک کانٹے دار ٹہنی کو آدمی کے اندر داخل کر دیا جائے جس کے ساتھ بدن کا ہر جز لپٹ جائے پھر ایک دم اس کو کھینچ لیا جائے اسی طرح جان کھینچی جاتی ہے۔ (فضائل اعمال صفحہ ۴۶۲)

فَائِدَہ: قبض روح اور موت کی تکلیف کو مثالاً بیان کیا ہے۔

مُردوں کے حق میں بری اور نامناسب باتوں کا ذکر سخت منع ہے

حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں کہ آپ ﷺ نے فرمایا مردوں کو برا مت کہو، جو انہوں نے کیا اس کا بدلہ پایا۔ (بخاری صفی، مسند احمد، سنن کبری صفحہ۷۵)

مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا، مردوں کو برا مت کہو کہ زندوں کو تکلیف ہو۔ (ان کے رشتہ دار اہل محبت کو اس برائی سے تکلیف ہوگی)۔ (مسند احمد مرتب جلد۸ صفحہ۴۹)

حضرت عبداللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرمایا کرتے تھے انتقال کئے جا چکے لوگوں کو برا کہنا اپنے کو ہلاکت میں ڈالنا ہے۔ (ابن ابی شیبہ جلد۳ صفحہ۳۶۷)

حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے مروی ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا مر جانے والوں کے متعلق اچھی باتوں کو اور ان کی خوبیوں کو بیان کرو، ان کی برائیوں سے اپنی زبان روکو۔ (سنن کبری صفحہ۷۵)

حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے مروی ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا جب تمہارے اصحاب کا انتقال ہو جائے تو اسے چھوڑ دو اس کے پیچھے مت پڑو۔ (ابوداؤد نیل الاوطار صفحہ۱۰۹)

فَائِدَة: معلوم ہوا کہ جس مسلمان کا انتقال ہو چکا ہو اس کی کسی قسم کی برائی کا بیان کرنا جائز نہیں البتہ اگر وہ علانیہ فاسق تھا اس کا فسق عام تھا۔ مثلاً مشہور چور ڈاکو وغیرہ تو اس کی گنجائش ہے۔ علامہ عینی نے ذکر کیا ہے کہ مردوں کی برائی غیبت ہے۔ اسی طرح حافظ ابن حجر نے فتح الباری صفحہ۲۵۹ پر ذکر کیا ہے۔ البتہ کافر کی برائی ذکر کی جاسکتی ہے۔ علامہ عینی نے لکھا ہے کہ جس کا کفر پر انتقال ہوا اس کی تعریف کرنی جائز نہیں۔ چنانچہ ان کی ان خوبیوں کا ذکر جو ان امور کا تعریف کے طور پر ذکر نہیں کیا جائے گا۔ (عمدۃ القاری صفحہ۳۳۰)

اس سے معلوم ہوا جو لوگ سیاسی اعتبار سے کافروں کی خوب تعریف کرتے ہیں جلسہ جلوس میں ان کی منقبت بیان کرتے ہیں درست نہیں چونکہ یہ اعداء اللہ ہیں اور اعداء کی تعریف ممنوع ہے۔ (فتح)

جس میت اور جنازہ کی تعریف لوگ کریں یہ اس کے لئے اچھی علامت ہے

حضرت انس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ ایک جنازہ لوگوں کے (صحابہ کرام) کے سامنے سے گزرا تو لوگوں نے اس کے بارے میں اچھائی بیان کی تو آپ نے فرمایا اس پر واجب ہوگئی (جنت) پھر دوسرا جنازہ گزرا لوگوں نے اس کے بارے میں برائی بیان کی، آپ نے فرمایا واجب ہوگئی (جہنم) اس پر حضرت عمر نے پوچھا کیا واجب؟ آپ نے فرمایا تم لوگوں نے اس کی اچھائی بھلائی بیان کی، تو اس کے لئے جنت لازم ہوگئی، اور تم نے اس کی برائی سے تعریف کی تو اس پر دوزخ لازم ہوگئی، تم لوگ زمین پر اللہ کے شہداء ہو۔

(بخاری صفحہ۱۸۲، حاکم جلد۱ صفحہ۳۷۷)

حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی ایک دوسری روایت میں اس طرح ہے کہ ہم آپ ﷺ کے پاس بیٹھے تھے ایک جنازہ گزرا، آپ نے پوچھا یہ کیسا جنازہ ہے، لوگوں نے جواب دیا فلاں کا جنازہ ہے جو خدا اور اس کے رسول سے محبت کرتا تھا، خدا کی عبادت میں بہت جدوجہد کرتا تھا، آپ ﷺ نے فرمایا واجب ہوگئی، واجب ہوگئی، واجب ہوگئی، پھر ایک دوسرا جنازہ گزرا آپ نے پوچھا یہ جنازہ کیسا ہے جواب دیا فلاں بن فلاں کا ہے خدا اور اس کے رسول سے نفرت رکھتا تھا خدا کی نافرمانی کرتا تھا اور اس میں بہت جدوجہد کرتا تھا آپ نے ۳رمرتبہ فرمایا واجب ہوگئی لوگوں نے کہا اے اللہ کے رسول آپ نے دونوں کے بارے میں فرمایا واجب ہوگئی ایک جنازہ کے متعلق تو تعریف کی گئی تھی اور دوسرے کے متعلق برائی بیان کی گئی آپ نے فرمایا اے ابوبکر (مجلس میں ہوں گے) اللہ تعالیٰ کے ایسے ملائکہ ہیں جو لوگوں کی زبان پر انسانوں کے خیر اور شر کے متعلق بولتے ہیں۔

(حاکم، عمدۃ القاری صفحہ ۱۹۴)

حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا جس مسلمان میت پر ۴ معمولی اگل بغل کے رہنے والے شہادت دے دیں کہ وہ ان کے بارے میں سوائے بھلائی کے کچھ نہیں جانتے تو اس کے متعلق اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں میں نے تم لوگوں کی بات کو تسلیم کیا اور اس کی مغفرت کر دی جسے تم نہیں جانتے ہو حضرت ابوہریرہ کی حدیث میں ۴ر کے بجائے ۳ر کا ذکر ہے۔ (حاکم صفحہ ۳۸۷، فتح الباری جلد ۳ صفحہ ۲۳۱)

فَائِدَۃ: ایک مجمع کا یا اکثر و بیشتر لوگوں کا کسی کے حق میں تعریف کرنا یا برائی و مذمت بیان کرنا اس کے اچھے یا برے ہونے کی علامت ہے شرح مشکوٰۃ میں ہے اللہ پاک کا لوگوں کے دلوں میں ڈالنا کہ یہ نیک ہے یا بیشتر نیک لوگوں کی تعریفی کلمات اہل جنت کی علامت ہے۔ (مرقاۃ جلد ۵ صفحہ ۳۹۶)

علامہ نووی نے بیان کیا کہ جس جنازہ کی اہل فضل تعریف کریں اگر وہ واقعی ایسا ہی ہے تو اہل جنت میں سے ہے۔ (فتح الباری جلد ۳ صفحہ ۲۳۱)

جیسا کہ مشہور ہے زبان خلق نقارہ خدا۔ مخلوق کی زبان گویا خدا کی آواز ہے، اس کی بھلائی یا برائی عام ہوگی تب ہی تو ایسا کہا گیا بس جس جنازہ کے متعلق لوگوں نے تعریف کی یہ اس کے اچھے انجام کی پہچان ہے۔ جس جنازہ کے متعلق لوگوں نے برے اور مذمت کے الفاظ استعمال کئے یہ اس کے برے انجام کی پہچان ہے اسی معیار پر آپ نے ان کے نتائج کو بیان کیا، علامہ عینی نے بیان کیا لوگوں کا تعریف کرنا اس کے اچھے ہونے اور لوگوں کا برائی بیان کرنا اس کے برے ہونے کی علامت ہوئی اس لئے آپ نے جنت یا جہنم کو واجب و لازم فرمایا۔ (عمدۃ القاری صفحہ ۱۹۵)

اس سے معلوم ہوا کہ عامۃ الناس کی رائے جس کے بارے میں جو ہو اس کا اعتبار ہے، اور ایسا پایا بھی جاتا

ہے، ہاں بعض اور کچھ لوگوں کی رائے کا اعتبار نہیں شاید وہ اپنے مزاج کی عدم موافقت یا بدگمانی یا کسی غرض خیر یا غرض فاسد کی وجہ سے کہہ رہے ہوں جیسا کہ اس زمانہ میں رائج ہے۔ تو اس کا اعتبار نہیں۔

لوگوں کی زبانوں کا اللہ پاک اعتبار فرمالیتے ہیں

کعب ابن عجرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی روایت میں ہے کہ ایک دن آپ ﷺ نے اپنے اصحاب سے فرمایا، فلاں کے متعلق تم لوگ کیا کہتے ہو جو اللہ کے راستہ میں شہید ہوا، لوگوں نے کہا اللہ اور اس کا رسول ہی زیادہ جانتا ہے، آپ نے فرمایا انشاء اللہ جنت پھر آپ نے فرمایا فلاں آدمی کے بارے میں تم لوگ جو مر گیا کیا کہتے ہو، پس دو عادل آدمی کھڑے ہوئے اور کہا ہم لوگ اس کے بارے میں بھلائی کے علاوہ کچھ نہیں جانتے، لوگوں نے کہا اللہ اور اس کا رسول ہی زیادہ جانتا ہے آپ نے فرمایا انشاء اللہ جنت پھر آپ نے فرمایا فلاں آدمی کے بارے میں جو مر گیا ہے کیا کہتے ہو، پس دو عادل آدمی کھڑے ہوئے اور کہا ہم لوگ اس کے بارے میں کوئی بھلائی نہیں جانتے (یعنی وہ اچھا آدمی نہیں تھا) لوگوں نے کہا اس کے لئے جہنم ہے آپ نے فرمایا گنہگار تھا اللہ غفور رحیم ہے۔

حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا، جو کوئی مسلمان انتقال کرتا ہے اور اس کے پڑوسی وغیرہ میں سے ۴؍ آدمی اس کے متعلق یہ کہتے ہیں کہ اس کے بارے میں بھلائی کے علاوہ کچھ نہیں جانتا تو اللہ پاک اس شخص کے بارے میں کہتے ہیں میں نے تمہاری جانکاری (کہنے کو) قبول کیا اور اسے معاف کیا جس کو تم نہیں جانتے ہو۔ (یعنی اس کی برائی جو تم پر مخفی تھی اسے میں جانتا تھا)۔

حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے مروی ہے کہ نبی پاک ﷺ نے فرمایا کہ بندے کو تعریف، پردہ پوشی، لوگوں کی محبت سے نوازا جاتا ہے، فرشتے کہتے ہیں (لوگ اس کی اچھائی بیان کرتے ہیں اور لوگ اس سے محبت رکھتے ہیں) اے اللہ آپ بھی جانتے ہیں اور ہم بھی جانتے ہیں ایسا نہیں ہے جیسا کہ لوگ کہتے ہیں۔ (یعنی لوگوں کے کہنے کے مطابق وہ شخص حقیقت میں ویسا نہیں ہے بلکہ برا ہے) تو اللہ پاک کہتے ہیں تم گواہ رہو میں نے اس کی مغفرت کر دی جس کو وہ نہیں جانتے اور ان کی گواہی (لوگوں کے نیک کہنے کو) قبول کر لیا جسے وہ کہتے ہیں۔

(عمدۃ القاری صفحہ ۱۹۷)

فائدہ: اس سے معلوم ہوا کہ لوگوں کی زبان اور لوگوں کے کہنے کا بھی بسا اوقات اللہ پاک اعتبار کر لیتے ہیں، جس کا مطلب بظاہر یہ ہے کہ لوگوں کے ساتھ اس کا معاملہ اچھا تھا، لوگوں پر ظلم واذیت کا معاملہ نہیں تھا، لوگوں کے ساتھ اس کے اچھے حالات تھے، ہاں البتہ اس کا ذاتی حال بہتر نہ تھا جسے خدائے پاک اور اعمال لے جانے والے فرشتے جانتے تھے۔ لیکن اللہ پاک نے لوگوں کی زبان اور علم کا لحاظ کرتے ہوئے اس کے ساتھ عفو اور مغفرت کا معاملہ کیا۔ شرح مشکوٰۃ میں علامہ نووی کے حوالہ سے ہے کہ ہر لوگوں کی تعریف اور مذمت کا اعتبار نہیں

بلکہ اہل علم صلاح کا اعتبار ہے اور یہ کہ یہ ذکر ان کے احوال کے مطابق بھی ہو۔ (خلاف واقعہ جھوٹ نہ ہو)۔

"هذا المخصوص من اثنى عليه اهل الفضل وكان ثناء لهم مطابقا لا فعاله."

(مرقاۃ جلد۵ صفحہ۳۹۶)

شوہر وغیرہ کی وفات پر کیا کہے

حضرت ام سلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی روایت میں ہے کہ ابو سلمہ کی وفات پر میں نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو اطلاع دی کہ آپ کی وفات ہوگئی ہے۔ تو آپ نے فرمایا۔ اللهم اغفرلي وله واعقبني عقبة حسنة **ترجمہ:** اے اللہ میری اور ان کی مغفرت فرما۔ اور اس سے بہتر اس کے بعد نصیب فرما۔ چنانچہ اس کی وجہ سے (دعا کی برکت سے) مجھے بہتر شوہر یعنی آپ صلی اللہ علیہ وسلم ملے۔ (ابن ماجہ صفحہ۱۰۴، نسائی صفحہ۲۵۸)

فائدہ: بیوی کے لئے شوہر کی وفات پر یہ دعا مستحب ہے۔ اسی طرح اس بڑے اور نگراں اور ذمہ دار اور قائد کی وفات پر دعا مناسب ہے تاکہ خدائے تعالیٰ اس کا بہتر نعم البدل عطا فرمائے۔ اور بہتر طور پر اس کی ماتحتی میں پرورش اور کام ہو سکے۔ حضرت ام سلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کو اس دعا کی برکت سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم جیسا مبارک شوہر ملا۔

کسی مؤمن کی وفات کی خبر پر کیا کہنا سنت ہے

حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے مروی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا موت خوفزدہ کرنے والی ہے۔ جب تمہیں اپنے بھائی کی موت کی خبر پہنچے تو یہ دعا پڑھو:

> "انا لله وانا اليه راجعون وانا الى ربنا لمنقلبون اللهم اكتبه عندك في المحسنين واجعل كتابه في عليين واخلف عقبه في الآخرين اللهم لا تحرمنا اجره ولا تفتنا بعده."
>
> **ترجمہ:** "ہم اللہ ہی کے لئے ہیں اسی کی طرف لوٹ کر جانا ہے۔ ہم اپنے رب ہی کی طرف واپس جائیں گے۔ اے اللہ ان کو اپنے نزدیک صالحین میں لکھ لیجئے۔ اور ان کی کتاب علیین میں رکھ دیجئے اور اس کے بعد والوں کو اس کا نائب بنا دیجئے۔ اے اللہ اس کے اجر سے ہمیں محروم نہ فرمائیے۔ اس کے بعد ہمیں آزمائش میں نہ ڈالئے۔" (طبرانی، کنز العمال جلد۱۵ صفحہ۵۷۱)

بوقت وفات میت کو کون سی دعا دینی سنت ہے

حضرت ام سلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم حضرت ابو سلمہ کی وفات کے موقعہ پر تشریف لائے۔ ان کی آنکھ پھٹی تھی۔ آپ نے بند فرمادی۔ اور فرمایا جب جان نکلتی ہے تو آنکھ نگاہ اس کے تابع ہوتی ہے (آنکھ پر موت کے نشان ظاہر ہوتے ہیں) چنانچہ گھر کے افراد زور سے رونے لگے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا

بھلائی کے علاوہ کچھ مت کہو۔ جو کچھ تم کہو گے فرشتے آمین کہیں گے۔ پھر آپ نے ابوسلمہ کے حق میں یہ دعا فرمائی۔

"اللھم اغفر لابی سلمة وارفع درجته فی المھدیین واخلفه فی عفبه فی الغابرین واغفر لنا وله یارب العالمین وافتح له فی قبره ونور له فیه."

فَائِدَہ: کسی میت کی وفات پر یہ دعا پڑھنی مسنون ہے۔ میت اور میت کے اہل خانہ کے حق میں یہ بڑی جامع ترین دعا ہے۔

میت کے پاس جائے تو خیر ہی کی بات کہے

حضرت ام سلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے مروی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا میت کے پاس جاؤ تو خیر اور بھلائی ہی کی بات کہو۔ فرشتے جو تم کہے گے اس پر آمین کہیں گے۔ (مشکوٰۃ صفحہ ۱۴۰، نسائی صفحہ ۲۵۸، مسلم صفحہ ۳۰۰)

فَائِدَہ: لہٰذا میت کے پاس جائے تو اس کے حق میں اور اپنے حق میں دعا کرے۔

میت کے پاس جائے تو کیا دعا پڑھے

حضرت ام سلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں کہ مجھ سے رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جب تم مریض یا میت (جو مرنے کے قریب ہو) اس کے پاس جاؤ تو اچھی و بھلی بات کہو کہ جو تم اچھی بات (دعا وغیرہ) کہو گے فرشتے اس پر آمین کہتے ہیں۔ (ترمذی صفحہ ۱۹۲، مسلم صفحہ ۳۰۰)

فَائِدَہ: جو شخص موت کی علامتوں میں گرفتار ہو۔ یا ایسی حالت معلوم ہو جائے جس سے موت کا گمان ہو جائے تو اس کے حق میں صحت اور عافیت کی بات کہے۔ امید صحت کا ذکر کرے۔ خدا کے کرم بخشش کا ذکر اطمینان و تسلی کی باتیں کرے۔ دعاء صحت کرے۔ ناامیدی اور گھبرانے والی بات نہ کرے۔

وفات کی خبر پر کیا کہے کیا دعا مسنون ہے

حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا موت گھبرا دینے والی ہوتی ہے۔ جب تمہارے پاس اپنے بھائی (کسی بھی مسلمان) کے موت کی خبر آئے تو یہ دعا پڑھو:

"انا للّٰه وانا الیه راجعون. وانا الی ربنا لمنقلبون اللھم اکتبه فی المحسنین واجعل کتابه فی علیین واخلف عقبه فی الآخرین اللھم لا تحرمنا اجره ولا تفتننا بعده." (جمع الفوائد صفحہ ۲۴۵)

بھائی یا قریبی رشتہ دار کی موت پر نماز

اسماعیل بن علیہ نے بیان کیا کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما کو حالت سفر میں اپنے بھائی قثم کی وفات

کی خبر ملی تو انہوں نے انا للہ وانا الیہ راجعون پڑھا اور راستے سے ذرا ہٹ گئے۔ اونٹ کو روکا۔ اور دو رکعت نماز پڑھی اور خوب دیر بیٹھے۔ پھر سواری کی طرف آتے ہوئے یہ آیت پڑھی۔ **استعینوا بالصبر والصلوۃ** یعنی مصیبت اور حوادث کے موقعہ پر نماز سے مدد حاصل کرو۔ (استذکار جلد ۸، صفحہ ۳۲۸، عمدۃ القاری جلد ۸ صفحہ ۱۰۰)

فائدہ: اللہ پاک نے غم رنج مصیبت پر نماز کے ذریعہ صبر اور مدد حاصل کرنے کو فرمایا ہے۔ ظاہر بات ہے بھائی کی موت ایک حادثہ اور بڑی مصیبت ہے۔ اس وجہ سے نماز کی جانب متوجہ ہوئے۔ اس سے معلوم ہوا کہ کسی کی موت پر غم رنج ہو تو نماز پڑھے تاکہ خدا سے اظہار ہو اور اس کی جانب سے صبر و تسلی ہو۔ علامہ عینی نے شرح بخاری میں لکھا ہے کہ ہر قسم کی پریشانیوں اور مصائب اور رنج و غم پر صبر کرنے اور نماز پڑھنے کو کہا گیا ہے۔
(جلد ۸ صفحہ ۱۰۰)

چھوٹے بچوں کی موت پر والدین کو اجر وثواب

حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے مروی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا میری امت میں سے جس کے دو بچے مر جائیں۔ وہ دونوں اس کو جنت میں داخل کریں گے۔ (ترمذی صفحہ ۲۰۴)

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی روایت میں ہے کہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ میرے اس مؤمن بندے کی کیا جزا ہے جس کے محبوب بچے کو میں نے لے لیا دنیا سے پھر اس نے صبر کیا سوائے جنت کے۔
(فتح الباری جلد ۳ صفحہ ۱۱۹)

۳ر چھوٹے بچوں کی موت جہنم سے نجات

حضرت عبداللہ ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جس کے ۳ر نابالغ بچوں کی موت ہو جائے۔ یہ ان کے لئے مضبوط قلعہ بن جائیں گے۔ (یعنی جہنم سے بچنے کے لئے مضبوط روک ہو جائیں گے)۔ (ترمذی صفحہ ۲۰۴، ابن ماجہ، فتح الباری صفحہ ۱۱۹)

جہنم برائے نام چھوئے گی

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جس مسلمان کے ۳ر بچوں کا انتقال ہو جائے اسے اگر جہنم چھوئے تو صرف قسم پورا کرنے کی طرح۔ (یعنی کسی وجہ سے جہنم جائیں گے تو جہنم اسے جلائے گی اور خاک نہیں کرے گی اور جلنے کی تکلیف نہ ہوگی۔ ہاں مگر تھوڑی سی آگ چھوئے گی۔ تاکہ آگ کا لگنا اور چھونا ثابت ہو جائے۔ (بخاری صفحہ، ترمذی صفحہ ۲۰۴، ابن ماجہ صفحہ)

جنت واجب

حضرت ابوالسود دیلی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی روایت میں ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جس مسلمان کے ۳ر بچے

ان کی زندگی میں انتقال کر گئے ان کے لئے جنت واجب ہے۔ حضرات صحابہ نے پوچھا اور جس کے دو بچے آپ نے فرمایا دو بچوں پر بھی۔ (ترمذی صفحہ۲۰۴)

جابر بن سمرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا جس نے ۳؍بچوں کو دفن کیا اس پر صبر کیا اور ثواب سمجھا اس کے لئے جنت واجب ہے۔ اس پر ام ایمن نے عرض کیا اور ایک بچے پر۔ تو آپ خاموش ہو گئے۔ پھر آپ نے فرمایا اے ایمن جس نے ایک کو دفن کیا اور اس پر صبر اور ثواب سمجھا تو اس کے لئے بھی جنت واجب۔ (مجمع الزوائد جلد۳ صفحہ۱۳)

۳؍بچوں کی موت پر جنت کے آٹھوں دروازوں سے استقبال

حضرت عتبہ بن عبداللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی روایت ہے کہ میں نے رسول پاک ﷺ کو یہ فرماتے ہوئے سنا کہ جس مسلمان کے ۳؍بچوں کا انتقال ہو جائے جو سن بلوغ کو نہ پہنچے ہوں تو جنت کے آٹھوں دروازے ان کا استقبال کریں گے۔ جس دروازے سے چاہے جنت میں داخل ہو جائے۔ (ابن ماجہ صفحہ۱۱۵)

فائدہ: چھوٹے بچے جو سن بلوغ کو نہ پہنچے ہوں ان کے مر جانے پر حدیث پاک میں والدین کے لئے بڑا اجر ثواب مذکور ہے۔ جس میں ان کا جہنم سے بچنا جنت میں جانے کا ذکر ہے۔ یہ بچے اس وقت تک جنت میں نہ جائیں گے۔ جب تک کہ یہ والدین کو جنت میں لے جانے میں کامیاب نہ ہوں گے۔ یہ ثواب اور فضیلت اس وقت ہے جب کہ وہ صبر کریں۔ خدا کے فیصلے پر راضی رہیں۔ جزع فزع بے صبری کی باتیں، شکایت کی باتیں زبان پر نہ لائیں۔ عموماً شیطان اور نفس ایسے موقعہ پر جزع فزع شکایت و بے صبری کی باتیں صادر کرا دیتا ہے۔ اس لئے تازہ تازہ جب رنج و غم کا واقعہ پیش آیا ہو اس وقت صبر و تحمل سے کام لیا ہو اسی لئے سنن ترمذی میں امام ترمذی فرماتے ہیں۔

حافظ نے فتح الباری میں لکھا ہے کہ ثواب کی نیت ہو۔ یعنی صبر کیا ہو ثواب کی نیت سے ورنہ یہ فضیلت حاصل نہ ہوگی۔ (صفحہ۱۱۹)

شرح مشکوۃ میں ہے کہ اگر ثواب نہ سمجھا اور اللہ کے فیصلہ پر راضی نہ رہا تو یہ ثواب حاصل نہ ہوگا۔

(مرقاۃ المفاتیح جلد۵ صفحہ۱۴۷)

ہاں دل سے غمگین اور آنکھوں سے رونا اس سے ثواب میں کمی نہیں ہوتی یہ تو فطری باتیں ہیں۔ ایسے موقعہ پر آپ ﷺ کی آنکھوں سے آنسوؤں کے قطرات گرے ہیں اور آپ نے زبان سے بھی رنج کا اظہار کیا ہے۔

خیال رہے کہ ایک بچہ کے انتقال پر اگر اس نے صبر و ثواب کی نیت رکھی تو بھی جزا ملے گی۔

(فتح الباری جلد۳ صفحہ۱۱۹)

جیسا کہ حضرت عائشہ کی حدیث میں ہے۔

حافظ ابن حجر نے بیان کیا کہ اہل ایمان کے بچے جنتی ہوں گے۔ اور ان کی برکت سے ان کے والدین کی بھی مغفرت ہو جائے گی۔ (فتح الباری جلد ۳ صفحہ ۱۲۴)

حمل ساقط ہونے اور ناتمام بچے کی موت ہو جانے پر بھی اجر ثواب

معاذ بن جبل رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا قسم اس کی جس کے قبضہ میں میری جان ہے۔ ناتمام بچہ اپنی ماں کو نال (آنول) کے سہارے کھینچ کر جنت لے جائے گا۔ اگر اس نے صبر کیا ہو۔
(ابن ماجہ صفحہ ۱۱۵، مجمع الزوائد صفحہ ۱۲)

ناتمام بچہ بھی جہنم سے والدین کو بچا لے گا

حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا۔ ناتمام بچہ اپنے رب سے مخاصمت اور جھگڑے گا۔ جب کہ اس کے والدین کو جہنم میں بھیجا جائے گا۔ پس اسے کہا جائے گا کہ اپنے والدین کے ساتھ جنت میں داخل ہو جاؤ۔ پس وہ اپنے نال سے کھینچتا ہوا ان کو جنت میں داخل کر لے گا۔ (ابن ماجہ صفحہ ۱۱۵)

سہل بن حنیف رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہتے ہیں کہ آپ ﷺ نے فرمایا نکاح کرو میں تمہاری کثرت پر فخر کروں گا۔ اور ناتمام بچہ (جو مرا پیدا ہوا ہوگا) جنت کے دروازے پر رکا ہوگا۔ اسے جب کہا جائے گا جنت میں داخل ہو جاؤ تو وہ کہے گا جب میرے والدین داخل ہوں گے تب۔ (مجمع الزوائد جلد ۳ صفحہ ۱۴)

فائدہ: حمل ساقط ہو جائے یا وقت پورا ہونے سے قبل ناتمام بچہ مرا ہوا یا پیدا ہو کر مر جائے اس پر بھی والدین نے ثواب کی نیت سے صبر کیا تو یہ بچہ ان کے حق میں جہنم سے نجات اور جنت میں جانے کا سبب بنے گا۔

دودھ پیتے بچوں کے انتقال پر عالم قبر میں دودھ کا انتظام

محدث ابن ابی الدنیا نے بیان کیا جس دودھ پیتے بچے کا انتقال ہو جاتا ہے تو جنت میں ایک درخت ہے جسے طوبیٰ کہا جاتا ہے۔ وہ دودھ کے تھن کے مانند ہے اس درخت سے ایسے بچوں کو دودھ پلایا جاتا ہے۔ اس کی دیکھ بھال حضرت ابراہیم علیہ السلام فرماتے ہیں۔ (شرح صدور صفحہ ۳۶۵)

حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما کی روایت میں ہے کہ حضرت ابراہیم (آپ کے بیٹے) کی وفات پر آپ نے فرمایا اس کے لئے جنت میں دودھ پلانے والی کا انتظام ہے۔ (ابن ماجہ صفحہ ۱۰۸)

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا مؤمنین کے بچے جنت میں ایک پہاڑ پر ہوں گے۔ ان کی کفالت حضرت ابراہیم و سارہ علیہما السلام کرتے ہیں جسے وہ قیامت کے دن ان کے والدین کے حوالہ کر دیں گے۔ (مستدرک حاکم جلد ۱ صفحہ ۳۸۴، شرح صدور صفحہ)

عبیداللہ عمیر نے بیان کیا کہ جنت میں ایک درخت ہے۔ جس میں گائے کی تھن کی طرح تھن لگے ہیں۔ جنت میں چھوٹے بچوں کو اس سے دودھ پلایا جائے گا۔ (ابن ابی الدنیا، شرح صدور صفحہ ۳۶۵)

دار قطنی کی روایت میں ہے روضہ نام سے جنت میں ایک مقام ہے جہاں دودھ پیتے چھوٹے بچے رہتے ہیں ان بچوں کی نگرانی قیامت تک حضرت ابراہیم عَلَیْہِ السَّلَام فرماتے ہیں۔ (شرح صدور صفحہ ۱۶۷)

آپ کے صاحبزادے حضرت ابراہیم عَلَیْہِ السَّلَام کے ساتھ عرش کے سایہ میں

حضرت ابن عمر رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُمَا کی روایت میں ہے کہ (ایک انصاری کے بچے کے انتقال پر) آپ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم نے فرمایا کیا تم اس بات سے راضی نہیں کہ تمہارے صاحبزادے، ابراہیم جو میرے بیٹے ہیں ان کے ساتھ عرش کے سایہ میں کھیل رہے ہوں گے۔ (مجمع الزوائد جلد ۳ صفحہ ۱۳)

فَائِدَۃ: ان روایتوں سے معلوم ہوا کہ دودھ پیتے بچے کا جب انتقال ہو جاتا ہے۔ تو اس کے دودھ پلانے کا انتظام جنت میں ہوتا ہے۔ ایسے نومولود بچے عرش کے سایہ میں کھیلتے کودتے ہیں اور حضرت ابراہیم عَلَیْہِ السَّلَام کی نگرانی اور کفالت میں رہتے ہیں۔ حافظ نے لکھا ہے کہ مؤمن کی چھوٹے نابالغ اولاد جنتی ہیں۔ عذاب قبر اور حساب کتاب سے بھی محفوظ ہیں۔

اولاد کی وفات پر بلا چلائے آنسو کا گرنا سنت سے ثابت ہے

حضرت جابر بن عبداللہ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُمَا سے مروی ہے کہ آپ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم نے حضرت عبدالرحمٰن بن عوف کا ہاتھ پکڑا اور اپنے صاحبزادے ابراہیم (جہاں پرورش پا رہے تھے) تشریف لے گئے آپ نے ان کو اس حالت میں پایا کہ ان کی سانس چل رہی تھی آپ نے ان کو لیا اور گود میں رکھا۔ اور رونے لگے۔ اس پر حضرت عبدالرحمٰن نے پوچھا اے اللہ کے رسول آپ رو رہے ہیں۔ تو آپ نے فرمایا ہاں اُس رونے سے منع کیا ہے جو مصیبت کے وقت چیخ و پکار کر رونا ہو چلا کر گلے پھاڑ کر رونا ہو۔ چہروں کو نوچتے ہوئے دامن کو پھاڑتے ہوئے شیطان کی طرح بار بار ہچک ہچک کر رونا ہو۔ (ترمذی صفحہ ۱۹۶)

حضرت انس رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ فرماتے ہیں کہ آپ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کے صاحبزادے آپ کے سامنے نزع کی حالت میں تھے۔ تو آپ کی آنکھ مبارک سے آنسو کے قطرات ٹپکنے لگے اور آپ فرما رہے تھے۔ آنکھیں آنسو بہا رہی ہیں دل غمگین ہے۔ اللہ پاک کی مرضی کے علاوہ کچھ نہیں کہتے۔ اے ابراہیم ہم تمہاری وفات سے غمگین ہیں۔

(ابوداؤد صفحہ ۴۴۶، مسند احمد، الفتح الربانی جلد ۷ صفحہ ۱۳۲)

حضرت انس رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ فرماتے ہیں کہ میں آپ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کی صاحبزادی کے وفات کے موقعہ پر تھا۔

آپ ان کی قبر پر بیٹھے ہوئے تھے۔ اور میں نے دیکھا کہ آپ کی دونوں آنکھوں سے آنسو بہہ رہے تھے۔

(بخاری صفحہ۱۷۹-۱۲۸۵)

حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم اپنی کسی بیٹی (نواسی) کی وفات کے موقعہ پر تشریف لائے۔ آپ نے اسے لیا اور گود میں رکھا۔ اور آپ کی دونوں آنکھوں سے آنسو بہہ رہے تھے۔

(الفتح الربانی جلد۷ صفحہ۱۳۷)

آپ عورتوں کو میت پر شریعت کے مطابق اعتدال کے ساتھ رونے کی اجازت دیتے

حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما کہتے ہیں کہ حضرت رقیہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی وفات پر عورتیں رونے لگیں تو حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ ان کو روکنے لگے اور اس پر مارنے لگے۔ ایک روایت میں ہے کہ چھڑی سے مارنے لگے۔ تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے ہاتھ سے چھڑی لے لی اور فرمایا چھوڑو ان کو رونے دو۔ اور آپ نے فرمایا روؤ مگر شیطان کی طرح چلانے سے بچو۔ سو جو رونا آنکھ اور دل سے ہو (رنج و غم) تو وہ رحمت کے سبب سے ہے۔ اور جو رونا زبان سے (چلانے اور چیخنے سے) اور ہاتھ (پھاڑنے اور پٹکنے سے) وہ شیطان کی جانب سے ہے۔ (مسند احمد جلد۱ صفحہ۲۳۷، سبل الہدیٰ جلد۱ صفحہ۳۵۷)

متعلق رشتہ دار کی وفات پر آنسو کے قطرات

حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے مروی ہے کہ حضرت عثمان بن مظعون رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی وفات پر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کا بوسہ لیا اور آپ کے (رونے سے) آنسو کے قطرات گر رہے تھے جو ان کے چہرے پر ٹپکے۔

(بخاری، ترمذی، صفحہ۱۱۸، ابن ماجہ صفحہ۱۰۵)

آنکھوں سے آنسو گرنا اور دل سے رنجیدہ و غمگین ہونا اور اس کا اظہار خلاف سنت نہیں

حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی صاحبزادی کے جنازہ میں حاضر ہوا۔ تو آپ قبر پر بیٹھے ہوئے تھے اور میں نے دیکھا کہ آپ کی دونوں آنکھوں سے آنسو بہہ رہے تھے۔ (بخاری جلد۱ صفحہ۱۷۱)

حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی روایت میں ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو ابراہیم کی وفات پر میں نے دیکھا کہ آپ رو رہے تھے اور فرمایا کہ میری آنکھیں رو رہی ہیں اور دل غمگین ہے۔ (بخاری جلد۱ صفحہ۱۷۴)

حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو حضرت عثمان بن مظعون کی وفات پر دیکھا کہ دونوں آنکھوں سے آنسو کے قطرات ٹپک رہے ہیں۔ (ابوداؤد صفحہ، ابن ماجہ صفحہ۱۰۵، ترمذی صفحہ۱۹۳)

نزع کے وقت عورتوں کا مجمع میت کے پاس بہتر نہیں ممنوع ہے

حضرت حذیفہ کی بہن خولہ بنت یمان سے روایت ہے کہ نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ فرمایا کہ عورتوں کی

جماعت (نماز کی جماعت) میں کوئی اچھائی نہیں۔ اور نہ ان کا میت کے پاس جمع ہونا اچھی بات ہے۔

(طبرانی، مجمع الزوائد جلد۲ صفحہ ۳۳۰)

حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے مروی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا نہ عورتوں کی جماعت میں بھلائی ہے اور نہ میت پر ان کے جمع ہونے میں اچھائی ہے کہ اِدھر اُدھر کی بات کہیں گی۔ (مجمع الزوائد جلد۳ صفحہ ۲۹)

علامہ شامی اور علامہ طحطاوی نے لکھا ہے کہ میت کے سامنے (جانکنی کے وقت) حائضہ نفساء اور جنبی کو الگ اور ہٹا دیا جائے کہ اس کی وجہ سے فرشتے نہ داخل ہوں گے۔ (طحطاوی جلد ا صفحہ ۴۶۵)

حافظ ابن حجر نے ایک حدیث کی وضاحت میں ابن حبان کے حوالے سے لکھا ہے کہ میت جس گھر میں ہو (مرنے اور نزع کے وقت میں) فاسق اور فاجر کا وہاں رہنا منع ہے۔ (تلخیص الجبیر صفحہ ۱۱۱)

اور کفار غیر مسلموں کا رہنا بھی اچھا نہیں۔ اگر ہوں تو وہاں پر سے ان کو ہٹا دیا جائے۔

(طحطاوی علی الدرر صفحہ ۳۰۸)

چونکہ ایسی صورت میں ممکن ہے کہ ملائکہ رحمت نہ آئیں اور ان کے فسق و فجور کی نحوست سے رحمت خداوندی نہ متوجہ ہو۔ اس لئے بہتر ہے جانکنی کے وقت میں صالحین اور اہل تقویٰ کی جماعت یا اس کے افراد رہیں نیک اور صالح لوگوں کو بلایا جائے اسی وجہ سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو جب اصحاب کے جانکنی کا علم ہوتا تو آپ بلا بلائے ازخود تشریف لے جاتے۔

افسوس در افسوس کہ آج ایسے وقت میں عورتوں کی اور دین سے آزاد لوگوں کی ان کے پاس بھیڑ لگ جاتی ہے آل اولاد بیوی کی محبت میں ہائے افسوس کرتا ہوا اس دنیا سے رخصت ہوتا ہے۔ نہ کلمہ کی تلقین ہو پاتی ہے اور نہ نیک و صالح لوگوں کو بلایا جاتا ہے۔

سو سن لیجئے یہ خاتمہ کا وقت بڑا نازک ہوتا ہے۔ خاتمہ ہی کے وقت کا اعتبار ہے۔ جب علامتوں اور قرائن سے معلوم ہو جائے کہ آخری وقت ہے تو گھر کے بڑے اور سمجھدار اس کے پاس سے بیوی اور خصوصاً چھوٹے بچے اور بچیوں کو ہٹا دیں۔ گھر یا محلے و اردگرد کے صالح لوگوں کو فوراً بلا کر ذکر خدا میں لگا دیں۔ اور آہستہ آہستہ کلمہ کی تلقین کریں۔ اور کوئی یٰس شریف پڑھنے میں لگ جائے۔ ان کے سامنے عورتوں اور بچوں کا اور زندگی میں جس سے ان کو زیادہ تعلق تھا سامنے نہ کریں۔ تاکہ ان پر ہائے افسوس کرتے ہوئے روح نہ نکلے کہ مؤمن کے لئے اچھی بات نہیں۔

جاہل لوگ ایسے نازک وقت میں بیوی بچوں کو ان کے سامنے لا کھڑا کر دیتے ہیں بہت بری عادت ہے اب تو بہر حال ان کا چھوٹنا ہی ہے۔ خدا کی یاد اور ذکر اور اس کی ملاقات کی تمنا کے ساتھ روح کا نکلنا ہر میت کے

حق میں اچھی بات ہے۔

نزع کے وقت آپ کو اطلاع دی جاتی آپ تشریف لاتے

حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہتے ہیں کہ جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم (ہمارے یہاں مدینہ) تشریف لے آئے تو ہم لوگ اپنے اصحاب کے نزع کی حالت میں آپ کو اطلاع کرتے، آپ ان کی موت سے پہلے (اطلاع ملتے ہی بلا تاخیر) تشریف لاتے آپ ان کی موت کا (بیٹھے) انتظار فرماتے، اور ان کے لئے استغفار فرماتے، بسا اوقات بہت زیادہ دیر تک بیٹھنا بھی ہو جاتا جس سے آپ کو مشقت بھی ہوتی (الفتح الربانی جلد ۷ صفحہ ۶۰)

فائدہ: اس سے معلوم ہوا کہ حالت سے جب اندازہ ہو جائے کہ اب بچیں گے نہیں، روح نکلنے کی علامت شروع ہو چکی ہے جسے اہل تجربہ علامتوں سے جان لیتے ہیں تو ایسی صورت میں نہ ڈاکٹر حکیم کے پاس لے جائے اور نہ ڈاکٹروں کو بلانے کی زحمت کرے، اور نہ اس کے بیوی بچوں اور اہل محبت و قرابت کو اس کے پاس بلائے اور نہ بچوں اور عورتوں کی بھیڑ لگائے بلکہ اپنے علاقے کے کسی نیک صالح اہل علم کو بلائے اور ان کے پاس بٹھا دے، اور وہ ان کے حق میں دعا و استغفار کرے، اور کلمہ کی تلقین کرے اور ان سے سورہ یٰس پڑھنے کو کہے، چنانچہ شرح مسند میں ہے۔ **استحباب حضور الصالحین واهل الفضل عند المحتضر وصلاتهم عليه اذا مات۔** (الفتح الربانی جلد ۷ صفحہ ۶۱)

مرنے والے کی معرفت آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو سلام بھیجنا

محمد بن منکدر کہتے ہیں کہ میں حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہما کے پاس ان کی موت کے وقت حاضر ہوا تو میں نے ان سے کہا کہ نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کو میرا اسلام پیش کر دینا۔ (ابن ماجہ صفحہ ۱۰۴، مشکوٰۃ صفحہ ۱۴۳)

حضرت کعب بن مالک کی وفات کے وقت ام مبشر آئی اور کہا، میرا اسلام حضور پاک صلی اللہ علیہ وسلم کو پہنچا دینا۔

(مجمع الزوائد جلد ۲ صفحہ ۳۲۹)

میت کو قبلہ رخ کر دینا سنت ہے

حضرت ابوقتادہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم جب مدینہ منورہ تشریف لائے، تو آپ نے حضرت براء کے متعلق پوچھا (جن کی وفات مدینہ میں ہوگئی تھی) تو لوگوں نے کہا انہوں نے وفات پائی اور وصیت کی کہ ان کے مال کا ایک ثلث آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے ہے اور یہ وصیت کی تھی کہ جب جانکنی اور نزع کا وقت آئے تو ان کو قبلہ رخ کر دیا جائے، تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، سنت کے مطابق اس نے کہا، پھر آپ نے ثلث ان کی اولاد کی طرف لوٹا دیا، پھر اس کے پاس گئے (قبر پر) اور نماز پڑھی اور یہ دعا کی **اللهم اغفر له اللهم ارحمه وادخله جنتك۔** **ترجمہ:** اے اللہ ان کی مغفرت فرما اے اللہ ان پر رحم فرما اور ان کو اپنی

جنت میں داخل فرما۔ اور پھر فرمایا آپ نے (اللہ نے) ایسا کر دیا یعنی ان کی مغفرت ہوگئی اور وہ جنت میں داخل ہوگئے۔ (سنن کبری صفحہ ۳۸۴، تلخیص صفحہ ۱۰۸)

حضرت ابوقتادہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کہا آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، بیت اللہ تمہارے زندوں کا بھی اور مردوں کا بھی قبلہ ہے۔ (ابوداؤد، نسائی، تلخیص صفحہ ۱۰۸)

فائدہ: مطلب یہ ہے کہ زندوں کا قبلہ سونے اور مجلس میں بیٹھنے اور نماز کے اعتبار سے ہے، اور مردوں کا قبلہ موت کے وقت اور قبر میں ہے ام سلمہ اور ابو رافع کی روایت میں ہے کہ حضرت فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی جب وفات ہوئی تو ان کو قبلہ رخ کر دیا گیا اور دائیں رخ ٹیک لگا دیا گیا، (تاکہ قبلہ رخ جسم رک جائے) (تلخیص صفحہ ۱۰۹)

فائدہ: میت کو قبلہ رخ کرنا مسنون ہے، حضرت عطا سے منقول ہے کہ حضرات صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم نزاع کے وقت قبلہ کی جانب کر دینا مستحب سمجھتے تھے۔ (ابن ابی شیبہ جلد ۳ صفحہ ۲۳۹)

قبلہ رخ کرنے کے دو طریقے ہیں ایک تو یہ ہے چت لٹا دیا جائے اور سر پورب اور پچھم کر دیا جائے، اور سر اونچا کر دیا جائے تاکہ چہرہ پورا رخ کعبہ ہو جائے۔ دوسرا طریقہ یہ ہے کہ کروٹ میں دایاں رخ کر دیا جائے اور میت کو یا چارپائی کراتر دکھن کر دیا جائے تاکہ پورا رخ دایاں قبلہ کی طرف ہو جائے۔ (بلوغ الامانی جلد ۷ صفحہ ۶۸)

بنایہ شرح ہدایہ میں ہے کہ دائیں کروٹ اور منہ قبلہ کی جانب کرنا سنت ہے۔ (بنایہ جلد ۳ صفحہ ۲۰۶)

فائدہ: فتح القدیر میں ہے جب جانکنی کا وقت آجائے اور علامتوں سے معلوم ہو جائے تو میت کو دائیں کروٹ قبلہ رخ کر دیا جائے، یہ سنت ہے، اور یہ بھی جائز ہے کہ اسے چت لٹا دیا جائے اور سر کو ذرا اوپر اٹھا دے تاکہ سر قبلہ کی جانب ہو جائے آسمان کی جانب نہ ہو۔ (اس وقت سر پورب کی جانب کر دیا جائے گا، تب ہی تو چہرے کا رخ ذرا اٹھنے سے قبلہ رخ ہو جائے گا)۔ (فتح القدیر جلد ۲ صفحہ ۱۰۳)

خیال رہے کہ غسل کے وقت اور نماز جنازہ پڑھنے کے وقت اسے چت رکھا جائے گا۔

(طحطاوی علی المراقی صفحہ ۳۰۵)

روح نکل جانے کے بعد چادر سے ڈھانک دینا سنت ہے

حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم جب وفات پا گئے تو (جسم مبارک کو) یمنی چادر سے ڈھانک دیا۔ (بخاری صفحہ ۱۶۶، مسلم جلد ۱ صفحہ ۳۰۶، سنن کبری صفحہ ۳۸۵، نسائی صفحہ ۲۶۰)

حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے مروی ہے کہ (آپ کی وفات کے بعد) حضرت ابوبکر صدیق تشریف لائے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا تو آپ چادر سے ڈھکے ہوئے تھے آپ کے چہرے مبارک کو کھولا اور جھک کر بوسہ لیا۔ (بخاری صفحہ ۱۶۶، احمد، نسائی صفحہ ۲۶۰، نیل صفحہ ۲۴)

فائدہ: میت کی جب روح نکل جائے تو اسے چادر سے ڈھانک دینا مستحب ہے، چنانچہ محدثین نے اس پر باب قائم کیا ہے، کہ پورے جسم کو کسی کپڑے سے ڈھانک دینا مستحب ہے۔

(کذا فی السنن کبری جلد۳ صفحہ ۳۸۵، عمدۃ القاری جلد۸ صفحہ ۱۴)

اس کے لئے سفید چادر کی قید نہیں چنانچہ آپ کو یمنی خوشنما چادر سے ڈھانک دیا تھا۔ طحطاوی میں ہے کہ اس پر چادر ڈال دی جائے اور پیٹ پر لوہا رکھ دیا جائے تا کہ پیٹ پھولے نہیں۔ (صفحہ ۳۰۸)

شامی میں ہے کہ جب جان نکل جائے تو جبڑے باندھ دے، دونوں آنکھیں بند کر دے، اعضا ہاتھ پیر کو تان دے یعنی لمبا کر دے، اور پیٹ پر لوہا یا آئینہ وغیرہ رکھ دے تا کہ پیٹ نہ پھولے، اور خوشبو سلگا دے، اور اس مقام سے حائضہ جنبی کو نکال دے۔ (شامی، طحطاوی علی الدر جلد۱ صفحہ ۳۶۵)

اور دائیں ہاتھ کو دائیں جانب اور بائیں ہاتھ کو بائیں جانب کر دیا جائے ہاتھوں کو سینہ پر نہ رکھا جائے۔

(طحطاوی صفحہ ۳۶۵)

مراقی میں ہے کہ جبڑے اور داڑھ کو سر سے لے کر داڑھ تک ایک کپڑے کی پٹی سے باندھ دے تا کہ منہ کھلا نہ رہ جائے۔ (طحطاوی صفحہ ۳۰۸)

اگر حالت احرام میں حج کے دوران کسی کا انتقال ہو جائے تو احناف کے نزدیک اس کے سر کو ڈھانک دیا جائے گا۔ (شامی جلد۲ صفحہ ۲۰۴)

علامہ نووی نے بیان کیا کہ وفات کے بعد چہرے کا ڈھانک دینا بالاجماع مستحب ہے۔ (مرقاۃ جلد۵ صفحہ ۳۱۲)

جان نکلتے ہی آنکھوں کا بند کرنا سنت ہے

نبی پاک ﷺ حضرت ام سلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے پاس (جانکنی) کے وقت تشریف لائے تو ان کی آنکھ کھلی تھی آپ نے ان کی آنکھ بند فرما دی اور آپ نے فرمایا روح جب نکل جاتی ہے تو آنکھ بھی اس کے پیچھے چلی جاتی ہے۔ (یعنی کھلی رہ جاتی ہے بند نہیں ہو پاتی)۔ (سنن کبریٰ جلد۳ صفحہ ۳۸۴، مسلم صفحہ ۳۰۰، تلخیص جلد۲ صفحہ ۱۱۱)

حضرت شداد بن اوس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مرفوعاً روایت ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا، جب مرنے والے کے پاس آؤ تو اس کی آنکھ بند کر دو، آنکھ روح کے تابع ہوتی ہے اور اس کے حق میں اچھی بات کہو، ابن شہاب زہری کہتے ہیں کہ آپ ﷺ نے ایک آدمی کی آنکھ کو بند کر دیا۔ (ابن ابی شیبہ صفحہ ۲۴۰، تلخیص جلد۲ صفحہ ۱۱۱)

قبیصہ ابن ذویب نے بیان کیا کہ آپ ﷺ نے ابوسلمہ کی آنکھ بند فرما دی تھی۔ (ابن ابی شیبہ جلد۳ صفحہ ۲۴۰)

ہدایہ میں ہے کہ جب جان نکل جائے تو اس کے جبڑوں کو باندھ دے، اور آنکھوں کو بند کر دے۔

(فتح القدیر جلد۲ صفحہ ۱۰۴)

شرح مشکوٰۃ میں ہے کہ قبض روح کے وقت جو حضرات ملائکہ حاضر ہوتے ہیں ان کو آنکھ سے دیکھتے ہیں ادھر روح کے جانے کی وجہ سے آنکھ کھلی رہ جاتی ہے اب چونکہ آنکھ سے دیکھنے کا فائدہ جاتا رہا اس لئے بند کر دیا جائے گا۔ (مرقاۃ جلد۵ صفحہ۳۱۱)

آنکھ بند کرتے وقت کیا دعا پڑھے

بکر مزنی نے بیان کیا کہ جب میت کی آنکھ بند کرو تو یہ دعا پڑھو۔

"بسم اللّٰہ وعلی ملۃ رسول اللّٰہ." (ابن ابی شیبہ جلد۳ صفحہ۲۴۰، اتحاف السادۃ جلد۱۰ صفحہ۲۷۹)

فَائِدَۃ: فتح القدیر ابن ہمام نے لکھا ہے کہ جو میت کی آنکھوں کو بند کرے وہ یہ پڑھتے ہوئے بند کرے۔ (حلبی کبیری صفحہ۵۷۷)

"بسم اللّٰہ وعلی ملۃ رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم اللھم یسر علیہ امرہ وسھل علیہ ما بعدہ واسعدہ بلقائک واجعل ما خرج الیہ خیرا مما خرج منہ." (صفحہ۱۰۵، طحطاوی علی المراقی صفحہ۳۰۸، درمختار الشامی صفحہ، کبیری صفحہ۵۷۷)

ازراہ محبت آپ میت کو بوسہ لے لیتے

حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عثمان بن مظعون کا جب وہ وفات پا چکے تھے بوسہ لیا، اور آپ کی آنکھوں سے آنسو کے قطرات نکل رہے تھے جو حضرت عثمان کے چہرے پر گرے۔ (ابوداؤد صفحہ۴۵۱، ابن ماجہ صفحہ۱۰۵، ترمذی صفحہ۱۹۳)

فَائِدَۃ: حضرت عثمان بن مظعون رضی اللہ تعالیٰ عنہ آپ کے دودھ شریک بھائی تھے، پہلے وہ مہاجر تھے جن کی وفات مدینہ میں ہوئی، آپ کو ان سے بہت محبت تھی ان کی وفات پر آپ کے آنسو گرنے لگے، بیہقی میں ہے کہ آپ کے اتنے آنسو ٹپکے اور روئے کہ دونوں گالوں پر بہنے لگے، حاکم کی روایت میں ہے کہ آپ رو رہے تھے اور آنسو بڑی تیزی سے بہہ رہے تھے، اس سے معلوم ہوا کہ اہل محبت پر رونا آنسو گرانا جائز ہے۔ (مرقاۃ جلد۵ صفحہ۱)

حضرت ابوبکر نے آپ کا بوسہ لیا

حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے مروی ہے کہ نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے بعد حضرت ابوبکر صدیق نے آپ کا بوسہ لیا۔ (ترمذی صفحہ۱۹۳، ابن ماجہ صفحہ۱۰۵، نسائی صفحہ۲۶۰)

حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا بیان کرتی ہیں کہ حضرت ابوبکر صدیق مقام سنح سے اپنے گھر سے گھوڑے پر تشریف لائے اور سیدھے مسجد نبوی میں داخل ہوئے، اور لوگوں سے کوئی گفتگو نہیں کی، پھر حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے پاس تشریف لائے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو یمنی چادروں سے (وفات کے بعد) ڈھانک دیا گیا تھا،

آپ ﷺ کے چہرہ مبارک کو کھولا آپ ﷺ پر جھکے اور بوسہ لیا، اور رونے لگے۔ (نسائی صفحہ ۲۶۰)

فائدہ: ان روایتوں سے معلوم ہوا کہ عقیدت ومحبت کی بنیاد پر میت کی پیشانی کا بوسہ لیا جاسکتا ہے جب کہ میت صالحین اور نیک وبرگزیدہ لوگوں میں سے ہو، خیال رہے کہ شوہر کے لئے بیوی کا بوسہ مرنے کے بعد جائز نہیں۔ حافظ ابن حجر نے بیان کیا تعظیماً اور تبرکاً میت کا بوسہ لینا اس سے جائز معلوم ہوا۔ (جلد ۵ صفحہ ۳۱۶)

مؤمنین کی روحوں کے ساتھ فرشتوں کا اکرام واعزاز

ابن ابی الدنیا نے حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے "**فالمدبرات امرا**" کی تفسیر میں لکھا ہے کہ قبض روح کے وقت حضرات ملائکہ کی جماعت ملک الموت کے ساتھ مرنے والوں کے پاس آتی ہے۔

اس وقت کچھ فرشتے تو ان کی روح کو لے کر اوپر چڑھتے ہیں، کچھ دعاؤں پر آمین میں لگ جاتے ہیں کچھ میت کے لئے استغفار میں لگ جاتے ہیں، یہاں تک کہ اس پر رحمت نازل ہونے لگتی ہے، اور انہیں قبر میں اتارتے ہیں۔ (اتحاف صفحہ ۲۷)

فائدہ: وہ مؤمنین جو صلاح عبادت وتقویٰ سے متصف ہوتے ہیں فرشتے بوقت نزع ان کے ساتھ مختلف قسم کے اکرام کا برتاؤ کرتے ہیں۔ حتیٰ کہ رحمت اور استغفار کی دعا میں لگ جاتے ہیں، اور قبر میں ڈالنے تک شریک رہتے ہیں۔ گو ان امور کو ہماری آنکھیں نہیں دیکھتی مگر یہ امور ہوتے ہیں، اور اہل اللہ حضرات انبیاء وعارفین پر ان امور کا انکشاف ہوتا ہے۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا میت کے پاس جب ملائکہ آتے ہیں اگر وہ آدمی نیک اور صالح ہوتا ہے تو فرشتے اسے (نہایت ہی اکرام سے) کہتے ہیں نکلو اے پاکیزہ نفس جو پاک جسم میں تھی، نکلو اے قابل تعریف خوشخبری پاؤ راحت کی جنت کی، اپنے رب کے غصہ نہ ہونے (بلکہ خوشی ہونے کی) اسی طرح اسے کہا جاتا ہے۔ (زور وشدت نہیں کی جاتی گرجا برسا ڈانٹ ڈپٹ مارا پیٹا نہیں جاتا جیسا کہ گناہگار اور کافر کو) یہاں تک کہ وہ نکل جاتی ہے پھر فرشتے لے کر اسے آسمان کی جانب چڑھتے ہیں اور آسمان کے دروازے کھول دیئے جاتے ہیں پوچھا جاتا ہے یہ کون ہیں جواب دیا جاتا ہے، یہ فلاں (نیک) شخص ہے، تو فرشتے کہتے ہیں، مبارک ہو پاکیزہ جان جو پاک جسم میں تھی داخل ہو جاؤ اے قابل تعریف خوشخبری حاصل کرو جنت اور اس کی راحت کی اور اپنے رب کی خوشی کی، اسی طرح اس سے (ہر آسمان کے دروازے پر) کہا جاتا ہے یہاں تک کہ اس آسمان میں پہنچ جاتی ہے جہاں اللہ تعالیٰ ہے یعنی عرش پر۔ (مشکوۃ صفحہ ۱۴۱)

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا جب مؤمن کی موت کا وقت ہوتا ہے تو رحمت کے فرشتے سفید ریشمی لباس لے کر آتے ہیں اور کہتے ہیں نکل جاؤ اے نفس خوشی بخوشی اللہ کی

راحت و جنت کی جانب خوش و خرم رب کی جانب پس وہ جسم سے نکلتی ہے اس حال میں کہ اس میں مشک کی خوشبو ہوتی ہے۔ اور اسے فرشتے ہاتھوں ہاتھ لیتے ہیں اور اسے آسمان کے دروازے پر لے کر آتے ہیں تو فرشتے (آسمان کے) کہتے ہیں کیا ہی خوشبودار اور خوشگوار روح ہے، جو زمین پر سے آئی ہے۔ پس اس کے پاس مؤمنین کی دوسری روحیں آتی ہیں۔ ان کو اس سے مل کر بہت خوشی ہوتی ہے جیسا کہ تم میں سے کسی غائب کے آنے سے خوشی ہوتی ہے۔ پس یہ اسے پوچھتی ہیں کہ فلاں کیا کر رہا ہے فلاں کا کیا حال ہے۔ پس یہ کہتے ہیں کہ چھوڑو فلاں کو وہ دنیا کے غم میں پھنسا ہے۔ تو یہ شخص جواب دیتا ہے کہ ارے اس کا انتقال ہو گیا وہ تمہارے پاس (نیکیوں کی جگہ علیین) نہیں آیا ہے۔ کیا تو یہ لوگ کہتے ہیں تب تو وہ جہنم گیا۔

(مختصراً مشکوٰۃ صفحہ ۱۴۲، بلوغ الامانی جلد صفحہ ۷۲)

حضرت براء بن عازب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی روایت میں ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جب مؤمن کے لئے دنیا سے جانے کا آخری وقت دار آخرت کی طرف جانے کا وقت ہوتا ہے۔ تو آسمان سے خوبصورت چہرے والے فرشتے اترتے ہیں ان کا چہرہ مثل سورج کے ہوتا ہے۔ ان کے پاس جنت کا لایا ہوا کفن ہوتا ہے۔ جس میں جنت کی خوشبو لگی ہوتی ہے۔ یہ اس کی نگاہ کے سامنے بیٹھ جاتے ہیں۔ پھر اس کے پاس ملک الموت آتے ہیں۔ اس کے سرہانے بیٹھ جاتے ہیں اور اس سے (نہایت ہی اکرام سے) کہتے ہیں اے پاکیزہ نفس نکلو اللہ کی مغفرت اور رضوان کی جانب پھر آپ نے فرمایا۔ روح اس طرح (آسانی سے نکلے) نکل جاتی ہے جس طرح مشکیزے سے پانی کا قطرہ پس ملک الموت اسے لے لیتے ہیں۔ روح اس حال میں نکلتی ہے کہ اس میں مشک کی ایسی خوشبو ہوتی ہے جو زمین میں نہیں پائی جاتی۔ آپ نے فرمایا پھر اسے آسمان پر لے کر یہ چڑھتے ہیں پس جہاں بھی ان کا گزر ہوتا ہے فرشتے کہتے ہیں کیسی پاکیزہ روح ہے وہ کہتے ہیں یہ فلاں ابن فلاں ہے۔ اور دنیا کے ناموں میں سے بہترین ناموں میں سے اسے یاد کرتے ہیں یہاں تک کہ وہ اسے آسمان دنیا تک لے آتے ہیں۔ اس کے لئے دروازہ کھلواتے ہیں تو ان کے لئے کھول دیا جاتا ہے۔ پس یہ سب فرشتے ان کے ساتھ ہو جاتے ہیں یہاں تک کہ ساتویں آسمان تک ان کے ساتھ جاتے ہیں۔ تو اللہ پاک اس کے متعلق فرماتے ہیں۔ اس پر میرے بندے کو علیین میں جگہ دو پھر اسے زمین پر (قبر میں) لے جاؤ۔ اسی مٹی سے میں نے اسے پیدا کیا اسی مٹی سے دوبارہ پیدا کروں گا۔ (مختصراً مشکوٰۃ صفحہ ۱۴۲، مسند احمد مرتب جلد ۷ صفحہ ۷۴)

حضرت ابوایوب انصاری رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا مؤمن کی جان قبض کی جاتی ہے تو اسے فرشتہ رحمت بشارت دیتے ہیں۔ جیسے دنیا میں بشارت دینے والا بشارت دیتا ہے۔ وہ کہتے ہیں کہ دیکھو ان صاحب کو آرام دو اس نے دنیا میں (عبادت اور صبر) تکلیف اٹھائی ہے۔ (مجمع الزوائد صفحہ ۳۲۷)

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما کی روایت میں ہے کہ جب اللہ تعالیٰ کسی مؤمن (صالح نیک) بندے کی وفات فرماتے ہیں تو اس کی جانب دو فرشتوں کو جنتی کفن لے کر بھیجتے ہیں اور جنت کی خوشبو میں سے خوشبو پس وہ کہتے ہیں اے نفس مطمئنہ نکلو۔ جنت کی جانب خوشنودی رب کی جانب پس کیا ہی اچھا کیا جو تم نے آگے بھیجا۔ پس وہ مشک کی خوشبو کی طرح نکلتی ہے جو تم سونگھتے ہو۔ اور آسمان میں ان کے انتظار میں ملائکہ ہوتے ہیں۔ جو یہ کہتے ہیں سبحان اللہ آج زمین سے پاکیزہ روح آئی ہے۔ جس دروازے سے اس کا گزر ہوتا ہے وہ اس کے لئے کھول دیا جاتا ہے۔ فرشتے اس کے لئے دعاء رحمت کرتے ہیں اور اس کے لئے شفاعت کرتے ہیں یہاں تک کہ اللہ کے پاس اسے حاضر کرتے ہیں اس سے قبل وہ سجدہ ریز ہو جاتے ہیں اور عرض کرتے ہیں کہ اے اللہ یہ آپ کا فلاں بندہ ہے جس کی میں نے روح کھینچی ہے اور آپ اس سے خوب واقف ہیں۔ پس اسے سجدہ کا حکم ہوتا ہے۔ وہ روح سجدہ کرتی ہے پھر حضرت میکائیل کو بلایا جاتا ہے۔ اور کہا جاتا ہے اس روح کو مؤمنین کی روحوں میں لے جاؤ قیامت کے دن اس کے بارے میں تم سے مطالبہ کروں گا۔ (مختصراً مجمع صفحہ ۲۲۸)

حضرت تمیم داری رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ (جب کسی صالح بندے کی وفات کا ارادہ فرماتے ہیں تو) ملک الموت سے کہتے ہیں میرے دوست کے پاس جاؤ اور اسے لے آؤ۔ چونکہ میں نے اسے رنج و راحت دونوں ہی سے آزمایا ہے۔ اسے اپنی رضا کے مطابق پایا تو میں چاہتا ہوں کہ اسے دنیا کے غموں سے نجات دلاؤں تو ملک الموت پانچ سو فرشتوں کی جماعت کے ساتھ آتے ہیں ان کے ساتھ جنت کی خوشبو والے کفن ہوتے ہیں اور پھولوں کی شاخیں ہوتی ہیں جس میں مختلف خوشبو کی مہکیں ہوتی ہیں۔ اور یہ بیسیوں رنگ کی ہوتی ہے ان کے پاس مشک میں بسا ہوا سفید ریشمی کپڑا ہوتا ہے۔ ملک الموت فرشتوں کے ہمراہ بیٹھ جاتے ہیں ہر فرشتہ اپنا ہاتھ اس کے ایک عضو پر رکھ لیتا ہے۔ اور مشک میں بسے ہوئے اس ریشم کو اس کی ٹھوڑی کے نیچے بچھا دیا جاتا ہے اور ایک دروازہ جنت کی طرف کھول دیا جاتا ہے۔ اب اس کا دل جنت کی جانب رغبت کرتا ہے کبھی پاکیزہ بیویوں (حوروں کی جانب) کبھی لباس (جنت) کی طرف کبھی پھلوں کی طرف جس طرح گھر والے روتے ہوئے بچوں کا دل بہلاتے ہیں اسی طرح اس کا دل بہلایا جاتا ہے۔ اور جنتی حوریں خوش ہو رہی ہوتی ہیں اس کی روح کودتی ہے۔ (ادھر) فرشتہ کہتا ہے اے پاک نفس اچھے درختوں، دراز سایوں، بہتے پانی کی طرف چلو ملک الموت اس پر ماں سے بھی زائد شفقت کرتا ہے وہ جانتا ہے کہ یہ روح اللہ کے نزدیک محبوب ہے تو وہ اس روح پر نرمی کر کے خدا کی خوشنودی چاہتا ہے پس اس کی روح اس طرح نکالی جاتی ہے جس طرح آٹے سے بال ادھر اس کی روح نکلتی ہے ادھر تمام فرشتے کہتے ہیں۔ **سلام علیکم ادخلوا الجنة بما کنتم تعملون**۔ (شرح صدور)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جب مؤمن کی وفات کا وقت آتا ہے تو فرشتے ریشم اور خوشبو اور ٹہنیاں لے کر آتے ہیں اور اس کی روح کو اس طرح نکالتے ہیں جیسے آٹے سے بال اور اس سے کہتے ہیں اے نفس مطمئنہ اللہ کی رحمت اور اکرام کی طرف نکل۔ جب اس کی روح نکلتی ہے تو اسے مشک اور خوشبو پر رکھا جاتا ہے پھر ریشم میں رکھ کر علیین میں لے جاتے ہیں۔ (شرح الصدور صفحہ ۶۶)

حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے کعب احبار سے پوچھا "ان الابرار لفی علیین" کے کیا معنی؟ تو آپ نے فرمایا جب مؤمن کی روح قبض ہوتی ہے تو فرشتے اس کو لے کر آسمان کی جانب جاتے ہیں دوسرے فرشتوں کی جماعت آکر اسے جنت کی بشارت دیتی ہے یہاں تک کہ اسے عرش الٰہی تک لے جاتے ہیں پھر فرشتے عرش کے نیچے سے ایک کتاب لاتے ہیں اس پر کچھ لکھ کر مہر لگا کر وہیں رکھ دیا جاتا ہے تاکہ قیامت کے دن اس کی نجات اس کتاب کے ذریعہ سے ہو یہی وہ کتاب ہے جس کا ذکر مذکورہ آیت میں ہے۔ (شرح الصدور)

حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے مروی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کوئی شخص جنت یا جہنم میں اپنا ٹھکانا دیکھے بغیر دنیا سے رخصت نہیں ہوتا۔ پھر آپ نے فرمایا کہ جب وہ مرنے کے قریب ہوتا ہے۔ تو فرشتوں کی دو صفیں کھڑی ہو جاتی ہیں۔ ان کے چہرے آفتاب کی طرح چمکتے ہیں مردہ ہی ان کو دیکھتا ہے اور کوئی نہیں۔ گو تم یہ سمجھتے ہو کہ وہ تمہاری طرف دیکھ رہا ہے۔ ہر فرشتہ کے پاس جنتی کفن اور خوشبو ہوتی ہے مرنے والا مؤمن (صالح) ہوتا ہے۔ تو فرشتے اس کو جنت کی بشارت دے کر کہتے ہیں اے نفس مطمئنہ اللہ کی رضا اور اس کی جنت کی طرف نکل آ۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ نے تیرے لئے وہ انعامات رکھے ہیں جو دنیا و مافیہا سے بہتر ہیں۔ فرشتے نہایت نرمی اور مہربانی سے اسے یہ خبر سناتے ہیں پھر یکے بعد دیگرے ہر ناخن اور جوڑ سے اس کی روح نکال لیتے ہیں۔ اور یہ اس پر آسانی سے ہوتا ہے۔ (شرح الصدور صفحہ ۶۸)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ مؤمن کی روح قبض ہونے سے پہلے اسے بشارت سنا دی جاتی ہے جب اس کی روح قبض ہوتی ہے تو وہ پکارتا ہے انسان اور جنات کے علاوہ اس کی آواز کو گھر میں رہنے والا ہر چھوٹا بڑا جانور سنتا ہے آواز یہ ہوتی ہے کہ مجھے جلد ارحم الراحمین کی بارگاہ میں لے چلو جب اسے تخت پر رکھا جاتا ہے تو کہتا ہے جانے میں دیر کیوں کرتے ہو جب اسے قبر میں داخل کیا جاتا ہے تو اسے بٹھایا جاتا ہے اور اسے جنت اور وہ تمام چیزیں جن کا ان سے وعدہ کیا گیا تھا دکھائی جاتی ہیں اور قبر پھولوں اور خوشبوؤں سے پر کر دی جاتی ہے۔ (شرح الصدور صفحہ ۶۸)

حضرت بکر بن عبداللہ سے روایت ہے کہ جب ملک الموت کو مؤمن (صالح) کی روح کو قبض کرنے کا حکم دیا جاتا ہے تو اسے جنت کا پھول دے کر کہا جاتا ہے اس کی روح ان پھولوں میں رکھ کر لاؤ۔ (شرح الصدور)

حضرت ابوالعالیہ سے روایت ہے کہ جب کسی مقرب بندے کی روح قبض ہوتی ہے تو اس کے پاس جنتی پھولوں کی ٹہنیاں لائی جاتی ہیں وہ اسے سونگھتا ہے اور اس کی جان پرواز کر جاتی ہے۔ (شرح الصدور صفحہ ۸۴)

حضرت عبداللہ بن مسعود رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے مروی ہے کہ جب اللہ تعالیٰ مؤمن کی روح قبض کرنا چاہتا ہے تو ملک الموت کو حکم دیتا ہے کہ اس بندے کو میرا اسلام پہنچاؤ چنانچہ ملک الموت اس بندے کو خدا کا سلام پہنچاتا ہے۔ (جس سے وہ ملاقات کے لئے بے چین ہو جاتا ہے اور اس کی جان شوق کی وجہ سے آسانی سے نکل جاتی ہے)۔ (شرح الصدور صفحہ ۸۵)

حضرت محمد بن کعب القرظی کہتے ہیں جب مؤمن کی روح کے قبض کرنے کا وقت ہوتا ہے تو ملک الموت آکر کہتے ہیں "السلام علیك یا ولی اللّٰہ" آپ کا رب آپ کو سلام کہتا ہے۔ پھر اس آیت کو دلیل میں پیش کیا ہے۔ **الذین تتوفاهم الملائکة طیبین یقولون سلام علیکم۔** (بیہقی، شرح الصدور)

حضرت عبید بن عمر رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے روایت ہے کہ آپ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ ایک مریض کی عیادت کے لئے تشریف لے گئے آپ نے فرمایا موت کی وجہ سے اس کی ہر رگ دردمند تھی لیکن اس کے رب کی جانب سے اس کو یہ خوش خبری دی گئی کہ اس تکلیف کے بعد کوئی تکلیف نہیں پس اسے سکون مل گیا۔ (بیہقی، شرح الصدور صفحہ)

میت کی معرفت متعارف اہل برزخ کو سلام

عبدالرحمٰن بن کعب نے اپنے والد سے روایت کی ہے کہ جب حضرت کعب کی وفات کا وقت آیا تو ان کے پاس ام بشر بنت البراء آئیں اور کہا اے ابوعبدالرحمٰن اگر تمہاری فلاں سے ملاقات ہو (والد یا بیٹے جن کا انتقال ہو چکا تھا) تو ان کو میرا اسلام پیش کرنا۔ (ابن ماجہ صفحہ ۱۰۴، مشکوٰۃ صفحہ ۱۴۳)

امام بخاری نے تاریخ میں یہ روایت ذکر کی ہے کہ حضرت قتادہ کی صاحبزادی ام المومنین اپنے والد کی وفات کے نصف ماہ بعد عبداللہ بن انیس کے پاس آئیں جب کہ وہ مرض وفات میں تھے۔ اس سے کہا اے میرے چچا آپ میرے والد کو میری طرف سے سلام پہنچا دیں گے۔ (اصابہ، مرقاۃ المفاتیح صفحہ ۳۲۷)

زہری نے حضرت عبدالرحمٰن بن کعب سے نقل کیا ہے کہ ام مبشر کعب کی وفات کے وقت آئیں اور کہا اے کعب میرے بیٹے کو میری طرف سے سلام پیش کر دینا یعنی بشر کو۔ (مسند احمد، مرقاۃ جلد۵ صفحہ ۳۳۵)

ابن ابی الدنیا نے بیان کیا کہ بشر بن براء بن معرور کا انتقال ہوا تو اس کی والدہ (ام مبشر) کو بہت سخت صدمہ اور رنج ہوا۔ وہ حضور پاک کی خدمت میں آئیں اور عرض کیا قبیلہ بنی سلمہ کے لوگ وفات پاتے رہتے ہیں (یہ ان کا قبیلہ تھا) کیا یہ مردے آپس میں ایک دوسرے کو پہچانتے ہیں۔ میں مبشر کو (ان مرنے والوں کے ہاتھ) سلام بھیج دوں۔ آپ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ نے فرمایا ہاں قسم خدا کی جس کے قبضے میں میری جان ہے۔ وہ آپس میں ایک

دوسرے کو پہچانتے ہیں جس طرح درختوں پر رہنے والے پرندے ایک دوسرے کو پہچانتے ہیں۔ چنانچہ (اس کے بعد) قبیلہ بنی سلمہ میں سے کسی کا بھی انتقال ہوتا تو وہ اس کے پاس آتیں اور سلام کہتیں اور یہ کہتیں کہ میری جانب سے بشر کو سلام پیش کر دینا۔ (مرعاۃ جلد ۵ صفحہ ۳۳۳، مرقاۃ جلد ۵ صفحہ ۳۰)

عبدالرحمٰن سے منقول ہے کہ جب حضرت سعد بن مالک کی وفات کا وقت آیا تو ام مبشر حاضر ہوئیں اور کہا کہ اے ابوعبدالرحمٰن اگر (برزخ میں) میرے والد سے آپ کی ملاقات ہو جائے تو میرا اسلام پہنچا دیجیے۔

(مجمع الزوائد جلد ۲ صفحہ ۳۲۹، شرح الصدور صفحہ ۲۳۲)

فَائِدَہ: حدیث پاک میں ہے کہ روحیں ایک دوسرے سے متعارف ہوتی ہیں۔ اور برزخ میں ایک دوسرے کو پہچانتی ہیں۔ جانے والی روحوں کی وہاں موجود سے ملاقات ہوتی ہے۔ باہم گفتگو ہوتی ہے۔ جانے والوں سے دنیا میں اپنے رشتہ داروں کے احوال معلوم کرتے ہیں خیریت پوچھتے ہیں۔ ابونعیم نے حلیہ میں وہب بن منبہ سے روایت کیا ہے کہ ساتویں آسمان پر ایک گھر ہے جس کا نام دار بیضاء ہے۔ اس میں روحیں جمع ہوتی ہیں اور جب کوئی نئی روح آتی ہے تو یہ اس کا استقبال کرتی ہے اور اس سے دنیا والوں کے حالات اس طرح دریافت کرتی ہیں جس طرح دنیا میں مسافر سے کئے جاتے ہیں۔ (شرح الصدور صفحہ ۲۳۵)

جب روحوں کی ملاقات ہوتی ہے تو مرنے والوں کی معرفت سلام ان کو جو پہلے جا چکے ہیں بھیجا جا سکتا ہے۔ چنانچہ شرح مشکوٰۃ میں ہے کہ محمد بن منکدر وغیرہ کی احادیث سے مردوں کو سلام بھیجنے کی مشروعیت ثابت ہوتی ہے۔ (مرقاۃ صفحہ ۳۳۷)

لہٰذا اس سے معلوم ہوا کہ مرنے والے کی معرفت اس شخص کو جو پہلے وفات پا چکا ہو۔ سلام بھیجا جا سکتا ہے۔

* * *

میت کے غسل کے سلسلہ میں آپ ﷺ کے پاکیزہ شمائل اور تعلیمات کا بیان

غسل اور کفن اور خوشبو وغیرہ کی ابتداء ملائکہ سے

حضرت ابی بن کعب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہتے ہیں کہ جب حضرت آدم علیہ السلام مرض موت میں مبتلا ہوئے تو اپنے بیٹوں سے کہا میں مریض ہوں، میری وہی خواہش ہے جو مریض کی ہوتی ہے کچھ میرے لئے جنت کا پھل تلاش کر لاؤ، چنانچہ وہ نکلے زمین پر تلاش کے لئے چلنے لگے تو سامنے فرشتوں سے ملاقات ہوگئی فرشتوں نے کہا اے آدم کی اولاد کہاں جارہے ہو، کہا میرے والد نے جنت کے پھل کی خواہش کی ہے۔ (جنت جانے کی) کہا تم لوٹ جاؤ، تمہارے والد کی روح قبض کر کے جنت میں پہنچانے کا حکم ہوگیا ہے۔ چنانچہ فرشتوں نے ان کی روح قبض کی، اور وہ سب دیکھ رہے تھے پھر انہوں نے کفنایا خوشبو لگائی وہ (اولاد) دیکھ رہے تھے ان پر جنازہ پڑھی، وہ دیکھ رہے تھے پھر فرشتوں نے کہا اے آدم کی اولاد تمہارے مرنے والوں کے لئے یہی طریقہ ہے۔ (یعنی غسل دینے کفنانے اور خوشبو لگانے نماز جنازہ پڑھنے اور دفنانے کا)۔

(سنن کبریٰ جلد۳ صفحہ۴۰۴، حاکم صفحہ۳۴۴، بنایہ جلد۲ صفحہ۳۱۰)

حضرت ابی کعب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی ایک روایت میں ہے کہ حضرت واثلہ نے حضرت آدم علیہ السلام کو بیری کے پانی سے غسل دیا کفنایا بغلی قبر کھودی اور اس میں دفن کیا، پھر کہا تمہارے مردوں کا یہی طریقہ ہے۔

(طبرانی کنز جلد۱۵ صفحہ۱۸۰، کشف الغمہ جلد۱ صفحہ۱۶۳)

عمدۃ القاری میں علامہ عینی نے لکھا ہے کہ حضرت آدم علیہ السلام کو حضرات ملائکہ نے غسل دیا کفن پہنایا خوشبو لگائی، قبر کھودی، بغلی قبر بنائی اس پر نماز جنازہ پڑھی، پھر قبر میں داخل کیا کچی اینٹوں سے بند کیا، پھر قبر سے نکلے، پھر ان پر مٹی ڈالی پھر کہا یہی طریقہ ہے ابن آدم کے دفنانے کا۔ (عمدۃ القاری جلد۸ صفحہ۳۶)

فائدہ: شرعی اعتبار سے انسان کے دن اور غسل کی ابتدا حضرات ملائکہ سے ہوئی ہے جو انہوں نے حضرت آدم علیہ السلام کے حق میں کیا تھا، گویا حضرات فرشتوں نے حضرت آدم علیہ السلام کے واقعہ سے انسان کو دفن کرنے

کی تعلیم دی، جس کو مسلمان اور ایمان والوں نے باقی رکھا اور غیروں نے کفر اور جہالت سے چھوڑ ڈالا۔ فطرت اور عقل کا بھی تقاضہ ہے کہ انسان کے اکرام اور احترام کے پیش نظر اسے غسل دیا جائے خوشبو اور کافور لگا کر جس سے (یعنی مٹی سے) پیدا ہوا ہے اسی میں ڈال کر جس نے پیدا کیا ہے جو اس کا مالک ہے اس کے حوالہ کیا جائے۔ نہ اسے جلایا جائے۔

چونکہ حضرت آدم علیہ السلام کی موت نسل انسانی کا پہلا واقعہ تھا، ان کی اولاد کو طریقہ تدفین معلوم نہیں تھا اس لئے حضرات ملائکہ نے اس کا طریقہ بتایا۔

میت کو غسل دینے کی فضیلت اور ثواب

حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے مروی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، جو میت کو غسل دے اس میں امانت داری ادا کرے، کوئی چیز دیکھے تو اس کا افشاء نہ کرے تو وہ گناہوں سے ایسا نکل جاتا ہے جیسے اس کی ماں نے آج ہی اسے جنا ہو۔ (مسند احمد صفحہ ۱۵۳، مجمع جلد ۳ صفحہ ۲۴ کنز)

حضرت معاویہ بن خدیج کی روایت ہے کہ جو کسی میت کو غسل دے، اسے کفنائے، اس کے جنازے میں چلے اور اسے دفن کر کے آئے تو وہ مغفرت شدہ لوٹے گا۔ (مجمع صفحہ ۲۴، بلوغ الامانی صفحہ ۱۵۳)

حضرت ابو رافع رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو میت کو غسل دے اور (ناپسندیدہ بات) چھپائے تو اس کی ۴۰ رمرتبہ مغفرت کی جائے گی۔ (حاکم صفحہ ۳۶۲)

یحییٰ بن کثیر کہتے ہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو کسی میت کو غسل دے وہ گناہوں سے ایسا پاک ہو جاتا ہے جیسے آج ہی اس کی ماں نے جنا ہو۔ (مصنف ابن عبد الرزاق جلد ۳ صفحہ ۴۰۴)

حضرت ابوذر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی روایت ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا قبروں کی زیارت کیا کرو، وہ آخرت یاد دلاتی ہیں، مُردوں کو غسل دیا کرو، جسم کا علاج اور بلیغ نصیحت ہے، نماز جنازہ پڑھا کرو اس سے غم پیدا ہوگا اور غمزدہ خدا کے سایہ میں ہوگا ہر بھلائی کو پائے گا۔ (حاکم جلد ۱ صفحہ ۳۷۷)

غسل میت کے وقت کوئی نامناسب چیز دیکھے تو اس کے چھپانے کی ترغیب

حضرت ابو امامہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جس نے کسی میت کو غسل دیا، اور اس کی بات کو چھپایا وہ گناہوں سے پاک ہو جائے گا۔ اگر اس نے اسے کفن دیا تو خدا اسے ریشمی لباس پہنائے گا۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو بندہ کسی بندہ کی بات کو دنیا میں چھپاتا ہے خدا اس کی بات کو قیامت میں چھپائے گا۔ (بلوغ الامانی صفحہ ۱۵۴)

حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ رسول پاک ﷺ نے فرمایا جس نے میت کو غسل دیا اسے کفنایا خوشبو لگائی اس کے جنازہ کو اٹھایا اس پر نماز جنازہ پڑھی اس کے کسی نامناسب امور کو دیکھ کر لوگوں پر ظاہر نہ کیا تو وہ گناہوں سے ایسا پاک ہو جائے گا، جیسے کہ اس کی ماں نے اسے آج ہی جنا ہو، نامناسب سے مراد یہ ہے کہ مثلاً چہرہ یا کسی عضو کا سیاہ ہو جانا دیکھ لے زبان ٹیڑھی ہو جانا دیکھ لے۔ (ابن ماجہ صفحہ ۱۰۵)

یا زیر ناف بال کا بڑا ہونا محسوس ہو جائے یا جسم کی ہیئت بدل جائے ڈراؤنی ہو جائے مسخ ہو جائے تو ان امور کو دوسرے سے بیان کرنا جائز نہیں ہاں کھلم کھلا فاسق وظالم تھا تو درست ہے۔

اگر کوئی اچھی حالت دیکھے مثلاً چہرہ کا نورانی ہو جانا یا روشنی کا ظاہر ہونا خوشبو کا مہکنا یا اور کوئی اچھی بات تو اس کا لوگوں میں ظاہر کر دینا مستحسن ہے۔ (طحطاوی علی صفحہ ۳۱۶)

غسل دینے کفن پہنانے اور قبر کھودنے کا ثواب

حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا، جو قبر کو کھودے گا اس کے لئے خدا جنت میں گھر بنائے گا، جو میت کو غسل دے گا گناہ سے ایسے پاک ہو جائے گا جیسا کہ اس کی ماں نے آج ہی جنا ہو، اور جو کسی کو کفن دے گا اللہ پاک اسے جنت کے جوڑے پہنائے گا، جو کسی غمزدہ کو تسلی دے گا اسے خدا تقویٰ کا لباس پہنائے گا اور روحوں میں سے اس کی روح پر رحمت ہوگی جو کسی کی موت پر تعزیت کرے گا خدا اسے جنت کے دو جوڑے پہنائے گا، جس کی قیمت دنیا ادا نہ کر سکے گی، اور جو جنازہ کے پیچھے چلے گا یہاں تک اسے دفن کر دے اس کے لئے ۳؍ قیراط لکھے جائیں گے جس کا ایک قیراط احد پہاڑ سے بڑا ہوگا، جو کسی یتیم یا بیوہ کی کفالت کرے گا اللہ پاک اسے اپنے سایہ میں رکھے گا اور اسے جنت میں داخل کرے گا۔ (طبرانی مجمع جلد ۳ صفحہ ۲۴)

حضرت ابورافع کی حدیث میں ہے کہ جس نے کسی کے لئے قبر کھودی اور اس میں اس کو دفن کیا اس نے اس کو مکان دینے کا ثواب قیامت تک پایا، جس نے کسی کو کفن دیا اللہ پاک اسے ریشم سندس اور استبرق کا جوڑا جنت میں دے گا۔ (سنن کبریٰ جلد ۳ صفحہ ۳۹۵)

میت کو بہرصورت غسل دینے کا حکم فرماتے

حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ آپ ﷺ نے حکم دیا تھا کہ میں جب مر جاؤں تو مجھے سات مشکیزہ سے غسل دینا میرے کنویں بئر غرس سے۔ (ابن ماجہ صفحہ ۱۰۶، صفحہ ۱۴۶۸، کنز صفحہ ۵۷۳)

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا امانت داری کا لحاظ کرتے ہوئے مردوں کو غسل دو۔ (یعنی نامناسب بات دیکھو تو اسے چھپا دو)۔ (ابن ماجہ صفحہ ۱۰۵)

فَائِدَہ: میت کو غسل دینا فرض ہے، اگر اس کا غسل کرنے کے بعد متصلاً انتقال ہوا ہو تو بھی زندہ پر اس کو غسل دینا فرض ہے۔ آپ ﷺ نے فرمایا ایک مسلمان کا دوسرے مسلمان پر حق ہے کہ اس کا انتقال ہو جائے تو اسے غسل دے۔ (شرح وجیز میں ہے کہ میت کو غسل دینا کفنانا نماز جنازہ پڑھنا فرض کفایہ ہے)۔

(عمدۃ القاری صفحہ ۳۵)

فتح القدیر میں ہے کہ غسل دینا بالاجماع فرض ہے، (جلد ۲ صفحہ ۱۰۵)
خنثیٰ مشکل کو غسل دینا فرض نہیں۔ غسل صرف شہید (معرکہ) کو نہیں دیا جائے گا۔

(فتح القدیر جلد ۲ صفحہ ۱۰۵، نفع المفتی صفحہ ۱۴۱)

غسل دینا زندوں پر فرض کفایہ ہے، اگر بارش کے پانی سے میت کا بدن دھل جائے تب بھی غسل دینا واجب ہے سمندر میں ڈوب کر مر گیا اس کو بھی شرعی غسل دیا جائے گا۔ (بحرالرائق صفحہ ۱۸۷)

جمہور علماء کے نزدیک زندوں پر مردوں کو غسل دینا فرض کفایہ ہے۔ (مرقاۃ جلد ۵ صفحہ ۳۳۹)

فَائِدَہ: لہٰذا کسی نے غسل نہیں دیا اور دفن کر دیا، تو سب گنہگار ہوں گے۔

میت کے تمام امور طاق عدد میں

حضرت عبداللہ بن مسعود رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ کے اصحاب کہا کرتے تھے کہ میت کے (تمام امور) غسل دینا کفن پہنانا دھونی دینا طاق عدد میں، ۳، ۵، ۷ / عدد میں سنت ہے۔ (ابن شیبہ صفحہ ۱۴۶)

حضرت ابراہیم نخعی سے منقول ہے کہ میت کا غسل اس کی تکفین اور اس کو خوشبو سے دھونی دینا سب طاق عدد میں ہے۔ (استذ کار جلد ۸ صفحہ ۲۱۵)

خیال رہے کہ میت کو غسل کسی تخت وغیرہ پر غسل دے زمین پر نہ دے۔ (کبیری صفحہ ۵۷۸)

میت کو غسل گرم پانی سے دینا

حماد نے بیان کیا کہ میت کے لئے پانی گرم کیا جائے گا۔

عبداللہ بن الحارث کہتے ہیں میت کو غسل گرم پانی سے دیا جائے گا۔ (ابن ابی شیبہ جلد ۳ صفحہ ۲۴۶)

ام قیس سے مروی ہے کہ انہوں نے غسل دینے والے سے کہا کہ میرے بیٹے کو ٹھنڈے پانی سے غسل مت دینا کہ اسے تم مار ڈالو۔ (نسائی صفحہ ۳۴۶)

فَائِدَہ: میت کو گرم پانی سے غسل دینا افضل ہے خواہ بدن پر میل ہو یا نہ ہو۔

(طحطاوی صفحہ ۳۱۱، عنایہ، فتح القدیر جلد ۲ صفحہ ۱۰۸، نفع المفتی صفحہ ۱۴۲)

بنایہ میں ہے کہ گرم پانی جس میں بیری کے پتے کو کھولایا گیا ہو غسل دیا جائے گا۔ (جلد ۳ صفحہ ۲۱۶)

میت کو کسی تخت وغیرہ پر رکھ کر غسل دینا سنت ہے

حضرت عائشہ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہَا فرماتی ہیں میت کو تخت پر رکھ دو تو غسل دے دو۔ (مجمع الزوائد صفحہ ۲۵)

فَائِدَہ: بنایہ شرح ہدایہ میں ہے میت کو تخت پر رکھے۔ (جلد ۳ صفحہ ۲۱۹، کبیری صفحہ ۵۷۷)

میت کو کسی تخت پر رکھ کر غسل دیا جائے گا۔ خواہ تخت کو پورب پچھم رکھے یا اتر دکھن یا کسی اور طرح جس طرح سہولت ہو۔ (فتح القدیر جلد ۲ صفحہ ۱۰۶) میت کو کسی تخت پر چت لٹائے۔ (عنایہ علی الفتح صفحہ ۱۰۶)

اسبیجابی اور صاحب شرح طحاوی نے بیان کیا کہ چت لٹائے اور پیر قبلہ رخ کر دے جیسے کے موت کے وقت۔ (بنایہ صفحہ ۲۱۱)

جس تخت پر میت کو غسل دیا جائے گا اس کو ۳/۵/ یا زائد ۷/ مرتبہ دھونی خوشبو کی مثلاً لوبان کی دی جائے گی اس کا طریقہ یہ ہے کہ تخت کے چاروں طرف اسے گھمایا جائے گا۔ (فتح القدیر صفحہ ۱۰۸، طحطاوی علی المراقی صفحہ ۳۱۰)

غسل کی ابتداء دائیں طرف سے مسنون ہے

حفصہ بنت سیرین کی روایت ام عطیہ سے ہے کہ اپنی بیٹی کے غسل کے بارے میں فرمایا غسل دائیں جانب سے کرو، اور وضو کے مقامات سے۔ (بخاری صفحہ ۱۶۸، ابوداؤد صفحہ ۴۴۸، مسلم صفحہ ۳۵۰، ترمذی صفحہ، ابن ابی شیبہ صفحہ ۲۴۱)

حضرت عائشہ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہَا فرماتی ہیں کہ آپ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ کو ہر چیز میں دایاں رخ پسند تھا حتیٰ کہ غسل میں اور بال جھاڑنے میں بھی۔ (بنایہ جلد ۳ صفحہ ۲۱۷)

فَائِدَہ: خیال رہے کہ اولاً وضو کے بعد سر کو غسل دیا جائے گا، پھر دائیں جانب اور بائیں جانب لیکن اس کا طریقہ یہ ہے اولاً بائیں کروٹ کیا جائے گا تا کہ دائیں طرف پانی پہنچ جائے پھر دائیں کروٹ تا کہ دائیں کے بعد بائیں طرف پانی پہنچ جائے اسی طرح غسل مسنون ہے۔ (فتح القدیر جلد ۳ صفحہ ۱۰۹)

شرح ہدایہ میں ہے کہ پہلے دائیں جانب کو دھوئے کہ یہ سنت ہے۔ (بنایہ صفحہ ۲۱۷)

غسل کی ابتداء سر اور داڑھی سے سنت ہے

محمد بن علی بن حسین کی روایت میں ہے کہ ابتداء سر اور ڈاڑھی سے کرے۔

ابوقلابہ نے کہا کہ اولاً سر سے ابتداء کرے، پھر داڑھی، پھر دائیں جانب سے غسل دے اور ۳/ مرتبہ دے ہر مرتبہ بیری کے پانی سے دے اور ایک مرتبہ خالص پانی سے دے۔ (مصنف بن عبدالرزاق جلد ۳ صفحہ ۳۹۷)

حضرت ابراہیم فرماتے ہیں میت کو وضو کرانے کے بعد سر کی جانب سے غسل دینا شروع کیا جائے گا۔

(ابن ابی شیبہ صفحہ ۲۴۵)

فائدہ. میت کو وضو کرانے کے بعد بیری کے پانی سے غسل دیا جائے گا۔ اور سر کو اولاً خطمی سے دھویا جائے گا۔
(طحطاوی علی المراقی)

خیال رہے کہ میت کے غسل کی ابتداء سر سے ہوگی اور زندوں کو غسل میں اولاً ہاتھ دھونا مسنون ہے۔
(نفع المفتی والسائل صفحہ ۱۴۲)

میت کو بیری کے پتے سے غسل دینا مسنون ہے

ام عطیہ انصاریہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کہتی ہیں کہ جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی صاحبزادی (زینب کا) وصال ہوا تو آپ نے فرمایا، ان ۳/ یا ۵/ یا اس سے زائد (۷/ مرتبہ) غسل دو، اور ان کو بیری کے پتوں کے پانی سے (بیری کے پتوں کو پانی میں پکا کر اس پانی سے) غسل دو۔ (بخاری صفحہ ۱۶۸، نسائی صفحہ ۲۶۶)

حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما فرماتے ہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ (حجۃ الوداع کے موقعہ پر) ایک آدمی تھا حالت احرام میں اونٹنی پر سے گر گیا اور مر گیا، تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اسے بیری کے پانی سے غسل دو۔
(مشکوٰۃ صفحہ ۱۴۳، متفق علیہ)

حضرت سعید بن جبیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں اگر بیری کا پتہ نہ ملے تو خطمی (ایک بیج ہے) اس کے پانی سے غسل کرایا جائے گا۔ حضرت حسن بصری فرماتے ہیں بیری کے پتہ سے غسل دیا جائے گا اگر یہ نہ ملے تو خطمی سے اور خطمی بھی نہ ملے تو اشنان (صابون) سے غسل دیا جائے گا۔ (ابن ابی شیبہ صفحہ ۲۴۴)

شرح مسند احمد میں علامہ نووی کے حوالہ سے کہ جمہور علماء کے نزدیک میت کو بیری کے پتہ سے غسل دینا مستحب ہے۔ (بلوغ الامانی جلد ۷ صفحہ ۱۶۶)

علامہ عینی نے لکھا ہے کہ خطمی بھی اس کے مثل ہے، اگر یہ نہ مل سکے تو صابن بھی اس کی جگہ ہے۔
(عمدۃ القاری جلد ۸ صفحہ ۴۰)

ابن ہمام اور دیگر فقہاء نے لکھا ہے کہ اولاً خالص میت کو پانی سے غسل دیا جائے تاکہ میل وغیرہ صاف ہو جائے اس کے بعد دوسری مرتبہ بیری کے پتوں کے ابالے پانی سے غسل دیا جائے، پھر تیسری مرتبہ کافور ڈالے پانی سے غسل دیا جائے تاکہ نظافت حاصل ہو جائے اور یہ بھی کیا جا سکتا ہے کہ دو مرتبہ بیری کے پتوں والے پانی سے (یا صابن سے) اور تیسری مرتبہ کافور کے پانی سے غسل دے دیا جائے۔ (فتح القدیر صفحہ)

ملا علی قاری نے بھی شرح مشکوٰۃ میں لکھا ہے کہ دو مرتبہ بیری کے پتوں والے پانی سے اور ایک مرتبہ کافوری پانی سے غسل دے۔ (مرقات جلد ۴ صفحہ ۳۳)

شرح مشکوٰۃ میں ہے کہ کافور کے استعمال کی حکمت یہ ہے کہ یہ جلدی سڑان کو روکتا ہے۔

علامہ عینی شرح ہدایہ میں لکھتے ہیں کہ ۳/مرتبہ غسل دینا سنت ہے، اور بدائع میں ہے کہ ایک مرتبہ دینا واجب ہے۔ (بنایہ صفحہ ۲۱۸)

انتباہ۔ آج کل لوگ صرف صابن سے غسل دے دیتے ہیں یہ جائز ہے مگر سنت کے خلاف ہے، بیری کے پتے آسانی سے مل جاتے ہیں اسی طرح کافور بھی لہٰذا سنت کی رعایت کرتے ہوئے اولاً خالص پانی سے پھر بیری کے پانی سے پھر کافور ڈالے ہوئے سے غسل دینا چاہئے، یہ سب آخری رسوم ہیں اس میں بھی سنت کی رعایت نہ کی جائے گی تو بڑے افسوس کی بات ہے۔

میت کے لئے کافور کا استعمال سنت ہے

حضرت ام عطیہ کی روایت ہے کہ آپ ﷺ نے (اپنی بیٹی کے غسل کا طریقہ بتاتے ہوئے) فرمایا، آخر میں کافور کا استعمال کرنا، کچھ کافور لگانا۔ (بخاری صفحہ ۱۶۸، فتح الباری جلد ۳ صفحہ ۱۳۳)

اس طرح نسائی کی روایت میں ہے، اس کے بعد (غسل کے بعد) کافور لگانا۔ (فتح الباری جلد ۳ صفحہ ۱۳۲)

فَائِدَہ: میت کے لئے کافور کا استعمال سنت ہے، آپ نے غسل کے آخیر میں اس کے استعمال کرنے کو فرمایا، اس کا مطلب یہ ہوسکتا ہے کہ آخری غسل کے پانی میں کافور ڈال کر استعمال کیا جائے، چنانچہ علامہ عینی نے عمدۃ القاری میں بحوالہ محیط و مبسوط میں غسل کی ترتیب بیان کرتے ہوئے لکھا ہے کہ پہلی مرتبہ خالص پانی سے دوسری مرتبہ بیری کے پتوں والے پانی سے تیسری مرتبہ کافور کی آمیزش والے پانی سے غسل دیا جائے۔ اسی طرح حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے۔ (عمدۃ القاری جلد ۸ صفحہ ۳۶)

علامہ عینی نے لکھا ہے کہ بیری اور کافور (کا پانی) میت کے حق میں سنت مستحب ہے۔ (عمدۃ القاری صفحہ ۴۱)

اسی طرح غسل کے بعد کفنانے کے وقت سجدہ کے مقامات پر کافور لگا دے، اور وہ پیشانی ہے ناک ہے دونوں ہاتھ گھٹنے اور دونوں پیر ہیں، اسی طرح سجدہ کے مقامات پر خوشبو بھی لگا دے۔ غسل کے بعد میت کے سر اور داڑھی میں بھی کافور لگایا جائے۔ (فتح القدیر جلد ۲ صفحہ ۱۱۰، فتح القدیر طحطاوی صفحہ ۳۱۲)

غسل کپڑے اور پردے کے ساتھ سنت ہے

حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے مروی ہے کہ آپ ﷺ کو لوگوں نے غسل دیا، اس حال میں کہ آپ پر کرتا تھا، اور کرتے کے اوپر سے لوگ پانی بہا رہے تھے اور اپنے ہاتھوں سے بدن کو نہیں رگڑ رہے تھے۔ (بلکہ کپڑے سے) حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں کہ جب آپ ﷺ کو لوگوں نے غسل دینے کا ارادہ کیا تو لوگوں نے اس امر میں اختلاف کیا کہ بعضوں نے کہا کہ آپ کے کپڑے قمیص کو اتار کر ننگا کر کے غسل دیں، بعضوں نے کہا کپڑے ہی پر سے غسل دیا جائے، سو اس پر اللہ پاک نے ان پر اونگھ طاری کر دی یہاں تک کہ ان

کے سر ٹھوڑیوں میں لگنے لگے۔

پھر گھر کے کنارے سے کسی کہنے والے کی آواز آئی کہ آپ کو غسل اس طرح دیا جائے کہ ان پر قمیص رہے، پس لوگوں نے قمیص پر سے غسل دیا، اور اسی پر سے پانی بہاتے رہے۔ اور اوپر سے رگڑتے رہے، یعنی ہاتھ بدن کے اندر نہیں لے گئے۔ (سنن کبریٰ جلد ۳ صفحہ ۳۸۷، ابوداؤد صفحہ ۴۴۸)

حضرت جعفر اپنے والد سے نقل کرتے ہیں کہ جب لوگوں نے آپ ﷺ کو (وفات کے بعد) غسل دینے کا ارادہ کیا تو ارادہ کیا کہ کپڑے اتار دیں، تو لوگوں نے گھر سے ایک (غائبانہ) آواز سنی قمیص نہ اتاری جائے۔ (ابن ابی شیبہ جلد ۳ صفحہ ۲۴۰)

حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ آپ ﷺ کو قمیص کی حالت میں غسل دیا گیا۔ (ابن ابی شیبہ)

حضرت عائشہ فرماتی ہیں کہ آپ ﷺ کو قمیص پہننے کی حالت میں غسل دیا گیا، اور لوگ قمیص کے اوپر سے پانی بہاتے تھے۔ (سنن کبریٰ صفحہ ۳۸۷)

حضرت بریدہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی روایت میں ہے کہ جب آپ کو غسل کے لئے لایا گیا تو گھر کے اندر سے آواز آئی کہ کہ آپ کی قمیص کو نہ کھولا جائے۔ (ابن ماجہ صفحہ ۱۰۵، تلخیص الحبیر صفحہ ۱۱۳، حاکم جلد ۱ صفحہ ۳۵۴)

فائدہ: خیال رہے کہ قمیص کا نہ کھولنا اور قمیص پہنے غسل کرانا یہ آپ ﷺ کی خصوصیت تھی، عام لوگوں کا کرتا سینا اور پیٹ کا لباس کھول دیا جائے گا، البتہ ناف سے لے کر گھٹنے تک مثل لنگی کے کپڑے سے چھپا کر غسل دیا جائے گا۔ آپ ﷺ کو غسل دینا پاکی اور طہارت کے لئے نہیں تھا آپ زندگی میں اور موت کے بعد بہر صورت پاک ہیں۔ (اعلاء السنن صفحہ ۱۷۷)

ابن ہمام اور دیگر تمام فقہاء نے لکھا ہے کہ صرف ناف سے لے کر گھٹنے تک ایک کپڑا ڈال دیا جائے گا باقی میت کا کرتا بنیان پائجامہ وغیرہ سب کھول کر خالی بدن کر دیا جائے گا، چونکہ کپڑے کے ساتھ پوری صفائی حاصل نہ ہو سکے گی۔ (فتح القدیر صفحہ ۱۰۷، عنانیہ نوالایضاح، طحطاوی علی المراقی صفحہ ۳۱۰، کبیری صفحہ ۵۷۷)

میت کے مقام ستر کا نہ دیکھنا جائز ہے اور نہ ہاتھ سے چھونا جائز ہے

حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا، نہ زندوں کے نہ مردوں کے ستر کو دیکھو ضمرہ نے حضرت علی کرم اللہ وجہہ سے روایت کی ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا اپنی ران کو مت کھولو، اور نہ کسی زندہ اور نہ مردہ کی ران (ستر عورت) پر نظر ڈالو۔ (استذکار صفحہ ۱۹۵، ابوداؤد صفحہ ۴۴۸)

فائدہ: خیال رہے میت کے غسل کے وقت گھٹنے سے لے کر ناف تک کپڑے سے چھپانا ضروری ہے، اس پر نگاہ کا پڑنا جائز نہیں اسی طرح اس مقام پر غسل کے وقت ہاتھ کا لگانا ہاتھ سے رگڑنا درست نہیں ہے، البتہ ہاتھ

میں کپڑے کا ایک دستانہ پہن لے اسی کو اس کے بدن پر پھیر دے۔

ابن عبدالبر مالکی نے اس پر اجماع نقل کیا ہے کہ زندہ اور مردہ کے ستر کا نہ دیکھنا جائز ہے اور نہ اسے ہاتھ سے چھونا جائز ہے۔ (استذکار جلد ۸ صفحہ ۱۹۴)

ابن ہمام اور دیگر فقہاء نے لکھا ہے کہ اس کے ستر عورت ناف سے لے کر گھٹنے تک ایک کپڑے کا ٹکڑا ڈال دیا جائے تا کہ غسل کے وقت ستر عورت نظر نہ آئے۔ **(وجعلوا علی عورته خرقة)**۔ (بنایہ جلد ۳ صفحہ ۲۹۴)

شرح منیہ میں ہے کہ ناف سے لے کر گھٹنے تک کپڑے سے پردہ کیا جائے کہ مردوں کا بھی وہی حکم ہے جو زندہ کا ہے، (صفحہ ۵۷۷) یعنی غسل کا طریقہ یہ ہے کہ کوئی لنگی کی طرح کپڑے سے ناف سے لے کر گھٹنے تک چھپا دے باقی پورے جسم کو کھلا رکھ کر غسل دے۔

حضرت ام سلیم کی روایت ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا جب کسی عورت کا انتقال ہو جائے اور تم اس کے غسل دینے کا ارادہ کرو تو اس کے پیٹ سے (غسل کی ابتدا اس طرح کرو) کہ اس کے پیٹ پر ہلکے سے ہاتھ پھیرو، بشرطیکہ عورت حاملہ نہ ہو، اگر حاملہ ہو تو پھر پیٹ کو حرکت مت دو۔ (کنز العمال اعلاء السنن جلد ۸ صفحہ ۱۸۰)

منقول ہے کہ جب حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے آپ ﷺ کو غسل دیا تو غسل کے بعد نرمی سے آپ کے پیٹ مبارک پر ہاتھ پھیرا تا کہ کچھ نکلنا ہو تو نکل جائے مگر کچھ نہیں نکلا، اس پر حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے فرمایا آپ زندگی میں بھی پاکیزہ تھے موت کے بعد بھی پاکیزہ۔ (عنایہ فتح القدیر صفحہ ۱۰۹)

فائدہ: سنت یہ ہے کہ غسل کے بعد پیٹ پر ذرا ہلکے سے ہاتھ پھیرے اس طرح کہ اس کو ذرا بٹھائے اسے ذرا پیچھے سے سہارا دے کر اس کے پیٹ پر ہاتھ پھیرے اگر کوئی چیز نکلے تو صرف اسی مقام کو دھوئے دوبارہ غسل کرانے کی اب ضرورت نہیں، اور نہ وضو دوبارہ کرنے کی ضرورت خیال رہے کہ غسل کے بعد پیٹ کو ہلکا سا سہارا دیا جائے پہلے نہیں۔ (عنایہ فتح القدیر صفحہ ۱۰۹)

کپڑے کا دستانہ سنت ہے

حضرت عقبہ بن الحارث رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے آپ ﷺ کو غسل دیا، اور آپ قمیص پہنے ہوئے تھے اور حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ہاتھ میں ایک کپڑے کا دستانہ تھا، جس سے وہ غسل دے رہے تھے، وہ قمیص کے نیچے اپنا ہاتھ ڈالتے اور غسل دیتے۔

(ابن ابی شیبہ جلد ۳ صفحہ ۲۴۴، سنن کبری جلد ۳ صفحہ ۳۸۸، حاکم اعلاء السنن جلد ۸ صفحہ ۱۷۷، طحطاوی)

فائدہ: ابن ہمام نے لکھا ہے غسل دینے والے کے لئے مستحب ہے کہ ہاتھ میں کپڑے کا دستانہ باندھ لے۔

(فتح القدیر جلد صفحہ ۱۰۷)

فَائِدَة: میت کو جو غسل دے رہے ہوں کسی کپڑے کے ٹکڑے کو اپنے ہاتھ میں باندھ لیں یہی دستانہ ہے اس کے سہارے میت کے بدن کے اندر کے اندرونی حصہ کو دھوئے۔ (اعلاء السنن جلد ۸ صفحہ ۱۷۶)

شرح منیہ میں ہے کہ غسل دینے والا ہاتھ میں کوئی کپڑا لپیٹ لے اور اس کے دانت مسوڑھے، ہونٹ وغیرہ پر پھیرے اسی پر امت کا عمل ہے۔ (صفحہ ۵۷۸)

غسل کے وقت ہلکے سے پیٹ کو نچوڑا جائے، تاکہ نجاست وغیرہ نکل جائے

ابن سیرین فرماتے ہیں کہ میت کے پیٹ کو غسل کی ابتداء میں ہلکے سے نچوڑا جائے، حضرت ابراہیم نخعی فرماتے ہیں میت کے پیٹ کو ایک دو مرتبہ ہلکے سے نچوڑا جائے گا۔ ابن مسیب کہتے ہیں کہ لوگوں نے رسول پاک ﷺ کے پیٹ مبارک سے چاہا کہ کچھ نکل جائے جیسا کہ عموماً میت کے پیٹ سے نکلتا ہے۔ (یعنی نچوڑا مگر کچھ نہیں نکلا) اس پر حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے فرمایا زندگی اور حیات بھی پاکیزہ موت بھی پاکیزہ۔

(ابن ابی شیبہ صفحہ ۲۴۶، سنن کبریٰ صفحہ ۳۸۸، ابن ماجہ صفحہ ۱۰۶)

غسل میں میت کو وضو کرانا سنت ہے

ابوقلابہ حضرت ابراہیم حضرت ابن سیرین کہتے ہیں کہ میت کو (غسل میں) نماز کے وضو کی طرح وضو کرایا جائے گا۔ (ابن ابی شیبہ جلد ۳ صفحہ ۲۴۱)

فَائِدَة: میت کو وضو کرانا مستحب ہے۔ (شرح مسلم صفحہ ۳۰۵)

علامہ عینی نے لکھا ہے کہ میت کو وضو کرایا جائے گا مگر ناک میں پانی اور کلی نہیں کرائی جائے گی چونکہ منہ اور ناک میں پانی ڈالنا میت کے لئے مشکل ہے۔ (عمدۃ القاری صفحہ ۴۳، مراقی الفلاح صفحہ ۳۱۰، فتح القدیر جلد ۲ صفحہ ۱۰۷)

غسل کی سنت میں وضو ہے اس لئے میت کو وضو سنت ہے البتہ کلی اور ناک میں پانی ڈالنا پھر نکالنا متعذر ہے اس لئے اس کو چھوڑ دیا جائے گا۔ (فتح القدیر صفحہ ۱۰۸)

ایسے ہی چھوٹے بچے کو جو نماز کی عقل اور سمجھ نہیں رکھتا اس کو وضو غسل کے موقعہ پر نہیں کرایا جائے گا۔ ہاں اگر نماز کی سمجھ رکھتا ہو تو وضو کرایا جائے گا۔ (مراقی صفحہ ۳۱۰، شامی صفحہ، نفع المفتی صفحہ ۱۴۲)

میت کے منہ اور ناک میں پانی ڈالنے کا طریقہ

حضرت ابراہیم نے فرمایا (غسل یا وضو کے وقت) میت کے ناک اور منہ میں پانی نہ ڈالا جائے بلکہ ایک صاف کپڑا (یا روئی لی جائے) اس کے ذریعہ سے منہ اور ناک کو تر کر دیا جائے۔ (ابن ابی شیبہ جلد ۳ صفحہ ۲۴۳)

فَائِدَة: میت کے وضو میں کلی اور ناک میں پانی ڈالنا مسنون نہیں، البتہ اگر میت ناپاک ہے، مثلاً مرد کا انتقال

جنابت کی حالت میں اور عورت کا انتقال حیض یا ولادت کی حالت میں ہوا ہو تو ناک میں پانی ڈال کر اسے کپڑے یا روئی سے نکال لینا لازم ہوگا۔

غسل طاق عدد میں دینا سنت ہے

ام عطیہ انصاریہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی روایت میں ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی بیٹی کی وفات پر فرمایا اسے طاق عدد میں غسل دو۔ (نسائی صفحہ ۲۶۶، بخاری صفحہ ۱۶۷، مسلم صفحہ ۳۰۵)

انہیں کی دوسری روایت میں ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ۳، ۵، ۷، یا اس سے زائد مرتبہ غسل دو۔

(ابوداؤد صفحہ، نسائی صفحہ ۲۶۶، مشکوۃ صفحہ ۱۴۳، ابن ماجہ ترمذی صفحہ ۱۹۳، استذکار صفحہ ۱۱۵)

فَائِدَة: خیال رہے کہ میت کو طاق عدد میں غسل دینا سنت ہے، اسی وجہ سے محدثین نے اس کے مستحب ہونے پر باب قائم کیا ہے۔ (بخاری صفحہ)

امام ترمذی فرماتے ہیں ۳؍مرتبہ دے ۳؍کافی ہو جائے تو زائد اختیار نہ کرے، اگر زیادہ کرے تو پھر ۵؍مرتبہ دے، (شرح مسند احمد صفحہ ۱۲۶)

ابن عبد البر مالکی رحمہ اللہ تعالیٰ نے لکھا ہے کہ غسل کی مقدار ۳؍مرتبہ ہے، اگر تیسری مرتبہ غسل کے بعد کچھ نکلے تو اسے دھو دے غسل کا اعادہ نہ کرے۔ (استذکار جلد ۸ صفحہ ۱۹۱)

غسل کے بعد کچھ نکلے تو دوبارہ غسل کی ضرورت نہیں

حضرت حسن بصری رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ غسل دینے کے بعد اگر کچھ (پیٹ وغیرہ سے نکلے) تو صرف اسی جگہ کو دھو دے دوبارہ غسل لوٹانے کی ضرورت نہیں۔

شعبہ کہتے ہیں کہ میں نے حضرت حماد سے پوچھا کہ غسل دینے کے بعد اگر میت (کے پیٹ) سے کچھ نکلے تو؟ انہوں نے جواب دیا صرف جگہ کو دھو دے۔ (ابن ابی شیبہ صفحہ ۲۴۵)

فَائِدَة: میت کو غسل دینے کے بعد اگر جسم یا پاخانہ و پیشاب کے راستہ سے کوئی نجاست وغیرہ نکلے تو اس صورت میں نہ دوبارہ غسل دیا جائے گا اور نہ وضو کرایا جائے گا، اس سے میت کا غسل وضو نہیں ٹوٹتا ہاں زندوں کا وضو ٹوٹ جائے گا۔ صرف دھو دینا کافی ہے۔ (نفع المفتی والسائل صفحہ ۱۴۲)

بعض لوگ ایسی صورت میں دوبارہ غسل کی زحمت کرتے ہیں یہ خلاف شرع زحمت برداشت کرنی ہے۔

غسل وغیرہ میں وصیت کی رعایت

ام جعفر نے بیان کیا کہ حضرت فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے اسماء رضی اللہ تعالیٰ عنہا کو وصیت کی تھی کہ میں جب

میں مر جاؤں تو اے اسماء تم مجھے غسل دینا اور میرے شوہر حضرت علی چنانچہ ان کو حضرت اسماء اور حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے غسل دیا۔ (سنن کبریٰ جلد۳ صفحہ ۳۹۷)

میت کو کسی چارپائی وغیرہ پر غسل کے بعد رکھے

حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے مروی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو غسل وغیرہ سے فارغ ہونے کے بعد منگل کے دن گھر میں چارپائی پر رکھ دیا گیا تھا۔ (سنن کبریٰ جلد۳ صفحہ ۳۸۵)

فائدہ: غسل سے فارغ ہونے کے بعد میت کو پاک وصاف جگہ میں رکھ دیا جائے، اگر لوگ دیکھنا چاہیں تو دکھا دیا جائے، اور اس وقت قریب میں قرآن پاک بھی پڑھا جاسکتا ہے، اس کے بعد دفن کے لئے لے جایا جائے تاخیر ممنوع ہے۔

عورت شوہر کو ضرورت پر غسل دے سکتی ہے

حضرت ابوبکر نے وصیت کی تھی کہ حضرت اسماء بنت عمیس غسل دیں۔ (ابن ابی شیبہ سنن کبریٰ صفحہ ۳۹۷)

جابر بن زید نے وصیت کی تھی کہ ان کی بیوی ان کو غسل دے۔

عطاء نے بیان کیا کہ ابوسلمہ نے کہا اگر مرد کا عورتوں کی جماعت میں انتقال ہو جائے تو اس کی بیوی اسے غسل دے سکتی ہے۔

عطاء نے بیان کیا عورت اپنے شوہر کو غسل دے سکتی ہے۔

عطاء بن رباح نے بیان کیا کہ حضرت ابوبکر کو ان کی بیوی اسماء بنت عمیس نے غسل دیا تھا کہ انہوں نے اپنی بیوی کو اس کی وصیت کی تھی۔ (سنن کبریٰ صفحہ ۳۹۷، ابن ابی شیبہ، موطا امام مالک صفحہ ۷۷)

ابن مسیب سے مروی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا خدا اس عورت پر رحم فرمائے جس نے اپنے شوہر کو غسل دیا اور اسے کفنایا۔ (سنن کبریٰ صفحہ ۳۹۷)

فائدہ: خیال رہے کہ بیوی اپنے شوہر کو غسل میت دے سکتی ہے۔ اس میں کسی کا اختلاف نہیں تمام علماء کے نزدیک جائز ہے۔ (اگر کوئی مرد ہو تب بھی عورت غسل دے سکتی ہے)۔ (اعلاء السنن صفحہ ۱۸۵)

علامہ عینی نے لکھا ہے کہ بیوی عدت میں رہنے کی وجہ سے غسل دے سکتی ہے۔ (عمدۃ القاری جلد۸ صفحہ ۴۰۹)

شوہر بیوی کو غسل نہیں دے سکتا

اشعث نے حضرت شعبی کا قول نقل کیا ہے کہ مرد اپنی بیوی کو غسل نہیں دے۔

امام ابوحنیفہ سفیان ثوری کی بھی یہی رائے ہے۔ (ابن ابی شیبہ صفحہ ۲۵۰)

امام سفیان ثوری کہتے ہیں آدمی شوہر اپنی بیوی کو غسل نہیں دے سکتا۔ (مصنف ابن عبدالرزاق جلد۳ صفحہ۳۰۹)

فائدہ: چونکہ عورت کی وفات کے بعد اس کا رشتہ نکاح ٹوٹ جاتا ہے، مرد پر عدت نہیں کہ تعلق نکاح باقی رہے اس لئے اجنبی ہو جانے کی وجہ سے غسل جائز نہیں۔ بعض روایتوں میں جو مرد کے غسل کے بارے میں آیا ہے۔ اس سے مراد غسل کے امور میں تعاون اور مدد کرنا ہے۔ (اعلاء السنن جلد۸ صفحہ۱۸۵)

ملا عبدالحئی فرنگی محلی لکھتے ہیں

"فان الزوجة اذا ماتت حرم علی الزوج ان یغسلها اویمسها اما النظر فلا یمنع علی الاصح " (نفع المفتی صفحہ۱۲۳)

بیوی کا انتقال ہو جائے تو شوہر کو غسل دینا اور چھونا ناجائز ہے۔ ہاں دیکھنا درست ہے۔ اسی طرح غسل میں تعاون کرنا درست ہے۔ اسی طرح فتح القدیر میں ہے **"لا یغسل الزوج امراته."** (جلد۲ صفحہ۱۱۱)

میت کو غسل دینے کا مسنون طریقہ

ماقبل کی بیان کردہ احادیث و آثار اور فقہاء کرام کے کلام کے اعتبار سے میت کو غسل دینے کا مسنون و مستحب طریقہ ہے۔

اولاً بیری کے پتیوں کا پکایا ہوا پانی ایک برتن میں تیار رکھے اسی طرح دوسرے برتن میں کافور کا پانی تیار رکھے۔

① جس تختہ پر غسل دیا جائے اس کو اولاً ۳/ یا ۵/ یا ۷/ بار لوبان یا کسی خوشبو کی دھونی دے دے۔

② میت کو اس تخت پر اس طرح لاکر لٹا دے کہ قبلہ اس کے دائیں طرف ہو یہ بہتر ہے۔ ورنہ جس رخ آسان ہو لٹا دے۔

③ میت کے بدن کے تمام کپڑے چاک (کاٹ یا پھاڑ کر) کرکے اس طرح نکال لے کہ اس کی ناف سے لے کر پنڈلی تک ایک تہبند اولاً رکھ دے پھر ان کپڑوں کو اندر ہی اندر سے نکال لے ذرا بے ستری نہ ہو۔

④ یہ تہبند اتنا دبیز یا موٹا ہو کہ بھیگنے سے بدن کی رنگت نظر نہ آئے۔

⑤ غسل شروع کرنے سے پہلے بائیں ہاتھ میں دستانہ پہن لے۔ پھر مٹی کے ۳/ یا ۵/ ڈھیلے سے استنجا کرائے، پھر پانی بہا کر پاک کرائے۔

⑥ پھر میت کو وضو کرائے۔ البتہ نہ کلی کرائے اور نہ ناک میں پانی ڈالے۔

⑦ روئی کا پھایا پانی سے بھگا کر ہونٹوں، دانتوں اور مسوڑھوں پر پھیر کر اسے پھینک دے اس طرح ۳/ مرتبہ کرے۔

⑧ اسی طرح روئی کے تر پھائے سے ناک کے سوراخوں کو ۳/ مرتبہ تر کر کے روئی پھینک دے۔

نوٹ: اگر عورت کا انتقال حیض یا بچہ کی ولادت کے موقعہ پر ہوا ہو۔ یا مرد کا انتقال جنابت حاجت غسل میں ہوا ہو تو منہ اور ناک میں پانی کا ڈالنا ضروری ہے۔ پانی ڈال کر اسے نکال لے۔

⑨ ناک اور منہ میں روئی کا پھایا رکھ دے تا کہ وضو یا غسل کے وقت پانی منہ یا ناک کے اندر نہ جائے۔

⑩ وضو کرانے میں اولاً منہ دھلائے۔ پھر ہاتھ کہنی سمیت پھر سر کا مسح پھر ۳/ دفعہ پیر دھلائے۔

⑪ وضو سے فارغ ہونے کے بعد غسل کی ابتداء، غسل کی ابتداء سر سے کرے سر کو اور داڑھی ہونے کی صورت میں داڑھی کے بالوں کو خطمی یا صابن سے صاف کرے اور دھوئے۔

⑫ پھر میت کو بائیں کروٹ دے اور اس رخ سے پانی بہا کر غسل دے۔ بیری کے پتوں کا پکایا ہوا نیم گرم پانی اسے دائیں کروٹ پر سر سے لے کر پیر تک ڈالے۔ اس روانی کے ساتھ ڈالے کہ پانی بائیں کروٹ نیچے تک پہنچ جائے۔

⑬ پھر میت کو دائیں کروٹ لٹا دے۔ سر سے پیر تک پانی ڈالے کہ نیچے کے حصہ تک پانی پہنچ جائے۔

⑭ اس کے بعد میت کو بدن کے سہارے اس طرح کرے کہ بیٹھنے کے قریب ہو جائے۔ پھر اس کے پیٹ پر اوپر سے نیچے کی جانب ہاتھ پھیرے، اور ہلکا سا دبائے تا کہ کچھ پاخانہ پیشاب پیٹ میں ہو تو نکل جائے۔ اگر نکلے تو اچھی طرح پانی بہا کر صاف کر دے اور دھو دے دوبارہ غسل کے لوٹانے کی ضرورت نہیں۔

⑮ پھر میت کو بائیں کروٹ کر دے اور کافور ملا ہوا پانی سر سے پیر تک ۳/ دفعہ بہا دے کہ نیچے بائیں حصہ میں خوب اچھی طرح پانی پہنچ جائے۔

⑯ پھر دوسرا نیا دستانہ پہن کر سارا بدن کسی تولیہ سے یا صاف کپڑے سے خشک کر کے تہ بند بدل ڈالے۔

⑰ پھر میت کو آہستہ سے غسل کے تختہ سے اٹھا کر کفن پر لٹا دے۔ ناک کان اور منہ سے روئی کے پھاؤں کو نکال ڈالے۔

⑱ کسی تجربہ کار غسل دینے والے سے تعاون حاصل کرے۔

میت کو غسل دینے والے کے لئے غسل سنت ہے

حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں کہ آپ ﷺ ۴/ موقعہ پر غسل فرماتے جنابت سے جمعہ کے دن، پچھنا لگانے کے بعد اور میت کو غسل دینے کے بعد۔ (ابوداؤد صفحہ ۴۵)

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا جو میت کو غسل دے اس پر غسل ہے۔ اور جو اسے اٹھائے تو باوضو ہو۔ (ترمذی صفحہ ۱۹۳)

مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو میت کو غسل دے اسے چاہئے کہ وہ غسل کرے۔ (مجمع الزوائد صفحہ ۲۵)

حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما فرماتے ہیں کہ ہم میں سے بعض میت کو غسل دینے کے بعد غسل کرتے تھے اور بعض نہیں کرتے تھے۔ (عمدۃ القاری صفحہ ۴۸)

حضرت سعید بن جبیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہتے ہیں کہ میری والدہ نے کسی عورت کو غسل دیا۔ تو مجھے پوچھنے بھیجا کہ کیا میرے اوپر غسل ہے۔ میں حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما کے پاس آیا اور پوچھا تو انہوں نے کہا ارے کسی ناپاک کو غسل دیا گیا۔ (یعنی غسل نہیں ہے) پھر حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما کے پاس آیا اور پوچھا تو انہوں نے بھی یہی جواب دیا۔ (جس کا مطلب یہ ہے کہ غسل واجب نہیں)۔

عطا نے حضرت ابن عباس اور حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہم سے نقل کیا ہے کہ میت کو غسل دینے والے پر غسل کرنا واجب نہیں۔ (عمدۃ القاری جلد ۸ صفحہ ۳۷)

حضرت اسماء بنت عمیس رضی اللہ تعالیٰ عنہا جو حضرت ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی بیوی تھیں ان کی وفات کے بعد انہوں نے ان کو غسل دیا۔ پھر مہاجرین سے پوچھا کہ سردی بہت سخت ہے اور میں روزے سے بھی ہوں۔ کیا میرے اوپر غسل واجب ہے۔ کہا نہیں۔ (مصنف ابن عبدالرزاق جلد ۳ صفحہ ۴۱۰)

ابن شہاب زہری نے کہا میت کو غسل دینے کے بعد غسل کرنا سنت ہے۔ یعنی واجب نہیں۔

(ابن عبدالرزاق جلد ۳ صفحہ ۴۰۸)

میدان جنگ کے شہداء کو غسل نہیں دیا جائے گا

حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے مروی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے شہداء احد کے متعلق فرمایا تھا ان کو غسل مت دو۔ ان کا ہر زخم اور خون قیامت کے دن مشک کی خوشبو دے گا اور نہ نماز پڑھی۔

(بخاری، ابوداؤد، ابن ماجہ، کبریٰ)

عبداللہ بن ثعلبہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہتے ہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے جنگ احد میں فرمایا تھا کہ ان کو انہی کے کپڑوں میں (جو خون آلود ہیں بلا غسل کے) دفن کرو۔ اور ایک قبر میں کئی لوگ ڈالے گئے۔ اور آپ نے فرمایا جو قرآن زائد پڑھے ہیں ان کو آگے رکھو۔ (ابوداؤد، مسند احمد مرتب صفحہ ۱۸۶)

حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے مروی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے شہداء احد کے متعلق فرمایا کہ ان سے ہتھیار اور زرہ وغیرہ نکال دیا جائے۔ ان کو انہی خون میں اور انہی کے کپڑوں میں دفن کر دیا جائے۔ (یعنی غسل نہ دیا جائے)۔ (ابوداؤد صفحہ ۴۴۷)

میدان جنگ کے علاوہ شہداء کو غسل دیا جائے گا

حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما فرماتے ہیں کہ حضرت عمر فاروق نیزہ مارنے کے ۳؍ دن بعد زندہ رہے پھر انتقال ہوا، ان کو غسل دیا گیا اور کفنایا گیا۔ (تلخیص الحبیر صفحہ ۱۵۲)

حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما کہتے ہیں کہ حضرات صحابہ میدان جہاد کے علاوہ جو ظلماً شہید ہو جاتا اس کو غسل دیتے چنانچہ حضرت عمر، حضرت عثمان حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہم شہید ہوئے ان کو غسل دیا (کشف الغمہ ۱۶۴)

فَائِدَۃ: میدان جنگ میں شہید ہونے والے شہید حقیقی کے علاوہ جو دوسرے شہداء ہیں جسے حدیث پاک میں شہید کے نام سے یاد کیا گیا یہ شہید حکمی ہیں، ان سب کو غسل دیا جائے گا۔

چنانچہ حضرت جابر بن عتیک رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی روایت میں ہے شہید جہاد کے علاوہ ۷؍ شہداء ہیں۔

① طاعون میں مرنے والے، ② ڈوبنے والے، ③ پہلو کی بیماری میں مرنے والے، ④ پیٹ کی بیماری میں مرنے والے، ⑤ جل کر مرنے والے، ⑥ گر کر دب کر مرنے والے، ⑦ ولادت کے موقعہ پر مرنے والی عورتیں۔ ابن ماجہ کی روایت کے اعتبار سے حالت سفر میں مرنے والے۔ (تلخیص الحبیر صفحہ ۱۴۹، حاکم صفحہ ۳۵۲)

ان سب کو شریعت نے شہید سے یاد کیا ہے یعنی شہادت کا ثواب ملے گا مگر ان کو غسل دیا جائے گا۔ اور کفنایا جائے گا۔

میت کو غسل ان کے قریبی رشتہ دار دیں اور وہی قبر میں اتاریں

سالم بن عبید الاشجعی کی روایت میں ہے کہ حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ صاحب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا گیا آپ کو کون غسل دے گا۔ تو فرمایا خاندان کے وہ افراد جو سب سے زیادہ قریبی رشتہ دار ہیں۔

(سنن کبریٰ جلد ۳ صفحہ ۳۹۵)

شعبی کہتے ہیں کہ نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کو غسل حضرت علی، حضرت عباس اور حضرت اسامہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم نے دیا۔ اور انہیں لوگوں نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو قبر میں اتارا ایک روایت میں ہے کہ ان کے ساتھ حضرت عبد الرحمٰن بن عوف بھی تھے، ایک روایت میں ہے کہ حضرت علی عباس اور فضل رضوان اللہ علیہم تھے، ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما کی ایک روایت میں ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو قبر میں اتارنے والے یہ حضرات تھے علی، فضل، قثم، شقران جن کو صالح بھی کہا جاتا ہے (یہ آپ کے غلام تھے)۔ (تلخیص صفحہ ۱۳۶)

ابن عبد البر نے بیان کیا کہ حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے آپ کو غسل اور کفن دیا اور ساتھ میں حضرت فضل بن عباس اور حضرت عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہم بھی تھے۔ (استذکار صفحہ ۲۰۹)

مرد اجنبی عورتوں میں اور عورت مردوں کے درمیان مر جائے تو تیمم کرایا جائے گا

حضرت مکحول نے بیان کیا کہ اگر عورت ایسے مقام میں مر جائے جہاں مرد کے علاوہ عورتیں نہ ہوں اسی طرح مرد عورتوں کے درمیان مر جائے ایسی صورت میں تیمم کرایا جائے گا اور دفن کر دیا جائے گا۔

(سنن کبریٰ صفحہ ۳۹۸)

فَائِدَۃ: پردہ کی رعایت میں ایسا ہوگا۔

میت غسل دینے والے، اٹھانے والے، قبر میں ڈالنے والے کو جان لیتا ہے

حضرت ابوسعید رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے مروی ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا، جو میت کو اٹھاتا ہے، غسل دیتا ہے، اور جو اسے قبر میں ڈالتا ہے اس کو پہچان لیتا ہے۔

(کنز العمال جلد ۱۵ صفحہ ۵۹۲، مسند احمد، کشف الغمہ صفحہ ۱۶۳، اتحاف الخیرہ صفحہ ۲۲۵)

فَائِدَۃ: مطلب یہ ہے کہ میت اگرچہ ظاہری زبان سے بول نہیں سکتا مگر اس کی روحانی معرفت اور ادارک باقی رہتا ہے اسی لئے وہ ان لوگوں کو جان لیتا ہے، کہ کون اس کے ساتھ کیا خدمت اور تعاون کر رہا ہے۔

سمندری سفر میں انتقال ہو جائے تو کیا کرے

واصل نے حضرت حسن بصری سے نقل کیا کہ سمندر میں (جہاز وغیرہ) پر کسی کا انتقال ہو جائے تو (کفنا کر) کسی ٹوکری وغیرہ میں رکھ کر اسے سمندر میں ڈال دیا جائے۔ (سنن کبریٰ جلد ۴ صفحہ ۷، ابن ابی شیبہ جلد ۳ صفحہ ۳۴۸)

حضرت عطاء فرماتے ہیں اگر کسی کا انتقال سمندری سفر میں ہو جائے اسے غسل دیا جائے، کفنا دیا جائے، خوشبو لگا دی جائے اس پر جنازہ پڑھ لیا جائے، پھر اس کے پیروں کو باندھ کر (تاکہ پیر پھٹیں نہ) سمندر میں ڈال دیا جائے۔ (ابن ابی شیبہ جلد ۳ صفحہ ۲۴۸)

اگر کسی کا سمندر میں انتقال ہو جائے اور قریب میں کوئی خشکی یا جزیرہ نہ ہو اس کا علم ہو، تو لاش کو ساحل کی منزل کے انتظار میں روک کر نہیں رکھا جائے گا۔ بلکہ غسل دے کر کفن پہنا کر جنازہ پڑھ لیا جائے گا اور اسے سمندر میں ڈال دیا جائے گا۔ (شامی صفحہ ۲۲۵، فتح القدیر صفحہ)

اور کسی پتھر سے باندھ دے تاکہ نیچے ڈوب جائے۔ (فتح القدیر جلد ۲ صفحہ ۱۴۱، بحر الرائق صفحہ ۲۰۸)

اگر ساحل کے قریب ہونے کا علم ہو اور لاش کے تغیر سے قبل منزل یا ساحل تک پہنچ جائے گا تو پھر سمندر میں ڈوبانا جائز نہیں۔

"اما اذا لم یخف علیه التغیر ولو بعد البر او کان البر قریبا وامکن خروجه فلا

یرمی." (طحطاوی علی المراقی صفحہ۳۳۶)

حج کے دوران احرام کی حالت میں انتقال ہوجائے تو

حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے مروی ہے کہ حضرت عبداللہ بن عمر کے صاجبزادے کا انتقال حالت احرام میں ہوگیا تو انہوں نے اسے کفنایا، چہرہ کو ڈھانک دیا اور سر کو چھپا دیا کپڑا رکھ دیا حضرت حسن بصری نے فرمایا محرم کا جب انتقال ہوجائے تو اس کا احرام ختم ہوجاتا ہے حضرت عامر کی روایت ہے محرم جب انتقال کرتا ہے تو اس کا احرام ختم ہوجاتا ہے طاؤس نے کہا محرم جب مرجائے گا تو اس کے سر کو ڈھانک دیا جائے گا۔

حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے روایت ہے کہ محرم جب وفات پاجائے تو اس کا احرام ختم ہوجاتا ہے۔ علامہ ابن حزم نے حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے نقل کیا ہے کہ انہوں نے محرم کو وفات پاجانے کے بعد خوشبو لگائی ہے اس کے سر کو ڈھانک دیا ہے، جابر نے حضرت ابوجعفر سے روایت کی ہے کہ اس کے سر کو چھپایا جائے گا کھلا نہ رکھا جائے گا حضرت ابن عباس سے مروی ہے کہ محرم کی (وفات ہوجائے تو صرف) سر کو نہ چھپاؤ بلکہ اس کے پورے چہرے کو چھپاؤ۔ (عمدۃ القاری جلد۸ صفحہ۵۱)

فَائِدَہ: اس سے معلوم ہوا کہ اگر کوئی شخص احرام کی حالت میں مرجائے تو اس سے احرام کی ساری پابندی موت کی وجہ سے ختم ہوجاتی ہے، چونکہ اب وہ مکلف نہیں رہتا آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا انسان جب مرجاتا ہے تو اس کا عمل ختم ہوجاتا ہے لہٰذا اسے خطمی اور بیری کے پتہ اور کافور سے غسل دینا جائز ہوجائے گا، اور خوشبو کا لگانا اس کے لئے جائز ہوجائے گا۔

سر اور چہرہ کا ڈھانکنا درست ہوجائے گا۔ چنانچہ فقہاء احناف نے اس کی تصریح کی ہے۔ (درمختار میں ہے محرم مثل حلال کے ہے، اس کی شرح میں علامہ شامی لکھتے ہیں، پس اس کے سر کو چھپایا جائے گا، اور اس کے کفن میں خوشبو لگائی جائے گی۔ (جلد۲ صفحہ۲۰۴)

شرح منیہ میں ہے کہ عطاء نے کہا آپ سے محرم حالت احرام میں مرجانے والے کے متعلق پوچھا گیا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اس کے سر اور چہرہ کو چھپا دو یہود کی طرح مت کرو، (کھلا مت رکھو) حضرت عائشہ کی حدیث میں ہے اسی طرح کرو جس طرح اپنے مردوں کے ساتھ کرتے ہو (یعنی خوشبو لگاؤ، سر منہ ڈھانک دو)۔

(کبیری صفحہ۵۸۲)

* * *

کفن کے سلسلے میں آپ ﷺ کے اسوۂ حسنہ اور پاکیزہ تعلیمات کا بیان

آپ ﷺ اپنے اصحاب کو غسل دیتے کفن پہناتے

حضرت عبداللہ بن ابی اوفی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی روایت ہے (ایک صحابی کی میت پر) آپ ﷺ اور ہم لوگ بھی آپ ﷺ کے ساتھ اٹھے، یہاں تک کہ اس کی جھونپڑی کے قریب گئے تو آپ نے اپنے احباب سے فرمایا، اس جھونپڑی میں میرے علاوہ کوئی اور نہ آئے، چنانچہ آپ اس جھونپڑی میں گئے، تو دیکھا کہ حضرت جبرائیل علیہ السلام اس کے سرہانے کھڑے ہوئے، حضرت جبرائیل علیہ السلام نے آپ سے فرمایا، اے اللہ کے رسول، اگر آپ نہ تشریف لاتے تو اس کام کے لئے میں کافی ہوتا۔ (یعنی غسل وکفن کے لئے) اب تو آپ اس کے زیادہ مستحق ہیں۔

چنانچہ آپ ﷺ اٹھے اپنے ہاتھ سے ان کو غسل دیا، کفنایا اس پر نماز جنازہ پڑھی، اسے قبر میں داخل کیا۔

(اتحاف الخیرہ جلد ۳ صفحہ ۲۲۳، مطالب عالیہ جلد ۴ صفحہ ۱۰۱، سبل جلد ۸ صفحہ ۳۵۹)

فائدۃ: کسی میت کو غسل دینا کفنانا سنت اور باعث فضیلت ہے، اس کا بڑا ثواب ہے، بعض لوگ ایسے کام سے بچتے ہیں اور اسے نیچے درجہ اور گھٹیا کام خیال کرتے ہیں سو یہ صحیح نہیں، احباب ہوں رشتہ دار ہوں تو سبقت کرنا چاہئے۔ مستحب یہ ہے کہ میت کو غسل اس کے قریبی رشتہ دار دیں۔ اگر رشتہ دار نہ دے سکیں تو کوئی صالح متقی پرہیزگار دے۔ جنبی اور حائضہ کا غسل دینا مکروہ ہے۔ (الشامی، بحر صفحہ ۱۸۸)

میت کے کفن دفن کا صرفہ میت کے پورے مال سے ہوگا

حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا، میت کے کفن (دفن اور ضروری امور کا) صرفہ میت کے پورے مال سے (تہائی سے نہیں جیسا کہ وصیت میں ہے) ہوگا۔ (مجمع الزوائد جلد ۳ صفحہ ۲۶، طبرانی)

صحیح بخاری میں ہے کہ کفن کا خرچہ پورے مال سے ہوگا یہی عطا، زہری، عمر بن دینار اور قتادہ نے کہا سفیان نے کہا اسی طرح قبر کی کھدائی اور غسل کا صرفہ بھی کفن کے متعلقات میں ہے۔ عمر بن دینار نے کہا کہ خوشبو کا صرفہ

بھی اسی میں ہے۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما کی روایت میں ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم میت کے پورے مال سے کفن کا انتظام فرماتے، اگر اس سے پورا نہ ہوتا تو پھر دوسرے مال سے (میت کے مال کے علاوہ) پورا فرماتے۔

(کشف الغمہ صفحہ ۱۶۴)

فَائِدَہ: حافظ ابن حجر رحمہ اللہ تعالیٰ نے بیان کیا اس پر اہل علم کا اجماع ہے کہ میت کے پورے مال سے کفن اور اس کے متعلقات کا انتظام ہوگا۔ (فتح الباری جلد ۳ صفحہ ۱۴۱)

علامہ عینی نے بھی جمہور کا یہی قول لکھا ہے، یعنی وصیت کی طرح ثلث مال سے اس کا حساب نہیں ہوگا بلکہ جو مال میت چھوڑ گیا ہے اس پورے مال میں سے اس کا انتظام ہوگا۔ (عمدۃ القاری جلد ۳ صفحہ ۵۸)

صحیح بخاری میں ابراہیم نخعی کا قول نقل کیا ہے کہ میت کے مال سے سب سے پہلے کفن وغیرہ کا خرچہ دیا جائے گا پھر اس کے بعد قرضہ جو اس کا ہوگا ادا کیا جائے گا۔ پھر اس کے بعد اگر اس نے وصیت کی ہوگی تو اس باقی مال کی تہائی سے اسے ادا کیا جائے گا۔ (بخاری جلد ۱ صفحہ ۱۷۰)

بحر الرائق میں ہے کہ کفن دفن کا خرچہ دین قرضہ اور وراثت سے پہلے ہوگا۔ (بحر الرائق صفحہ ۱۹۱)

ابن ہمام نے لکھا ہے کہ اگر میت مال چھوڑ کر مرا ہے تو کفن دفن وغیرہ اسی کے مال سے ہوگا (ہاں اگر کوئی اولاد اپنی طرف سے یا اور کوئی رشتہ دار یا احباب ثواباً دینا چاہے تو دے سکتا ہے اگر اس نے مال نہیں چھوڑا ہے تو یہ صرف اس کے ذمہ ہوگا جس کے ذمہ اس کا نفقہ خرچہ اور دیکھ بھال تھا، اگر کوئی رشتہ دار نہیں تو اس کا صرفہ بیت المال (عام مؤمنین کے) ذمہ ہوگا۔ (صفحہ ۱۱۳)

اس زمانہ میں بیت المال نہیں ہے تو محلے والے کے چندہ سے اس کا نظم ہوگا۔

بیوی کا کفن شوہر کے ذمہ بہر صورت ہوگا خواہ اس نے اپنا ذاتی مال کیوں نہ چھوڑا ہو۔ (بحر الرائق جلد ۲ صفحہ ۱۹۱)

اسی طرح کبیری میں ہے کہ فتویٰ اسی پر ہے۔ (صفحہ ۵۸۳)

جاننا چاہئے کہ میت کے مال سے کفن سنت ہی ادا کیا جائے گا اس کے علاوہ نہیں۔ (بحر الرائق صفحہ ۱۹۱)

مسنون کفن کے علاوہ میت کے مال سے جائز نہیں۔

یہ جو لوگ امام کا مصلیٰ نکال لیتے ہیں جائز نہیں میت کے مال میں سے اس کا شمار نہ ہوگا۔

مردوں کو ۳ / کپڑوں میں کفن دینا سنت ہے

حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے مروی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو ۳ / کپڑوں میں کفن دیا گیا تھا۔

(ابوداؤد صفحہ ۴۴۹)

حضرت جابر بن سمرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو ۳ر کپڑوں میں کفن دیا گیا، قمیص، ازار، لفافہ۔ (تلخیص الجبیر صفحہ ۱۱۵، کشف الاستار جلد ۱ صفحہ ۳۸۴)

حضرت ابوجعفر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہتے ہیں ہمیں یہ بات پہنچی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو ۳ر کپڑوں میں کفن دیا گیا تھا۔ (الاستذکار جلد ۸ صفحہ ۱۸۴)

حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے مروی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو ۳ر کپڑوں میں کفن دیا ایک قمیص جس میں آپ کی وفات ہوئی تھی (یعنی بوقت وفات زیب تن فرماتے) اور نجرانی جوڑے۔

(استذکار جلد ۸ صفحہ ۱۸۵، ابوداؤد صفحہ ۴۴۹)

ابن عبدالبر مالکی نے بیان کیا یہ قمیص جو پہنے ہوئے تھے اس میں آپ کو غسل دیا گیا تھا جس کی وجہ سے تر ہوگیا تھا اور تر اور بھیگا کپڑا کفن میں نہیں ہوتا۔ (استذکار جلد ۸ صفحہ ۱۸۵)

حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو ۳ر یمنی کپڑوں میں کفن دیا گیا۔

(استذکار صفحہ ۲۰۶، بخاری صفحہ ۱۶۹، مسلم صفحہ ۳۰۵)

حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے پوچھا آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو کتنے کپڑوں میں کفن دیا گیا تھا، کہا ۳ر کپڑوں میں فرمایا مجھے بھی ۳ر کپڑوں میں کفن دینا۔ (استذکار صفحہ ۲۱۴)

حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو ۳ر کپڑوں میں کفن دیا گیا تھا۔ (عمدۃ القاری: ۴۹/۸)

حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما کی روایت میں ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو ۳ر یمنی کپڑوں میں کفنایا گیا۔

(عمدۃ جلد ۸ صفحہ ۴۹)

فائدہ: علامہ عینی نے شرح بخاری میں بکثرت روایتوں سے ثابت کیا ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم ۳ر کپڑوں میں کفن دیئے گئے تھے۔ (عمدۃ القاری صفحہ ۴۹، فتح الباری صفحہ)

فائدہ: احناف کے یہاں مردوں کو ۳ر کپڑوں میں کفن دینا سنت ہے۔ (استذکار جلد ۸ صفحہ ۱۲۱۰)

زائد دینا بہتر نہیں۔ (جلد ۸ صفحہ ۲۱۵)

شرح مسلم میں ہے کہ جمہور کا مذہب یہ ہے کہ مردوں کو ۳ر کپڑوں میں کفنانا مستحب ہے، اور عورتوں کو ۵ر کپڑوں میں کفنانا مستحب ہے۔

۵ر سے زائد مردوں اور عورتوں کے حق میں اسراف (مکروہ) ہے۔ (صفحہ ۳۰۵)

کبیری شرح منیہ میں ہے کہ مردوں کو ۳ کپڑے قمیص ازار لفافے میں کفن دینا سنت ہے۔ (صفحہ ۵۸۰)

اسی طرح علامہ شامی نے اور تمام فقہاء احناف نے ۳ر کپڑوں میں کفن دینا سنت لکھا ہے۔ (شامی جلد ۲ صفحہ ۲۰۲)

نابالغ چھوٹے بچے کے کفن کے متعلق علامہ شامی نے بیان کیا ہے کہ بچے کو دو کفن دیا جائے ایک ازار ایک

چادر تو یہ بھی حسن اور بہتر ہے، بیشتر فقہاء کرام نے بیان کیا کہ بچوں کو بھی بڑوں کی طرح ۳؍ کفن دیا جائے تو بہتر ہے۔ (شامی صفحہ۲۰۴)

اسی طرح منیۃ المصلی کی شرح کبیری میں ہے۔ (صفحہ۵۸۱)

محیط کے حوالے سے ہے کہ بچے قریب البلوغ، چھوٹی لڑکی، قریب البلوغ لڑکیاں سب کو بڑوں کے مثل کفن دیا جائے۔ (کبیری صفحہ۵۸۱)

دو کفن پر بھی اکتفا کیا جاسکتا ہے

جابر بن سمرہ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے مروی ہے کہ آپ ﷺ کو ۳؍ کفن دیا گیا تھا، اور حضرت عمر رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ کو دو کفن دیا گیا تھا۔ (کشف الاستار صفحہ۳۸۴)

عبادہ بن صامت رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ کی روایت میں آپ ﷺ نے فرمایا، بہترین کفن حلہ (جوڑا قمیص اور ازار کا) ہے۔ (ابوداؤد صفحہ۴۵۰، اعلاء السنن صفحہ۲۰۳)

حضرت عائشہ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہَا فرماتی ہیں کہ حضرت ابوبکر صدیق رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ نے ان دو کپڑوں کے بارے میں فرمایا جس میں وہ مرض الموت میں تھے کہ انہی دونوں کو دھو دینا اور ان دونوں میں مجھے کفنانا، حضرت عائشہ نے فرمایا آپ کے لئے نیا کفن نہ خریدوں۔ فرمایا میت کے مقابلہ میں زندہ نئے کپڑے کے زیادہ لائق ہے۔

(مصنف ابن عبدالرزاق، نصب الرایہ، اعلاء السنن جلد۸ صفحہ۲۰۰)

قاسم کی روایت میں ہے کہ حضرت ابوبکر رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ نے فرمایا، مجھے ان دو کپڑوں میں کفنانا جس میں میں نماز پڑھتا رہا۔ (ابن سعد اعلاء صفحہ۲۰۲)

فَائِدَہ: امام بخاری رَحِمَہُ اللّٰہُ تَعَالٰی نے باب قائم کیا ہے الکفن ثوبین اس سے اشارہ ہے کہ دو کفن پر وقت پڑنے پر اکتفا کیا جاسکتا ہے۔ (بخاری صفحہ۱۶۹)

اسی طرح کفن کے لئے نیا ہونا سنت ہے صاف دھلے ہوئے کپڑوں میں بھی کفن دیا جاسکتا ہے۔

(اعلاء السنن صفحہ۲۲۰، عمدۃ القاری صفحہ۲۲۰)

فتح القدیر میں ہے نیا اور صاف دھلا دونوں ہوسکتا ہے۔

تین کفن نہ ہوں تو ایک پر بھی اکتفا کیا جاسکتا ہے

حضرت خباب رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ کی روایت میں ہے کہ مصعب بن عمیر رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ جنگ احد میں شہید ہوگئے تھے، ان کے پاس صرف ایک دھاری دار چادر تھی، جب سر کی طرف ڈھانکا جاتا تو پیر کھل جاتا، اور پیر

ڈھانکے جاتے تو سر کھل جاتا تو آپ نے فرمایا سر ڈھانک دو اور دونوں پیروں پر اذخر گھاس ڈال دو۔ مستدرک حاکم میں حضرت انس کی روایت حضرت حمزہ کے بارے میں اسی طرح نقل کیا ہے۔ (تلخیص الحبیر ۱۱۵، بخاری ۱۷۰)

حضرت خباب ہی کی روایت میں ہے کہ حضرت حمزہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے لئے کوئی کفن مہیا نہ ہو سکا سوائے ایک چادر کے کہ وہ (اتنا چھوٹا تھا کہ) سر کی جانب رکھا جاتا تو پیر نہ چھپتا اور پیر کی جانب رکھا جاتا تو سر کھل جاتا، تو سر کی جانب کر کے پیر کی جانب اذخر گھاس ڈال دیا گیا۔ (مسند احمد مرتب صفحہ ۱۸۴)

فَائِدَہ: ان روایتوں سے معلوم ہوا کہ تنگی ہو گنجائش نہ ہو تو ایک کفن پر اکتفا کیا جا سکتا ہے، اور یہ کہ اگر ایک کفن اتنا چھوٹا ہو کہ پورے بدن پر نہ آسکے تو سر کو ڈھانک کر پیروں کی جانب کوئی گھاس یا پتے وغیرہ ڈال دیا جائے۔
(شرح مسند احمد صفحہ ۱۸۵)

حضرت حمزہ اور حضرت مصعب رضی اللہ تعالیٰ عنہما کو ایک ہی کپڑے میں کفن دیا گیا تھا۔
(طحطاوی علی المراقی صفحہ ۳۱۷، فتح القدیر صفحہ ۱۱۶)

کفن میں نیا کپڑا ہی سنت نہیں ہے

حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے وصیت فرمائی تھی کہ مجھے پرانے کپڑوں ہی میں دفن کیا جائے، نئے کپڑے کے زندہ لوگ زیادہ مستحق ہیں۔ (تلخیص الحبیر صفحہ ۱۵۱، موطا صفحہ ۷۸)

عبادہ بن نسی کہتے ہیں کہ جب حضرت صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی وفات کا وقت آیا تو انہوں نے حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے کہا، میرے ان دو کپڑوں کو دھو دو، انہیں دو کپڑوں میں مجھے کفن دینا، تمہارے والد دو میں ایک ہوں گے یا تو ان کو بہترین جوڑا پہنایا جائے گا۔ یا برے سے برا کفن ہوا تو اسے کھینچ لیا جائے گا۔ (برے اعمال کی سزا میں)۔ (بلوغ الامانی صفحہ ۱۷۱)

حضرت صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے کہا یہ میرے دو کپڑے دھو دو اسی میں کفن دینا اور ایک کپڑا خرید لینا، اور گراں نہ خریدنا حضرت عائشہ نے فرمایا مجھے وسعت ہے فرمایا اے بیٹی زندہ زیادہ مستحق ہے نئے کپڑے کا مرنے والے کے مقابلہ میں۔ (ابن عبد الرزاق صفحہ ۴۲۴، استذکار جلد ۸ صفحہ ۲۱۳)

عمدۃ القاری میں ہے کہ دھلے ہوئے کپڑوں میں بھی کفن دینا صحیح ہے۔ (عمدۃ القاری جلد ۸ صفحہ ۲۲۰)

نئے اور دھلے صاف دونوں برابر ہیں۔ (فتح القدیر جلد ۲ صفحہ ۱۱۴)

اسی طرح کبیری میں ہے نئے اور دھلے دونوں برابر ہیں۔ (صفحہ ۵۸۱)

عورتوں کے لئے ۵ / کفن سنت ہے

لیلیٰ ثقفیہ نے بیان کیا میں ان عورتوں میں تھی جنہوں نے رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم کی صاحبزادی ام کلثوم

رضی اللہ تعالیٰ عنہا کو غسل دیا تھا، سب سے پہلے جو آپ ﷺ نے ہمیں (اس کفن کے لئے) دیا وہ ازار تھا۔

پھر قمیص دی پھر خمار دیا، پھر ملحفہ دیا پھر ایک کپڑا دیا جس میں ان کو لپیٹ دیا، راوی نے کہا آپ ﷺ دروازے پر تھے اور آپ کے پاس کفن تھا، آپ ایک ایک کر کے دے رہے تھے۔

(مسند احمد مرتب جلد ۷ صفحہ ۷۶، ابوداؤد جلد ۲ صفحہ ۴۵۰، سنن کبریٰ)

حضرت ام عطیہ کی روایت میں ہے کہ ہم نے ان کو (حضرت ام کلثوم) پانچ کفن دیا تھا، اور خمار اسی طرح دیا جیسا زندوں کو دیا جاتا ہے۔ (فتح الباری جلد ۳ صفحہ ۱۳۳)

فَائِدَہ: عورت کے لئے ۵؍ کفن سنت ہے۔ درع، ازار، خمار، لفافہ، سینہ بند۔ (فتح القدیر صفحہ ۱۱۵)

ابراہیم نخعی نے فرمایا عورتوں کو پانچ کپڑوں میں کفنایا جائے گا۔ (ابن عبدالرزاق جلد ۳ صفحہ ۴۳۴)

فَائِدَہ: شرح مسلم میں ہے کہ عورتوں کو ۵؍ کپڑوں میں کفن دینا سنت ہے، اور اس سے زائد اسراف (مکروہ) ہے۔ (صفحہ ۳۰۵)

شرح بخاری فتح الباری میں ہے، عورت کو ۵؍ کپڑوں میں کفن دیا جائے گا۔ (جلد ۳ صفحہ ۱۳۳)

وہ پانچ یہ ہیں کرتا، ازار، خمار، لفافہ، سینہ بند۔ (فتح القدیر صفحہ ۱۱۵، طحطاوی صفحہ ۳۱۶)

اگر عورت غریب ہو ۵؍ کی وسعت نہ ہو، ۳؍ کفن پر اکتفا کیا جا سکتا ہے، قمیص، ازار، لفافہ، اس سے کم دینا مکروہ ممنوع ہے۔ (فتح صفحہ ۱۱۶)

شرح منیہ میں ہے کہ عورتوں کے لئے ۵؍ کفن سنت ہے۔ (کبیری صفحہ ۵۸۰)

کفن میں عمامہ سنت نہیں

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ انہوں نے اپنے گھر والوں سے مرتے وقت کہا، مجھے عمامہ نہ دینا۔ حضرت عطاء سے پوچھا گیا کیا میت کو عمامہ دیا جائے گا کہا نہیں۔ (مصنف ابن عبدالرزاق صفحہ ۴۲۷)

حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے مروی ہے کہ آپ ﷺ کو ۳؍ سفید یمنی کپڑوں میں کفن دیا گیا تھا۔ جس میں قمیص (نئی قمیص) اور عمامہ نہیں تھا۔ (بخاری صفحہ)

یعنی حافظ نے بیان کیا کہ یعنی نئی قمیص نہیں تھی۔ (فتح الباری جلد ۳ صفحہ ۱۴۰)

جابر بن سمرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ آپ ﷺ کو ۳؍ کپڑوں میں کفن دیا گیا تھا، قمیص (جو آپ کے بدن پر تھی) ازار اور لفافہ۔ چنانچہ عبداللہ بن معقل رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی روایت میں ہے کہ آپ کے کفن میں وہی قمیص تھی جس میں آپ وفات پائے تھے۔ (بنایہ جلد ۲ صفحہ ۲۲۸، عمدۃ القاری جلد ۸ صفحہ ۵۰)

فَائِدَہ: علامہ عینی نے ذکر کیا ہے کہ آپ کے کفن میں عمامہ کا ذکر نہیں ہے، آپ کو عمامہ نہیں دیا گیا تھا (لہٰذا

عمامہ سنت نہ ہوگا)۔

مبسوط میں ہے کہ ہمارے بعض مشائخ نے عمامہ کو مکروہ قرار دیا ہے۔ بعض مشائخ (غیر احناف) نے مستحسن سمجھا ہے چنانچہ حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے اپنے بیٹے واقد کے کفن میں عمامہ دیا تھا۔

(عمدۃ القاری جلد ۸ صفحہ ۵۰)

امام مالک کے نزدیک عمامہ سنت ہے۔ (عمدۃ القاری)

عمامہ کے سلسلے میں فقہاء احناف کی دو روایتیں ہیں علامہ عینی نے بعض مشائخ کا قول لکھا ہے کہ اگر مشہور معروف عالموں میں سے یا اشراف میں سے ہے تو عمامہ دیا جاسکتا ہے۔ (بنایہ جلد ۳ صفحہ ۲۳۰)

صاحب درمختار نے بھی متاخرین فقہاء کا قول لکھا ہے کہ علماء اور اشراف کو عمامہ دینا مستحسن ہے، مگر علامہ شامی نے اصح قول ہر ایک کے لئے مکروہ لکھا ہے۔ (الشامی جلد ۲ صفحہ ۲۰۲)

طحطاوی علی المراقی نے بھی اصح قول مطلقاً مکروہ لکھا ہے اور بدائع نے بھی اسی کو دلیل سے ثابت کیا ہے۔ (صفحہ ۳۱۶)

سوتی کفن سنت ہے

حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے مروی ہے کہ آپ ﷺ کو ۳ ر سفید یمنی سوتی کپڑوں میں کفن دیا گیا۔ (مسلم صفحہ ۳۰۵)

فائدة: علامہ نووی نے شرح مسلم میں لکھا ہے کہ سوتی کپڑوں میں کفن دینا مستحب ہے (صفحہ ۳۰۵)

چونکہ آپ ﷺ کو سوتی کپڑے میں ہی کفنایا گیا۔

ولی کو بہتر کفن دینے کا حکم

حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے منقول ہے کہ نبی پاک ﷺ نے فرمایا تمہارے ولی کو چاہئے کہ اپنے بھائی کو بہتر کفن دے۔ (نسائی صفحہ ۲۶۷)

حضرت قتادہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا، جب تم میں سے کوئی اپنے بھائی کا ولی ہو تو چاہئے کہ عمدہ کفن دے۔ (ابن ماجہ صفحہ ۱۰۶)

فائدة: عمدہ اور اچھا کفن دینے کا مطلب حافظ ابن حجر نے بیان کیا کہ مراد صاف نظیف ہے قیمتی اور گراں کپڑا نہیں ہے۔ (تلخیص صفحہ ۱۱۶)

حدیث پاک میں گراں کفن کی ممانعت ہے، اور حضرات صحابہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم سے بھی اس پر نکیر وارد ہے، علامہ نووی نے شرح مسلم میں ذکر کیا ہے کہ بہتر کفن دینے کے متعلق جو ہے اس سے مراد صاف اور نظیف ہے،

گراں مہنگا قیمتی اور نفیس مراد نہیں ہے۔ (صفحہ ۳۰۶)

سفید کفن دینا سنت ہے

حضرت جابر بن سمرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ تم سفید کپڑے پہنا کرو، اور سفید کفن مردوں کو دیا کرو۔
(نسائی صفحہ ۲۶۸، ابن ماجہ صفحہ ۱۰۶)

حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے مروی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو تین سفید یمنی کفن دیا گیا تھا۔ (نسائی صفحہ ۱۷)

فائدہ: علامہ نووی نے لکھا کہ اس پر تمام علماء کا اجماع ہے، سفید کفن دینا مستحب ہے۔ رنگین کپڑوں میں کفن دینا اور مزین اور منقش کپڑوں کا کفن دینا مکروہ ہے۔ (شرح مسلم جلد ۱ صفحہ ۳۰۵)

علامہ حلبی کی کبیری میں ہے کہ سفید کفن دینا مستحب ہے۔ (صفحہ ۵۸۱)

گراں اور قیمتی کفن دینا خلاف سنت ممنوع ہے

حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ قیمتی کفن مت اختیار کرو، میں نے رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا ہے بیش قیمت کفن مت اختیار کرو کہ وہ بہت جلدی خراب سڑ جائے گا۔ (سنن کبریٰ جلد ۳ صفحہ ۴۰۳، ابوداؤد صفحہ ۴۳۹)

یحییٰ بن راشد نے بیان کیا کہ حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی وصیت میں تھا کہ کفن متوسط درجہ کا خریدنا، اگر میرا حال خدا کے نزدیک اچھا ہوگا تو اس سے بہترین کپڑا مل جائے گا۔ (بلوغ الامانی صفحہ ۱۷۱)

حضرت حذیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے موت کے وقت کہا تھا، میرے لئے دو سفید کپڑے کفن کے لئے خرید لینا، اور گراں قیمتی نہ خریدنا اس لئے کہ یہ کچھ وقت رہے گا اس کے بعد بہترین اور بالاترین جوڑے سے اسے بدل دیا جائے گا۔ (بلوغ الامانی صفحہ ۱۷۲)

فائدہ: یعنی اہل جنت ہونے کی بنیاد پر جنتی کو خوشنما جوڑا ملے گا، دنیاوی جوڑا اتار دیا جائے گا، اس صورت میں دنیاوی جوڑا خواہ کتنا ہی قیمتی کیوں نہ ہو رائیگاں جائے گا۔ علامہ نووی نے بیان کیا اچھا بہتر کفن دینے کا مطلب صاف ونظیف دینا ہے گراں اور قیمتی نہیں ہے۔ (شرح مسند جلد ۷ صفحہ ۱۷۲)

مرقاۃ شرح مشکوٰۃ میں ہے کہ حدیث پاک میں ہے کہ متوسط درجہ کا کفن بہتر ہے۔ (صفحہ ۳۵۲)

اپنا کفن تیار رکھنے کی گنجائش

حضرت سہل رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی روایت ہے کہ ایک شخص نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے چادر مانگ لی تا کہ وہ اس کا کفن بنائے جس دن اس کا انتقال ہوگا، حضرت سہل کہتے ہیں جب وہ مرا تو اسی میں کفنایا گیا۔
(سنن کبریٰ جلد ۳ صفحہ ۱۰۱، بخاری جلد ۱ صفحہ ۱۷۰، عمدہ صفحہ ۶۱)

فَائِدَہ: آپ ﷺ نے کفن کے لئے چادر اس کے مانگنے پر عطا فرما دی انکار نہیں فرمایا، اس سے معلوم ہوا کہ زندگی میں اپنے لئے کفن تیار رکھنا درست ہے، چنانچہ امام بخاری نے اس کے جائز اور مباح ہونے پر باب قائم کیا ہے۔ (بخاری عمدۃ القاری جلد ۸ صفحہ ۶۱)

علامہ عینی نے لکھا ہے کہ کفن جو چیزیں میت کے لئے ہوتی ہیں مثلاً کافور خوشبو وغیرہ زندگی میں اپنے لئے رکھ سکتا ہے۔ (عمدۃ القاری صفحہ ۶۱)

البتہ اپنی قبر متعین نہیں کرسکتا ہے، کہ قبر کھود کر رکھ دے، (اعلاء صفحہ)

ہاں صالحین کے بغل میں دفنانے کی وصیت کرسکتا ہے۔

شرح منیہ میں ہے کہ آدمی کفن کو اپنے لئے تیار رکھ سکتا ہے۔ ہاں قبر کو نہیں کیا پتہ کہاں کس زمین میں انتقال ہو۔ (کبیری صفحہ ۶۱۰)

کفن کا انتظام آدمی پہلے سے رکھ سکتا ہے

حضرت سہل رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ ایک عورت آپ ﷺ کی خدمت میں چادر بن کر لائی جس کے کنارے بنے ہوئے تھے، اس عورت نے کہا میں نے اسے اپنے ہاتھ سے بنا ہے، میں بن کر لائی ہوں تاکہ آپ اسے پہنیں، آپ نے ضرورت سمجھ کر اسے قبول فرمالیا۔

آپ نکلے اور اسے پہنے ہوئے تھے ایک شخص کو یہ چادر بہت عمدہ معلوم ہوئی، اس نے کہا بہت اچھا ہے، یہ مجھے بخش دیجئے، لوگوں نے (اسے منع کرتے ہوئے) کہا کہاں اچھا ہے؟ آپ ﷺ کو ضرورت تھی آپ نے اسے پہنا ہے، اور تم اسے مانگ رہے ہو، تم کو نہیں معلوم کہ آپ کسی کو واپس نہیں کرتے، تو اس نے کہا قسم خدا کی میں نے اسے پہننے کے لئے نہیں مانگا ہے، میں نے کفن بنانے کے لئے مانگا ہے، سہل کہتے ہیں پھر اس نے اس کا کفن بنالیا۔ (بخاری صفحہ ۱۰۷)

یعنی آپ نے اسے دے دیا تو اس نے اپنے کفن کے لئے رکھ دیا، چنانچہ وہ اسی میں کفنایا گیا۔

فَائِدَہ: اس بات کی شرعاً اجازت ہے کہ آدمی اپنے کفن کا انتظام پہلے سے رکھے، کپڑا چادر وغیرہ اپنی حیات میں رکھ دے کہ اسی میں مجھے کفن دیا جائے۔ (اعلاء السنن صفحہ ۲۷۱)

چنانچہ امام بخاری نے باب قائم کیا ہے۔

اس پر علامہ عینی اور حافظ ابن حجر فرماتے ہیں کہ اس روایت سے معلوم ہوا کہ آدمی اپنی زندگی میں کفن اور اس کے متعلقات تیار رکھ سکتا ہے۔ (فتح جلد ۳ صفحہ ۱۴۳، عمدۃ جلد ۸ صفحہ ۶۱)

کفن پہنانے سے قبل طاق عدد میں اسے دھونی دی جائے گی

حضرت ابراہیم فرمایا کرتے تھے کفن کو اس کے پہنانے سے قبل (طاق عدد میں) دھونی دی جائے گی حفص نے بیان کیا میت کو دھونی نہیں دی جائے گی بلکہ اس کے کفن کو دھونی دی جائے گی۔

حضرت اسماء نے اپنی موت کے وقت کہا تھا کہ میں جب مر جاؤں تو مجھے غسل دینا، کفن دینا اور میرے کفن میں دھونی دینا۔ (ابن ابی شیبہ جلد۳ صفحہ ۲۶۵)

کفن میت کو طاق عدد میں دھونی دینی سنت ہے

حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جب دھونی دو تو طاق عدد میں دھونی دو، ایک روایت میں ہے کفن کو ۳ر مرتبہ دھونی دو۔ (سنن کبریٰ صفحہ ۴۰۵، بزار صفحہ ۳۸۵، حاکم احمد صفحہ ۳۵۵)

حضرت اسماء بنت ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے منقول ہے کہ انہوں نے کہا کہ میرے کپڑوں (کفن کو) دھونی دینا۔ (سنن کبریٰ جلد۳ صفحہ ۴۰۵)

ایک روایت میں ہے کہ میت کے کفن کو ۳ر مرتبہ دھونی دو۔ (شرح مسند جلد۷ صفحہ ۱۸۸)

فقہاء نے بیان کیا کہ اس تختہ کو بھی طاق عدد میں دھونی دی جائے گی جس پر غسل دیا جائے گا پھر کفن کو بھی دھونی ۳ مرتبہ دی جائے گی۔ (شامی طحطاوی علی المراقی صفحہ ۴۵٦)

چار پائی کے چاروں طرف دھونی کا پھیرا لگایا جائے گا۔ مراقی الفلاح اور درمختار میں ہے کہ ۳ر موقعوں پر دھونی دی جائے گی، روح چلی جانے کے وقت اس وقت خوشبو رکھ دی جائے (یا خوشبو جلا دی جائے)۔

دوسری تختہ غسل پر، تیسرے کفن پر، اور قبر میں دھونی یا اگربتی کی خوشبو نہیں دی جائے گی۔

(طحطاوی علی المراقی صفحہ ۳٦۵)

پانچ یا سات مرتبہ سے زائد دھونی دینا منع ہے، طحطاوی علی المراقی، (صفحہ ۳۱۷)

بحرالرائق میں ہے کہ کفن کو پہنانے سے قبل خوشبو کی دھونی سنت ہے۔ (جلد۲ صفحہ ۱۹۱)

دھونی دینے کا مسنون طریقہ

حضرت سلمان بن موسیٰ کہتے ہیں کہ جب میت کو دھونی دی جائے تو سر کی طرف سے شروع کیا جائے یہاں تک کہ پیر کی طرف آئے، اور طاق عدد میں دھونی دی جائے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اسی طرح حکم دیا ہے۔

(ابن عبدالرزاق صفحہ ۴۱۹)

ابراہیم نخعی فرماتے ہیں کہ دھونی میت کے کپڑے میں کفنانے سے قبل دی جائے گی ان کے بدن کو دھونی نہ

دی جائے گی۔ (ابن عبدالرزاق جلد۳ صفحہ۴۱۹)

سجدہ کے مقام پر کافور وخوشبو لگانا سنت ہے

حضرت ابن مسعود رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ فرماتے ہیں کہ میت کے سجدہ کے مقام پر کافور لگائی جائے حضرت ابراہیم نے کہا کہ جب غسل سے فارغ ہوجاؤ تو سجدہ کے مقام پر خوشبو لگادی جائے۔

(ابن ابی شیبہ جلد۳ صفحہ۱۲۴۴، ابن ابی شیبہ صفحہ۲۵۵)

ابراہیم نخعی نے بیان کیا کہ سجدہ کے مقامات پر خوشبو لگادی جائے گی۔ (ابن عبدالرزاق جلد۳ صفحہ۴۱۶)

اشعث ابن قیس کا جب انتقال ہوگیا تو حضرت حسن بن علی نے کہا غسل سے فارغ ہونا تو مجھے بلا لینا چنانچہ جب غسل سے فارغ ہوگئے تو ان کو بلایا وہ کافور لے کر آئے، انہوں نے میت کو وضو کرایا (غسل کے وقت وضو کرایا جائے گا) اس کے بعد ان کے چہرے پر دونوں ہاتھوں میں پیشانی پر دونوں پیروں پر لگایا اور کہا ان کو اب کفن میں لپیٹ دو۔ (ابن عبدالرزاق)

فَائِدَۃ: شرح منیہ میں علامہ حلبی نے ذکر کیا ہے میت کے مقام سجدہ پر کافور لگایا جائے گا، اور وہ مقام سجدہ یہ ہے، پیشانی، ناک، دونوں ہتھیلی، دونوں گھٹنے اور دونوں قدم۔ (کبیری صفحہ۵۷۹)

ابراہیم نخعی نے کہا کہ مرکب خوشبو ان مقامات پر لگائے۔ (کبیری صفحہ۵۷۹)

کفنانے کا مسنون طریقہ

مرد کے لئے ۳ رکفن کے کپڑے مسنون ہیں۔

① ازار۔ یہ سر سے پاؤں تک ہوتا ہے۔

② لفافہ اسے چادر بھی کہا جاتا ہے۔ یہ ازار سے قریب ۴ رگز بڑا ہوتا ہے۔

③ قمیص یا کرتا، بغیر کلی کا ہوتا ہے، اسے کفنی بھی کہا جاتا ہے، یہ گردن سے لے کر پاؤں تک لمبا ہوتا ہے۔

مرد کو کفنانے کا مسنون طریقہ

① اولاً چارپائی پر لفافہ بچھا دیا جائے، پھر اس پر ازار بچھا دیا جائے، پھر قمیص کا نچلا حصہ بچھا دیا جائے، اوپر کا باقی حصہ سمیٹ کر سرہانے کی طرف رکھ دیا جائے۔

② اب میت کو غسل کے تختے سے اٹھا کر اس بچھے ہوئے کفن پر لٹا دیا جائے۔

پھر قمیص کا وہ حصہ جو سرہانے کی طرف رکھا ہوا تھا اس کو سر کی طرف سے اس طرح لایا جائے کہ قمیص کا گریبان گلے میں آجائے، پھر اس حصہ کو پیروں کی طرف لمبان میں کر دیا جائے کہ دونوں حصے پیر تک

آجائیں۔

۳ اس کے بعد جو تہ بند میت کے بدن پر غسل کے بعد ڈالا گیا تھا، اسے نکال دیا جائے۔

۴ سر داڑھی پر عطر یا کوئی خوشبو لگا دیا جائے، پھر سجدہ کے مقام، پیشانی، ناک، دونوں ہتھیلیوں دونوں گھٹنوں دونوں پاؤں پر کافور مل دیا جائے۔

۵ اس کے بعد ازار کا بایاں پلہ میت کے اوپر لپیٹ دیا جائے، پھر دایاں پلہ لپیٹ دیا جائے اس طرح کہ بایاں پلہ نیچے رہے اور دایاں اوپر، پھر اسی طرح لفافے کے دو پلے ڈال دیئے جائیں کہ بایاں پلہ نیچے رہے اور دایاں اوپر۔

۶ پھر کپڑے کی لمبے ڈور سے سر کی طرف کمر بیچ کے حصہ میں پھر پیر کی جانب ایک طرف سے دوسری طرف نکال کر باندھ دیا جائے، تاکہ کفن نہ کھلے۔

۷ یہ بندھن اور گرہیں قبر میں کھول دیئے جائیں گے۔

۸ خیال رہے کہ بعض لوگ اور بعض علاقے میں کفن میں مصلیٰ کے نام کپڑا نکال لیتے ہیں، مصلیٰ کے لئے کپڑا نکالنا جائز نہیں ہے اور نہ اس کا صدقہ امام کو لینا دینا جائز ہے، اگر کفن میت کے ترکہ سے ہے تو اس کا نکالنا حرام ہے۔

عورتوں کے لئے پانچ کپڑے کفن میں مسنون ہیں

۱ ایک کپڑا جو سر سے پاؤں تک ہوگا۔

۲ لفافہ چادر جو ازار سے قریب ۱/۴ گز بڑا ہوتا ہے۔

۳ قمیص یا کرتہ، بغیر آستین اور کلی کا ہوتا ہے، گردن سے پاؤں تک۔

۴ سینہ بند، بغل سے رانوں تک اور ناف دکمر تک بھی درست ہے۔

۵ خمار، سر بند، اوڑھنی قریب ۳/ ہاتھ لمبی۔

عورت کو کفنانے کا مسنون طریقہ

۱ اولاً پہلے لفافہ چارپائی پر بچھا دیا جائے، پھر اس پر سینہ بند پھر ازار بچھا دیا جائے پھر قمیص کا نچلا حصہ بچھا دیا جائے، اور اوپر کا باقی حصہ سمیٹ کر سرہانے کی طرف رہنے دیا جائے۔

۲ پھر میت کو غسل کے تختہ سے لاکر اس بچھے ہوئے کپڑے پر لٹا دیا جائے، قمیص کا جو حصہ سرہانے کی طرف تھا اسے سر کی طرف اس طرح الٹ دیا جائے کہ قمیص کا سوراخ گریبان گلے میں آجائے، اور اسے پیر کی

طرف بڑھا دیا جائے، تاکہ دونوں حصے پیروں کے پاس آجائیں۔

۳ پھر تہ بند غسل کے بعد ڈالا گیا تھا نکال دیا جائے۔

۴ سر پر عطر یا خوشبو مل دیا جائے، پھر پیشانی ناک دونوں ہاتھوں دونوں گھٹنوں اور دونوں پیروں پر کافور مل دیا جائے۔

۵ پھر سر کے بالوں کو دو حصہ کر کے قمیص کے اوپر سینہ پر ڈال دیا جائے، کہ ایک حصہ داہنی طرف دوسرا حصہ بائیں طرف۔

۶ پھر سر بند اس کے سر پر اور بالوں پر رکھ دیا جائے، اسے باندھا یا لپیٹا نہیں جائے گا۔

۷ پھر ازار کا اولاً بایاں پلہ پھر دایاں پلہ ڈال دیا جائے، ایسے طور سے کہ سر بند اس کے نیچے ہو جائے۔

۸ اس کے بعد سینہ بند، سینہ کے اوپر بغل سے نکال کر گھٹنوں تک دائیں بائیں باندھ دیا جائے۔

۹ اس کے بعد کپڑے کی لمبی ڈوری سے سر کی طرف بیچ کمر کی طرف اوپر کی طرف پورے کفن کو باندھ دیا جائے گرہیں لگا دے تاکہ اٹھانے اور لے جانے کی صورت میں کفن نہ کھلے۔

۱۰ خیال رہے کہ اوپر بیان کردہ ترتیب میں سینہ بند ازار کے اوپر اور لفافہ کے اندر ہو جائے گا۔ اگر یہ سینہ بند قمیص کے اوپر ازار سے پہلے باندھ دیا جائے تو یہ بھی ٹھیک ہے، اسی طرح سینہ بند تمام کپڑوں کے اوپر لفافہ سے بھی اوپر باندھ دیا جائے تب بھی درست ہے۔

کفنانے کے بعد چہرے کا دکھانا سنت سے ثابت ہے

حضرت انس بن مالک رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ کہتے ہیں کہ جب آپ کے صاحبزادے ابراہیم کی وفات ہوگئی تو آپ نے فرمایا اسے کفن میں بند مت کرنا تاوقتیکہ میں دیکھ نہ لوں، چنانچہ آپ تشریف لائے اور اس پر جھک گئے اور رونے لگے۔ (ابن ماجہ صفحہ ۱۰۶)

فَائِدَہ: میت کو کفن میں داخل کرنے کے بعد اس کا چہرہ کھول کر دیکھنے والے کو دکھایا جا سکتا ہے اسی جواز کی طرف امام ابن ماجہ نے باب قائم کر کے۔

"**النظر الی المیت اذا درج فی اکفانہ**" سے اشارہ کیا ہے۔ (صفحہ ۱۰۶)

مگر خیال رہے کہ اسے رسم بنانا اور اس کی وجہ سے تاخیر کرنا درست نہیں۔

کسی دوسرے کو کفن دینے کا ثواب

حضرت سعید بن المسیب رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے مروی ہے کہ آپ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ نے فرمایا جس نے کسی میت کو کفن

دیا، خدائے پاک اسے جنت میں حریر وریشم کا لباس پہنائے گا۔

حضرت ابورافع رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی حدیث میں ہے جس نے کسی کو کفن دیا۔ خدائے پاک اسے جنت میں سندس اور استبرق ریشم کا جوڑا جنت میں پہنائے گا۔ (سنن کبریٰ جلد٣ صفحہ٣٩٥، حاکم صفحہ٣٥٤، ابن ابی شیبہ صفحہ٣٨٦)

حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے مروی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جس نے کسی کو کفن دیا اس کو ہر بال کے بدلے ایک نیکی ملے گی۔ (کنز العمال جلد١٥ صفحہ٥٧٨)

یوسف نے بیان کیا کہ میں نے تورات میں پایا ہے کہ جس نے میت کو کفن دیا اس نے گویا بچپن سے لے کر بڑے تک کفالت اور تربیت کی یعنی اس کا ثواب پایا۔ (مصنف ابن عبدالرزاق جلد٣ صفحہ٤٠٥)

* * *

میت کے جنازہ کے سلسلہ میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے شمائل اور طریق مبارک کا بیان

میت پر جنازہ پڑھنے کا حکم فرماتے

حضرت عمران بن حصین رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، تمہارے بھائی کا (کسی مسلمان کا) انتقال ہوگیا چلو کھڑے ہو اس پر نماز جنازہ پڑھو۔ (نسائی صفحہ ۲۷۵)

حضرت خالد جہنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ ہم لوگ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ مقام خیبر میں تھے، قبیلہ اشجع کے ایک آدمی کا انتقال ہوگیا، تو آپ نے فرمایا، اس کی نماز جنازہ پڑھو۔ (حاکم جلد ۱ صفحہ ۳۶۴)

حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے مروی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا آج ایک نیک بندہ اصحمہ کا انتقال ہوگیا ہے چلو ان کی نماز جنازہ پڑھو، چنانچہ آپ کھڑے ہوئے ہم لوگوں کی امامت فرمائی، اور ہم نے نماز جنازہ پڑھی۔ (سنن کبریٰ جلد ۴ صفحہ ۲۹)

فائدہ: میت پر نماز جنازہ حاضرین پر فرض کفایہ ہے، چند لوگ پڑھ لیں گے تو تمام لوگوں کے ذمہ سے ساقط ہو جائے گا۔ (فتح القدیر صفحہ ۱۱۶، طحطاوی صفحہ ۳۱۸)

خیال رہے کہ نماز جنازہ میں جماعت کا ہونا شرط نہیں ہے۔ (طحطاوی علی المراقی صفحہ ۳۶۸)

لہٰذا کوئی ایسی جگہ جنازہ ہے جہاں صرف ایک ہی مسلمان شخص ہے تو یہی نماز جنازہ پڑھ کر دفن کر دے۔

اگر کہیں ایسا واقعہ پیش آیا کہ میت کے علاوہ کوئی مرد نہیں سوا عورت کے تو عورت ہی نماز جنازہ پڑھے، پھر بعد میں مرد آجائیں تو نماز جنازہ کا اعادہ نہیں، حتیٰ کہ مرد کے رہتے ہوئے کسی عورت نے ہی جنازہ پڑھایا تب بھی صحیح ہوگیا اب اعادہ کی ضرورت نہیں۔ (نفع المفتی صفحہ ۱۴۳، کبیری صفحہ)

اگر کوئی لاش مسلمانی علاقے میں ملی اور اس پر مسلمان ہونے کی کوئی علامت و نشان نہیں ہے تو بھی اس پر نماز جنازہ پڑھی جائے گی۔ اس کے برخلاف مسلمان ہونے کی کوئی علامت نہیں اور غیر مسلم کے علاقے میں پائی گئی تو اس پر جنازہ نہیں پڑھی جائے گی۔ (فتح القدیر)

اگر علامت ہو تو علامت پر فیصلہ کیا جائے گا۔ (فتح القدیر صفحہ ۱۱۲)

جنازہ میں حاضری کی اطلاع کے لئے میت کا اعلان سنت اور مشروع ہے

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ آپ ﷺ نے نجاشی کی موت کی اطلاع اور خبر فرمائی جس دن ان کا انتقال ہوا آپ جنازہ گاہ کی طرف نکلے اور صف بندی فرمائی۔ (بخاری صفحہ ۱۷۸)

حضرت رافع کا انتقال عصر کے بعد ہوگیا، حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما کو ان کی موت کی خبر دی گئی ان سے پوچھا گیا، کیا اسی وقت جنازہ نکال لیا جائے (بغیر اطلاع و اعلان کے) تو حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے فرمایا، حضرت رافع جیسی ہستی کا جنازہ اس طرح نہیں (دفن کر دیا جائے گا) بلکہ بستی کے اردگرد اطلاع کی جائے گی پس صبح کو ان کا جنازہ نکالا گیا۔ (بیہقی، بلوغ الامانی جلد ۸ صفحہ ۱۴۶)

علامہ عینی رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں، لوگوں میں یہ اعلان کرنا کہ فلاں کا انتقال ہوگیا ہے جنازہ میں آجائیں مباح ہے۔

زین الدین عراقی نے بیان کیا کہ مرنے کی اطلاع رشتہ دار اقارب اور احباب کو کرنا مستحسن ہے، ابراہیم نخعی نے بیان کیا کہ اہل قرابت کو اطلاع کرنے میں کوئی حرج نہیں حلیۃ الروبانی میں ہے اطلاع کردے تاکہ جنازہ کے شرکاء زائد ہوں، علامہ نووی نے بیان کیا کہ محض لوگوں کو اطلاع کرنا مستحب ہے امام ابوحنیفہ اور امام مالک رحمہما اللہ تعالیٰ نے فرمایا اطلاع میں کوئی حرج نہیں۔ (عمدۃ القاری جلد ۸ صفحہ ۱۹)

البتہ جاہلیت کی طرح رو دھو کر اس کے مبالغہ اوصاف کو بیان کرنا گلیوں بازاروں میں غم کا اظہار کرنا یہ امور منع ہیں، اسے نعی جاہلیت کہہ کر منع کیا گیا ہے، میت کی اطلاع اور جنازہ کے لئے خبر کرنا ممنوع نہیں ہے۔ البتہ اس میں زیادہ مبالغہ اور اہتمام کی ضرورت نہیں، حاضرین اہل محلہ احباب کو اطلاع کرنا کافی ہے۔

مراقی الفلاح میں ہے کہ میت کے اعلان کرنے میں کوئی حرج نہیں بلکہ جنازہ میں شرکاء کی زیادتی کے لئے لوگوں کو اطلاع مستحب ہے، اور بیشتر مشائخ نے اس میں کوئی حرج نہیں سمجھا کہ اس کے رشتہ داروں کو احباب و رفقاء کو اس کی خبر دی جائے، ہاں اس کی مبالغہ آمیز تعریف سے گریز کیا جائے۔ (طحطاوی علی المراقی صفحہ ۳۰۹)

ہاں اقارب رشتہ دار کے آنے کی وجہ سے تاخیر کرنا کہ صبح کا جنازہ رات میں اور رات کا جنازہ دوپہر شام تک دفن کرنا سخت کراہیت اور ممنوع ہے چونکہ آپ ﷺ نے جلدی تدفین کا حکم دیا ہے، اس بات سے منع کیا ہے کہ مسلمان کا جنازہ ان کے اہل کے درمیان پڑا رہے۔ (طحطاوی صفحہ ۳۰۹)

شامی میں ہے کہ موت کی اطلاع کرنی اور ایک دوسرے کو بلانا درست ہے۔ (صفحہ ۲۳۹)

علامہ عینی نے بیان کیا کہ صحیح روایت میں ہے کہ آپ ﷺ نے حضرت زید اور حضرت جعفر

رضی اللہ تعالیٰ عنہما کی موت کی خبر اور اطلاع دی، علامہ عینی نے نووی کے حوالہ سے لکھا ہے جاہلیت کے زمانہ کی طرح مبالغہ آمیزی کے ساتھ تشہیر کرتے پھرنا منع ہے، ورنہ تو رشتہ داروں اور احباب کو مطلع کرنا مستحب ہے۔
(عمدۃ القاری جلد ۸ صفحہ ۲۰)

خیال رہے کہ جنازہ میں زائد سے زائد لوگوں کی شرکت کی فضیلت ہے، اور شرکت بلا اطلاع اور اعلان کے نہیں ہوسکتی ہے، اس لئے موت کی اطلاع دینی اور جنازہ کے وقت کا اعلان کرنا مستحب اور درست ہی نہیں بلکہ بہتر ہے۔ چنانچہ علامہ نووی نے لکھا ہے کہ اعلان کرنا تا کہ نماز جنازہ میں شرکاء زائد ہو جائیں مستحب و سنت ہے۔ (بلوغ الامانی جلد ۸ صفحہ ۱۴۷)

شرح مشکوٰۃ میں ہے کہ اعلان کی تین صورتیں ہیں ① قرابت اور اہل صلاح کو مطلع کرنا، یہ جائز ہے، ② فخر ومباہات کے لئے بلانا اور اعلان کرنا یہ مکروہ ہے، ③ نوحہ کے لئے یا نوحہ کے طور پر اعلان کرنا یہ حرام ہے۔
(مرقاۃ صفحہ ۳۷۱)

بعض صحابہ اعلان اور اطلاع کو بالکل پسند نہیں کرتے تھے اور اسے بھی ممنوع سمجھتے تھے چنانچہ حضرت حذیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے تھے مرنے کی اطلاع کسی کو مت کرو، مجھے خوف ہے کہیں نعی (جو ممنوع ہے) نہ ہو جائے۔
(مرعاۃ جلد ۴ صفحہ ۳۷۱)

نماز جنازہ میں چار تکبیریں ہی سنت اور مشروع ہیں

حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ آپ ﷺ نے اصحمہ نجاشی رضی اللہ تعالیٰ عنہ پر نماز جنازہ پڑھی تو ۴؍ تکبیریں پڑھیں۔ (بخاری صفحہ ۱۷۸، مسلم صفحہ ۳۰۹)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ آپ ﷺ نے نماز جنازہ پڑھنے کی جگہ صف لگائی اور (جنازہ پر) ۴؍ تکبیریں ادا کیں۔ (بخاری صفحہ ۱۷۷)

ابو وائل کہتے ہیں کہ آپ ﷺ کے زمانہ میں لوگ ۵/۶/۷؍ تکبیریں کہا کرتے تھے، حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے تمام حضرات صحابہ کو جمع کیا، ہر ایک نے اپنی رائے دی، حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ان سب کو ۴؍ تکبیروں پر جمع کر دیا۔ (پس ۴؍ پر اجماع ہو گیا)۔ (سنن کبریٰ جلد ۴ صفحہ ۳۷)

حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے مروی ہے کہ آپ ﷺ آخری عہد میں ۴؍ تکبیریں ادا فرماتے تھے۔ (سنن کبریٰ صفحہ ۱۱)

ابو وائل کہتے ہیں کہ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے لوگوں کو جمع کیا اور جنازہ کی تکبیروں کے سلسلہ میں مشورہ فرمایا، بعضوں نے کہا آپ ﷺ نے ۷؍ تکبیریں کہیں بعضوں نے کہا آپ نے ۵؍ تکبیریں کہی ہیں بعضوں نے کہا آپ ۴؍ تکبیر کہتے تھے چنانچہ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے ۴؍ پر اجماع کر لیا۔

مستدرک حاکم نے حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے نقل کیا ہے کہ آخر میں آپ ﷺ جنازہ میں ۴؍ تکبیر کہتے تھے۔ (حاکم، فتح صفحہ ۳، فتح القدیر صفحہ ۱۲۳)

سلیمان ابن ابی حثمہ کی روایت میں ہے کہ آپ ﷺ جنازہ پر (ابتداء میں کبھی) ۴؍ کبھی ۵؍ کبھی ۷؍ کبھی ۸؍ تکبیریں کہتے تھے۔

یہاں تک نجاشی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا انتقال ہوا آپ جنازہ گاہ کی طرف نکلے لوگوں نے صف بندی کی، آپ نے ۴؍ تکبیریں ادا کیں، پھر آپ ۴؍ ہی تکبیریں ادا کرتے رہے یہاں تک کہ آپ وفات پا گئے۔

(استذکار صفحہ، فتح القدیر جلد ۲ صفحہ ۱۲۳)

منیۃ المصلی کی شرح کبیری میں ہے کہ آخری نماز آپ ﷺ نے پڑھی تھی اس میں چار تکبیر ادا فرمائی تھی، حضرت صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے آپ کے جنازہ پر ۴؍ تکبیر ادا فرمائی، حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ پر ۴؍ تکبیر ادا کیں، حضرت صہیب رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ پر ۴؍ تکبیر ادا کیں، حضرت حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ پر ۴؍ تکبیر ادا کیں۔ ابن عبدالبر نے ۴؍ تکبیر پر اجماع کیا ہے۔ (صفحہ ۵۸۶)

حضرات ملائکہ نے حضرت آدم کے جنازہ میں ۴؍ تکبیر کہیں

حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے مروی ہے کہ حضرت آدم علیہ السلام پر حضرات ملائکہ نے جنازہ کی نماز پڑھی تو ۴؍ تکبیر ادا کیں۔ (سنن کبریٰ، کنز العمال صفحہ ۵۸۳)

حضرت اُبی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہتے ہیں کہ آپ ﷺ نے فرمایا، حضرت آدم علیہ السلام کو فرشتوں نے غسل دیا اور (جنازہ میں) ۴؍ تکبیر ادا کیں۔ (مجمع الزوائد صفحہ ۲۸)

حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ فرشتوں نے حضرت آدم علیہ السلام پر ۴؍ تکبیر ادا کیں۔

(حاکم صفحہ ۳۸۵)

فائدہ: پس معلوم ہوا کہ جنازہ کی ۴؍ تکبیریں سنت انبیاء، حضرت آدم علیہ السلام اور فرشتوں کی سنت ہے، اسی وجہ سے تو فقہاء کرام رحمہم اللہ تعالیٰ نے بیان کیا کہ اگر ۵؍ تکبیریں امام سہواً کہے تو اس میں اس کی اتباع نہ کی جائے گی۔

نماز جنازہ کی پہلی تکبیر میں ہاتھ باندھنا سنت ہے

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ آپ ﷺ جب جنازہ کی نماز پڑھتے تو پہلی تکبیر میں دونوں ہاتھ اٹھاتے پھر دائیں ہاتھ کو بائیں پر رکھ دیتے۔ (ترمذی، عمدۃ القاری جلد ۸ صفحہ ۱۲۳، سنن کبریٰ جلد ۴ صفحہ ۳۸)

حضرت ابن عباس اور حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم سے مروی ہے کہ آپ ﷺ جب جنازہ کی نماز پڑھتے تو پہلی تکبیر میں دونوں ہاتھوں کو اٹھاتے۔ پھر تکبیروں میں دوبارہ نہ اٹھاتے۔

(دارقطنی، تلخیص جلد ۲ صفحہ ۱۵۴، عمدۃ صفحہ ۱۲۳)

حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے ایک تکبیر (پہلی) جنازہ کے استفتاح (شروع میں ہاتھ باندھنے) کے لئے ہے۔ (بخاری صفحہ ۱۷۶)

حضرت ابن عمر، حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہما فرماتے ہیں کہ صرف پہلی تکبیر میں ہاتھ اٹھایا جائے گا۔ (عمدہ)

حضرت حسن اور ابراہیم فرماتے ہیں جنازہ میں صرف پہلی تکبیر ہی میں ہاتھ اٹھایا جائے گا۔ (عمدہ)

علامہ عینی لکھتے ہیں کہ ابن منذر کہتے ہیں پہلی تکبیر میں ہاتھ اٹھانے پر اجماع ہے۔ (عمدۃ القاری جلد ۸ صفحہ ۱۲۳)

ابن حزم نے بیان کیا کہ آپ ﷺ جنازہ کی پہلی تکبیر کے بعد ہاتھ نہیں اٹھاتے تھے، پس پہلی تکبیر کے بعد ہاتھ اٹھانا درست نہیں۔ (کبیری صفحہ ۵۸۸)

جنازہ کی ۴ر تکبیروں کی ترتیب اور اس میں کیا پڑھا جائے

امام شعبی نے بیان کیا کہ جنازہ کی پہلی تکبیر کے بعد خدا کی حمد و ثنا (سبحانك اللهم الخ) دوسری تکبیر میں نبی پاک ﷺ پر درود، اور تیسری تکبیر میں میت کے لئے دعا اور چوتھی تکبیر میں سلام کیا جائے گا۔

(ابن عبدالرزاق صفحہ ۴۹۱، ابی ابی شیبہ صفحہ ۲۹۵)

ابوامامہ کی روایت میں ہے کہ نماز جنازہ میں اولاً امام تکبیر کہے گا، پھر (دوسری تکبیر میں) درود شریف پڑھے گا پھر تیسری تکبیر میں دعا پڑھے گا پھر سلام پھیر لے گے آہستہ سے۔ (سنن کبریٰ جلد ۴ صفحہ ۴۰)

فائدہ: جنازہ میں ۴ر تکبیریں ہیں، پہلی تکبیر کے بعد ہاتھ اٹھا کر باندھ لیا جائے، تکبیر کے بعد ثنا پڑھے "سبحانك اللهم وبحمدك وتبارك اسمك وتعالىٰ جدك وحل ثناء ك ولا اله غيرك" دوسری تکبیر کے بعد درود شریف کوئی سا بھی پڑھے، درود ابراہیمی جو نماز میں پڑھا جاتا ہے وہ پڑھ لیا جائے۔

تیسری تکبیر کے بعد یہ دعا پڑھے۔

"اللهم اغفر لحينا وميتنا رشاهدنا وغائبنا وصغيرنا وكبيرنا وذكرنا وانثانا اللهم من احييته منا فاحيه على الاسلام ومن توفيته منا فتوفه على الايمان".

اور چوتھی تکبیر کے بعد بلا کوئی چیز پڑھے دونوں طرف سلام پھیرے۔ (الشامی صفحہ ۲۱۲، فتح القدیر صفحہ ۱۲۳)

اور بعض مشائخ نے اجازت دی ہے کہ چوتھی تکبیر کے بعد "ربنا اتنا فی الدنیا حسنة" پڑھ لے۔

(فتح القدیر صفحہ ۱۲۳)

اور یہ بھی ہے کہ خواہ خاموش رہے یا دعا پڑھ لے، اصل تو یہ ہے کہ سلام تکبیر کے بعد متصلاً ہو۔

(الشامی جلد ۲ صفحہ ۲۱۳)

شرح منیۃ المصلی میں جنازہ کی نماز کے متعلق لکھا ہے کہ پہلی تکبیر کے بعد ثناء پڑھے، اور دوسری تکبیر کے بعد درود پڑھے تیسری تکبیر کے بعد دعاء پڑھے، اور چوتھی کے بعد بلا تاخیر کے سلام پھیرے، اور بعض مشائخ نے "ربنا آتنا فی الدنیا" آخر تک یا سبحان ایک کے پڑھنے کی اجازت دی ہے۔ (صفحہ ۵۸۶)

امام اگر بھولے سے پانچویں تکبیر کہنے لگے مقتدی خاموش رہے، اس میں اس کی اتباع نہ کرے۔

(کبیری صفحہ ۵۸۶)

جنازہ میں آپ کیا دعا پڑھتے

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم جب جنازہ پڑھتے تو یہ دعا پڑھتے۔

"اللهم اغفر لحينا وميتنا وشاهدنا وغائبنا وصغيرنا وكبيرنا وذكرنا وانثانا اللهم من احييته منا فاحيه على الاسلام ومن توفيته منا فتوفه على الايمان." (حاکم جلد ۱ صفحہ ۳۵۸، ابوداؤد صفحہ ۴۵۶، ترمذی صفحہ ۱۹۸، مسند احمد صفحہ ۲۹۹)

حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے مروی ہے کہ آپ نماز جنازہ میں یہ دعا پڑھتے:

"اللهم اغفر لحينا وميتنا وذكرنا وانثانا وغائبنا وشاهدنا وصغيرنا وكبيرنا اللهم من احييته منا فاحيه على الاسلام ومن توفيته منا فتوفه على الايمان." (سنن کبریٰ صفحہ ۴۱)

فائدہ: علامہ شامی اور دیگر فقہاء رحمہم اللہ تعالیٰ نے بیان کیا کہ اسی مذکورہ ماثورہ کا پڑھنا زیادہ بہتر ہے۔

(شامی صفحہ ۲۱۲)

اور اسی پر امت کا تعامل بھی ہے، یہی رائج بھی ہے۔

خیال رہے کہ تمام دعائیں، ثنا، اور درود سب آہستہ پڑھی جائیں گی صرف امام تکبیر زور سے کہے گا۔

(شامی جلد ۲ صفحہ ۱۲۳)

علامہ شامی نے اس دعاء ماثورہ کے بعد اس کا بھی اضافہ کیا جس کا پڑھنا افضل اور بہتر ہے، جو حدیث پاک سے ثابت ہے اگر یاد ہو تو پڑھ لیا جائے۔

"اللهم اغفرلنا وارحمه وعافه واعف عنه واكرم نزله و وسع مدخله واغسله بالماء والثلج والبرد ونقه من الخطايا كما ينقى الثوب الابيض من الدنس، وابدله دارا خيرا من داره واهلا خيرا من اهله وزوجا خيرا من زوجه وادخله

الجنه واعذه من عذاب القبر وعذاب النار.“ (الشامی صفحہ ۲۱۳)

جنازہ کی نماز میں دونوں جانب سلام پھیرنا سنت ہے

حضرت عبداللہ بن ابی اوفی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اپنی صاحبزادی کی نماز جنازہ پڑھی، چار تکبیر کہیں، پھر ذرا وقفہ کیا جو ہم نے گمان کیا کہ (شاید) پانچویں تکبیر کہیں گے تو انہوں نے دائیں جانب پھر بائیں جانب سلام کیا پھر انہوں نے کہا اسی طرح رسول پاک ﷺ نے نماز جنازہ پڑھائی تھی۔

(سنن کبریٰ جلد ۴ صفحہ ۴۳، شرح مسند احمد جلد ۷ صفحہ ۲۳۴، حاکم عمدۃ القاری جلد ۸ صفحہ ۱۲۳)

حریث نے کہا کہ میں نے حضرت عامر کو دیکھا کہ انہوں نے جنازہ پڑھایا تو دائیں جانب بائیں جانب سلام کیا، ابوالہیثم نے بیان کیا کہ حضرت ابراہیم نخعی نماز جنازہ میں دائیں جانب بائیں جانب سلام کرتے تھے۔

(ابن ابی شیبہ جلد ۳ صفحہ ۳۰۸)

حضرت ابوموسیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی روایت میں ہے کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کے ساتھ جنازہ کی نماز پڑھی، آپ نے دائیں جانب بائیں جانب سلام پھیرا۔ (طبرانی سبل الہدی مجمع جلد ۳ ص)

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ تین چیزیں ایسی ہیں جس کو رسول پاک ﷺ کیا کرتے تھے اور لوگوں نے اسے چھوڑ دیا، ان میں سے ایک جنازہ پر سلام کرنا ہے، لوگوں نے ایک سلام پر عمل کر لیا (حالانکہ آپ دو سلام جنازہ میں کیا کرتے تھے)۔ (عمدۃ القاری صفحہ ۲۳)

حضرت عطا نے بیان کیا کہ جنازہ میں اسی طرح سلام کیا جائے گا جس طرح نماز میں (دو سلام کیا جاتا ہے)۔ (ابن عبدالرزاق صفحہ ۴۹۵)

جنازہ کی نماز میں سلام سے قبل دونوں ہاتھوں کو چھوڑ دینا اور پھر سلام کرنا بہتر ہے۔ (ہاتھ چھوڑ کر سلام کرنا احسن ہے)، احسن الفتاویٰ میں ہے۔ تکبیرات ختم ہونے پر سلام سے قبل ہاتھ چھوڑ دیئے جائیں۔

(کذافی خلاصۃ الفتاویٰ)

”ولا يعقد بعد التكبير الرابع لانه لا يبقى ذكر مسنون حتى يعقد فاالصحيح انه يحل اليدين ثم يسلم تسلمتين . . . وقال العلامة اللكهنوى ليس بعد التكبير الا خير ذكر مسنون فيسن فيه الارسال.“

(السعایہ صفحہ ۱۵۹، احسن الفتاویٰ جلد ۴ صفحہ ۲۳۸)

پس ہاتھ چھوڑ کر دونوں سلام کرنا بہتر معلوم ہوا۔

اگر جنازہ کی تکبیر چھوٹ جائے مسبوق ہو جائے تو؟

حضرت ابراہیم نخعی فرماتے ہیں کہ اگر جنازہ کی کوئی تکبیر چھوٹ جائے تو جلدی سے جنازہ اٹھنے سے پہلے پڑھ لے یہی حکم ابن جریج نے عطاء سے ثوری نے حماد سے نقل کیا ہے۔ (مصنف ابن عبدالرزاق صفحہ ۴۸۵)

فائدہ: اگر نماز جنازہ میں کوئی مسبوق ہو جائے یعنی اس کی تکبیریں کچھ چھوٹ جائیں تو وہ امام کی تکبیر کہنے کے بعد تکبیر کہہ کر شریک ہو، اور اپنی چھوٹی تکبیر امام کے سلام کے بعد فوراً ادا کرے اس طور پر کہ جنازہ اٹھنے سے پہلے تکبیر ادا ہو جائے۔ (عنایہ علی الفتح القدیر صفحہ ۱۲۵)

خیال رہے کہ پہلی تکبیر چھوٹ جائے تو اب مسنون ہے کہ اس وقت تکبیر کہے جب امام دوسری تکبیر کہے، بیچ میں نہ کہے۔ (کبیری صفحہ ۵۸۷)

اسی طرح وہ چار تکبیر بلا دعا درود کے پوری کرے، تا کہ جنازہ اٹھنے سے قبل پوری ہو جائے۔

(کبیری صفحہ ۵۸۷)

صرف نماز جنازہ میں شریک ہونے پر ایک قیراط ثواب

حضرت ابوسعید رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو نماز جنازہ پڑھے اور اس کے ساتھ (دفن کے لئے) نہ چلے تو ایک قیراط ثواب۔ (مسلم صفحہ ۳۰۷، ترمذی صفحہ ۲۰۱، کنز صفحہ ۵۸۶)

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، جو جنازہ میں حاضر ہوتا کہ نماز پڑھے اس کے لئے ایک قیراط ثواب، اور جو دفن تک رہا اس کے لئے دو قیراط اور دو قیراط دو بڑے پہاڑ کے مثل ہے۔ (بخاری صفحہ ۱۷۷)

جنازہ کے بعد دفن سے فارغ ہونے تک رہے تو دو قیراط

حضرت عبداللہ بن مغفل رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ جو نماز جنازہ پڑھے اس کے لئے ایک قیراط اور جو انتظار کرے یہاں تک کہ (دفن وغیرہ سے) فارغ ہو جائے تو اس کے لئے دو قیراط۔

(ترمذی صفحہ ۲۰۱، مسلم صفحہ ۳۰۷، کنز صفحہ ۵۸۶)

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو شخص جنازہ کے ساتھ اس کے گھر سے نکلے، اس پر جنازہ پڑھے، پھر اس کے پیچھے جائے یہاں تک کہ دفن میں شریک ہو، اس کے لئے دو قیراط ثواب ہوگا، اور جو نماز جنازہ پڑھ کر لوٹ آئے اس کے لئے ایک قیراط اور ایک قیراط احد کے برابر ثواب ہے۔

(مسلم جلد ۱ صفحہ ۳۰۷، ابوداؤد صفحہ ۴۰۵، کنز العمال صفحہ ۵۸۹)

فائدہ: ابن قدامہ نے بیان کیا کہ جنازہ کے پیچھے جانا سنت ہے، چنانچہ حضرت براء رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی روایت میں ہے کہ آپ ﷺ نے ہمیں حکم دیا کہ جنازہ کے پیچھے جایا کریں، اس کی ۳؍صورتیں ہیں:

① نماز جنازہ پڑھ کر واپس آجائے، زید بن ثابت کہتے ہیں کہ جب تم نے نماز جنازہ پڑھ لیا تو جو تمہارے پر حق تھا تم نے ادا کر دیا، ابوداؤد کہتے ہیں کہ میں نے کتنی مرتبہ امام احمد کو دیکھا کہ نماز جنازہ پڑھ کر واپس آگئے اور اس کے ساتھ نہ گئے اور نہ (ولی جنازہ سے) اجازت لی۔

② یہ کہ قبر تک جائے پھر رکا رہے یہاں تک کہ دفن ہو جائے۔ (دفن اور مٹی تک شریک رہے)۔

③ دفن کے بعد رکا رہے، اس کی مغفرت کی دعا کرے، اور ثابت قدم رہنے کی دعا کرے اس کے لئے رحمت کی دعا کرے کہ مروی ہے کہ نبی پاک ﷺ سے کہ آپ جب کسی میت کو دفن کرتے تو دفن کے بعد رکے رہتے اور فرماتے اس کے لئے مغفرت کی دعا کرو، اور دعا کرو کہ ثابت قدم رہے اس سے اس وقت سوال کیا جائے گا۔ (ابوداؤد، اعلاء السنن صفحہ ۳۰۳)

فائدہ: مطلب یہ ہے کہ میت کے امور میں شریک ہونے کے ۳؍درجے اور ۳؍صورتیں ہیں، پہلی صورت یہ ہے کہ صرف جنازہ پڑھ کر واپس آجائے، اس پر ایک قیراط ثواب ہے، یہ عام آدمی کے لئے ہے۔

دوسری صورت یہ ہے کہ نماز جنازہ پڑھے، نماز جنازہ کی چارپائی کے ساتھ پیچھے پیچھے جائے، اور دفن تک شریک رہے، دفن کے بعد چلا آئے، اس پر دو قیراط ثواب ہے، اقارب رشتہ دار، احباب رفقاء، پڑوسی کا اور اہل محلہ کا حق ہے، تیسری صورت یہ ہے کہ دفن کے بعد تھوڑی دیر رکا رہے، اور میت کے حق میں دعاء مغفرت اور دعاء رحمت کرے۔ اور منکر نکیر کے سوال پر ثابت قدم رہنے کی دعا کرے، قریب ۱۰/۱۵/۲۰ منٹ رک کر اس کے حق میں دعا کر کے آئے جیسے کہ آپ اپنے احباب کے لئے کیا کرتے تھے، یہ سنت ہے۔ بعض رشتہ دار احباب رفقاء کا حق ہے پہلا نمبر جنازہ میں چلنا، حدیث پاک میں اس کا حکم اور اس کی تاکید آئی ہے، اس کا ثواب ہے، یہ واجب کفایہ ہے جنازہ میں جانا تمام لوگوں کے لئے سنت ہے، علامہ شامی نے لکھا ہے کہ نفل نماز سے مشغول ہونے سے اس میں زیادہ ثواب ہے۔

"الاتباع افضل من النوافل." (الشامی جلد ۲ صفحہ ۲۳۹)

لہٰذا تمام نوافل نماز، ذکر، تلاوت، وغیرہ سے افضل عمل ہے۔

مجاہد سے پوچھا گیا کہ نفل نماز میں مشغول ہونا افضل ہے یا جنازہ کے پیچھے چلنا، کہا کہ جنازہ کے پیچھے چلنا افضل ہے۔ (مصنف عبدالرزاق صفحہ ۴۵۱)

جنازہ کا پورا ثواب اور پوری فضیلت اس میں ہے کہ مٹی دے کر آئے، چنانچہ حضرت ابوداؤد رضی اللہ تعالیٰ عنہ

فرماتے ہیں جنازہ کا پورا ثواب اس میں ہے کہ ان کے ساتھ پیدل جائے، چاروں کندھا دے، قبر پر ہاتھ سے مٹی ڈالے۔ (ابن ابی شیبہ صفحہ۲۸۳)

جنازہ کی امامت کا مستحق کون؟

حضرت سالم قاسم طاؤس مجاہد عطاء رحمہم اللہ تعالیٰ یہ حضرات جنازہ کی امامت میں امام (محلے) کو آگے کیا کرتے تھے۔ منصور کہتے ہیں کہ میں ابراہیم کے ساتھ جنازہ میں حاضر ہوا، وہ اس کے ولی تھے تو انہوں نے محلے کے امام کو آگے بڑھایا۔ (ابن ابی شیبہ جلد۳ صفحہ۲۸۶)

مسلم کہتے ہیں کہ میں نے عبدالرحمٰن بن ابی لیلیٰ کو دیکھا کہ اپنی والدہ کی نماز جنازہ کی امامت میں عبدالرحمٰن بن حکم کو آگے بڑھایا جو محلّہ کی مسجد کے امام تھے۔

حضرت حسن بصری فرمایا کرتے تھے میں نے حضرات صحابہ کرام کو دیکھا وہ نماز جنازہ پڑھانے کا اسی کو مستحق سمجھتے تھے جس کے پیچھے وہ فرائض پڑھنے پر راضی تھے۔ (یعنی اپنے محلے کے امام)۔

(بخاری صفحہ۱۷۶، کشف الغمہ صفحہ۱۷۰)

حضرت امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ تعالیٰ نے حماد کے واسطے سے ابراہیم نخعی کا قول نقل کیا ہے کہ جنازہ مساجد کے امام پڑھائیں گے۔ (مصنف عبدالرزاق صفحہ۴۷۰)

امام محمد نے اسی کو اختیار کیا ہے، مناسب یہ ہے کہ ولی امام مسجد کو آگے بڑھائے ہاں اسے مجبور نہیں کیا جائے گا، اسی کو امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ تعالیٰ نے اختیار کیا۔ (کتاب الآثار، اعلاء السنن جلد۸ صفحہ۲۱۱)

حضرت عروہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ اپنے والد سے نقل کرتے ہیں کہ جب حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ شہید ہوگئے تو حضرت صہیب رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ان کی نماز جنازہ پڑھائی، کہ وہ فرائض کے امام تھے۔ (حاصل روایت)۔

(مستدرک حاکم، اعلاء السنن جلد۸ صفحہ۲۰۸، مصنف ابن عبدالرزاق صفحہ۴۷۲)

حضرت حسن بن علی رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے مرفوعاً روایت ہے کہ جب جنازہ حاضر ہو جائے اور امیر حاکم بھی آجائے تو حاکم نماز جنازہ کا زیادہ مستحق ہے۔ (مطالب عالیہ جلد۱ صفحہ۲۱۷)

مسروق نے کہا کہ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا ولی زیادہ مستحق ہے نماز جنازہ کا۔

(ابن عبدالرزاق جلد۳ صفحہ۴۷۳، اتحاف الخیرہ صفحہ۲۳۸)

فائدہ: میت کے جنازہ پڑھانے کے سلسلے میں یہ مسئلہ ہے کہ اگر اس نے اپنی زندگی میں کسی کو جنازہ کی نماز پڑھانے کا کہہ دیا ہو تو وہی پڑھانے کا مستحق ہے۔ (اعلاء السنن صفحہ۲۰۹)

ورنہ تو پھر ہمارے ملک میں محلے کی مسجد کا وہ امام ہے جس کے پیچھے اس نے فرائض پڑھی ہے، اعلاء السنن

میں ہے کہ گویا اجماع ہے اس امر پر کہ محلے کی مسجد کا امام جنازہ پڑھانے کے زیادہ لائق ہے۔ دوسرے اولیاء اور اہل فضل کے مقابلہ میں، اسی کے قائل امام نخعی ہیں اسی کو امام بخاری نے بیان کیا ہے۔

اگر محلے کا امام نہ ہو تو پھر اس میت کا ولی مثلاً باپ موجود ہو تو زیادہ لائق ہے، یا اس کی اولاد۔

(اعلاء السنن صفحہ ۲۰۹)

اگر باپ یا ولی نماز پڑھانے کے لائق نہ ہو تو پھر جو اس ماحول میں علم فضل کے اعتبار سے بہتر ہو اسی کو جنازہ کی امامت کے لئے آگے کر دیا جائے۔

ابن ہمام اور دیگر فقہاء لکھتے ہیں اگر حاکم اسلام یا قاضی نہ ہو تو نماز جنازہ محلے کے امام صاحب پڑھائیں گے۔ جوامع الفقہ کے حوالہ سے ہے کہ محلے کے امام اور جامع مسجد کے امام میں جامع مسجد کا امام اولیٰ ہے۔

(فتح القدیر صفحہ ۱۱۸)

امام ابو یوسف رَحِمَہُ اللّٰہُ تَعَالٰی کی رائے ہے کہ میت کا ولی ہر صورت میں زیادہ مستحق ہے۔

خیال رہے کہ محلے کے امام کا پڑھانا، واجب نہیں مستحب ہے، ولی بھی پڑھا سکتا ہے، مثلاً بیٹے کی نماز والد۔

(فتح القدیر صفحہ ۱۱۹)

خیال رہے کہ اگر ولی کی موجودگی میں لوگوں نے جنازہ پڑھ لیا تو ولی دوبارہ جنازہ پڑھ سکتا ہے۔

(فتح القدیر صفحہ ۱۱۹)

اگر ولی نے پڑھ لیا ہے تو اب کوئی دوبارہ نہیں پڑھ سکتا ہے۔ (فتح القدیر، شامی جلد ۲ صفحہ ۲۱۸)

میت کے سینے کے مقابل کھڑے ہو کر نماز جنازہ پڑھائے

حضرت انس رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ فرماتے ہیں کہ آپ ﷺ کے پاس مرد کا جنازہ لایا گیا تو آپ ﷺ جنازہ کی چارپائی کے سرہانے کھڑے ہوئے، اور ایک عورت کا جنازہ لایا گیا تو آپ ذرا نیچے کی طرف ہٹ کر کھڑے ہوئے۔ (ابن ابی شیبہ جلد ۳ صفحہ ۳۱۴)

ابو غالب کہتے ہیں کہ میں نے دیکھا کہ حضرت انس بن مالک رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ نے مرد کے جنازہ پر نماز پڑھی تو اس کے سرہانے کھڑے ہوئے، اور ایک عورت کا جنازہ لایا گیا تو اس کے بیچ میں کھڑے ہوئے اس پر علاء بن زیاد نے ان سے پوچھا کہ کیا اسی طرح آپ ﷺ کیا کرتے تھے، حضرت انس نے فرمایا ہاں، تو حضرت علاء نے ہم لوگوں کی طرف رخ کر کے کہا اسے یاد رکھو۔ (طحطاوی جلد ۱ صفحہ ۲۸۳)

حضرت حسن بصری سے منقول ہے کہ عورتوں کے جنازہ میں اس کے سینہ کے مقابل (امام) کھڑا ہو۔

(مصنف عبدالرزاق صفحہ ۴۶۹)

لیث نے بیان کیا کہ حضرت عطاء نے بیان کیا جب کوئی نماز جنازہ پڑھے (خواہ مرد ہو یا عورت) سینہ کے مقابل کھڑا ہو۔

مغیرہ نے حضرت ابراہیم نخعی سے نقل کیا کہ جو نماز جنازہ پڑھائے وہ جنازہ کے سینہ کے مقابل کھڑا ہو۔
(ابن ابی شیبہ جلد۲ صفحہ۳۱۴)

ابن عبدالبر مالکی نے بیان کیا کہ حضرت ابن مسعود حضرت عطا حضرت ابراہیم جنازہ میں سینے کے مقابل کھڑے ہوتے تھے، اور اس میں مرد، عورت کے درمیان کوئی فرق نہیں کرتے تھے۔ (یعنی دونوں کے جنازہ میں سینہ کے مقابل کھڑے ہوتے)۔ (استذکار جلد۸ صفحہ۲۸۱)

فَائِدَہ: ملا علی قاری نے شرح مشکوٰۃ میں ذکر کیا ہے کہ میت کے سینہ کے سامنے امام کھڑا ہو خواہ مرد ہو یا عورت۔ (مرقاۃ جلد۲ صفحہ۴۹)

ہدایہ فتح القدیر میں ہے کہ میت خواہ مرد ہو یا عورت اس کے سینے کے مقابل ہو کر امام نماز جنازہ پڑھائے۔
(فتح القدیر صفحہ۱۳۰)

ملا علی قاری نے بیان کیا ہے کہ روایت میں جو ہے کہ آپ عورت کے صدر بیچ میں کھڑے ہوئے صدر کا مفہوم سینہ کے خلاف نہیں، اس لئے ہاتھ وسر اور پیٹ ران کے اعتبار سے سینہ وسط میں ہوگا۔ (مرقات جلد۴ صفحہ۴۹)

منیۃ المصلی کی شرح کبیری میں ہے، کہ جنازہ پڑھانے والا میت کے سینہ کے مقابل کھڑا ہوگا، خواہ مرد ہو یا عورت، چونکہ محل ایمان ہے اس سے اشارہ اس بات کی جانب ہے کہ شفاعت اور دعاء ایمان ہی کی وجہ سے ہے۔ (صفحہ۵۸۸)

اگر نماز جنازہ پڑھانے کی وصیت کر جائے

محارب ابن دثار نے کہا کہ حضرت ام المؤمنین میمونہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے وصیت کی تھی کہ ان کی نماز جنازہ حضرت سعید بن زید رضی اللہ تعالیٰ عنہ پڑھائیں۔ (سنن کبری صفحہ، ابن ابی شیبہ جلد۳ صفحہ۲۸۵)

ابو اسحاق نے بیان کیا کہ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے وصیت کی تھی کہ میرا جب وصال ہو جائے تو جنازہ حضرت زبیر بن عوام رضی اللہ تعالیٰ عنہ پڑھائیں۔ (سنن کبری جلد۴ صفحہ۲۹)

حضرت عبداللہ بن مغفل رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے وصیت کی تھی کہ میری نماز جنازہ صحابہ کرام پڑھائیں ابن زیاد (جو اس زمانہ میں حکومت پر تھا) نہ پڑھائے۔ (سنن کبری جلد۴ صفحہ۲۹)

ابو میسرہ نے وصیت کی تھی کہ ان کی نماز جنازہ قاضی شریح پڑھائیں۔ (ابن ابی شیبہ جلد۳ صفحہ۲۸۵)

یونس بن جبیر نے وصیت کی کہ ان کی نماز جنازہ حضرت انس بن مالک پڑھائیں۔ (ابن ابی شیبہ جلد۳ صفحہ۲۸۵)

حضرت ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے وصیت کی تھی ان کا جنازہ حضرت ابوبردہ پڑھائیں۔ (کشف الغمہ)

حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے وصیت کی کہ ان کی نماز جنازہ صہیب رضی اللہ تعالیٰ عنہ پڑھائیں۔

(مصنف ابن عبدالرزاق صفحہ ۲۷۱، کشف الغمہ)

حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے وصیت کی تھی کہ ان کی نماز جنازہ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ پڑھائیں۔ (کشف الغمہ صفحہ ۱۷۰)

فائدہ: ان روایتوں سے معلوم ہوا جس سے کسی کو عقیدہ ومحبت ہو اسے نماز جنازہ پڑھانے کی وصیت کر سکتا ہے۔ ایسی صورت میں وہی صاحب نماز جنازہ پڑھائیں گے اگر وصیت نہ کی ہو تو جس کے پیچھے فرائض پڑھتے تھے وہ نماز جنازہ پڑھائیں گے۔ (اعلاء السنن صفحہ ۲۰۹)

دوسری مرتبہ جنازہ کی نماز ممنوع ہے

حضرت ابراہیم نخعی فرماتے ہیں کہ نماز جنازہ دوبارہ نہیں پڑھی جائے گی۔

نافع بیان کرتے ہیں حضرت ابن عمر ایک جنازہ میں تشریف لے گئے، تو نماز جنازہ ہو چکی تھی تو آپ دعا کر کے لوٹ آئے اور دوبارہ نماز جنازہ نہیں پڑھی۔

حضرت حسن بصری فرماتے ہیں کہ جب نماز جنازہ فوت ہو جائے تو پھر دوبارہ نہ پڑھی جائے گی۔

(مصنف ابن عبدالرزاق صفحہ ۵۱۹)

فائدہ: دوبارہ نماز جنازہ نہیں پڑھی جائے گی، اگر نماز جنازہ کا ارادہ تھا چھوٹ گئی تو اب صرف ان کے حق میں دعا واستغفار کر لی جائے جیسا کہ حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے کیا، ہاں اگر نماز جنازہ بغیر ولی کی اجازت کے ہوئی اور یا ولی شریک نماز جنازہ نہیں ہو سکا تو ولی کو اجازت ہے کہ وہ دوبارہ نماز جنازہ پڑھ لے، بنایہ شرح ہدایہ میں ہے، اگر ولی اور خلیفہ وقت کے علاوہ کسی نے جنازہ پڑھائی تو ولی دوبارہ لوٹا سکتا ہے، اور اگر ولی جو میت کا شرعی ذمہ دار ہے اس نے جنازہ میں شرکت کر لی تو پھر اب دوبارہ نماز جنازہ نہیں ہو سکتی۔ (بنایہ صفحہ ۲۴۶)

سامنے کے رخ قبر ہو تو نماز کو منع فرماتے

ابومرثد غنوی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم فرما رہے تھے، قبروں کے رخ نماز نہ پڑھو، اور قبر پر نہ بیٹھو۔ (مسلم صفحہ ۳۱۲، مسند احمد صفحہ ۷۹)

حضرت انس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم قبروں کے درمیان نماز جنازہ پڑھنے سے منع فرماتے (پس قبرستان کے باہر پڑھتے)۔ (مجمع الزوائد جلد ۳ صفحہ ۳۹)

حضرت علی اور حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہم قبروں کے درمیان نماز جنازہ کو مکروہ فرماتے تھے۔
(بحرالرائق صفحہ ۲۰۹)

بدائع میں ہے کہ امام ابوحنیفہ نے فرمایا۔ **"لا ینبغی ان یصلی علی میت بین القبور، وکان علی وابن عباس یکرھان ذالك."**

طحطاوی علی المراقی میں ہے کہ اگر عذر ہو (کہ کوئی جگہ ہی سوا اس کے نہ ہو) تو مکروہ نہیں ورنہ مکروہ ہے۔

ایسے طور پر نماز پڑھنا کہ سامنے قبر ہو، ہاں پیچھے یا بغل میں ہو تو درست ہے۔

"نكره الصلاة فى المقبرة اذا كان المقبرة بين يدى المصلى."
(شرح بلوغ الامانی جلد ۸ صفحہ ۸۶)

علامہ ابن نجیم نے لکھا ہے کہ قبروں کے درمیان نماز جنازہ نہ پڑھے۔ اگر پڑھ لیا تو کراہت کے ساتھ جائز ہوگا اب لوٹانے کی ضرورت نہیں۔ لہٰذا قبرستان کے حلقہ میں نماز جنازہ نہ ادا کرے۔ بلکہ باہر ادا کرے۔

نومولود زندہ پیدا ہونے والے بچے پر نماز جنازہ پڑھی جائے گی

حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے کہا آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جب بچہ پیدا ہوکر رو دے تو وراثت بھی ہوگی اور اس پر جنازہ پڑھی جائے گی۔ (سنن کبریٰ جلد ۴ صفحہ ۹، حاکم جلد ۱ صفحہ ۳۶۳)

حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے مروی ہے کہ نومولود قبل از وقت پیدا ہونے والے بچے پر اس وقت تک نماز جنازہ نہ پڑھی جائے گی، جب تک کہ وہ روئے (یا آواز نہ کرے جس سے زندہ پیدا ہونا معلوم ہو)۔
(سنن کبریٰ جلد ۴ صفحہ ۹)

حضرت ابراہیم کہتے ہیں کہ ناتمام بچے کی پیدائش پر اس وقت تک نماز نہیں پڑھی جائے گی جب تک کہ وہ روئے نہیں۔

ابن شہاب زہری کہتے ہیں کہ نومولود بچہ پر جب تک کہ رونے کی آواز نہ سنی جائے نہ نماز جنازہ پڑھی جائے گی نہ وارث ہوگا۔

شعبی نے کہا جب بچہ پیدا ہوکر رو دے تو اس کی جنازہ پڑھی جائے گی حضرت جابر فرماتے ہیں بچہ پیدا ہوا اور نہ رویا تو اس کی جنازہ نہ ہوگی۔ (ابن ابی شیبہ جلد ۳ صفحہ ۳۱۹)

دودھ پیتے بچے پر نماز جنازہ پڑھی جائے گی

حضرت براء بن عازب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی روایت میں ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے صاحبزادے حضرت ابراہیم پر نماز جنازہ پڑھی تھی وہ ۱۶؍ ماہ کے تھے اور فرمایا کہ اس کی مدت رضاعت جنت میں پوری ہوگی (سنن کبریٰ ۴؍۹)

مسلم کی روایت میں ہے کہ اس کے لئے دودھ پلانے والیاں ہوں گی۔ (الفتح الربانی جلد ۷ صفحہ ۲۰۷)

حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ آپ ﷺ نے اپنے صاحبزادے حضرت ابراہیم پر نماز جنازہ پڑھی اور ۴ تکبیریں ادا کیں۔ (شرح مسند احمد جلد ۷ صفحہ ۲۱۰)

حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے مروی ہے کہ جب رسول اکرم ﷺ کے صاحبزادے ابراہیم کا انتقال ہوا تو آپ نے ان پر نماز جنازہ پڑھی، اور فرمایا ان کے لئے دودھ پلانے والی جنت میں مقرر کی گئی۔

(مختصراً ابن ماجہ)

فائدہ: یہ احادیث و آثار اس پر دلالت کر رہے ہیں کہ نومولود بچوں پر اور وہ نومولود جو پیدا ہو کر رویا چلایا یا اس میں حیات کے آثار تھے پھر موت ہوگئی ان پر نماز جنازہ پڑھی جائے گی۔ (شرح مسند احمد جلد ۷ صفحہ ۲۱۰)

چنانچہ اسی وجہ سے ارباب حدیث نے باب قائم کیا ہے، "**باب السقط يغسل ويصلى عليه ان استهل او عرفت له حياة.**" (بیہقی جلد ۴ صفحہ ۸)

نومولود کو غسل دیا جائے گا اور جنازہ پڑھی جائے گی جب کہ وہ رویا ہو یا اس میں حیات کی علامت مثلاً حرکت وغیرہ پائی گئی ہو۔

ایسا ناتمام بچہ جو مکمل نہ ہو جیسے حمل ساقط ہونے کی صورت میں تو اسے صرف کسی کپڑے میں لپیٹ کر دفن کر دیا جائے گا اس کے لئے نہ کفن نہ نماز جنازہ۔ (نفع المفتی والسائل صفحہ ۱۴۲، کذا فی البحر الرائق)

اگر نومولود بچے میں زندگی کے آثار نہیں تو نماز جنازہ نہیں

حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا: نومولود بچے میں اگر رونا نہ ہوا (یا اور دوسری حیات کی علامت نہ پائی گئی) تو نہ اس کی نماز جنازہ پڑھی جائے گی اور نہ وہ وارث بنے گا اور نہ مورث۔

(فتح القدیر صفحہ ۱۳۱، ابن ماجہ)

ابراہیم نخعی نے فرمایا، بچہ جب روئے (یا حرکت کرے) تو اس پر نماز جنازہ پڑھی جائے گی۔

(مصنف ابن عبد الرزاق جلد ۳ صفحہ ۵۳۱)

ابن شہاب زہری نے کہا ناتمام بچہ پیدا ہوتا ہے بچہ زندہ پیدا ہوا تو اس وقت تک اس پر نماز نہیں پڑھی جائے گی جب تک رونے (یا حرکت وغیرہ) کی آواز نہ ہو۔ (مصنف ابن عبد الرزاق جلد ۳ صفحہ ۵۳۰)

حسن بصری فرماتے ہیں جب بچہ (پیدا ہو کر) روئے چیخے تو نماز جنازہ پڑھی جائے گی۔ (ابن عبد الرزاق)

فائدہ: پیدا شدہ بچے میں اگر حیات کی کوئی بھی علامت پائی گئی مثلاً رونا، خواہ ایک سکنڈ، کسی عضو کی حرکت، یا کسی قسم یا کسی طرح کی آواز، تو ایسے بچے پر نماز جنازہ پڑھی جائے گی۔ (فتح القدیر صفحہ ۱۳۰، الشامی صفحہ ۲۲۷)

اس کا نام رکھا جائے گا۔ کفن غسل دیا جائے گا۔ اگر پیدا ہوا، پیدا ہوتے ہوئے ابھی پورا باہر آیا نہیں کہ مر گیا تو ایسی صورت میں دیکھا جائے گا، کہ اگر آدھے سے زائد باہر آ کر مرا ہے تو نماز جنازہ پڑھی جائے گی، اگر آدھے سے کم باہر آیا تھا کہ مر گیا تو نماز جنازہ نہیں پڑھی جائے گی۔ (فتح القدیر صفحہ ۱۳۰)

اگر صرف سر ہی نکلا تھا کہ مر گیا جنازہ نہیں پڑھی جائے گی۔ (الشامی صفحہ ۲۲۷)

اگر بچہ پیر کی طرف سے پیدا ہوا ہے تو سینہ اکثر حصہ ہوگا، اگر بچہ سر کی طرف سے پیدا ہوا ہے تو ناف اکثر حصہ شمار ہوگا، اسی اکثر حصہ کو دیکھ کر نماز جنازہ کا حکم لگے گا۔ (الشامی صفحہ)

اگر پیدا شدہ بچے میں بوقت پیدائش سے ہی کوئی حیات کی علامت نہیں پائی گئی تو اسے کسی کپڑے میں لپیٹ کر بلا نماز جنازہ کے قبرستان میں دفن کر دیا جائے گا۔ (الشامی صفحہ ۲۲۸)

ناتمام یا مردے بچے کو غسل دیا جائے گا مگر سنت کی رعایت کے ساتھ نہیں ایسے ہی پانی گرا کر دھو دیا جائے، اگر بچہ ناتمام پیدا ہو گیا، حمل ساقط ہو گیا، بعض عضو بنے ہیں اور بعض عضو نہیں بنے ہیں تو اسے غسل دے کر کسی کپڑے میں ڈھانک کر بلا نماز جنازہ کے دفن کر دیا جائے گا۔ (الشامی صفحہ ۲۲۸، منحۃ الخالق حاشیہ بحر صفحہ ۲۰۲)

نومولود بچہ کے پیدا ہونے کے وقت زندگی اور حیات کے سلسلہ میں تنہا دائی، یا ماں کی بات کا اعتبار ہوگا۔ اگر یہ دونوں یا کوئی ایک یہ کہہ دے کہ پیدا ہوتے وقت چلایا یا رویا یا زندگی کے یہ آثار تھے پھر مر گیا، تو ان کی بات کا اعتبار کر کے شریعت کے مطابق غسل کفن اور جنازہ ہوگا۔ (الشامی جلد ۲ صفحہ ۲۲۶)

اگر بچہ کا سر ظاہر ہوا، چیخنے رونے کی آواز آئی، پھر باقی جسم کے نکلنے سے پہلے مر گیا تو نماز جنازہ نہیں ہوگی۔ (بحر الرائق جلد ۲ صفحہ ۲۰۲)

جنازہ اٹھا کر چلنے پر چالیس گناہ کبیرہ معاف

حضرت انس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو جنازہ کے چار پائیوں کو اٹھا کر چلے اس کے چالیس گناہ معاف ہوں گے۔

(کنز جلد ۱۶ صفحہ ۵۹۸، مجمع الزوائد جلد ۳ صفحہ ۲۹، نیل الاوطار جلد ۳ صفحہ ۶۹، بنایہ جلد ۳ صفحہ ۲۸۲، بحر الرائق جلد ۲ صفحہ ۲۰۸)

حضرت واثلہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو جنازہ کے پیچھے چلے اور اسے چاروں کندھے دے تو اس کے چالیس ایسے گناہ جو کبیرہ ہوں معاف ہو جاتے ہیں۔ (کنز العمال جلد ۱۶ صفحہ ۵۹۳)

حضرت ثوبان رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو جنازہ کے پیچھے چلے اور اسے چاروں کندھے دے تو اس کے چالیس ایسے گناہ جو کبیرہ ہوں معاف ہو جاتے ہیں۔

(مطالب عالیہ جلد ۱ صفحہ ۲۰۲، اتحاف الخیرہ صفحہ ۳۵۵)

فائدہ: شرح کبیری میں ہے کہ جو جنازہ اٹھا کر چالیس قدم چلے اس کے چالیس کبیرہ گناہ معاف ہوں گے۔ (صفحہ۵۹۲)

جنازہ اٹھاتے وقت کیا پڑھے

حضرت ابن عمر رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُمَا سے مروی ہے کہ جنازہ اٹھاتے وقت بسم اللہ کہو، بکر بن عبد اللہ سے منقول ہے کہ جنازہ اٹھایا تو بسم اللہ سبحان اللہ کہا انہیں سے منقول ہے کہ جب جنازہ اٹھاؤ تو بسم اللہ سبحان اللہ کہو۔ (ابن ابی شیبہ جلد۳ صفحہ۲۸۵)

حضرت ابن عمر رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُمَا سے مروی ہے کہ جب جنازہ اٹھاؤ تو بسم اللہ کہو۔ (ابن عبد الرزاق)

فائدہ: ان روایتوں سے معلوم ہوا کہ جب جنازہ سے چلنے کے لئے جنازہ کے پائے کو اٹھائے تو بسم اللہ کہنا نہ بھولے بہتر ہے کہ ذرا زور سے بسم اللہ کہے تاکہ دوسروں کو بھی یاد آجائے۔

جنازہ کے چاروں پایوں کو اٹھانے کا بڑا ثواب

حضرت انس رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے مروی ہے کہ جو جنازہ کے چاروں پایوں کو اٹھائے گا اللہ پاک اس کے ۴۰ کبیرہ گناہوں کو معاف فرمائیں گے۔ (کنز، طبرانی)

حضرت انس کی ایک روایت میں ہے کہ جو جنازہ کے چاروں پایوں کو ایمان اور ثواب کی نیت سے اٹھائے گا اس کے ۴۰ ربڑے گناہ معاف ہوں گے۔ (مجمع جلد۳ صفحہ۲۹، کنز صفحہ۵۹۸)

حضرت عبد اللہ بن مسعود رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے مروی ہے کہ جب تم میں سے کوئی جنازہ اٹھائے تو اس کے چاروں پایوں کو اٹھائے پھر بعد میں اٹھائے یا نہ اٹھائے۔ (چاروں پایوں کو اٹھانا) سنت ہے۔ (سنن کبریٰ ۳/۲۰)

حضرت ابو ہریرہ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے مروی ہے کہ جس نے جنازہ کے چاروں پایوں کو کندھے سے اٹھایا اس نے گویا اس کا حق ادا کر دیا۔ (بنایہ جلد۳ صفحہ۲۸۲)

حضرت ابو درداء رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ نے کہا کہ جنازہ کا پورا ثواب اس میں ہے کہ لوگوں کے ساتھ پیدل چلے۔ چاروں پایوں کا کندھا دے ہاتھ سے قبر پر مٹی ڈالے۔ (ابن ابی شیبہ صفحہ۲۸۳)

فائدہ: ملا علی قاری نے بیان کیا کہ احناف کے نزدیک چاروں پایوں کو اپنے کندھے پر اٹھانا سنت ہے۔ جس کا مطلب یہ ہے کہ صرف ایک کندھا دینے سے سنت کا ثواب حاصل نہ ہوگا۔ (مرقاۃ جلد۴ صفحہ۵۸، مرقاۃ صفحہ۴۰۹)

ابن قدامہ نے بیان کیا کہ چار مرتبہ کندھا دینا سنت ہے۔ حضرت ابن مسعود رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ کی روایت کی وجہ سے، کہ تم میں سے کوئی جب جنازہ کے پیچھے چلے تو اسے چاہئے کہ چاروں پایوں کو پکڑے نبی پاک صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ

کی سنت یہی ہے یعنی چاروں کندھے دینا سنت ہے۔ (مرعاۃ صفحہ ۴۰۹)

ملا علی قاری نے بھی بیان کیا کہ حدیث پاک کے اعتبار سے بھی یہی (چاروں کندھے دینا) سنت ہے۔ (مرقاۃ صفحہ ۵۹)

پس اس سے معلوم ہوا کہ کچھ لوگ جنازہ کے ساتھ چلتے ہیں اور کندھا نہیں دیتے۔ یہ ایک عظیم ثواب سے محرومی کا باعث ہے۔ تاہم جنازہ کے پیچھے چل کر اس نے ایک حق ادا کیا۔ پھر کچھ لوگ کندھا دیتے ہیں مگر کیف ما اتفق کوئی ترتیب نہیں۔ کچھ لوگ ایک ہی مرتبہ کندھا ذرا دے کر چھوڑ دیتے ہیں۔ اگر بھیڑ اژدحام کی وجہ سے ہو تو دوسری بات ہے ورنہ چاروں کندھے دس دس قدم پر دینا اصل سنت ہے۔ علامہ عینی شرح ہدایہ میں لکھتے ہیں کہ حاصل یہ ہے کہ سنت ہمارے نزدیک یہ ہے کہ چاروں طرف سے چار مرتبہ اٹھائے اور ہر جانب سے دس قدم چلے۔ (بنایہ جلد ۳ صفحہ ۲۸۳)

جنازہ کے چاروں پایوں کو اٹھانا اور پکڑنا سنت ہے

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ جس نے جنازہ اٹھایا اور اس کے چاروں پایوں کو پکڑا اس نے گویا کہ وہ حق ادا کر دیا جو اس کے ذمہ تھا۔ (ترمذی، عبدالرزاق، تلخیص صفحہ ۱۱۸)

حضرت ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی روایت میں ہے کہ جو جنازے کے پیچھے چلے چاہئے کہ اس کے تمام پایوں کو اٹھائے۔ یہی سنت ہے۔ (ابن ماجہ صفحہ ۱۰۶، اعلاء السنن صفحہ ۲۴۰، تلخیص صفحہ ۱۱)

حضرت ابو درداء رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ جنازہ کا ثواب اس میں ہے کہ اس کے چاروں پایوں کو پکڑ کر اٹھائے اور یہ کہ اس کی قبر میں مٹی ڈالے۔ (ابن ابی شیبہ صفحہ، اعلاء السنن صفحہ ۲۴۱، بلوغ الامانی جلد ۸ صفحہ ۹)

علی ازدی کی روایت میں ہے کہ میں نے حضرت ابن عمر کو دیکھا کہ جنازے کے چار پایوں کو پکڑتے اور اٹھاتے تھے۔ (نیل الاوطار جلد ۴ صفحہ ۶۶، بلوغ الامانی صفحہ ۱۰)

فائدہ: احادیث و آثار سے معلوم ہوتا ہے کہ جنازے کے اٹھانے کا مسنون طریقہ یہ ہے کہ چاروں طرف سے پکڑے۔ (نیل الاوطار جلد ۴ صفحہ ۶۹)

کبیری میں ہے کہ ہر چاروں جانب سے دس دس قدم چلے۔ (صفحہ ۵۹۲)

جنازہ کے چاروں پایوں کے اٹھانے کا مسنون طریقہ

یوسف بن مالک کہتے ہیں کہ میں حضرت رافع بن خدیج کے جنازہ میں حاضر ہوا اس میں حضرت ابن عمر اور حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما شریک تھے۔ حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما بڑھے اور چارپائی کا اگلا حصہ

دونوں پایوں کے درمیان پکڑا اور اپنے کندھے پر رکھا اور چلے۔ (سنن کبریٰ جلد۴ صفحہ۲۱)

خالد بن ابی بکر کہتے ہیں کہ میں نے سالم بن عبداللہ کو دیکھا کہ اپنی والدہ کو لے کر گھر کے دروازے سے نکلے چارپائی کے دائیں جانب کو پھر بائیں جانب پکڑا۔ (ابن ابی شیبہ جلد۳ صفحہ۲۷۲)

علی ازدی کہتے ہیں کہ میں نے حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما کو دیکھا کہ انہوں نے جنازہ کے چاروں پایوں کو اٹھایا۔ اور دائیں طرف سے اٹھایا پھر الگ ہوگئے۔ (یعنی پھر بائیں جانب اٹھایا)۔ (ابن ابی شیبہ جلد۳ صفحہ۲۸۳)

حضرت سعید بن جبیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے فرمایا اگر تم سے ہوسکے تو پہلے دایاں طرف اپنے کندھے پر لو۔ پھر چارپائی کے گرد گھوم جاؤ قریب سے۔ (یعنی چاروں پایوں کو ترتیب سے لو)۔ (ابن ابی شیبہ جلد۳ صفحہ۲۸۲)

فَائِدَہ: جاننا چاہئے کہ جنازہ کے اٹھانے اور اس کے پایوں کے پکڑ کر چلنے کا مسنون ومشروع طریقہ لوگوں کے درمیان متروک ہے۔ بہت ہی کم لوگ مسنون طریقے سے واقف ہیں اور عمل کرتے ہیں۔ عموماً تمام لوگوں کا یہ حال ہے کہ جس طرح چاہتے ہیں جنازہ کے پایوں کو پکڑ کر اٹھا لیتے ہیں۔ سو معلوم ہونا چاہئے کہ اس کا مسنون طریقہ کیا ہے جسے فقہاء کرام نے بیان کیا ہے۔

وہ یہ ہے کہ پہلے میت کے سرہانے کا دایاں جانب اپنے دائیں کندھے پر رکھے اور ۱۰ قدم چلے۔ پھر اس کے بعد میت کے سرہانے بائیں جانب آجائے اور بائیں پائے کو اپنے بائیں کندھے پر رکھے۔ (دائیں مونڈھے اور دائیں کندھے) پر نہ اٹھائے اکثر لوگوں سے یہی غلطی ہو جاتی ہے۔ پھر میت کے پیر کی جانب چلا آئے اور اپنے بائیں کندھے پر اسے اٹھائے۔ اور دس قدم چلے۔ اس طرح چالیس قدم چلے۔ حدیث پاک میں جنازے کو لے کر چالیس قدم تک چلنے کی بڑی فضیلت ہے۔ جو چالیس قدم چلے گا اس کے چالیس کبیرہ گناہ معاف ہوں گے۔ (طحطاوی علی المراقی صفحہ۳۳۱، الشامی جلد۲ صفحہ۲۳۱، کبیری صفحہ۵۹۲، بحرالرائق صفحہ۲۰۷)

میت کے پایوں کو اٹھانے میں اصولی طور پر یہ خیال رہے کہ اول میت کا بھی دایاں مونڈھا اور اٹھانے والے کا بھی دایاں کندھا ہو۔ اس کے بعد پیچھے آکر میت کا پچھلا یعنی پیر کی جانب والا اپنے دائیں کندھے پر اٹھائے اس کے بعد پیچھے سے میت کے بائیں جانب سر کی طرف چلا جائے اسے اپنے بائیں کندھے پر اٹھائے۔ پھر پیچھے پیر کی جانب آجائے اور پچھلا بایاں طرف بائیں کندھے سے اٹھائے۔ اس طرح اول دایاں رخ ہوگا۔ پھر بایاں رخ ہوگا۔ اور اٹھانے والے کا بھی اولاً دایاں ہوگا اور پھر بایاں۔ اس طرح دائیں سے شروع بائیں پر اختتام ہوگا۔ (بحرالرائق صفحہ۲۰۷)

ہر چہار جانب سے دس دس قدم لے چلنا مستحب ہے۔ (بحرالرائق، شامی)

خیال رہے کہ میت کے آگے سے جا کر پایوں کو پکڑنا خلافِ سنت ہے۔ (بحرالرائق)

اس طریقہ کو اور ترتیب کو جو سنت ہے اور باعث فضیلت وثواب ہے۔

ذہن میں محفوظ رکھیے اکثر کتاب میں بھی اور لوگوں کا عمل بھی اس سے خالی ہے۔ محققین فقہاء نے اسے بیان کیا ہے جو احادیث سے ماخوذ ہے۔ خود بھی عمل کیجئے اور دوسروں کو بھی یہ مسنون طریقہ بیان کر کے سنت کی ترویج کا عظیم ثواب پائیے۔

جنازہ کے ساتھ پیدل جانا سنت ہے

حضرت ثوبان رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے مروی ہے کہ آپ ﷺ ایک جنازہ کے ساتھ چل رہے تھے آپ کے لئے سواری لائی گئی تو آپ نے انکار فرما دیا، پھر واپسی میں سواری پیش کی گئی تو آپ سوار ہو گئے، اور فرمایا ملائکہ بھی (جاتے وقت) ساتھ چل رہے تھے تو میں سوار نہ ہوا کہ وہ پیدل چل رہے ہیں، جب وہ (واپسی کے وقت) چلے گئے تو میں سوار ہو گیا۔ (سنن کبریٰ جلد۴ صفحہ۲۳، حاکم جلد۱ صفحہ۳۵۵)

حضرت ثوبان ایک جنازہ میں نکلے، لوگوں کو دیکھا کہ اپنی سواریوں پر سوار چلے آ رہے ہیں تو ان سے کہا تم شرم نہیں محسوس کرتے ہو کہ حضرات ملائکہ پیدل چل رہے ہیں اور تم سواریوں پر سوار ہو۔

(سنن کبریٰ جلد۴ صفحہ۲۳، حاکم صفحہ۳۵۶)

فَائِدَہ: جنازہ کے ساتھ پیدل چلنا مستحب اور افضل ہے، اسی میں تواضع ہے۔ (کبیری صفحہ۵۹۳)

جنازہ میں سواری پر جانا خلاف سنت ہے

حضرت زہری نے بیان کیا آپ ﷺ جنازہ میں کبھی سواری پر سوار ہو کر نہ جاتے، اور نہ حضرت ابوبکر و عمر رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُمَا۔ (مصنف عبدالرزاق)

حضرت ابراہیم نخعی فرماتے ہیں کہ حضرات صحابہ کرام رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُمْ جنازہ میں سوار ہو کر چلنا مکروہ سمجھتے تھے۔ (مصنف ابن عبدالرزاق جلد۳ صفحہ۴۵۴)

فَائِدَہ: کبیری میں ہے کہ اگر (عذر کی وجہ سے) جنازہ میں سواری سے جائے تو زیادہ پیچھے رہے۔

(کبریٰ صفحہ۵۹۳)

جنازہ کے پیچھے چلنا سنت ہے

حضرت عبداللہ بن مسعود رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ نے آپ ﷺ سے جنازہ میں چلنے کے متعلق پوچھا، تو آپ نے فرمایا اس کے پیچھے چلا جائے گا۔ (مسند احمد مرتب جلد۸ صفحہ۱۱۷، ابوداؤد، ابن ماجہ، نسائی)

عبدالرحمٰن بن ابزی کی روایت میں ہے کہ حضرت ابوبکر اور حضرت عمر رَضِیَ اللّٰهُ تَعَالٰی عَنْهُمَا جنازہ میں آگے آگے چلتے تھے اور حضرت علی رَضِیَ اللّٰهُ تَعَالٰی عَنْهُ پیچھے چلتے تھے، تو میں نے حضرت علی رَضِیَ اللّٰهُ تَعَالٰی عَنْهُ سے اس کے بارے میں پوچھا تو کہا ان دونوں کو معلوم تھا کہ جنازہ کے پیچھے چلنا افضل ہے، لیکن وہ دونوں لوگوں کی سہولت کے پیش نظر ایسا کرتے تھے تاکہ لوگوں کو (چلنے میں) آسانی ہو۔ (بزار صفحہ ۳۹۱، عمدة القاری جلد ۸ صفحہ ۷)

سہل بن سعد رَضِیَ اللّٰهُ تَعَالٰی عَنْهُ نے بیان کیا کہ آپ ﷺ جنازہ کے پیچھے چلا کرتے تھے (عمدة القاری ۸/۸)

مسروق سے روایت ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا، ہر امت کے لئے قربان ہے، اس امت کا قربان اس کے میت ہیں پس اپنے مردوں کو آگے رکھا کرو۔ (عمدة القاری صفحہ ۸، ابن ابی شیبہ)

حضرت عبداللہ بن عمر رَضِیَ اللّٰهُ تَعَالٰی عَنْهُمَا فرمایا کرتے تھے کہ جنازہ کے پیچھے پیچھے چلا کرو، جنازہ کے آگے کی جگہ ملائکہ کے لئے اور اس کے پیچھے انسانوں کے لئے ہے۔ (عمدة القاری صفحہ ۸)

فَائِدَة: جنازہ کے پیچھے چلنا سنت ہے، آگے ہونا خلاف ادب ہے۔

جنازہ خاموشی سے لے چلنا سنت ہے

حضرت زید بن ارقم رَضِیَ اللّٰهُ تَعَالٰی عَنْهُ سے مروی ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا، اللہ پاک جل شانہ تین مقام پر خاموشی، پسند فرماتے ہیں، ① تلاوت قرآن کے وقت، ② جہادی مقابلہ کے وقت، ③ جنازہ جاتے وقت۔

(مجمع الزوائد جلد ۳ صفحہ ۲۲، مطالب عالیہ جلد ۱ صفحہ ۲۰۲)

آپ ﷺ جنازہ میں شریک ہوتے تو آپ پر رنج وغم کے آثار نمایاں دیکھے جاتے، اور بہت کثرت سے خاموش رہتے۔ (کشف الغمہ صفحہ ۱۶۷)

عبدالعزیز بن ابوداؤد کی روایت میں ہے کہ آپ ﷺ جب جنازہ میں حاضر ہوتے تو بہت زیادہ کثرت سے خاموش رہتے۔ (سبل جلد ۸ صفحہ ۲۶۳، طبقات ابن سعد جلد ۲ صفحہ ۱۰۴)

ابن جریج کہتے ہیں کہ مجھ سے یہ حدیث روایت کی گئی ہے کہ آپ ﷺ جب جنازہ کے پیچھے چلتے تو بہت خاموش رہتے، اکثر فکر مند ہوتے (یعنی گفتگو کرتے نہیں بولتے نہیں)۔ (ابن عبدالرزاق صفحہ ۴۵۳)

جنازہ کو ذرا تیزی سے لے چلنا سنت ہے

حضرت ابوہریرہ رَضِیَ اللّٰهُ تَعَالٰی عَنْهُ سے مروی ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا، جنازہ کو تیزی سے لے چلو، اگر وہ نیک ہے تو اچھا ہے اسے جلدی پہنچا دو، اگر اس کے علاوہ (برا ہے) تو شر ہے اپنی گردن سے ہٹاؤ۔

(ابوداؤد صفحہ ۱۷۶، ابوداؤد صفحہ ۴۵۳)

ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی روایت میں ہے کہ کچھ لوگ ایک جنازہ کو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے سے بڑی تیز رفتاری سے لے جارہے تھے تو آپ نے فرمایا، ذرا ٹھیک سے اطمینان سے لے جاؤ۔

(مسند احمد، مرتب جلد ۸ صفحہ ۹)

فائدہ: آپ صلی اللہ علیہ وسلم جنازہ کو ذرا تیزی سے لے جانے کو فرماتے، آہستہ سست رفتاری سے نہیں، لیکن اتنی تیز رفتاری سے لے جانا کہ میت ہلنے لگے یا کسی نامناسب امر کا اندیشہ ہو جائے منع ہے، سست رفتاری کے مقابلہ میں ذرا تیزی مستحب ہے نہ کہ دوڑنا، چنانچہ شرح بخاری میں کہ تیز چلنا مستحب ہے مگر اس طرح تیز نہیں کہ گڑبڑ ہو جائے یا ساتھ یا پیچھے چلنے والوں کو مشقت اور پریشانی ہو جائے۔ (فتح القدیر صفحہ ۱۸۴)

جنازہ اتنی تیزی سے لے چلے کہ ہلنے لگے منع ہے

عطاء کہتے ہیں حضرت عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ساتھ حضرت میمونہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے جنازہ میں سرف نامی جگہ میں نکلا، تو حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے کہا یہ میمونہ ہیں جب ان کے جنازہ کو اٹھانا نہ حرکت دینا اور نہ ہلانا، ٹھیک سے لے چلنا حضرت ابوموسیٰ فرماتے ہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس سے ایک جنازہ گزرا، وہ مشکیزہ کی طرح اسے ہلائے جارہے تھے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، جنازہ ٹھیک سے لے جانا تم پر لازم ہے۔

(عمدۃ القاری جلد ۸ صفحہ ۱۱۴)

فائدہ: مطلب یہ ہے کہ زیادہ تیز رفتاری سے لے جارہے تھے، اس وجہ سے آپ نے منع کیا۔ (عمدۃ)

خیال رہے جنازہ ہلکی چال اور سست رفتاری سے لے جانا منع ہے بلکہ ذرا تیزی سے لے جائے، مگر اتنا تیز نہ لے جائے کہ جنازہ ہلنے لگے، یا نامناسب واقعہ کے پیش آنے کا اندیشہ ہو، حافظ نے فتح الباری میں لکھا ہے کہ تیزی سے چلنا مستحب تو ضرور ہے لیکن اتنا یا اس طرح نہیں کہ کوئی گڑبڑ ہو جائے یا ساتھ چلنے والے کو پریشانی ہو جائے۔ (فتح صفحہ ۱۸۴)

جنازہ کا ہلکا ہونا سعادت کی بات

حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی روایت ہے کہ ہم لوگ سعد بن معاذ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے جنازہ میں تھے ہم نے ان سے ہلکا جنازہ کوئی نہیں دیکھا، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا میں نے فرشتوں کو ان کا جنازہ اٹھاتے ہوئے دیکھا۔ (اعلاء السنن جلد ۸ صفحہ ۲۴۱)

جس جنازہ پر ۱۰۰/ سو آدمی شریک ہو جائیں

حضرت ابوہریرہ اور حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے مروی ہے کہ جس جنازہ پر ۱۰۰/ آدمی ہو جائیں، اس

کی مغفرت کردی جاتی ہے۔ (کنز العمال صفحہ ۵۸۲، سنن کبریٰ، ابن ابی شیبہ جلد ۳ صفحہ ۳۲۲، عمدۃ القاری صفحہ ۱۱۶)

حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے مروی ہے کہ جس مرد مؤمن کا انتقال ہو جائے اور اس پر مسلمانوں کی جماعت جنازہ کی نماز پڑھیں جو سو یا اس سے زائد پہنچ جائیں تو اس کی شفاعت قبول کی جاتی ہے۔

(ترمذی صفحہ ۲۰۰، مسند احمد، مرتب صفحہ ۲۰۲، کنز العمال جلد ۱۵ صفحہ ۵۸۱، مصنف عبد الرزاق صفحہ ۵۲۷)

جنازہ میں کثرت سے لوگوں کے شامل ہونے کی فضیلت تین صف کی فضیلت

مالک بن ہبیرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جس ایمان والے کا انتقال ہو جائے، اس پر مسلمانوں کی ایک جماعت نماز پڑھے، جو ۳/ صف کو پہنچ جائے تو اس کی مغفرت ہو جاتی ہے، چنانچہ حضرت مالک بن ہبیرہ جب اہل جنازہ کو کم پاتے تو ۳/ صف میں ان کو کردیا کرتے تھے۔

(ابوداؤد صفحہ ۴۵۱، ابن ماجہ صفحہ ۱۰۷، سنن کبریٰ صفحہ، ترمذی صفحہ ۲۰۰، مسند احمد صفحہ ۲۰۱)

مرثد کہتے ہیں کہ مالک ابن ہبیرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ جو صحابی ہیں جب کسی جنازہ میں شریک ہوتے تو ان کے ذمہ داروں سے کہتے تین صف کرو پھر نماز پڑھو اور یہ فرماتے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جس جنازے پر مسلمانوں کی تین صفیں ہو جائیں تو اس کے لئے (جنت یا مغفرت) لازم ہو جاتی ہے۔

(مستدرک حاکم جلد صفحہ ۳۶۲، کنز العمال جلد ۱ صفحہ ۵۵۱)

فائدہ: عمدۃ القاری میں ہے کہ جنازہ میں ۳/ صف کا ہونا (خواہ لوگوں کی تعداد کم ہی ہو) مستحب ہے۔

(صفحہ ۵۱۱، فتح الباری جلد ۳ صفحہ ۱۸۶)

اگر ۳/ صف نہ ہو سکے تو امام کے علاوہ ۲/ صف بھی مستحب ہے، چنانچہ امام بخاری نے باب صف صفین اور ثلثہ سے اسی کی جانب اشارہ کیا ہے۔

(شرح بخاری میں ہے ہمارے نزدیک بہر صورت ۳/ صف بہتر ہے خواہ لوگ کم ہی کیوں ہوں)۔

(عمدۃ القاری جلد ۸ صفحہ ۱۲۱)

علامہ شامی نے بیان کیا ہے کہ کم آدمی ہوں تو بھی ۳/ صف بہتر ہے، چنانچہ کل ۷/ آدمی مثلاً جنازہ میں ہیں تو ایک امام بن کر آگے ہو جائے، اس کے پیچھے صف اول میں ۳/ صف دوم میں ۲/ اور تیسری صف میں ایک کھڑا ہو۔ جنازہ کی صف میں پچھلی صف میں اکیلا کھڑا ہونا مکروہ نہیں۔ (شامی صفحہ ۲۱۴)

خیال رہے کہ جنازہ میں آخری صف کو اول کے مقابلہ میں فضیلت حاصل ہے۔ (شامی)

۴۰/ آدمی کے شریک ہونے پر فضیلت

حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے مروی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، جس مرد مؤمن کا انتقال ہو

جائے اور اس کے جنازہ میں ۴۰؍ مسلمان شریک ہوں تو اس کی شفاعت قبول کی جاتی ہے۔

(مسند احمد صفحہ ۲۰۶، کنز صفحہ ۵۸۱، ابوداؤد صفحہ ۱۵۲)

حضرت میمونہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے مروی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جس جنازہ پر لوگوں کی ایک جماعت نماز جنازہ پڑھے تو اس کی شفاعت (مغفرت) قبول کی جاتی ہے، راوی کہتے ہیں میں نے ابوالملیح سے پوچھا جماعت کی کتنی مقدار مراد ہے، کہا ۴۰؍ آدمی۔ (نسائی صفحہ ۲۸۲، عمدہ صفحہ ۱۱۶)

کسی جنازہ میں عام لوگوں کا شریک نہ ہونا بڑی بری بات

حارث ابن وہب رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا لوگ اس وقت دین کو پکڑے رہیں گے جب تک کہ جنازہ کو صرف اسی کے رشتہ داروں کے ہی حوالہ نہ کریں گے (بلکہ محلے ٹولے اور عام لوگ بھی شریک ہوں گے)۔ (مصنف عبدالرزاق جلد ۳ صفحہ ۵۱۵، حاکم صفحہ ۳۷۰)

فائدہ: مطلب یہ ہے کہ دین پر ہونے کی علامت یہ ہوگی کہ جنازہ میں صرف رشتہ دار گھر والے ہی شریک نہ ہوں گے صرف ان ہی لوگوں کے حوالہ نہ ہوگا بلکہ محلے اور بستی کے وہ احباب بھی جنازہ اور تدفین وغیرہ میں شریک ہوں گے جو رشتہ دار نہ ہوں گے، لہٰذا جب مسلمانوں کے جنازہ میں عام لوگ شریک ہونا چھوڑ دیں، بستی کے عام لوگ شریک نہ ہوں صرف ان کے گھر والے اور رشتہ دار ہی اس کام کو انجام دیں تو یہ بے دینی اور بری بات ہوگی، اس لئے کہ اس سے اسلامی بھائی چارگی کے اور اسلامی ہمدردی اور ربط کے نہ ہونے کا پتہ چلتا ہے، جو اسلامی طریق اور مزاج کے خلاف ہے کہ ہر مسلمان ایک دوسرے کا بھائی اسلامی اخوت کے ناطے غمی اور خوشی میں شریک ہونا ایک دینی اخلاقی فریضہ ہے۔

صالحین اور نیکوں کے جنازہ میں شرکت کی فضیلت

حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مرفوعاً روایت ہے کہ کسی اہل جنت کا انتقال ہو جائے، اس کے جنازہ کو کوئی اٹھائے اس کے پیچھے چلے، اور اس پر نماز جنازہ پڑھے تو اللہ پاک کو شرم آتی ہے کہ اسے عذاب دے۔

(کنز العمال جلد ۱۵ صفحہ ۵۹۵)

عام لوگوں کے جنازہ میں شریک ہونا سنت ہے

حضرت سہل رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مرفوعاً روایت ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم مدینہ کے غریب لوگوں کی عیادت فرماتے، اور ان کے (اہل مدینہ کے) جنازہ میں شریک ہوتے۔ (مطالب عالیہ جلد ۱ صفحہ ۱۲۵)

فائدہ: مطلب یہ ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم ہر طبقہ کے لوگوں کی عیادت فرماتے اور عوام خواص کے جنازہ میں

شریک ہوتے ایسا نہیں جیسا کہ آج کل امراء خواص کی لوگ عیادت کرتے ہیں، غریب کمزور عام لوگوں کو چھوڑ دیتے ہیں، اسی طرح لوگ رشتہ داروں اور خواص کے جنازہ میں حاضر ہوتے ہیں، بستی کے عام لوگوں کے جنازہ کو چھوڑ دیتے ہیں آپ ایسا نہیں کرتے بلکہ اہل مدینہ کے غرباء کے جنازہ میں بھی شریک ہوتے بلکہ آپ تاکید فرماتے کہ مجھے موت اور جنازہ کی اطلاع کی جائے۔

جو جنازہ میں شریک ہوا اس نے ایک حق ادا کر دیا

زید بن ثابت رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ کہتے ہیں کہ جب تم نے جنازہ کی نماز ادا کر دی تو گویا تم نے ایک حق جو تھا ادا کر دیا، پس اسے چھوڑ سکتے ہو (بلا دفن کے آ سکتے ہو)۔

حضرت ابن مسعود رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ کہا کرتے تھے جب تم نے جنازہ پڑھ لیا تو ایک حق ادا کر دیا، پس تم اسے (بلا دفن کئے) چھوڑ سکتے ہو، چنانچہ وہ (کبھی) لوٹ آتے اور اس کی اجازت نہ لیتے۔ (یعنی ولی سے واپسی کی اجازت نہ لیتے کہ اس کی ضرورت نہیں)۔ (مصنف ابن عبدالرزاق جلد۳ صفحہ۵۱۴)

فاسق وفاجر کبائر میں مشغول پر بھی جنازہ پڑھنے کا حکم

ابو وائل رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ نے کہا نبی پاک صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ نے ہر شخص پر نماز جنازہ پڑھی ہے جس نے قبلہ رخ نماز پڑھی ہے، حضرت نعمان رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ نے ذکر کیا کہ آپ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ نے ولد الزنا پر اور اس کی ماں پر جو نفاس کی حالت میں مرگئی نماز جنازہ پڑھی ہے۔

ابن سیرین رَحِمَہُ اللہُ تَعَالٰی نے بیان کیا کہ مجھے نہیں معلوم کہ اہل علم صحابہ وتابعین میں سے کسی نے گناہگار مسلمان پر نماز جنازہ چھوڑ دی ہو۔

حضرت ابراہیم رَحِمَہُ اللہُ تَعَالٰی نے فرمایا، خودکشی کرنے والے اور زنا کرنے والی عورت جو نفاس کی حالت میں مرجائے اور جو شراب کے نشہ میں مرجائے، ان سب پر نماز جنازہ پڑھی جائے گی۔

حضرت جابر رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے معلوم کیا گیا کہ جو زانیہ عورت حالت نفاس میں ہی مرجائے اس پر نماز جنازہ پڑھی جائے گی، انہوں نے کہا ہاں ہر کلمہ گو پر نماز جنازہ پڑھی جائے گی۔

(ابن ابی شیبہ جلد۳ صفحہ۳۵۰، استذکار جلد۸ صفحہ۲۸۴)

حکم نے مالک سے نقل کیا ہے کہ جو رخ قبلہ نماز پڑھنے والا ہو (مسلمان) اس پر نماز جنازہ پڑھی جائے گی، تمام فقہاء کا قول ہے کہ ہر کلمہ گو کی نماز جنازہ پڑھی جائے گی۔ (استذکار جلد۸ صفحہ۲۸۵)

اگر بلا جنازہ پڑھے دفن کر دیا تو قبر پر جنازہ پڑھی جائے گی

حضرت انس رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ فرماتے ہیں کہ ایک حبشی مسجد کی صفائی کیا کرتا تھا، اس کا انتقال ہوا تو رات ہی

میں دفن کر دیا گیا، آپ کو اس کی خبر دی گئی، تو آپ نے فرمایا، لے چلو اس کی قبر کی طرف چنانچہ لوگ آپ کو اس کی قبر کی طرف لے گئے۔ آپ نے فرمایا قبریں اہل قبور کے لئے ظلمت و تاریکی سے بھری ہوتی ہیں۔ اللہ تعالیٰ میری نماز سے ان کو نور سے بھر دیتا ہے۔ چنانچہ آپ قبر پر تشریف لائے اور نماز پڑھی۔ ایک انصاری صحابی نے آپ سے عرض کیا اے اللہ کے رسول میرے بھائی کا انتقال ہو گیا اس پر نماز جنازہ نہیں پڑھی گئی۔ (اور دفن کر دیا گیا) آپ نے پوچھا اس کی قبر کہاں ہے۔ چنانچہ آپ ﷺ اس انصاری کے ساتھ گئے۔

(مسند احمد مرتب صفحہ ۲۲۵)

حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ آپ ﷺ نے ایک عورت کی قبر پر اس کے دفن ہونے کے بعد نماز جنازہ پڑھی۔ (نسائی صفحہ ۲۵۴)

فائدہ: اس سے معلوم ہوا کہ قبر پر نماز جنازہ پڑھی جا سکتی ہے۔ چنانچہ امام مالک، ابراہیم نخعی، ابن مبارک، امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ تعالیٰ کہتے ہیں کہ اگر کسی کی نماز جنازہ نہیں ہوئی اور دفن کر دیا گیا تو اس کی قبر پر نماز جنازہ پڑھی جائے گی۔ (بلوغ الامانی صفحہ ۲۲۸)

علامہ عینی لکھتے ہیں کہ صاحب ہدایہ نے بیان کیا اگر کسی میت کو بلا نماز پڑھے دفن کر دیا گیا ہو تو اس کی قبر پر اس وقت تک جنازہ پڑھ سکتے ہیں، جب تک کہ اس کے سڑنے اور گلنے کا اندیشہ نہ ہو، محیط کے حوالہ سے ہے کہ اگر ولی نے نماز جنازہ نہ پڑھی ہو تو پھٹنے کے احتمال سے پہلے ولی قبر پر نماز پڑھ سکتا ہے۔

امام ابو یوسف نے ۳؍ دن تک قبر پر نماز پڑھنے کی اجازت دی ہے، علامہ عینی نے لکھا ہے کہ معتبر اس میں ظن غالب ہے، اگر ظن غالب ہے کہ ابھی لاش پھٹی اور سڑی نہ ہوگی، تو پڑھا جا سکتا ہے۔

(عمدۃ القاری جلد ۸ صفحہ ۲۶، صفحہ ۱۲۱، بحر الرائق صفحہ ۱۹۰)

اسی طرح فتح القدیر میں ہے اگر میت کو بلا نماز پڑھے دفن کر دیا گیا ہو تو اس کی قبر پر نماز پڑھی جائے گی، اگر غسل نہ دیا گیا ہو تب بھی نماز پڑھی جائے گی۔ ہاں اگر قبر میں ڈالا تھا مگر مٹی نہیں ڈالی گئی تھی اور نماز نہ پڑھنے کا علم ہو گیا، یا کوئی نماز پڑھنے والا مل گیا تو قبر سے نکال کر نماز جنازہ پڑھی جائے گی۔ (فتح القدیر ۱۲۱، بحر الرائق ۱۹۰)

ہاں اگر گمان اور دنوں سے اندازہ ہو جائے کہ میت پھول کر پھٹ گئی ہو گی تو پھر پڑھنا جائز نہیں۔

(فتح القدیر الشامیہ جلد ۳ صفحہ ۲۲۴)

عورتوں کو جنازہ کے ساتھ نکلنا سخت منع اور حرام ہے

حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ آپ ﷺ نے (ایک جنازہ پر عورتوں کو جاتے ہوئے دیکھا تو) فرمایا تم واپس لوٹ جاؤ تم کو کوئی ثواب نہیں، بلکہ گناہ ہے۔ (سنن کبریٰ صفحہ ۷۸)

ایک مرتبہ آپ ﷺ نے حضرت فاطمہ کو (راستہ میں دیکھا اور محلے میں کسی کا جنازہ گیا تھا) دیکھا تو پوچھا کہاں سے آ رہی ہو، کہا اس آدمی کے جنازہ کے پیچھے (کھڑی تھی، آپ نے پوچھا کیا اس جنازہ کے ساتھ کدیٰ (قبرستان تک) گئی تھی تو جواب دیا نہیں، کیسے یہ ہوسکتا ہے جب کہ اس کے متعلق آپ سے جو سنا ہے سو سنا ہے، (یعنی سخت وعید سنی ہے پھر کیسے جنازہ کے ساتھ جاؤں گی)۔ آپ نے فرمایا اگر تو اس کے جنازہ کے ساتھ قبرستان کدیٰ تک جاتی تو جنت دیکھ بھی نہیں سکتی تھی یہاں تک کہ تیرے باپ کے دادا دیکھتے۔

(سنن کبریٰ صفحہ ۷۸، ابوداؤد صفحہ ۴۴۵، حاکم جلد ۱ صفحہ ۳۷۴، عمدۃ القاری جلد ۸ صفحہ ۶۴)

حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے مروی ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا، عورتوں کو جنازہ میں جانے پر کوئی ثواب نہیں۔ (مجمع صفحہ ۳۱)

حضرت انس بن مالک سے روایت ہے کہ ہم لوگ رسول پاک ﷺ کے ساتھ ایک جنازہ میں نکلے، تو آپ نے کچھ عورتوں کو بھی دیکھا، آپ نے ان سے پوچھا، کیا تم مردوں کو اٹھانے آئی ہو، کہا نہیں، آپ نے کہا دفن کرنے آئی ہو، کہا نہیں، آپ نے فرمایا چلی جاؤ بلا ثواب کے (یعنی آنے کا بھی ذرا بھی ثواب نہیں ملا)۔

(مجمع الزوائد)

حضرت اسامہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ آپ ﷺ ایک جنازہ میں تشریف لائے کہ نماز جنازہ پڑھیں، دیکھا تو ایک عورت (جنازہ کی طرف) آتی ہوئی نظر آئی، تو آپ ﷺ نے بارہا فرمایا، اسے بھگاؤ اسے بھگاؤ، یہاں تک کہ وہ عورت بھاگ گئی نظروں سے اوجھل ہوگئی، آپ نے جب دیکھ لیا کہ وہ اوجھل ہوگئی تب آپ نے تکبیر کہی۔۔ (مجمع صفحہ ۳۲)

عبدالرحمٰن بن ابزی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہتے ہیں کہ میں آپ ﷺ کے ساتھ ایک جنازہ میں حاضر ہوا، آپ نے نماز پڑھنے کا ارادہ کیا، تو ایک عورت پر نظر پڑی، پس آپ نے اسے بھگا دیا، یہاں تک کہ وہ جب نہیں نظر آنے لگی تب آپ آگے بڑھے اور چار تکبیریں ادا کیں۔ (مجمع الزوائد جلد ۳ صفحہ ۳۲)

یزید بن حبیب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہتے ہیں کہ آپ ﷺ ایک آدمی کے جنازہ میں تشریف لے گئے جب اسے رکھا گیا تا کہ نماز پڑھیں تو آپ کی نگاہ ایک عورت پر پڑی، آپ نے اس کے متعلق پوچھا یہ کون ہے، کہا گیا یہ میت کی بہن ہے، آپ نے اس سے کہا واپس چلی جاؤ اس وقت تک آپ نے جنازہ نہیں پڑھا جب کہ وہ نگاہوں سے چھپ نہ گئی، ایک دوسری عورت سے آپ نے فرمایا، واپس چلی جاؤ ورنہ میں چلا جاؤں گا۔

(عمدۃ القاری جلد ۸ صفحہ ۶۴)

حضرت مجاہد کہتے ہیں کہ آپ ﷺ ایک جنازہ کے ساتھ تھے، آپ نے جنازہ کے پیچھے ایک عورت کو

دیکھا تو آپ نے جنازہ کو رکنے کا حکم دیا، اور آپ نے ایک آدمی کو حکم دیا کہ اس عورت کو واپس لوٹا دے، چنانچہ اس نے عورت کو واپس لوٹا دیا، یہاں تک کہ وہ عورت جب گھروں میں چھپ گئی (نظر نہ آنے لگی) تب آپ نے جنازہ کے چلنے کا حکم دیا۔ (مصنف ابن عبدالرزاق صفحہ ۴۵۶)

پس معلوم ہوا کہ عورتوں کو جنازہ میں تدفین کے امور میں اور قبرستاں میں جانا ناجائز اور حرام ہے۔

فرض نماز کے وقت جنازہ آجائے تو

حضرت مجاہد کہتے ہیں کہ پہلے فرض نماز ادا کی جائے گی۔

حضرت سعید بن میسب، حضرت حسن، ابن سیرین رحمہم اللہ تعالیٰ یہ کہتے ہیں کہ جب جنازہ بھی آجائے اور فرض نماز کا بھی وقت ہو تو پہلے فرض نماز پڑھی جائے گی۔ (ابن ابی شیبہ جلد۳ صفحہ ۲۸۸)

حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں جب جنازہ آجائے اور فرض نماز کا وقت بھی ہو تو پہلے فرض پڑھ لو، (پھر جنازہ کی نماز پڑھو)۔ (مصنف ابن عبدالرزاق صفحہ ۵۲۶)

فائدہ: اگر جنازہ اس وقت آیا کہ فرض نماز کی جماعت یا جمعہ کی نماز جماعت کا وقت ہو رہا ہو تو پہلے فرض اور سنتیں پڑھ لی جائیں، پھر جنازہ کی نماز پڑھی جائے۔

اگر عید کی نماز کے وقت جنازہ آیا ہے تو پہلے عید کی نماز اس کے بعد عید کا خطبہ۔ پھر جنازہ کی نماز پڑھی جائے گی۔ (الشامی صفحہ)

صبح اور عصر کے بعد نماز جنازہ درست ہے

حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما جنازہ کی نماز صبح اور عصر کے بعد پڑھا کرتے تھے۔

معمر نے بیان کیا کہ حضرت قتادہ اور حسن بصری جنازہ کی نماز عصر اور صبح (کی نماز) کے بعد پڑھ لیا کرتے تھے۔ (مصنف ابن عبدالرزاق صفحہ)

فائدہ: خیال رہے کہ نماز فجر کے بعد طلوع آفتاب سے پہلے اور عصر کے بعد آفتاب کے زرد ہونے تک تمام نفل نمازوں کا پڑھنا مکروہ تحریمی ممنوع ہے مگر نماز جنازہ بلا کراہت کے درست ہے۔

اور عین سورج نکلنے کی حالت میں اور زوال کے وقت اور سورج ڈوبتے وقت جس طرح فرض و نفل نمازیں ممنوع ہیں اسی طرح نماز جنازہ بھی ممنوع ہے۔

ہاں اگر جنازہ انہی تین وقت میں آجائے تو ان اوقات میں پڑھنا جائز ہے۔ مثلاً لوگ جنازہ کی تیاری اور نماز پڑھنے کے لئے بیٹھے منتظر ہیں اور جنازہ آگیا، اور یہ وقت زوال کا ہے، تو ایسی صورت میں اس وقت پڑھنا

جائز ہے۔ (شامی جلد ۱ صفحہ ۳۴۷)

اگر زوال یا مکروہ وقت میں جنازہ آجائے تو

حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت علی سے فرمایا اے علی ۳ ؍ چیز میں تاخیر مت کرو۔ نماز جب کہ اس کا وقت آجائے، جنازہ جب کہ سامنے آجائے، غیر شادی شدہ لڑکے اور لڑکیاں جب کہ ان کا کفو مل جائے۔ (ترمذی جلد ۱ صفحہ ۴۲، ۲۰۶، جامع الصغیر صفحہ ۲۱۰)

فَائِدَۃٌ: اس میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک نماز کا وقت آجائے بلا تاخیر دیر کئے نماز پڑھنے کا حکم دیا ہے۔ عموماً دیر ہو جانے سے اور دیر ہو جاتی ہے بسا اوقات مکروہ اور قضا وقت کی نوبت آجاتی ہے۔

اسی طرح لڑکے لڑکیاں جب نکاح کے قابل ہو جائیں اور رشتہ مل جائے تو تاخیر کرنا منع ہے۔

آج کل جو نکاح بہت تاخیر سے کرتے ہیں جس کی وجہ سے خاصی عمر جوانی کی گزر جاتی ہے آپ نے اس سے منع کیا ہے۔ عموماً اس کی وجہ سے بہت سے مخفی گناہوں کا دروازہ کھل جاتا ہے، بسا اوقات صحت خراب ہو جاتی ہے اس لئے عمر ہو جانے کے بعد والدین کو بہت جلد اس ذمہ داری سے سبکدوش ہو جانا چاہئے۔ بہت سارے مقاصد اور باتوں کو شادی میں تلاش نہیں کرنا چاہئے۔ دین کی بنیاد پر شادی جلد اور سادگی کے ساتھ کر دینی چاہئے۔

اس میں ایک جنازہ کے متعلق ہے کہ جب جنازہ آجائے تو اس میں تاخیر نہ کرو۔ فوراً پڑھ لو۔

اس حدیث پاک کے مطلب میں علماء اور ائمہ مجتہدین نے بیان کیا کہ اگر مکروہ وقت مثلاً عین نصف النہار اور زوال کا وقت آجائے اور جنازہ پڑھنے والے موجود ہوں تو اس مکروہ وقت میں بھی جنازہ پڑھ لیا جائے۔ اس وقت آنے سے پڑھنا مکروہ نہ ہوگا۔ بعض نصف النہار کے وقت جنازہ آجانے سے نہیں پڑھتے ہیں اور اسے ناجائز سمجھتے ہیں یہ مسئلہ سے نادانی کی بات ہے۔ چنانچہ ملا علی قاری شرح مشکوٰۃ میں اس حدیث کے تحت لکھتے ہیں:

> ”فیہ دلیل علی ان الصلاۃ علی الجنازۃ لا تکرہ فی الاوقات المکروھۃ وھو کذالك عندنا ایضاً اذا حضرت تلك الاوقات من الطلوع والغروب والاستواء۔“ (مرقات جلد ۲ صفحہ ۱۳۶)

اسی طرح طحطاوی علی المراقی میں ہے:

> ”الافضل ان یصلی علی جنازۃ حضرت فی تلك الاوقات ولا یوخرھا۔“ (صفحہ ۱۰۰)

اسی طرح علامہ شامی نے بھی لکھا ہے کہ زوال کے وقت جنازہ آجائے تو اسی وقت پڑھنا بلا کراہت کے درست ہے۔

"او علٰی جنازة ای اذا حضرت فی ذلك الوفت، اذا كان الافضل عدم الناخبر فی الحمازة فلا كراهة اصلا." (جلد۱صفحہ۳۷۲)

علامہ طحطاوی نے تو لکھا ہے کہ اسی وقت پڑھنا افضل ہے دیر کرنا کہ وقت مکروہ نکل جائے مکروہ ہے۔

"بل فی الایضاح والتبىن التاخير مكروه." (طحطاوی علی المراقی صفحہ۱۰۰)

خلاصہ یہ نکلا کہ اگر عین طلوع یا عین نصف النہار کے وقت لوگوں کے سامنے جنازہ آجائے تو اس وقت جنازہ کی نماز درست اور بلا کراہت صحیح ہے۔ البتہ وقت مکروہ کے جانے اور ختم ہونے کے انتظار کو فقہاء کی ایک جماعت نے مکروہ قرار دیا ہے۔ اور بعض اہل علم نے تاخیر کو اولیٰ قرار دیا ہے تا کہ وقت مکروہ نکل جائے۔

درس ترمذی میں ہے اگر جنازہ وقت مکروہہ میں آجائے یا اس وقت آیت سجدہ تلاوت کی جائے تو ایسی صورت میں نہ سجدہ مکروہ ہوگا نہ نماز جنازہ۔ لیکن اس صورت میں وقت مکروہ کے ختم ہونے تک ان دونوں کا موخر کرنا اولیٰ ہے۔ (جلد۳صفحہ۳۰۶)

لیکن اگر جنازہ پہلے سے موجود ہو اور پھر وقت مکروہ مثلاً نصف النہار یا عین غروب کے وقت پڑھا جائے تو اس کی اجازت نہیں یہ مکروہ تحریمی ہے۔ مرقات میں ہے:

"اما اذا حضرت قبلها وصلى عليها فی نلك الاوقات فمكروهة."

(مرقات جلد۱صفحہ۱۳۶)

علامہ طحطاوی نے تو ایسی صورت میں دوبارہ پڑھنے کو لکھ دیا ہے۔

"لو حضرت الجنازة فی غير وقت مكروه فاخرها حنى صلاها فی الوفت المكروه ثانها لا تصح." (صفحہ۱۰۰)

مگر استیجابی میں ہے کہ کراہت کے ساتھ ہو جائے گی اعادہ واجب نہیں ہے۔

خیال رہے کہ یہ تفصیل ائمہ احناف کے یہاں ہے حضرت امام شافعی رَحِمَہُ اللّٰہُ تَعَالیٰ کے یہاں ہر صورت میں بلا کراہت جائز ہے۔

مرد اور عورت دونوں کی نماز جنازہ ایک ساتھ سنت ہے

حضرت ابوہریرہ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالیٰ عَنْہُ ذکر کرتے ہیں کہ مدینہ منورہ میں جنازہ میں مرد عورت کی نماز ایک ساتھ ہوتی تھی۔ (استذکار جلد۸صفحہ۲۷۷)

حضرت ابن عمر رَضِیَ اللّٰهُ تَعَالٰی عَنْهُمَا نے ۹/ کی جنازہ (ایک ساتھ) پڑھیں مردوں کو امام کے متصل رکھا، اور عورتوں کو قبلہ کے رخ رکھا اور ایک صف میں سب کو رکھا۔ (سنن کبریٰ جلد۴ صفحہ۳۳)

فَائِدَہ: شرح منیہ میں ہے کہ چند مختلف جنازے اگر جمع ہو جائیں تو امام کے متصل آگے مرد رہیں گے، پھر عورت اور یہ بھی جائز ہے کہ سب کی جنازہ الگ الگ پڑھے، اور افضل الگ الگ پڑھنا ہے۔ "وجاز ان یصلی علی کل واحد علی حدة وهو الافضل." (کبیری صفحہ۶۰۶)

اگر جنازہ میں مرد عورت آجائے تو امام کے آگے مرد پھر عورت

حضرت ابوہریرہ رَضِیَ اللّٰهُ تَعَالٰی عَنْهُ ذکر کرتے ہیں کہ مدینہ میں لوگ، صحابہ کرام مرد، عورت (اگر دونوں جمع ہو جائیں) کے جنازہ کی نماز ایک ساتھ پڑھتے، مرد کو امام کے متصل اور اس کے بعد عورتوں کو رکھا جاتا۔ (استذکار صفحہ۲۷۷)

حضرت ابن عمر رَضِیَ اللّٰهُ تَعَالٰی عَنْهُمَا نے ۷/ لوگوں کی نماز جنازہ ایک ساتھ پڑھی، جس میں مرد اور عورتیں تھیں۔ تو مرد تو امام کے قریب رہے اور بچے کو (نماز جنازہ میں) مردوں کے پیچھے متصل پھر عورت کو رکھا۔ (تلخیص صفحہ۱۴۶)

حضرت عثمان بن موہب نے ذکر کیا کہ میں حضرت ابوہریرہ اور حضرت عمر رَضِیَ اللّٰهُ تَعَالٰی عَنْهُمَا کے ساتھ ایک جنازہ میں تھا۔ جس میں مرد عورت تھے تو انہوں نے مرد کو تو امام کے متصل رکھا اس کے بعد عورت کو رکھا اور چار تکبیر ادا کی۔ (عبدالرزاق جلد۳ صفحہ۴۶۴)

عورت اور نابالغ لڑکا جنازہ میں جمع ہو جائے تو

حضرت سعید بن العاص نے حضرت زید بن عمر بن الخطاب اور ان کی والدہ ام کلثوم بنت علی رَضِیَ اللّٰهُ تَعَالٰی عَنْهُمْ پر نماز جنازہ پڑھی تو اپنے سامنے لڑکے کو رکھا پھر عورت کو اس کے بعد۔ (جنازہ میں) قریب اسی ۸۰/ صحابہ کرام تھے تمام نے اسے صحیح قرار دیا اور کہا یہی سنت ہے۔ (تلخیص صفحہ۱۴۶)

حضرت عمار مولیٰ حارث کی روایت میں ہے کہ وہ ام کلثوم اور ان کے لڑکے کے جنازہ میں حاضر ہوئے تھے، تو لڑکے کو امام کے قریب رکھا گیا (تو بعضوں کو تعجب ہوا، پہلے نابالغ بچے کو رکھا گیا) وہاں حضرت ابن عباس، حضرت ابوسعید خدری، حضرت ابوقتادہ حضرت ابوہریرہ رَضِیَ اللّٰهُ تَعَالٰی عَنْهُمْ تھے انہوں نے کہا یہی سنت ہے (کہ پہلے نابالغ لڑکے کو پھر عورت کو)۔ (ابوداؤد صفحہ۴۵۵)

جنازہ کی صف میں لڑکوں کا بڑوں کے ساتھ شریک ہونا

حضرت ابن عباس رَضِیَ اللّٰهُ تَعَالٰی عَنْهُمَا سے مروی ہے کہ (ایک جنازہ میں) آپ کھڑے ہوئے، ہم لوگوں نے

آپ کے پیچھے صف لگائی، میں ان (بڑوں) کے ساتھ تھا، آپ ﷺ نے ان پر نماز جنازہ پڑھی۔

(بخاری صفحہ ۱۷۶)

فائدہ: علامہ عینی نے لکھا کہ بچوں کا مردوں کی صف میں جنازہ میں کھڑا ہونا درست ہے۔ (عمدۃ القاری صفحہ ۱۲۰)

شرح بخاری میں ہے کہ جنازہ کی صف میں بڑوں کے ساتھ لڑکے بھی کھڑے ہوں گے، اسی طرح نماز جنازہ میں بچوں کو بھی شریک ہونا چاہئے۔ (عمدۃ القاری جلد ۸ صفحہ ۱۳۱، فتح الباری جلد ۳ صفحہ ۱۹۸)

نماز جنازہ مسجد سے باہر سنت ہے

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ آپ ﷺ شاہ حبشہ نجاشی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا جس دن انتقال ہوا آپ نے موت کی ہمیں اطلاع دی، اور فرمایا (چلو) ان کے لئے استغفار کرو، (نماز جنازہ پڑھو)۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں آپ ﷺ نے مصلّٰی (جنازہ گاہ) میں نماز پڑھی۔ اور ۴؍۴ مرتبہ تکبیر ادا کی۔ (بخاری صفحہ ۱۷۷، عمدہ صفحہ ۱۳۳)

فائدہ: علامہ عینی لکھتے ہیں آپ نے جنازہ کے لئے مسجد سے باہر جنازہ کو اختیار کیا مسجد میں جنازہ نہیں پڑھا اس سے معلوم ہوا کہ آپ نے جنازہ کی نماز کے لئے مسجد کے علاوہ وہ جگہ، جنازہ گاہ کو نماز کے لئے متعین کیا، کہ مسجد میں نماز جنازہ نہیں پڑھی جائے گی۔ (عمدۃ القاری صفحہ ۱۳۳)

اور آپ ﷺ سے جو بعض کا جنازہ مسجد میں پڑھنا ثابت ہے وہ کسی عذر کی بنا پر تھا۔

فائدہ: کبیری میں ہے کہ مسجد جماعت میں جنازہ مکروہ ہے، یہی قول امام مالک کا بھی ہے، اور وہ جو مسجد میں جنازہ پڑھنے کا ذکر ہے اس سے مراد جنازہ کا مسجد سے خارج رکھ کر لوگوں کا مسجد میں ہونا مراد ہے، اور یہ طریقہ ہمارے یہاں مکروہ نہیں ہے، چنانچہ اگر جنازہ کو مسجد کے باہر رکھا جائے اور امام اور کچھ لوگ مسجد میں ہو جائیں تو یہ صورت مکروہ نہیں ہے۔ (کبیری صفحہ ۵۸۹)

* * *

تدفین کے سلسلہ میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاکیزہ اسوۂ حسنہ اور تعلیمات کا بیان

وفات کے بعد تدفین میں تاخیر کرنے سے آپ منع فرماتے

حضرت طلحہ بن براء رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی وفات کے موقعہ پر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے گھر والوں سے تاکید کرتے ہوئے فرمایا کہ جلدی کرنا، کسی مسلمان میت کے لئے مناسب نہیں کہ وہ گھر والوں کے درمیان دیر تک رہے۔ (ابوداؤد صفحہ ۴۵۰، مشکوٰۃ صفحہ ۱۴۱)

عروہ نے حضرت ابن زبیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے متعلق بیان کیا کہ جب ان کے اہل خاندان میں سے کسی کا انتقال ہو جاتا تو کہتے جلدی کرو، جلدی نکالو جلدی نکالو۔

حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے بیان کیا کہ حضرت ابوبکر کی وفات منگل کی رات ہوئی اور وہ منگل کی رات ہی میں دفن کیے گئے تھے۔ (دن کا بھی انتظار نہیں کیا گیا)۔ (ابن ابی شیبہ جلد ۳ صفحہ ۳۶۹)

حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما کی روایت میں ہے کہ جب کسی کا انتقال ہو جائے تو اسے روک کر مت رکھو اسے جلدی سے دفن کرو۔ (کنز العمال صفحہ ۶۰۱)

صبح انتقال ہو تو دوپہر تک دفن کر دے

حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے مروی ہے کہ اگر صبح کو کسی کا انتقال ہو جائے تو دوپہر تک اسے دفن کر دیا جائے اور اگر شام کو انتقال ہو جائے تو رات تک اسے دفن کر دیا جائے۔ (طبرانی، کنز جلد ۱۵ صفحہ ۶۰۱)

آپ صلی اللہ علیہ وسلم فرمایا کرتے تھے کہ جنازہ میں دیر مت کرو۔ (یعنی وفات کے بعد اس کی تجہیز اور تکفین میں)۔ (کشف الغمہ صفحہ ۱۶۹)

حضرت عبداللہ ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے تھے۔ جب تم میں سے کسی کا انتقال ہو جائے تو اسے روکے مت رکھو۔ (تاخیر مت کرو) اور اس کو قبر کی طرف جلد لے جاؤ۔

(مشکوٰۃ صفحہ ۱۴۹، بیہقی فی الشعب)

حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مرفوعاً روایت ہے کہ جنازہ حاضر تیار ہوجائے تو دیر مت کرو۔

(بیہقی، کنز جلد ۱۵ صفحہ ۵۹۳)

فائدہ: علامہ شامی نے اس قدر جلدی کرنے کو کہا اور تاخیر سے منع کیا ہے۔ چنانچہ جمعہ کے انتظار میں جمعہ کے بعد مجمع کثیر ہوگا منع لکھا ہے۔

"ولذا كره تاخير صلاته ودفنه ليصلى عليه جمع عظيم بعد صلاة الجمعة."

(الشامی صفحہ ۲۳۹)

شرح مشکوٰۃ میں ابن ہمام کا قول ہے کہ مرنے کے بعد تجہیز وتکفین میں جلدی کرنا مستحب ہے۔

(مرقاۃ صفحہ ۴۵۲)

آج کل لوگ شتہ دار اور اعزاء واقارب کی آمد کی وجہ سے تاخیر کرتے ہیں یہ درست نہیں اور نہ سنت ہے، اتنی تاخیر کے میت میں تغیر ہونے کا احتمال ہو حرام اور ناجائز ہے۔ صبح کے جنازہ میں شام تک اور رات کے جنازہ میں صبح تک گنجائش ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے حضرات صحابہ اور خیر القرون سے ثابت نہیں کہ بیٹا بیٹی رشتہ داروں کی آمد کے انتظار میں زائد تاخیر کی ہو۔ یہ اس زمانہ کی جہالت ہے جو خلاف سنت وشریعت ہے۔

حضرت ابی ملیکہ کہتی ہیں کہ حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی تھیں کہ اگر میں عبدالرحمٰن کی وفات کے موقعہ پر موجود ہوتی تو وہ اسی مقام پر دفن کئے جاتے جہاں ان کا انتقال ہوا کہ ان کا انتقال حبشہ مقام پر ہوا تھا وہ اعلیٰ مکہ میں دفن کئے گئے۔ اور حبشہ مکہ کے قریب ایک مقام ہے۔ (مصنف ابن عبدالرزاق صفحہ ۵۱۷)

(حاشیہ مصنف میں ہے کہ حبشہ مقام مکہ سے ۶ رمیل کے فاصلہ پر تھا)۔

اپنے اقرباء احباب رفقاء کے بغل میں دفن ہونا

حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے وفات کے وقت کہا کہ مجھے ازواج مطہرات کے ساتھ (بغل میں) دفن کرنا۔ چونکہ میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے بعد ان کے ساتھ بات (وقت گزارتی تھی) کیا کرتی تھی۔ آپ کے ساتھ دفن ہوکر میں اپنی بڑائی نہیں چاہتی۔ (بخاری صفحہ ۱۸۶، ابن ابی شیبہ جلد ۳ صفحہ ۳۴۹)

فائدہ: حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے اپنی بہن اسماء کے صاحبزادے حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے کہا تھا کہ مجھے بقیع میں جہاں دیگر ازواج مطہرات دفن ہیں وہیں دفن کرنا۔ چونکہ ہماری زیادہ تر صحبت اور گفتگو انہی سے رہا کرتی تھی انہی سے ان کا ربط تھا۔

اس سے معلوم ہوا کہ آدمی اپنے احباب رفقاء جن کے ساتھ زندگی میں انس ربط وتعلق ومصاحبت کا معاملہ تھا ان کے بغل اور درمیان میں دفن ہونے کی خواہش رکھنا اور یا وصیت کر جانا بہتر اور مشروع ہے۔ چونکہ مردے

عالم برزخ میں اپنے رفقاء سے انس میں اسی طرح راحت حاصل کرتے ہیں جس طرح زندگی اور حیات میں۔ اجانب اور بے ربط لوگوں سے ان کو کلفت ہوتی ہے جیسے زندگی میں کہ آدمی ایسوں سے مربوط نہیں ہوتا۔

مزید اگر کسی نے خواہش نہیں ظاہر کی تو بھی اہل اور ذمہ داروں کو چاہئے کہ اسی مقام پر ان کو دفن کریں جہاں ان کے اقرباء واحباب کی قبریں ہوں۔

دوسرا جملہ جو حضرت عائشہ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہَا نے فرمایا کہ میں آپ کے حجرے مبارک میں دفن ہو کر اپنی بڑائی و بزرگی کا اظہار نہیں چاہتی۔ اس کا مطلب علامہ عینی نے لکھا کہ انہوں نے تواضعاً عام قبرستان میں دفن ہونا چاہا۔ حضرت عائشہ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہَا کا جملہ انتہائی سبق اور عبرت کی بات ہے کہ مرنے کے بعد بھی بڑائی فوقیت شہرت سے احتیاط اختیار کر رہی ہیں۔

اس سے معلوم ہوا کہ کسی خاص جگہ میں جہاں شہرت اور فوقیت ہو اس کے مقابلہ میں عام قبرستان میں جہاں عام لوگوں کے ساتھ رل مل جائے دفن ہونا بہتر ہے۔ اس طرح عالم برزخ میں سکون اور انابت الی اللہ کا موقعہ زیادہ ملتا ہے۔ اور عوام الناس کی وہ بدعتیں جو عموماً قبروں پر ہونے لگتی ہیں اس سے حفاظت ہوتی ہے۔

کسی نیک صالح کی بغل میں دفن کی خواہش مشروع اور بہتر ہے

حضرت عمر بن عمر الازدی کہتے ہیں کہ (شہادت کے موقعہ پر) حضرت عمر رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ نے اپنے صاحبزادے ابن عمر رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُمَا سے کہا حضرت عائشہ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہَا کے پاس جاؤ۔ اور کہو کہ حضرت عمر تمہیں سلام کہتے ہیں پھر ان سے (میری تمنا) ظاہر کرو کہ میں اپنے دونوں رفیق کے بغل میں دفن ہونا چاہتا ہوں۔ تو حضرت عائشہ نے فرمایا میں نے اس جگہ کا (جو آپ کے بغل حجرہ میں خالی ہے) اپنے لئے ارادہ کیا تھا (کہ میں دفن ہوؤں) پس آج میں اپنے اوپر ان کو ترجیح دیتی ہوں۔ چنانچہ حضرت عبداللہ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ ان کے پاس آئے تو ان سے پوچھا کیا جواب ہے۔ تو عبداللہ بن عمر رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُمَا نے کہا انہوں نے دفن ہونے کی اجازت اے امیر المؤمنین آپ کو دے دی۔ (بخاری صفحہ ۱۸۶، ابن ابی شیبہ صفحہ ۳۴۹)

حضرت عائشہ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہَا نے حجرہ عائشہ میں جہاں آپ کے شوہر نبی پاک صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم اور ان کے والد محترم صدیق اکبر رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ مدفون تھے ارادہ رکھا تھا۔ اور خواہش کی تھی کہ دفن ہوں۔ (عمدۃ القاری صفحہ ۲۲۸)

چنانچہ انہوں نے اس تمنا کا اظہار آپ کی زندگی میں بھی کر دیا تھا۔ پھر بعد میں حضرت عمر رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ نے اس جگہ مدفون ہونے کا ارادہ کیا تو آپ نے اپنے اوپر حضرت عمر کو ترجیح دی خود بقیع میں دفن ہونے کی وصیت کر گئیں۔

اس سے معلوم ہوا کہ کسی نیک اور صالح کے بغل میں دفن کا ارادہ اور اس کی وصیت درست ہے۔ اور یہ تمنا

بہتر ہے تاکہ اس کے صلاح اور نیکی کا فائدہ برزخ میں حاصل ہو چونکہ جس طرح دنیا میں نیک پڑوسی سے فائدہ ہوتا ہے اسی طرح برزخ میں بھی نیک سے فائدہ اور بروں سے پریشانی حاصل ہوتی ہے۔ خیال رہے کہ اگر عام قبرستان ہے تب تو کہنے اور وصیت سے عمل کیا جا سکتا ہے۔ اگر کسی کی ملک اور خاص قبرستان ہے تو پھر مالک سے بغیر اجازت کے دفن کرنا درست نہیں۔

حضرات صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم سے بھی اس قسم کے دفن کی وصیت اور تمنا منقول ہے۔

حضرت ابوعبیدہ نے کہا کہ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے وصیت کی تھی کہ مجھے حضرت عثمان بن مظعون کی قبر کے پاس دفن کرنا، حضرت خیثمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے وصیت کی تھی کہ مجھے فقراء، تو اَمہ کے مقبرہ میں دفن کرنا۔ (ابن ابی شیبہ جلد۳ صفحہ۳۴۹)

علامہ عینی نے عمدۃ القاری میں حافظ نے فتح الباری میں لکھا ہے صلحاء اور نیکوں کے بغل میں دفن ہونے کی خواہش کہ نزول رحمت اور لوگوں کی دعاؤں میں یہ بھی شامل ہو جائے اس کی طلب حرص ہونی چاہئے۔

(عمدۃ جلد۸ صفحہ۲۳۰، فتح الباری صفحہ۲۷۰)

میت کو نیک اور صلحاء کے درمیان دفن کرے

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا صالحین نیکوں کے درمیان مردوں کو دفن کرو، کہ میت کو بھی اپنے برے پڑوسی سے تکلیف پہنچتی ہے جس طرح زندوں کو برے پڑوسی سے۔ حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ انہوں نے کہا کہ نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمیں حکم دیا ہے کہ

ہم اپنے مرنے والوں کو صالح لوگوں کے درمیان دفن کریں، چونکہ میت بھی تکلیف محسوس کرتے ہیں جیسے زندوں کو برے پڑوس سے تکلیف پہنچتی ہے۔ (المؤتلف والمختلف صفحہ، اعلاء السنن صفحہ۲۶۸، کنز جلد۱۵ صفحہ۵۹۹)

فَائِدَۃ: جس طرح اچھے پڑوسی اور اچھوں کی مصاحبت سے آرام اور راحت ملتی ہے اور بروں سے تکلیف، اسی طرح برزخ اور عالم قبر میں بھی اچھے پڑوس سے راحت اور بروں سے کلفت محسوس ہوتی ہے، چنانچہ ابوقدامہ کی مغنی میں ہے کہ جہاں صلحاء وغیرہ ہوں دفن کرنا مستحب ہے۔ تاکہ ان کی برکت ان کو بھی شامل ہو، چنانچہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کی موت ہونے لگی تو انہوں نے اللہ تعالیٰ سے دعا کی کہ ایک پتھر کی مار کی مسافت کی مقدار بیت المقدس کے قریب کر دیا جائے، اسی طرح اپنے رشتہ داروں کے درمیان دفن کرنا بہتر ہے۔ (اعلاء السنن ۸/۲۶۸)

حافظ ابن حجر نے حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے حجرہ عائشہ میں دفن ہونے کی تمنا پر لکھا ہے کہ صالحین کے بغل اور قریب دفن ہونے کی ترغیب ہے کہ اس پر نازل ہونے والی رحمتوں میں اور لوگوں کی دعاؤں میں وہ بھی شریک ہو جائے گا۔ (فتح الباری جلد۳ صفحہ۲۵۸، عمدہ صفحہ)

اس کا مشاہدہ بھی ہے کہ بغل میں رہنے سے وہ بھی رحمت وانعام میں شریک ہو جاتا ہے۔

جس مٹی سے اس کی پیدائش ہوتی ہے اسی جگہ دفن ہوتا ہے

حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے مروی ہے کہ حبشہ کے باشندہ کا دفن مدینہ منورہ میں ہوا تو آپ ﷺ نے فرمایا اسی مٹی میں دفن ہوا جس سے پیدا ہوا تھا۔ (مجمع جلد۳ صفحہ۴۵، طبرانی کبیر صفحہ۳۸۹)

حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ آپ ﷺ کسی جنازہ میں ایک قبر کے پاس سے گزرے تو پوچھا یہ کس کی قبر ہے، کہا گیا فلاں حبشی کی ہے، تو آپ نے کہا لا الہ الا اللّٰہ۔ آسمان اور زمین اسے اس مٹی کی جانب کھینچ لایا جس سے وہ پیدا ہوا تھا۔ (عمدۃ القاری جلد۸ صفحہ۲۲۲، مجمع الزوائد جلد۳ صفحہ۴۵)

حضرت ابو درداء رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہتے ہیں کہ آپ ﷺ ہمارے قریب سے گزرے ہم ایک قبر کھود رہے تھے، آپ نے پوچھا کیا کر رہے ہو ہم نے کہا اس حبشی کی قبر کھود رہے ہیں، تو آپ نے فرمایا اس کو موت اپنی مٹی کی طرف لے آئی۔ (مجمع الزوائد جلد۳ صفحہ۴۵)

فائدہ: معلوم ہوا آدی جہاں کی مٹی پیدائش میں شامل ہوئی ہے وہاں ہی دفن ہوتا ہے۔

اقارب اور رشتہ داروں کے بغل میں دفن کرنا

مطلب کی روایت میں ہے کہ آپ ﷺ نے حضرت عثمان بن مظعون رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی قبر کے سرہانے ایک پتھر رکھ دیا اور فرمایا تاکہ اپنے بھائی کی قبر معلوم رہے، اپنے خاندان والوں کو اسی مقام پر دفن کروں۔ (سنن کبری جلد۳ صفحہ۴۱۲)

آپ ﷺ نے حضرت ابراہیم کو حضرت عثمان بن مظعون کے پائنتی دفن کیا (کشف الغمہ ۲ ۱۷۱، مرعاۃ ۵۴۷)

فائدہ: شرح مشکوۃ میں ہے کہ میت کو اقرباء اعزہ کے مابین دفن کرنا سنت ہے (بشرطیکہ وہ صالح ہوں)۔

(مرعاۃ صفحہ۵۴۷، مرقات جلد۴ صفحہ۷۸)

ملا علی قاری نے لکھا ہے کہ تمام اقارب و رشتہ دار کو (باپ بیٹے بہو والدہ بھائی بہن وغیرہ) کو ایک مقام پر یعنی ایک دوسرے کے قریب دفن کرنا مستحب ہے۔ (مرقات جلد۴ صفحہ۷۸)

چونکہ اہل برزخ زندوں کی طرح ایک دوسرے سے انس اور محبت کرتے ہیں، اسی لئے بہتر ہے کہ جن دو کے درمیان تعلق نہ ہو منافرت ہو ذہن کا اختلاف ہو بغل میں نہ دفن کرنا بہتر ہے، مگر یہ حکم شرعی نہیں ہے۔

مؤمن صالح تدفین میں جلدی چاہتا ہے

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا، مؤمن کو جب (جنازہ کی)

چار پائی پر رکھا جاتا ہے تو وہ کہتا ہے مجھے جلدی بڑھاؤ جلدی بڑھاؤ، اور جب کافر کو چار پائی پر رکھا جاتا ہے تو کہتا ہے ارے افسوس ہلاکت مجھے کہاں لئے جا رہے ہو۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے وصیت کی تھی کہ جب میں مر جاؤں تو مجھ پر (جنازہ پر عورتوں کی طرح) خیمہ نہ کسنا، میرے ساتھ آگ مت لے چلنا، مجھے جلدی لے چلنا کہ میں نے رسول پاک ﷺ سے یہ حدیث (جو اوپر ذکر کی گئی ہے) سنی ہے۔ (ابوداؤد، طیالسی، عمدۃ القاری صفحہ ۱۱۴)

جہاں انتقال ہوا اسی جگہ دفن ہونا سنت ہے

حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا اسی جگہ جسم دفن کیا جائے جہاں ان کی روح قبض ہوئی ہو۔ (استذکار جلد ۸ صفحہ ۲۹۴، ابن ابی شیبہ جلد ۳ صفحہ ۳۹۶)

یحییٰ بن مہمان کہتے ہیں کہ آپ ﷺ نے فرمایا جسم وہیں دفن کیا جائے گا جہاں روح قبض ہوئی ہے، عبدالرزاق نے کہا یعنی جس بستی میں انتقال ہوا ہے وہیں دفن کیا جائے گا دوسری بستی منتقل نہیں کیا جائے گا، اُسی بستی و علاقے کے قبرستان میں دفن کیا جائے گا۔ (ابن عبدالرزاق جلد ۳ صفحہ ۵۱۶)

حضرت عبداللہ بن معیہ سے روایت ہے کہ یوم الطائف (جنگ کے موقعہ میں) دو آدمی مسلمانوں کی جماعت سے مر گئے، تو ان کو آپ ﷺ کے پاس اٹھا کر لایا جانے لگا (مدینہ) آپ کو اس کی اطلاع پہنچی تو آپ نے آدمی بھیج کر کہلوایا جس جگہ ان کا انتقال ہوا ہے اسی جگہ ان کو دفن کیا جائے۔ (ابن ابی شیبہ جلد ۳ صفحہ ۳۹۵)

علامہ ابن عبدالبر مالکی نے بیان کیا کہ جس جگہ روح قبض ہوئی بعینہٖ اسی جگہ دفن کرے ذرا سا بھی اِدھر اُدھر نہ ہٹائے یہ ہرگز مراد نہیں، بلکہ یہ مطلب ہے کہ اسی قصبہ اور شہر اور اسی علاقے میں دفن کرے، کہیں دوسری جگہ نہ لے جائے، جو سفر وغیرہ کی مدت ہو۔ (استذکار جلد ۸ صفحہ ۲۹۴)

حضرت عبدالرحمٰن بن ابی بکر رضی اللہ تعالیٰ عنہما کا انتقال مقام حبشہ میں ہو گیا تھا، تو ان کو لوگ مکہ میں اٹھا لائے اور یہاں دفن کیا حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا یہاں آئیں تو ان کی قبر پر آئیں، اور فرمایا قسم خدا کی اگر میں موجود رہتی تو جس مقام پر انتقال ہوا تھا اسی مقام پر تم کو دفن کرواتی۔ (کشف الغمہ صفحہ ۱۷۸)

حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا جب اپنے بھائی عبدالرحمٰن بن ابی بکر رضی اللہ تعالیٰ عنہما کی قبر پر زیارت کے لئے گئیں کہ ان کی وفات تو شام میں ہوئی تھی ان کا جنازہ اٹھا کر لایا گیا تھا تو فرمایا، اگر تمہارا معاملہ میرے اختیار میں ہوتا (بوقت وفات میں ہوتی) تو میں تمہیں منتقل نہ ہونے دیتی، اسی جگہ دفن کراتی جہاں تمہارا انتقال ہوا تھا۔

(فتح القدیر جلد ۲ صفحہ ۱۴۱، مراقی الفلاح صفحہ ۳۳۷، بحرالرائق صفحہ ۲۱۰)

عروہ ابن رویم نے بیان کیا کہ حضرت ابوعبیدہ بن الجراح کا وصال مقام فحل میں ہو گیا تھا، تو انہوں نے کہا

کہ مجھے نہر کے پیچھے لے جا کر دفن کرنا، پھر کہا نہیں جس جگہ میرا انتقال ہو جائے وہیں دفن کرنا۔

(سنن کبریٰ جلد ۴ صفحہ ۵۷)

صفیہ اپنی والدہ سے روایت کرتی ہیں کہ حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے ایک بھائی کا انتقال حبشہ کی کسی وادی میں ہو گیا، ان کو اٹھا کر ان کے گھر لے آئے، صفیہ کی والدہ کہتی ہیں کہ میں حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے پاس تعزیت میں گئی، تو انہوں نے کہا مجھے اور کوئی غم تو نہیں مگر یہ کہ میں چاہتی تھی ان کو اسی جگہ دفن کر دیتے۔ (یعنی یہاں وطن اٹھا لانا غلط تھا)۔ (سنن کبریٰ جلد ۴ صفحہ ۵۷)

پس اس سے معلوم ہوا آدمی کا جہاں جس علاقے وبستی میں انتقال ہوا ہو وہیں دفن کرنا سنت ہے۔ دوسری جگہ مثلاً اپنی بستی میں لے جا کر دفن کرنا خلاف سنت ہے، مکروہ ہے۔

قاضی خاں نے ایک دوسرا یہ بھی نقل کیا ہے کہ ایک شہر سے دوسرے شہر منتقل کرے تو اس میں کوئی حرج نہیں اور وجہ اس کی یہ ہے کہ حضرت یعقوب علیہ السلام کی مصر میں وفات ہوئی اور شام منتقل کئے گئے، اسی طرح حضرت یوسف علیہ السلام مصر سے شام ایک زمانہ کے بعد منتقل کئے گئے۔ (فتح القدیر مراقی علی الطحاوی صفحہ ۳۲۷)

ابن نجیم نے بحرالرائق میں لکھا ہے:

"لکن مع هذا اذا نقل میلا او میلین او نحو ذلك فلا باس وان نقل من بلد الی بلد فلا اثم فیه، لانه روی ان یعقوب صلوة الله علیه بمصر فحمل الی ارض الشام وموسی علیه السلام حمل تابوت یوسف علیه السلام بعد ما اتی علیه زمان الی ارض الشام، من مصر لیکون عظامه مع عظام ابآئه، وسعد بن وقاص مات فی ضیعة علی اربعة فراسخ من المدینة فحمل من المدینة فحمل علی اعناق الرجال الی المدینة." (صفحہ ۲۱۰)

علامہ عینی نے شرح ہدایہ میں لکھا ہے:

"وقال المارزی ظاهر مذهبنا جواز نقل المیت من بلد الی آخر وقد مات سعد بن وقاص وسعید بن زید بالعقیق ودفنا بالمدینة." (بنایہ جلد ۳ صفحہ ۳۰۲)

لیکن علامہ شامی اس واقعہ سے جواز کے اثبات پر رد اور استدراک کرتے ہوئے فرماتے ہیں۔ "لا یخفی ان هذا." (حاشیہ بحر صفحہ ۲۱۰)

اسی طرح فتح القدیر میں بھی استدراک کرتے ہوئے لکھا ہے:

"ولا یخفی ان هذا شرع من قبلنا ولم یتوفر فیه شروط کونه شرعا لنا."

لیکن ابن ہمام نے سعد بن وقاص کے واقعہ سے جو اس امت کا ہے اشارۃ گنجائش دکھایا ہے۔

"الا انه نقل سعد بن وقاص رضی اللّٰه عنه انه مات فی ضیعة علی اربعة فراسخ من المدینة فحمل علی اعناق الرجال الیها." (فتح جلد۲ صفحہ۱۴)

علامہ ابن نجیم صاحب بحر کی رائے بھی جواز کی جانب مشیر ہے، چونکہ انہوں نے امم ماضی کے واقعات کے نقل کے بعد کوئی استدارک نہیں کیا، اور نہ اشارۃً وصراحۃً رد کیا ہے، بخلاف علامہ شامی کے ان کی رائے کراہت کی معلوم ہوتی ہے۔

جیسا کہ منحۃ الخالق کی عبارت سے معلوم ہوتا ہے، علامہ طحطاوی کی رائے بھی شرح مراقی میں کراہت کی معلوم ہوتی ہے کہ انہوں نے حضرت سعد کے واقعہ سے استدلال پر رد کرتے ہوئے کہا ہے کہ ان کے اوپر دوسرے اجسام کو قیاس کرنا غلط ہے۔ چونکہ ان کا جسم متغیر ہونے والا نہیں تھا جیسا کہ دوسرے اجسام جلدی تغیر اور سڑان کو قبول کر لیتے ہیں۔

میت کے منتقل کرنے کا مسئلہ اور اس کی تحقیق

میت کا جس شہر اور جس علاقے میں انتقال ہوا ہے اس سے دوسرے شہر اور علاقے میں منتقل کرنا ممنوع اور مکروہ ہے۔

امام سرخسی رَحِمَہُ اللّٰہُ تَعَالٰی نے نقل کیا ہے کہ میت کو اس کے اس شہر سے دوسرے شہر منتقل کرنا مکروہ ہے۔

(فتح القدیر، مراقی، طحطاوی صفحہ ۳۳۷)

سنت یہ ہے کہ اسی شہر کے قبرستان میں دفن کرے جہاں اس کا انتقال ہوا ہے۔ ہاں میت کو ایک میل یا دو میل کا فاصلہ ہو تو بلا کراہت منتقل کیا جا سکتا ہے۔ (فتح القدیر جلد۲ صفحہ ۱۴۱)

امام شمس الائمہ سرخسی رَحِمَہُ اللّٰہُ تَعَالٰی نے نقل کیا ہے جو امام محمد کا قول ہے میت کو ایک میل یا دو میل کے فاصلے تک ایک جگہ سے دوسری جگہ منتقل کیا جا سکتا ہے۔ یہی ظہیریہ میں ہے اور برہان میں ہے۔

(مراقی الفلاح طحطاوی صفحہ ۳۳۷)

دو میل کے آگے پیچھے منتقل کیا جا سکتا ہے، اس سے زائد (مثلاً ۱۵، ۲۰ میل اور زائد) تو مکروہ ہے۔

(طحطاوی المراقی صفحہ ۳۳۷)

میت کو ایک شہر سے دوسرے شہر منتقل کرنا مکروہ تحریمی ہے۔

"ان النقل من بلد الی بلد مکروہ ای تحریماً، لان قدر المسلمین فیه ضرورة ولا ضرورة فی النقل الی بلد آخر." (طحطاوی علی المراقی)

مطلب یہ ہے کہ شہری حدود میں ایک دو میل کے قریب مسافت طے کرنے کی ضرورت پڑتی ہے، مثلاً ایک محلے سے دوسرے محلے یا قبرستان کا فاصلہ ہوتا ہے اس کی ضرورت کی وجہ سے گنجائش ہے، پس اس عبارت سے یہ مستفادہ ہوا کہ شہر کے ایک محلے سے دوسرے محلّہ یا آخری حدود تک جہاں عموماً قبرستان ہوتا ہے بلا کراہت کے لے جایا جا سکتا ہے، خواہ دو تین میل سے زائد، جیسا کہ دہلی بمبئی کلکتہ لکھنؤ کانپور وغیرہ کے قبرستان۔ بسا اوقات جس جگہ اور جس محلّہ میں میت کا انتقال ہوا ہے وہاں سے قبرستان کئی میل کے فیصلہ پر ہوتا ہے تو اس میں کوئی کراہت نہیں۔

”لان مقابر البلد ربما بلغت المسافة فیکره فیما زاد.“

اگر دو قصبے قریب قریب ہیں دو تین میل سے فاصلہ زائد نہیں تو بھی میت کو ایک بستی اور قصبہ سے دوسرے قصبہ اور بستی میں منتقل کیا جا سکتا ہے۔

”لا تظهر الکراهة فی نقله من بلد الی بلد الا اذا کانت المسافة اکثر میلین.“

(طحطاوی صفحہ ۳۳۷)

علامہ شامی نے ایک قول لکھا ہے کہ مدت سفر سے کم یعنی ۴۸ میل سے کم ہو تو منتقل کیا جا سکتا ہے۔

(صفحہ ۲۳۹)

مطلب یہ ہے کہ شرف صحابیت کی وجہ سے کرامۃ لاش کے متغیر نہ ہونے کی وجہ سے ایسا کیا گیا ہوگا دوسروں میں یہ وجہ نہیں پائی جا سکتی۔

”کسعد رضی اللّٰه عنه لیسو کعیرهم ممں جیفتهم اشد نتاً من جیفة البهائم فلا یلحق بهم.“ (طحطاوی المراقی صفحہ ۳۳۷)

علامہ طحطاوی نے شرح در میں بھی کسی رخ کا متعین فیصلہ نہ کر سکے اور تینوں اور صحابہ کے واقعات سے استدلال پر رد کرتے ہوئے کہا۔

”علی ان عیر الانبیاء علیهم السلام لا یقاس علیهم لانهم اطیب ما یکون فی الموت کالحیاة لا یعتبر هم متعیرا “

پھر آگے گنجائش نکالتے ہوئے کہتے ہیں رہی بات کہ یہ شرع ما قبل ہے جو ہمارا مستدل بن سکتا ہے تو اس اعتراض کا جواب دیتے ہوئے کہتے ہیں کہ کتاب سنت سے نسخ اور انکار نہ ہو تو گنجائش ہے۔

”ان شرع من قبلنا شرع لنا اذا لم یظهر نسخه ولم ینکر علیه من کتاب او سنة.“ (طحطاوی علی الدرر صفحہ ۳۸۲)

دوسرے ائمہ میں امام بغوی اور قاضی حسین اور محدث داری بھی منتقل کرنے کی حرمت کے قائل ہیں اور امام نووی نے اسی کو اصح قرار دیا ہے۔ (بنایہ صفحہ ۳۰۲)

صاحب مراقی نے کراہت اور عدم کراہت دونوں مستدلات کو ساتھ رکھ کر ایک علت سے اسے معلل قرار دیا ہے کہ منتقل کرنے سے اگر لاش کے بدلنے اور تغیر کا اندیشہ ہو تو جائز نہیں ورنہ گنجائش ہے۔

”یمکن الجمع بان الزیادة مکروهة فی تغیر الرائحة او خشیتها وتنتفی بانتفائها، لمن هو مثل یعقوب علیه السلام او سعد رضی اللّٰه عنهما لانهما احیاء الدارین.“

اس سے معلوم ہوا کہ کراہت اس وقت ہوگی جب کہ لاش اتنی مسافت لے جائی جائے کہ اس میں کچھ تغیر پیدا ہو جائے، اگر تغیر پیدا ہونا وقت کی وجہ سے نہ ہو یا کرامت کی وجہ سے ہو یا جیسا کہ حضرت یعقوب اور سعد رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ کے بارے میں ہے۔ تو جائز ہے۔

لہٰذا اب دو میل ۲ر میل کی مسافت پر کراہت کا مدار نہیں، بلکہ لاش کا تغیر اور تغیر اصل ممانعت و کراہیت کی علت ہے۔

اس اعتبار سے ۸، ۱۰ر گھنٹے کی مسافت کی گنجائش نکل آئے گی، چونکہ عموماً ۱۰، ۱۲ گھنٹے کے بعد تغیر شروع ہو جاتا ہے۔

بعض حضرات صحابہ نے میت کو منتقل بھی کیا ہے

حضرت امیر المؤمنین عبداللہ بن مبارک کی روایت میں ہے، کہ حضرت سعد بن وقاص رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ کا انتقال مقام عقیق میں ہوگیا، داؤد ایک راوی ہیں انہوں نے کہا کہ قریب وہ دس کے فاصلہ پر تھا (مدینہ سے) لوگ ان کو اپنی گردنوں پر اٹھا لائے یہاں تک دار مروان کی جانب سے مسجد نبوی میں (لے آئے)، (قریب) اور ازواج مطہرات کے سامنے حجر کے میدان میں لاکر رکھا، پھر امام نے نماز جنازہ پڑھائی۔ (سنن کبریٰ جلد ۴ صفحہ ۵۷)

زہری کہتے ہیں کہ مقام عقیق سے حضرت سعد بن وقاص رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ کے جنازہ کو مدینہ منورہ لایا گیا، اس طرح حضرت اسامہ بن زید رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ کو مقام جرف سے لایا گیا۔

ابن ابی ملیکہ کہتے ہیں کہ حضرت عبدالرحمٰن ابن ابی بکر رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ مکہ سے کئی میل فاصلہ پر حبشہ میں انتقال کر گئے، ابن صفوان ان کو مکہ مکرمہ اٹھا لائے۔ (سنن کبری جلد ۴ صفحہ ۵۷)

حضرت سعید بن زید ان کا انتقال اپنے مکان عقیق میں ہوا تھا، ان کو مدینہ منورہ منتقل کیا اور یہیں دفن کیا۔ (کشف الغمہ جلد ۲ صفحہ ۱۷۸)

وصیت کے مطابق دفن کرنے کی اجازت

حضرت عائشہ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہَا نے وفات کے وقت کہا کہ مجھے ازواج مطہرات کے ساتھ (بغل میں) دفن کرنا، چونکہ میں آپ ﷺ کی وفات کے بعد ان ہی کے ساتھ بات کرتی تھی رہتی سہتی تھی۔

(ابن ابی شیبہ، بخاری صفحہ ۱۸۶)

حضرت عبداللہ بن مسعود رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ نے وصیت کی تھی کہ مجھے حضرت عثمان بن مظعون رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ کی قبر کے پاس دفن کرنا۔ (ابن ابی شیبہ جلد ۳ صفحہ ۲۴۹)

حضرت خیثم رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ نے وصیت کی تھی کہ ان کو فقراء تو اُمہ کے قبرستان میں دفن کرنا۔

فَائِدَۃ: اگر کسی شخص نے اپنے شہر اور علاقے کی کسی خاص جگہ مثلاً قبرستان یا کسی خاص شخص کے بغل میں دفن ہونے کی وصیت کی ہے، تو شریعت کے خلاف نہ ہونے کی صورت میں اس جگہ دفن کرنا درست ہے، مثلاً اگر کسی کے بغل میں دفن کرنے کی وصیت کی ہے اور وہ زمین و جگہ کسی کی ملک ہے تو مالک کی بلا اجازت کے دفن کرنا درست نہیں ہاں عام قبرستان میں ہو تو پھر درست ہے۔

رات کی تدفین بہتر نہیں گو جائز ہے

حضرت جابر رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے روایت ہے کہ آپ ﷺ نے ایک دن خطبہ دیا، اور ایک آدمی کا ذکر کیا جس کا انتقال ہو گیا تھا، اور اسے گھٹیا درجہ کے کفن میں کفنایا گیا، اور رات میں دفن کر دیا گیا، تو آپ نے ڈانٹا کہ رات میں دفن کیا جائے یہاں تک کہ اس پر نماز پڑھی جائے ہاں مگر مجبوری ہو تو (پھر کوئی حرج نہیں)۔

(مسند احمد صفحہ ۱۶۹، ابوداؤد صفحہ ۴۴۹، سنن کبری حاکم جلد ۱ صفحہ ۳۶۹، ابن ماجہ صفحہ ۱۰۹، عمدۃ القاری صفحہ ۱۲۱)

حضرت عائشہ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہَا فرماتی ہیں کہ حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے حضرت فاطمہ کو رات میں دفن کیا۔

(طحاوی صفحہ ۲۹۶)

حضرت عائشہ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہَا فرماتی ہیں کہ حضرت ابوبکر رات میں دفن کئے گئے۔ (طحاوی صفحہ ۲۹۶)

فَائِدَۃ: چونکہ گھٹیا درجہ کا کفن دے کر رات میں چھپانے کی وجہ سے دفن کر دیا گیا تھا اس سے آپ نے منع فرمایا تھا طحاوی میں ہے کہ لوگ اپنے میت کو برا کفن دے کر رات میں دفن کر دیا کرتے تھے اس لئے آپ نے منع فرمایا تھا۔ (صفحہ ۲۹۵)

شرح مسند احمد میں ہے کہ رات کی وجہ سے لوگ جنازہ میں شریک نہ ہو سکیں گے چند حضرات ہی ہو سکیں گے اس لئے آپ نے منع فرمایا۔ (جلد ۷ صفحہ ۱۲۹)

ورنہ تو رات میں دفن کرنے میں کوئی کراہت نہیں اگر دن کو انتقال ہوا ہے تو رات تک دفن کرنے سے آدمی کم ہوں گے اور دن میں آدمی زیادہ ہوں گے، یا آپ نے اس وجہ سے منع کیا کہ ردی اور گھٹیا درجہ کا کفن دے کر رات میں دفن کر دیا کرتے تھے تاکہ لوگوں کو معلوم نہ ہو۔ (صفحہ ۳۰۶)

عمدۃ القاری میں ہے کہ رات میں دفن کرنا درست ہے، خلفاء اربعہ رات ہی میں دفن کئے گئے۔

(عمدۃ القاری صفحہ ۱۲۱)

علامہ عینی نے بیان کیا ابتداءً آپ نے منع کیا پھر بعد میں اجازت دے دی۔ (عمدۃ)

ابن عبدالبر نے بیان کیا کہ رات میں کوئی مکروہ وقت تو ہے نہیں کہ مکروہ ہو۔ (اس لئے گنجائش ہے)۔

(استذکار جلد ۸ صفحہ ۲۹۰)

رات کی تدفین میں روشنی کا استعمال سنت سے ثابت ہے

حضرت ابوذر غفاری رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ فرماتے ہیں کہ میں رات کو نکلا تو نبی پاک صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ کو میں نے قبرستان میں دیکھا کسی آدمی کو دفن کر رہے تھے اور آپ کے ساتھ روشنی تھی۔ (ابن ابی شیبہ، عمدۃ القاری صفحہ ۲۶)

حضرت جابر رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ کی روایت میں ہے کہ قبرستان میں آگ (روشنی) دیکھی گئی تو دیکھا گیا کہ ایک قبر میں آپ تشریف فرما ہیں، (اور میت کو قبر میں اتارنے کے لئے) فرما رہے ہیں لاؤ میرے ساتھی کو۔

(طحطاوی صفحہ ۲۹۵)

فَائِدَۃ: خیال رہے کہ جنازہ کے ساتھ اور ضرورت کی وجہ سے قبرستان میں روشنی کا ساتھ لے جانا اور رکھنا جائز ہے چونکہ رات کی تاریکی میں یہ کام کیسے ہوگا، ہاں مگر قبرستان کو رات میں روشن رکھنا قمقمہ اور روشنی جلانا درست نہیں ہے۔

عام قبرستان میں دفن ہونا یا کرنا سنت ہے

حضرت عروہ ابن زبیر رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ نے بیان کیا کہ حضرت عائشہ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہَا نے عبداللہ بن زبیر رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ کو وصیت فرمائی تھی کہ مجھے ان کے ساتھ آپ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ و ابوبکر رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ کے ساتھ) دفن نہ کرنا، بلکہ میری سوکنوں کے پاس بقیع (مدینہ منورہ کے عام قبرستان) میں دفن کرنا۔ (بخاری صفحہ ۱۸۶)

علامہ شعرانی نے لکھا ہے کہ حضرت عائشہ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہَا جب بیمار ہوئیں تو حضرت عبداللہ بن زبیر سے کہلوایا کہ مجھے میری سوکنوں کے ساتھ بقیع میں دفن کرنا۔ (کشف الغمہ صفحہ ۱۷۲)

علامہ شعرانی نے ذکر کیا کہ حضرت ابودرداء نے حضرت سلمان کو خط لکھا کہ چلے آؤ بیت المقدس شاید وہیں

انتقال ہو جائے (اور دفن ہونے کا شرف حاصل ہو جائے) اس پر حضرت سلمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے لکھا۔ زمین آدمی کو مقدس نہیں بناتی آدمی کو اس کا نیک عمل مقدس بناتا ہے۔ (صفحہ ۱۷۸)

مطلب یہ ہے کہ کسی زمین پر یا خاص مقبرہ میں دفن ہونے سے کوئی فائدہ زمین نہیں پہنچاتی عمل سے فائدہ ہوتا ہے، جس جگہ کی فضیلت حدیث پاک سے ثابت ہو وہ مستثنیٰ ہے جیسے مدینہ پاک اور مکہ مکرمہ کا قبرستان بقیع اور جنت المعلیٰ ہے۔

فَائِدَۃ: عہد نبوی کی تاریخ اور احادیث کے ذخیرہ سے معلوم ہوتا ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم اپنے اصحاب کو اپنے اقرباء واعزہ اور قبیلہ والوں کو عام قبرستان میں جو "البقیع" کے نام سے موسوم تھا، دفن فرماتے۔

کسی کو بھی گھر میں یا باغ باغیچہ میں آپ نے نہ دفن کیا اور نہ پسند کیا اور نہ حکم دیا، گھر میں دفن ہونا حضرات انبیاء کرام کی خاصیت ہے۔

ابن ہمام شرح ہدایہ میں لکھتے ہیں، کسی چھوٹے بڑے کو گھر میں (یا گھر کے احاطہ میں) دفن نہ کرے، عام قبرستان میں کرے۔ (فتح جلد ۲ صفحہ ۱۴۱)

"ولا یدفن صغیر ولا کبیر فی المیت الذی مات فیہ کان ذلک خاص بالانبیاء بل ینقل الی مقابر المسلمین."

اسی طرح علامہ شامی لکھتے ہیں، لوگوں کو عام قبرستان میں دفن کرنا چاہئے گھر میں یا احاطہ میں دفن ہونا، کرنا مکروہ ہے اسی طرح مدرسہ اور مسجد کے احاطہ میں کرنا مکروہ ہے، اسی طرح جو لوگ اپنے بنائے ہوئے مدرسہ کا احاطہ یا مسجد کے احاطہ میں دفن کی وصیت یا خواہش وتمنا کر جاتے ہیں یہ مکروہ ہے، ایسی وصیت خلاف سنت و ممنوع ہے، چنانچہ علامہ شامی کراہت ذکر کرتے ہوئے لکھتے ہیں۔

"لا یدفن فی مدفن خاص کما یفعلہ من یبنی مدرسہ ونحوھا ویبنی لہ بقربھا مدفن، تامل." (الشامی جلد ۲ صفحہ ۲۳۵)

اسی طرح شرح منیہ کبیری میں مکروہ ہے۔ (صفحہ ۶۰۷)

احسن الفتاویٰ میں ہے، مسلمانوں کے عام قبرستان میں دفن کرنا مسنون ہے، اس کے خلاف کسی خاص مقام میں دفن کرنا مکروہ ہے، عالم اور بزرگ کو کسی مدرسہ یا مسجد یا اور کسی خاص مقام میں دفن کرنے کی وبا عام ہوگئی ہے، حضرات فقہاء رحم اللہ نے اس پر خصوصیت سے نکیر فرمائی ہے۔ (احسن الفتاویٰ جلد ۴ صفحہ ۲۱۵)

خیال رہے کہ عام قبرستان میں جو لوگ قریب قریب روز میت کے دفن پر ایصال ثواب جو کرتے ہیں، اور عمومی قبرستان والوں کو جو ایصال ثواب ہوتا رہتا ہے، اس عظیم ثواب سے یہ محروم رہیں گے۔ جو بڑے گھاٹے اور

خسارے کی بات ہے اس وجہ سے بھی خاص احاطہ وغیرہ میں دفن بہتر نہیں ہے۔

بغلی قبر بہتر اور سنت

حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما کہتے ہیں کہ بغلی قبر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے بنائی گئی، اسی طرح حضرت ابوبکر و عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہم کہتے، نافع کہتے ہیں کہ حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے بھی بغلی قبر کی وصیت کی تھی۔

(استذکار صفحہ ۲۸۹)

جعفر نے اپنے والد سے نقل کیا ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے بغلی قبر حضرت ابوطلحہ نے کھودی تھی، حضرت ابی بن کعب سے روایت ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جب حضرت آدم علیہ السلام کی وفات ہوگئی تو حضرات ملائکہ نے ان کو طاق عدد میں غسل دیا، اور ان کو بغلی قبر میں داخل کیا گیا، اور کہا کہ یہی حضرت آدم اور ان کی اولاد کے لئے سنت ہے۔ (مجمع الزوائد جلد ۲ صفحہ ۴۵)

جریر بن عبداللہ البجلی کی روایت میں ہے کہ (ایک شخص کی وفات پر) آپ تشریف لائے اور قبر کے کنارے بیٹھ گئے اور فرمایا قبر بغلی قبر بناؤ۔ سیدھی نہ بناؤ بغلی قبر ہم لوگوں کے لئے ہے اور سیدھی قبر ہمارے غیروں کے لئے۔ (مسند احمد، مرتب جلد ۸ صفحہ ۵۳)

حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے مروی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، بغلی قبر ہمارے لئے اور سیدھی قبر غیروں کے لئے ہے۔ (نسائی صفحہ ۲۸۳)

فائدہ: ان روایتوں سے معلوم ہوا کہ جہاں کی زمین سخت مضبوط ہو بغلی کھدائی ہو سکتی ہو، بغلی قبر کھودی جائے اس لئے کہ بغلی قبر مستحب اور سنت ہے، گو سیدھی قبر بھی جائز ہے، شرح مسلم میں امام نووی نے لکھا ہے کہ اجماع ہے کہ دونوں جائز ہے۔

علامہ عینی رحمہ اللہ تعالیٰ نے لکھا ہے کہ اگر زمین سخت ہو تو بغلی قبر افضل ہے، اور اگر زمین کمزور ہے نرم مٹی ہے دھنس اور گر جاتی ہے تو سیدھی قبر افضل ہے۔

فرشتوں نے حضرت آدم علیہ السلام کی قبر بھی بغلی کھودی تھی اور فرمایا تھا کہ یہی سنت ہے تمہاری نسلوں کے لئے۔ (عمدۃ القاری صفحہ ۱۵۹)

بغلی قبر اور اس کا طریقہ

بغلی قبر جو مسنون ہے وہ یہ ہے کہ قبر کا ایک گڑھا کھودے، پھر اس قبر کے پچھم جانب حجرہ نما گڑھا کھودے بلکہ کاٹے کہ اوپر کی مٹی چھت کے مانند ہو جائے، اسی میں میت کو ڈالے۔ (الشامیہ صفحہ ۲۳۴، عنایہ علی الفتح صفحہ ۱۲۷)

علامہ شامی اور دیگر فقہاء نے بیان کیا کہ بغلی ہی قبر بنائے ہاں مجبوری ہو تو پھر غیر بغلی بنالے جیسے زمین نرم ہو۔ (الشامیہ صفحہ۲۳۴، عنایہ علی الفتح صفحہ۱۲۷)

مراقی الفلاح میں ہے کہ قبر بغلی ہی بنائے، سیدھی قبر نہ بنائے ہاں مگر یہ کہ زمین نرم ہو تو نہیں بنائے۔

(طحطاوی صفحہ۳۳۳)

اسی طرح ملا علی قاری نے کہا کہ بغلی قبر سنت ہے ہاں مگر یہ کہ زمین نرم ہو۔ (مرقات صفحہ۷۸)

قبر کو کشادہ گہرا کھودنے کا حکم فرماتے

ہشام بن عامر رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ کی روایت میں ہے کہ آپ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ نے فرمایا قبر کھودو، کشادہ اور گہرا کھودو۔

(تلخیص الحبیر صفحہ۱۴۴، سنن کبریٰ جلد۳ صفحہ۴۱۳، نسائی صفحہ۲۸۴، ابوداؤد صفحہ۴۵۹)

عامر بن کلیب نے ایک انصاری صحابی سے نقل کیا کہ ہم لوگ ایک جنازہ میں نبی پاک صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ کے ساتھ نکلے تو میں نے دیکھا کہ قبر کے پاس آپ کھڑے ہیں اور قبر کھودنے والے کو نصیحت کر رہے ہیں پیر کی جانب چوڑا کرو، سر کی جانب چوڑا کشادہ کرو۔ (تلخیص صفحہ۱۴۴، سنن کبریٰ)

ادرع سلمی کی روایت میں ہے کہ (ایک صحابی کا) مدینہ میں انتقال ہوگیا، لوگ اس کی تجہیز و تکفین سے فارغ ہوگئے، اس کے جنازہ کو اٹھا لے چلے، تو آپ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ نے فرمایا ذرا اسے نرمی سے "اعتدال" سے لے چلو یہ خدا رسول کا محبوب ہے اس کے لئے قبر کھودی گئی، تو آپ نے فرمایا، ذرا کشادہ کھودنا، اللہ تمہیں کشادہ رکھے گا، بعض اصحاب نے آپ سے کہا اے اللہ کے رسول آپ کو اس کا بڑا غم ہے، آپ نے جواب دیا ہاں یہ خدا رسول سے محبت (خاص طور پر) رکھتا تھا۔ (ابن ماجہ صفحہ۱۱۲)

ابن العلاء نے بیان کیا کہ حضرت ابوموسیٰ نے وصیت کی تھی کہ ان کی قبر ذرا گہری کھودی جائے۔

ہشام نے بیان کیا کہ حسن اور محمد قبر کو گہرا کھودنا مستحب فرمایا کرتے تھے۔ حسن نے بیان کیا کہ حضرت عمر نے وصیت کی تھی کہ ان کی قبر گہری کھودی جائے۔ جو ان کی قامت کے وسط تک آئے، ابراہیم نخعی نے کہا کہ قبر اتنی کھودی جائے جو ناف تک آجائے۔ (ابن ابی شیبہ صفحہ۳۱۶)

فَائِدَۃ: اس سے معلوم ہوا کہ قبر کشادہ اور ذرا گہری کھودے، کم گہرائی خلافت سنت ہے جو بہتر نہیں، گہراہی کی حد کے متعلق حضرت عمر بن عبدالعزیز نے فرمایا کہ ناف تک ہو، امام یحییٰ قائل ہیں کہ سینے تک ہو، گہرائی کی کم سے کم مقدار یہ ہو کہ میت کی درندہ وغیرہ سے حفاظت ہو جائے۔ (نیل الاوطار جلد۴ صفحہ۷۸)

بہتر یہ ہے کہ قبر میت کے نصف قد کے برابر گہری ہو، اگر اس سے زائد ہو تو بہتر ہے، اعلیٰ اور بہتر تو پوری قامت کے برابر ہے، اور ادنیٰ درجہ بہتر ہونے میں نصف قامت ہے۔ (اعلاء السنن صفحہ۲۵۰)

علامہ شامی نے کہا کہ میت کے نصف قد کے برابر قبر ہو اس سے زائد ہو تو بہتر ہے، آخری درجہ نصف قامت ہے، اور اعلیٰ درجہ پوری قامت ہے اور اس کے مابین بھی اجازت ہے۔ (الشامیہ صفحہ ۲۳۴)

قبر کی کھدائی میں ہڈی مل جائے تو ہڈی نہ توڑے جگہ بدل دے

حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے مروی ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا مردوں کی ہڈی کا توڑنا ایسا ہی ہے جیسے زندوں کی توڑنا۔ (سنن کبریٰ صفحہ ۵۸، ابن ماجہ صفحہ ۱۱۶)

آپ ﷺ قبر کھودنے والے کو منع فرمایا کرتے تھے کہ وہ مردوں کی ہڈیوں کو توڑیں۔

یعنی قبر میں ہڈی آجائے تو اسے توڑ پھوڑ کر قبر صاف نہ کرے بلکہ جگہ بدل دے۔ (کشف الغمہ صفحہ ۱۷۲)

میت کے اجزا، ہڈی وغیرہ ہوں تو اس کو اسی مقام پر رہنے دیا جائے دوسری جگہ اس کا منتقل کرنا منع ہے ناجائز ہے۔ (الشامی صفحہ ۲۳۳)

اگر کسی قبر میں میت سڑگل کر مٹی نہ ہوئی ہو تو ایسی قبر کا کھودنا منع ہے، میت کے احترام کے خلاف ہے۔

اگر میت بالکل مٹی ہو جائے تب دوسری قبر اس میں جائز ہے، قبر ہی نہیں اس پر کھیتی بھی جائز ہے۔

(الشامیہ صفحہ ۲۳۳)

پھاوڑے یا کدال سے مٹی کو برابر کرنا

حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں کہ ہم لوگوں نے حضور پاک ﷺ کے دفن کو جانا ہی نہیں یہاں تک کہ بدھ کی آخری شب میں پھاوڑے کی آواز کو سنا۔ (طحطاوی جلد ۱ صفحہ ۲۹۵، الاستذکار جلد ۸ صفحہ ۲۹۰)

قبرستان آنے والے لوگ جب اپنے ہاتھوں سے مٹی دینے سے فارغ ہو جائیں تو باقی مٹی کو پھاوڑے اور کدال سے ڈال کر برابر کیا جا سکتا ہے اسی وجہ سے امام بیہقی نے باب قائم کیا ہے۔ "**اهالة التراب فی القبر بالمساحی والا یدی**" پھاوڑے اور کدال و ہاتھوں سے قبروں پر مٹی ڈالنا آخر میں مٹی زمین سے لگ جاتی ہے ہاتھ سے محض اٹھانا مشکل ہو جاتا ہے۔ اسی لئے پھاوڑے اور کدال سے لینے اور ڈالنے کی ضرورت پڑتی ہے جو صحیح ہے۔

میت کو کون لوگ قبر میں اتاریں

حضرت شعبی کہتے ہیں کہ آپ ﷺ کو حضرت علی، حضرت فضل، حضرت اسامہ نے قبر میں اتارا۔

(سنن کبریٰ، ابوداؤد صفحہ ۴۵۸)

شعبی کہتے ہیں کہ میت کو قبر میں اتارنے والے اس کے خاندان اور رشتہ دار کے لوگ ہوں۔

حضرت عبدالرحمٰن ابن ابزی کہتے ہیں حضرت زینب بن جحش کا انتقال ہوا، حضرت عمر نے ۴ر تکبیر جنازہ پڑھی، پھر ازواج مطہرات سے پوچھا کہ ان کو قبر میں کون لوگ اتاریں، انہوں نے جواب دیا، جو زندگی میں ان کے پاس آجا سکتے تھے (یعنی رشتہ دار)۔ (سنن کبری جلد ۴ صفحہ ۵۳، ابن ابی شیبہ صفحہ ۳۲۴)

حضرت حسن بصری فرماتے ہیں کہ کوئی حرج نہیں کہ قبر میں داخل کرنے والے طاق عدد میں ہوں یا جوڑے عدد میں۔

فَائِدَہ: معلوم ہوا کہ میت کو قبر میں اتارنا ان لوگوں کو سنت ہے جو ان کے بھائی چچا رشتہ دار لوگ ہوں۔

اسی طرح عورتوں کو بھی قبر میں وہی لوگ اتاریں جو ان کے محرم اور رشتہ دار ہوں، اجنبی اور غیر لوگ نہ اتاریں کہ عورتوں کے حق میں یہ منع ہے، اور قبر میں اتارنے والے طاق غیر طاق دونوں ہو سکتے ہیں۔

ابن نجیم لکھتے ہیں قریبی رشتہ دار کا اتارنا بہتر ہے اجنبی کے اتارنے سے، اسی طرح عورتوں کو بھی اس کے محرم کا اتارنا افضل ہے مثلاً بھائی باپ وغیرہ، اگر قریبی رشتہ دار نہ ہوں تو اجنبی غیر رشتہ دار اتاریں۔

(بحر الرائق صفحہ ۲۰۸)

اپنے متعلقین واحباب کو قبر میں ڈالنے کے لئے اترنا سنت ہے

حضرت جابر رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ فرماتے ہیں کہ قبرستان میں روشنی دیکھی تو میں وہاں گیا، تو میں نے حضور پاک صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ کو قبر میں دیکھا اور آپ کہہ رہے ہیں لاؤ اپنے اصحاب کو۔ (ابوداؤد صفحہ ۴۵۱، حاکم جلد ۱ صفحہ ۳۶۸)

عبداللہ بن ابی اوفی رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے ایک روایت میں مروی ہے کہ آپ نے (ایک صحابی کو) اپنے ہاتھ سے غسل دیا، کفنایا، نماز پڑھی اور قبر میں داخل کیا۔ (سبل الہدی جلد ۸ صفحہ ۳۵۹، مطالت عالیہ جلد ۴ صفحہ ۴۰۱)

فَائِدَہ: اس سے معلوم ہوا احباب واعزہ کو اتارنے میں سبقت کرے۔

عورتوں کو قبر میں داخل کرتے وقت کپڑے کا پردہ کیا جائے گا

حضرت علی کرم اللہ وجہہ ایک جنازہ میں تشریف لائے لوگ میت دفن کر رہے تھے، اور اس کی قبر پر کپڑا تانے ہوئے تھے، (پردہ کے لئے) تو حضرت علی نے کپڑا کھینچ لیا، اور فرمایا عورتوں کی قبر میں (دفن کے وقت ایسا) کیا جاتا ہے۔ (سنن کبری جلد ۴ صفحہ ۵۴)

فَائِدَہ: میت عورت ہو تو اسے قبر میں ڈالتے وقت ایک کپڑا چادر وغیرہ سے قبر پر سائبان کی طرح کر دیا جائے گا، خنثیٰ مشکل کے قبر میں ڈالتے وقت بھی پردہ کیا جائے گا۔

(نفع المفتی والسائل صفحہ ۱۴۲، شامی صفحہ ۲۳۶، بحر الرائق جلد ۲ صفحہ ۲۰۹، کبیری صفحہ ۵۹۷)

اور شامی میں ہے کہ مستحب یہ ہے کہ عورتوں اور خنثیٰ مشکل کو قبر میں ڈالنے پر کسی کپڑے سے پردہ کیا جائے گا۔ اگر کفن کے کچھ کھل جانے کا بدن کے نظر آجانے کا احتمال ہو تو پھر پردہ کرنا واجب ہے۔ (ردمحتار صفحہ ۲۳۶)

مرد کے لئے یہ طریقہ مکروہ ہے۔

میت کو قبلہ کی جانب سے اتارنا سنت ہے

حضرت بریدہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے بغلی قبر بنائی گئی اس میں کچی اینٹیں اٹھا دی گئیں، اور قبلہ کی جانب سے لیا گیا (قبر میں ڈالنے کے لئے)۔ (مجمع الزوائد صفحہ ۴۵، تلخیص صفحہ ۱۳۷)

حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو قبلہ کی جانب سے لیا گیا تھا، (یعنی قبر میں اتارتے وقت آپ کو قبلہ کی طرف سے لے کر داخل کیا گیا تھا۔

(ابن ماجہ صفحہ ۱۱۱، تلخیص الحبیر جلد ۲ صفحہ ۱۳۷، فتح صفحہ ۱۳۸)

حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے مروی ہے کہ نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرت ابوبکر و حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما میت کو قبلہ کی طرف سے داخل کرتے تھے۔ (مجمع جلد ۳ صفحہ ۴۶)

ابراہیم نخعی فرماتے ہیں کہ نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کو قبلہ کی جانب سے داخل کیا گیا تھا لسبان کی جانب سے نہیں۔ (مصنف ابن عبدالرزاق صفحہ ۴۹۹، فتح القدیر صفحہ ۱۳۸)

حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے مروی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو رات میں دفن کیا گیا تھا روشنی جلائی گئی تھی۔ (صفحہ ۱۳۸)

اور قبلہ کی جانب سے لیا گیا تھا۔ (کبیری صفحہ ۵۹۶)

حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما کو محمد بن حنفیہ نے جب قبر میں ڈالا تو قبلہ کی جانب سے ڈالا۔

(ابن عبدالرزاق صفحہ ۵۹۶)

فَائِدَہ: میت کو قبلہ کی طرف سے قبر میں اتارنا مسنون ہے، علامہ ابن نجیم نے بیان کیا کہ جنازہ (یا اس کی چارپائی) کو قبر سے پچھّم رخ کرے، اور میت کو (قبر میں اتر کر) اسے پچھّم جانب سے لیا جائے۔

اور جو لوگ قبر میں اسے اتاریں گے ان کا رخ بھی پچھّم جانب قبلہ رہے، اور قبر میں اتارنے والے خواہ ۳؍ رہیں یا ۴؍ رہیں ہر طرح اجازت ہے۔ اور قریبی رشتہ دار اتاریں تو بہتر ہے۔ ورنہ پھر اجنبی غیر رشتہ دار۔ اور اتارنے میں **بسم اللّٰہ وعلی ملّة رسول اللّٰہ** پڑھیں گے۔

(بحر الرائق صفحہ ۲۰۸، الشامی صفحہ ۲۳۵، طحطاوی علی المراقی صفحہ ۳۳۴، فتح القدیر صفحہ ۱۳۷)

شرح منیہ میں ہے کہ ارباب حدیث کا اتفاق ہے کہ میت کو قبلہ کی جانب سے لیا جائے گا۔ اور جہت قبلہ کو

شرف حاصل ہے اسی لئے یہی افضل ہے۔ (صفحہ ۵۹۷)

میت کو قبر میں اتارنے والے کیا دعا پڑھیں

حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے مروی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم میت کو قبر میں رکھتے تو فرماتے "بسم اللّٰہ وعلی ملۃ رسول اللّٰہ." (تخلیص صفحہ ۱۲۷)

بیاضی نے بیان کیا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جب میت کو قبر میں رکھا جائے تو جو اسے قبر میں اتارے تو اتارتے وقت یہ پڑھے۔ "بسم اللّٰہ وباللّٰہ وعلی ملّۃ رسول اللّٰہ." (حاکم جلد ا صفحہ ۳۶۶)

قبر میں میت کو ڈھیلا یا پتھر لگا کر قبلہ رخ کر دینا سنت ہے

حضرت واثلہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم (کی عادت طیبہ تھی کہ) میت کو جب قبر میں رکھتے تو "بسم اللّٰہ وعلی سنۃ رسول اللّٰہ" پڑھتے اور اس کی پیٹھ کے پیچھے ایک مٹی کا بڑا ڈھیلا رکھ دیتے اسی طرح دونوں مونڈھوں کے درمیان۔ دونوں گھٹنوں کے درمیان اور پشت کی جانب مٹی کا ڈھیلا رکھ دیتے (تا کہ میت کا رخ قبلہ کی طرف مکمل طور پر ہو جائے)۔ (مجمع الزوائد جلد ۳ صفحہ ۴۷)

حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی روایت میں ہے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو قبلہ کی جانب سے (قبر میں) لیا گیا تھا اور ٹیک لگا کر قبلہ کے رخ کر دیا تھا یعنی ڈھیلے کے سہارے کر دیا گیا ہوگا۔ (تلخیص الحبیر صفحہ ۱۲۷)

عبید بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی روایت میں ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے حجۃ الوداع کے موقعہ پر فرمایا خانہ کعبہ تمہارے زندوں کا بھی اور مردوں کا بھی قبلہ ہے۔ (سنن کبریٰ جلد ۳ صفحہ ۴۰۹)

حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ قبیلہ بنی مطلب کا ایک آدمی انتقال کر گیا۔ تو آپ نے دفن کے وقت فرمایا اے علی اسے قبلہ رخ کر دو۔ (عنایہ علی الفتح جلد ۲ صفحہ ۱۳۹)

تمام ائمہ محدثین اور اصحاب فقہ و فتاویٰ نے بیان کیا ہے کہ میت کو قبر میں رکھنے کے بعد اسے قبلہ رخ کر دیا جائے۔ (فتح القدیر صفحہ ۱۳۹، بحر الرائق صفحہ ۲۰۸)

شرح مسند احمد بلوغ الامانی میں ہے کہ میت کو قبر میں دائیں کروٹ قبلہ رخ لازمی طور پر کر دے اسی طرح آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو کیا گیا۔ اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے کیا۔ مستحب طریقہ یہ ہے کہ کسی اینٹ جو کچی ہو یا پتھر سے پیچھے کی جانب ٹیک لگا دے (تا کہ چست نہ رہے قبلہ رخ کروٹ سے ہو جائے)۔ (بلوغ الامانی جلد ۸ صفحہ ۶۵)

ان عبارتوں سے معلوم ہوا کہ دائیں کروٹ قبلہ رخ کرنا مسنون ہے۔ چہرہ کا رخ صرف کر دینا کافی نہیں۔

صرف منہ قبلہ رخ کر دینا کافی نہیں دائیں کروٹ قبلہ رخ کرنا مسنون ہے

حدیث پاک میں اور فقہاء کرام کی عبارت میں پورے جسم کا قبلہ رخ کرنا مذکور ہے۔ صرف سر کا یا منہ کا بجانب پچھم کر دینا نہیں ہے۔

عموماً اس دور میں یہ رائج ہے کہ دفن کے بعد صرف میت کا سر قبلہ کی جانب کر دیتے ہیں۔ اور پورا جسم چت رہتا ہے۔ یعنی سینہ پیٹ اور پورے جسم کا رخ بجانب آسمان ہوتا ہے۔ جیسا کہ پیٹھ کے بل سونے میں۔ یہ غلط اور خلاف سنت طریقہ رائج ہو گیا ہے۔

استقبال قبلہ سے مراد جسم کا پورا رخ سینہ، پیٹ وغیرہ سب قبلہ رخ کر دینا مراد ہے۔ کیا نہیں دیکھتے نماز میں قبلہ رخ ہونے کا کیا مطلب ہے۔ صرف سر یا منہ، ہرگز نہیں بلکہ پورا بدن سر سینہ وغیرہ حتیٰ کہ اگر صرف چہرہ کا رخ قبلہ کیا اور سینہ اور بدن کا رخ نہ کیا تو اسے استقبال قبلہ نہ کہا جائے گا۔ اور نماز نہ ہوگی۔ اسی طرح یہاں بھی استقبال اور قبلہ رخ کہا گیا ہے۔ مراد اس سے پورے جسم کا قبلہ رخ ہونا ہے۔ اس کا دوسرا مطلب و مفہوم دائیں کروٹ دینا ہے۔ اس سے پورے جسم کا رخ قبلہ کی طرف ہو جائے گا۔ چنانچہ بحر الرائق میں ہے:

"ویکون علی شقه الایمن." (صفحہ ۲۰۸)

علامہ طحطاوی شرح مراقی میں لکھتے ہیں:

"ویوجه الی القبلة علی جنبه الایمن ... وجوبا کما فی الدرر ...... بذلك امر النبی صلی اللہ علیه وسلم." (صفحہ ۳۳۴)

خیال رہے کہ فقہاء کرام کی ایک جماعت نے دائیں کروٹ کو واجب قرار دیا ہے۔ وجوبا کما فی الدرر کی عبارت سے جیسا کہ معلوم ہوتا ہے۔ اسی وجہ سے ابن امیر حاج نے امام احمد صاحب کا یہ قول نقل کیا ہے کہ اگر قبلہ رخ نہیں رکھا یا بائیں کروٹ کر دیا۔ پھر یاد آ گیا کہ ایسا کیا تو اگر مٹی ابھی ڈالنی شروع نہیں کی صرف لحد کے اندر کچی اینٹ لگائی ہے تو اینٹ ہٹا کر اس میت کو قبلہ رخ دائیں کروٹ کیا جائے گا۔

درمختار میں بھی قبلہ رخ کرنے کو واجب کہا گیا ہے۔

"ویوجهه الیها وجوبا وینبغی کونه علی شقه الایمن." (الشامی جلد ۲ صفحہ ۲۳۶)

پس معلوم ہوا کہ میت کو قبر میں لٹانے اور رکھنے کا مسنون اور سنت طریقہ یہ ہے کہ پورے جسم کو دائیں کروٹ دے پیچھے کی جانب سرہانے بیچ اور پیر کی جانب کسی بڑے ڈھیلے یا کچی اینٹ کے سہارے کر دے اگر پیچھے سے پتھر یا ڈھیلا نہ لگایا جائے گا تو میت چت ہو جائے گی اور قبلہ رخ نہ ہو سکے گی اس لئے اس کا خیال رکھا جائے گا کہ عام طور پر یہ طریقہ چھوٹ گیا ہے۔

قبر میں کفن کی گرہوں کو کھول دیا جائے گا

حضرت سمرہ کے بیٹے کی جب وفات ہوئی (اور ان کی لاش کو قبر میں بندھی رکھی گئی تو) تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اس کے سر اور پیروں کے بندھن کو کھول دو۔ (مراقی الفلاح صفحہ ۳۳۴)

حضرت ابراہیم نخعی فرماتے ہیں کہ جب میت کو قبر میں داخل کیا جائے گا تو کفن کے بندھن اور گرہوں کو کھول دیا جائے۔

حسن اور ابن سیرین نے کہا قبر میں میت کے گرہوں کو کھول دیا جائے گا۔

ضحاک نے وصیت کی تھی کہ گرہوں کو کھول دیا جائے اور کفن سے چہرہ کھول دیا جائے۔ (ابن ابی شیبہ صفحہ ۳۲۷)

منقول ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے جب نعیم بن مسعود کو قبر میں رکھا تو گرہوں کو کھول دیا۔ (کبیری صفحہ ۵۹۷)

فَائِدَہ: قبر میں جب میت کو رکھا جائے گا تو کفن کے تمام گرہوں کو جیسے باندھا گیا تھا کھول دیا جائے گا۔

(فتح القدیر صفحہ ۱۳۹، شامی جلد ۲ صفحہ ۲۳۶، طحطاوی علی المراقی صفحہ ۳۳۴، بنایہ علی الہدایہ جلد ۳ صفحہ ۲۹۷)

طحطاوی میں ہے کہ گرہوں اور بندھن کو کھولنے والا یہ کہے گا:

"اللهم لا تحرمنا اجره ولا تفتنا بعده." (طحطاوی صفحہ ۳۳۴)

اے اللہ اس کے ثواب سے ہمیں محروم نہ فرما اور اس کے بعد ہمیں آزمائش میں نہ ڈال۔

جب مٹی ڈالنے اور کچی اینٹ لگانے لگے تو کیا پڑھے

ابن میسب کہتے ہیں کہ حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما کے ساتھ ایک جنازہ میں شریک ہوا جب جنازہ قبر میں رکھا تو انہوں نے پڑھا:

"بسم الله وفى سبيل الله وعلى ملة رسول الله صلى الله عليه وسلم."

اور جب قبر میں کچی اینٹیں دے کر قبر کو بند کرنے لگے تو یہ پڑھا۔

"اللهم احرها من الشيطان ومن عذاب القبر اللهم جاف الارض عن جنبيها وصعد روحها ولقها منك رضوانا."

تَرْجَمَہ: "اے اللہ اسے شیطان سے پناہ دیجئے اور عذاب قبر سے بچایئے۔ اور زمین کو اس کے پہلو کے لئے کشادہ فرما دیجئے اس کی روح کو عالم بالا میں پہنچا دیجئے۔ اسے اپنی رضا مندی سے نوازیئے۔"

میں نے حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے پوچھا، آپ نے جو یہ پڑھا حضور پاک صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا یا اپنی

طرف سے پڑھا انہوں نے کہا میں نے آپ ﷺ سے سنا ہے۔ (جمع الفوائد صفحہ ۳۸۷)

فائدہ: جب بغلی قبر کو کچی اینٹوں وغیرہ سے بند کرنے لگے یا سیدھی قبر میں بانس تختہ وغیرہ ڈال کر مٹی ڈالنے لگے تب یہ دعا پڑھے۔

بغلی قبر میں بانس کے ٹکڑے یا کچی اینٹیں مسنون ہیں

امام شعبی نے بیان کیا کہ نبی پاک ﷺ کی بغلی قبر میں بانس کے ٹکڑے رکھوائے گئے، حضرت علی بن حسین سے منقول ہے کہ نبی پاک ﷺ کی قبر مبارک میں کچی اینٹیں لگائی گئی تھیں، حضرت ابوجعفر، سالم اور قاسم رضی اللہ تعالیٰ عنہم نے ذکر کیا کہ نبی پاک ﷺ اور حضرت ابوبکر اور حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما کی قبروں میں قبلہ رخ (جیسا کہ بغلی قبر میں ضرورت پڑتی ہے) کچی اینٹیں لگائی گئی تھیں۔ (ابن ابی شیبہ جلد ۳ صفحہ ۳۲۳)

فائدہ: قبر میں کچی اینٹوں یا کچے ڈھیلوں کا استعمال کرنا اور لگانا درست ہے، پکی ہوئی اینٹوں کا استعمال مکروہ تحریمی ہے۔ (فتح القدیر صفحہ ۱۳۹، مراقی الفلاح صفحہ ۲۳۵)

قبر میں میت کو کسی کپڑے پر لٹانا یا کوئی کپڑا وغیرہ رکھ دینا ممنوع ہے

حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے مروی ہے کہ انہوں نے منع فرمایا ہے کہ میت کے نیچے قبر میں کوئی چیز رکھی جائے۔ (ترمذی صفحہ ۲۰۳)

فائدہ: قبر میں کسی کپڑے یا چادر کا رکھ کر پھر میت کو قبر میں ڈالنا یہ ممنوع ہے، علماء کرام اور فقہاء نے اس سے منع کیا ہے کبیری میں ہے کہ، قبر میں کسی کپڑے پر مردہ کو رکھنا مکروہ ہے، سنت یہ ہے کہ قبر کی زمین پر میت کو رکھے۔

اگر قبر میں نمی ہو تو سوکھی مٹی ڈال دے۔ (کبیری صفحہ ۵۹۷)

اور وہ جو حضرت جعفر اور حضرت ابن عباس کی روایت میں ہے کہ آپ ﷺ کے خادم شقران نے آپ کی قبر میں چادر رکھ دی تھی۔ (ترمذی صفحہ ۲۰۳)

سو اس کا ایک جواب تو یہ ہے کہ مٹی ڈالنے سے پہلے یہ چادر نکال لی گئی تھی۔

(مرعاۃ المفاتیح صفحہ ۴۴۷، مرقات جلد ۴ صفحہ ۶۷)

دوسرا جواب یہ ہے کہ شقران نے اس وجہ سے ڈال دی تھی تاکہ آپ کے بعد اسے کوئی استعمال نہ کرے۔

(شرح منیۃ المصلی صفحہ ۵۹۸)

پس یہ آپ کے ساتھ خاص ہوا، امت کے حق میں ایسا نہیں، حضرت ابو موسیٰ نے فرما دیا تھا کہ میرے اور

زمین کے درمیان کچھ مت ڈالنا۔ (کبیری صفحہ ۵۹۸)

شرح مشکوٰۃ میں ہے "ذهب الجمهور الى كراهة" علامہ نووی نے کہا شقران نے اپنی رائے سے ڈالی تھی، حضرات صحابہ کو اس کا علم نہیں ہوا، ابن عبدالبر نے کہا مٹی ڈالنے سے پہلے صحابہ نے نکال لی تھی۔

(مرقاۃ جلد ۵ صفحہ ۴۲۷)

قبر میں کوئی خلا نہ رکھے، مکمل طور پر بھرنا سنت ہے

حضرت ابوامامہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی روایت میں ہے کہ (ام کلثوم صاحبزادی مبارکہ کی) قبر پر جب بغلی قبر کو مٹی وغیرہ سے بھرا جانے لگا تو آپ ﷺ نے فرمایا، کچی اینٹوں کے درمیان خلا کو بند کر دو۔

(مسند احمد مرتب صفحہ ۵۷)

مطلب یہ ہے کہ جس چیز سے قبر کو پاٹا جا رہا ہو خواہ کچی اینٹ سے یا لکڑی کے تختوں سے تو اس میں خلا، اور پھوڑ نہ رہنا چاہئے بلکہ ایک دوسرے سے بالکل ملا ہوا پیوست رہنا چاہئے، اور نہ کسی قسم کا سوراخ رہنا چاہئے، تاکہ فوری طور پر کوئی جانور وغیرہ اذیت کا باعث نہ بنے اور اسے کھائے نہیں کہ جسم انسانی کے احترام کے خلاف ہے ہاں خود سے سڑ گل کر مٹی ہو جانا دوسری بات ہے۔

طحطاوی میں ہے، کہ قبر کے تمام سوراخوں اور پھوڑ وغیرہ کو اس وقت بند کر دے، ایسے طور پر کہ مٹی میت پر نہ جا گرے۔

"يسدد شقوقه لئلا ينزل النراب منها على الميت." (صفحہ ۳۳۴)

شامی میں ہے بھرنے کے وقت کچی اینٹوں (بانس یا لکڑی وغیرہ) کے درمیان خلا اور پھوڑ رہے تو اسے بھر دے تاکہ مٹی میت پر نہ گرے۔ (ردمحتار صفحہ ۲۳۶)

عموماً لوگ جلدی میں اس کا خیال نہیں کرتے پھوڑ اور خلا کی وجہ سے میت پر مٹی ڈالنے کے وقت مٹی گرنے لگتی ہے جو اکرام اور احترام کے خلاف ہے۔

قبر پر کھودی ہوئی مٹی کے علاوہ مٹی ڈالنی ممنوع ہے

حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ آپ ﷺ نے منع فرمایا کہ قبر پر کھودی ہوئی مٹی کے علاوہ زیادہ کی جائے۔ (سنن کبریٰ صفحہ ۴۱۰)

آپ ﷺ اس سے منع فرمایا کرتے تھے کہ قبر پر اس کی (کھودی ہوئی) مٹی سے زائد ڈالی جائے۔

عقبہ بن عامر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی روایت میں ہے کہ جو مٹی قبر سے نکلی ہے، اس کے علاوہ اور مٹی نہ ڈالی

جائے۔ (کشف صفحہ ۱۷۳)

ایک صحابی نے کہا کہ ایک میت کی تدفین میں آپ ﷺ حاضر ہوئے، تو آپ نے فرمایا اپنے صاحب پر بوجھ مت ڈالو۔ (اعلاء السنن جلد ۸ صفحہ ۲۶۵)

سفیان نے کہا کہ یعنی اس پر کھودی ہوئی مٹی سے زائد مت ڈالو۔ (مطالب عالیہ جلد ۱ صفحہ ۲۱۷)

فائدہ: اعلاء السنن میں ابن قدامہ کے حوالہ سے ہے کہ قبر پر کھودی ہوئی مٹی سے زائد الگ سے ڈالنی منع ہے۔

خیال رہے کہ قبر کی ساری مٹی کا قبر پر اس طرح ڈالنا کہ قبر ایک بالشت سے زیادہ اٹھ جائے خلاف سنت ہے، تمام مٹیوں کو اس قبر کے اوپر چاروں طرف پھیلا دے اور پھر قبر پر ایک بالشت اونچی مٹی پھیلا دے، یہی سنت ہے، آج کل جو قبر پر مٹی انڈیل کر ہاتھ ڈیڑھ ہاتھ اونچی کر دی جاتی ہے۔ یہ ممنوع ہے ابن نجیم لکھتے ہیں قبر کی مٹی کے علاوہ دوسری مٹی ڈالنی مکروہ ہے۔ (بحر الرائق صفحہ ۲۰۹، الشامی صفحہ ۲۳۶)

قبر میں کوئی سوراخ وغیرہ ہو تو اسے بند کرا دیتے

حضرت مکحول بیان کرتے ہیں کہ آپ ﷺ (صاحبزادہ کے دفن کے موقع پر قبر کی کھدائی کے وقت) بیٹے کی قبر کے پاس بیٹھے تھے، کہ آپ نے سوراخ دیکھا، تو قبر کھودنے والے سے کہا، ایک مٹی کا ڈھیلا لاؤ میں اس سوراخ کو بند کر دوں۔ بہر حال اس سے کوئی نقصان بھی نہیں اور نہ کوئی (خاص) فائدہ مگر زندوں کی نگاہ میں یہ اچھی بات ہے۔ (ابن عبد الرزاق جلد ۳ صفحہ ۵۰۸)

فائدہ: حتی الامکان قبر بالکل ایک محفوظ بکس صندوق کی طرح ہو، اس میں کوئی سوراخ اندر نہ ہو، اگر ہو تو اسے بند کر دے۔

آپ ﷺ نے جو یہ فرمایا کہ اس میں کوئی نقصان وغیرہ نہیں الخ، اس کا بظاہر مطلب یہ ہے کہ لاش ہمیشہ رہے گی نہیں مٹی ہو جائے گی، بظاہر یہ صرف ظاہری تسلی کے لئے ہے۔ اصل تو روح جو علیین میں چلی گئی۔

اسی طرح شرح منیہ میں ہے کہ قبر میں کوئی شگاف وغیرہ رہ جائے جس سے مٹی گرنے کا اندیشہ ہو تو اسے بند کر دے۔ (صفحہ ۵۹۸)

مٹی ڈالنے کا ثواب

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا جس نے کسی مسلمان کو ثواب کی نیت سے مٹی ڈالی اس کے لئے ہر مٹھی کے بدلہ نیکی لکھی جائے گی۔

(تلخیص صفحہ ۱۳۸، بلوغ الامانی جلد ۸ صفحہ ۶۲، نیل جلد ۳ صفحہ ۸۱)

حضرت ابوامامہ کی روایت میں ہے کہ ایک شخص کا انتقال ہوا اس کے پاس کوئی نیکی نہیں تھی سوائے اس کے کہ اس نے ۳؍مٹھی مٹی کسی کی قبر پر ڈالی تھی سو اس کے گناہ معاف کر دیئے گئے۔

(تلخیص صفحہ ۱۳۹، بیہقی صفحہ، بلوغ الامانی صفحہ ۶۲، نیل الاوطار صفحہ ۸۱، کنز العمال جلد ۱۵ صفحہ ۶۰۷)

فائدہ: میت پر تدفین کے بعد مٹی کا ڈالنا سنت اور باعث فضیلت ہے، آپ کی عادت طیبہ تھی کہ آپ جنازہ میں شریک ہوتے تو مٹی ڈالنے تک شریک رہتے، اور اپنے دست مبارک سے ۳؍مرتبہ مٹی ڈالتے۔

قبر پر اپنے ہاتھ سے ۳؍مرتبہ مٹی ڈالنا سنت ہے

عامر بن ربیعہ کی روایت میں ہے کہ حضرت عثمان بن مظعون کے دفن کے موقعہ پر آپ ﷺ کو دیکھا کہ ان پر جنازہ پڑھی، ۴؍تکبیریں ادا کیں اور اپنے دونوں ہاتھوں سے قبر پر کھڑے ہو کر ۳؍مرتبہ مٹی ڈالی۔

(سنن کبریٰ صفحہ ۴۱۰، تلخیص صفحہ ۱۳۸)

ابوالمنذر نے ذکر کیا کہ آپ ﷺ نے قبر پر ۳؍مٹھی مٹی ڈالی۔ (تلخیص الحبیر صفحہ ۱۳۸، سنن کبریٰ صفحہ)

عمیر بن سعید کہتے ہیں کہ میں نے حضرت علی کرم اللہ وجہہ کو دیکھا کہ ابن مکفف کی قبر پر دو مٹھی یا ۳؍مٹھی مٹی ڈالی۔

علی بن زید رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ جب زید بن ثابت کی وفات ہوئی تو انہوں نے مٹھی سے مٹی ڈالی۔ (سنن کبریٰ صفحہ ۴۱۰)

حضرت زید کہتے ہیں کہ آپ ﷺ قبر پر مٹی ہاتھ سے ڈالتے۔

وکیع کی روایت میں ہے حضرت زید بن ارقم نے ایک قبر پر ۳؍مرتبہ مٹھی سے مٹی ڈالی۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہتے ہیں کہ آپ ﷺ ایک جنازہ میں تھے میت کی قبر پر تشریف لائے، سرہانے کی جانب سے ۳؍مرتبہ ہاتھ سے مٹی ڈالی۔ (ابن ماجہ، تلخیص صفحہ ۱۳۹)

حضرت جعفر بن محمد کی مرسل روایت ہے کہ آپ ﷺ میت پر ۳؍مرتبہ دونوں ہاتھوں سے مٹی ڈالتے۔

(مشکوٰۃ صفحہ ۱۴۸)

فائدہ: مطلب یہ ہے کہ مٹی ڈالنے کا لوگوں کے لئے مسنون طریقہ یہ ہے کہ اپنے دونوں ہاتھوں سے مٹی اٹھائے اور ۳؍مرتبہ ڈالے۔ ہاتھ میں مٹی لگنے سے بچنے کے لئے کسی برتن یا آلہ وغیرہ کا استعمال خلاف سنت ہے۔ ہاں لوگ جب فارغ ہو جائیں تب مکمل کرنے کے لئے کدال اور پھاوڑے سے برابر کیا جا سکتا ہے۔

ان روایتوں سے معلوم ہوا کہ اپنے دونوں ہاتھوں سے مٹی ڈالنی سنت ہے۔ ایک ہاتھ سے پھینکنا خلاف سنت ہے۔ جیسا کہ بعض لوگ کرتے ہیں۔ اور آپ سرہانے کی جانب سے ڈالتے۔ پھر سرہانے کی جانب سے

دینا افضل ہے۔ آپ کھڑے ہوکر دیتے پس کھڑے ہوکر دینا سنت ہے، بیٹھ کر مٹی ڈالنی خلاف سنت ہے گو جائز ہے۔

مستحب یہ ہے کہ ۳ مرتبہ اپنے ہاتھ سے مٹی ڈالے۔ اور مٹی دونوں ہاتھ سے ڈالنی سنت ہے۔

پہلی مرتبہ مٹی ڈالنے میں یہ دعا پڑھے: "**منها خلقنا کم**"

دوسری مرتبہ: "**وفیها نعید کم**"

تیسری مرتبہ: "**ومنها نخرجکم تارة اخریٰ**" (طحاوی صفحہ ۲۲۵، شرح بلوغ الامانی جلد ۸ صفحہ ۶۴)

اور یہ بھی آیا ہے کہ پہلی مرتبہ: "**اللهم جاف الارض عنه جنبیه.**"

دوسری مرتبہ میں: "**اللهم افتح ابواب السماء لروحه.**"

اور تیسری مرتبہ میں: "**اللهم زوجه من الحور العین.**"

اور عورت ہو تو "**اللهم ادخلها الجنة برحمتك**" پڑھے۔ (الشامی صفحہ ۲۳۷)

قبر میں مٹی ڈالتے وقت کیا پڑھے

آپ ﷺ پہلی مرتبہ "**منها خلقنا کم**" دوسری مرتبہ "**وفیها نعید کم**" تیسری مرتبہ "**ومنها نخرجم تارة اخری**" پڑھتے۔ (مسند احمد، مرعاۃ المفاتیح صفحہ ۴۴۳، مرقات جلد ۵ صفحہ ۷۷)

حضرت ابوامامہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ جب حضرت ام کلثوم نبی پاک ﷺ کی صاحبزادی قبر میں رکھی گئی تو آپ ﷺ نے فرمایا: "**منها خلقنا کم وفبها نعیدکم ومنها نخرجکم تارة اخری**" (بلوغ الامانی صفحہ ۵۷، تلخیص الحبیر جلد ۲ صفحہ ۱۳۷، نیل الاوطار جلد ۲ صفحہ ۸۱)

فائدہ: حضرت ابوامامہ کی روایت میں ہے کہ ام کلثوم کو قبر میں ڈالنے کے بعد یہ پڑھا۔ حالانکہ دوسری تمام روایت میں "**بسم الله وعلی ملة رسول الله**" کا ذکر ہے۔ ممکن ہے راوی نے اختصار کر دیا ہو۔ اور مراد قبر میں رکھنے کے بعد مٹی ڈالتے وقت "**منها خلقنا کم**" پڑھا ہو۔ جیسا کہ ملا علی قاری کی ذکر کردہ اوپر کی حدیث سے معلوم ہو رہا ہے۔ اگر ملا علی قاری راوی کا نام ذکر کر دیتے تو پتہ چل جاتا کہ ان کی مراد ابوامامہ کی حدیث ہے یا اور کوئی حدیث۔

خیال رہے کہ ابوامامہ کی یہ حدیث جس کی تخریج مسند احمد کے علاوہ حاکم اور بیہقی نے کی ہے جیسا کہ حافظ نے تلخیص میں ذکر کیا ہے اس میں نہ تو مٹی ڈالنے کے وقت یہ آیت پڑھنے کا ذکر ہے نہ ۳ مرتبہ میں یہ تینوں آیت کے پڑھنے کا ذکر ہے۔ تاہم اس ترتیب کو ارباب حدیث وفقہ نے بیان کیا ہے۔ چنانچہ مرعاۃ المفاتیح میں بھی اس ترتیب کو ذکر کیا ہے اور اسی ترتیب کو علامہ شوکانی نے نیل الاوطار میں جلد ۳ صفحہ ۸۲ میں ذکر کیا ہے۔

مستحب ہے کہ مٹی ڈالتے وقت ان آیتوں کو پڑھے اسی طرح محققین فقہاء احناف نے بھی ذکر کیا ہے جس کا ذکر اوپر آیا ہے۔

شرح مسند میں بھی مٹی کے ۳ر مرتبہ ڈالتے ہوئے اسی ترتیب سے پڑھنا ذکر کیا ہے اور استدلال میں اسی دوسری حدیث کو پیش کیا ہے۔ (شرح بلوغ الامانی صفحہ ۶۴)

علامہ عینی شرح ہدایہ میں اسے مستحب قرار دیتے ہوئے لکھتے ہیں کہ مستحب ہے کہ پہلی مرتبہ مٹی ڈالنے میں **منہا خلقنا کم** دوسری مرتبہ میں **وفیہا نعید کم** اور تیسری مرتبہ **ومنہا نخرجکم تارۃ اخریٰ** پڑھے۔

(بنایہ جلد ۳ صفحہ ۳۰۱)

دفن سے فراغت پر قبر پر پانی کا چھڑکنا سنت ہے

حارث سلمی کی روایت میں ہے کہ انہوں نے کہا کہ جب تم میرے دفن سے فارغ ہو جاؤ تو میری قبر پر پانی چھڑکنا اور میری قبر پر رخ قبلہ ہو کر میرے لئے دعا کرنا۔ (تلخیص الحبیر صفحہ ۱۴۳، مجمع الزوائد صفحہ ۴۷)

حضور پاک ﷺ کی قبر پر حضرت بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے پانی چھڑکا۔

حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی روایت ہے کہ آپ ﷺ کی قبر پر پانی کا چھڑکاؤ کیا جس نے پانی چھڑکا وہ حضرت بلال بن رباح تھے۔ سر کی جانب دائیں طرف سے چھڑکنا شروع کیا اور دونوں پیروں پر آکر ختم کیا۔

(تلخیص جلد ۲ صفحہ ۱۴۱)

عامر بن ربیعہ کی روایت میں ہے کہ میں نے آپ ﷺ کو عثمان بن مظعون (کے جنازہ پر) دیکھا کہ آپ نے ان پر جنازہ پڑھی، ۴ر تکبیر ادا فرمائیں۔ اپنے ہاتھ سے ۳ر مٹھی قبر پر مٹی ڈالی۔ اس کے سرہانے کھڑے رہے۔ حکم دیا کہ ان کی قبر پر پانی چھڑک دیا جائے۔ (تلخیص صفحہ ۱۳۸، مجمع جلد ۲ صفحہ ۴۸)

عامر بن ربیعہ کی ایک روایت میں ہے کہ آپ ﷺ حضرت عثمان بن مظعون کی قبر پر کھڑے ہوئے اور حکم دیا کہ اس پر پانی چھڑکو۔ (بزار جلد ۱ صفحہ ۳۹۷)

ایک روایت میں ہے کہ جب حضرت ابراہیم کو دفن کیا گیا تو آپ ﷺ نے فرمایا کوئی ہے جو مشکیزہ میں پانی لا دے۔ ایک انصاری صحابی مشکیزے میں پانی لائے۔ آپ نے فرمایا اسے ابراہیم کی قبر پر چھڑک دو۔

(عمدۃ القاری جلد ۸ صفحہ ۱۰۳)

علامہ شامی نے پانی چھڑکنے کو مستحب قرار دیا ہے۔ (شامی جلد ۲ صفحہ ۲۳۷)

شرح مشکوۃ میں پانی چھڑکنے کی حکمت یہ بیان کی ہے کہ اس سے تفاؤل خیر ہے نزول رحمت اور طہارت سے اور یہ کہ قبر کی مٹی بیٹھ جائے۔ منتشر نہ ہو۔ (مرعاۃ جلد ۴ صفحہ ۵۴۵)

علامت کے لئے قبر پر کسی علامت ونشانی کا مقرر کردینا سنت ہے

مطلب بن عبداللہ بن حطب کی روایت میں ہے کہ آپ ﷺ نے حضرت عثمان بن مظعون کی قبر پر ایک پتھر رکھ دیا اور فرمایا میں اپنے بھائی کی قبر پر علامت رکھ رہا ہوں۔ (تلخیص صفحہ ۱۴۱)

ابوداؤد کی روایت میں ہے کہ تاکہ میں اس کے بغل میں اپنے خاندان والوں کو دفن کروں۔ (ابوداؤد صفحہ ۴۵۷)

مطلب کی ایک روایت میں ہے کہ آپ ﷺ نے جب حضرت عثمان بن مظعون کو بقیع مبارک میں دفن کیا تو ایک آدمی سے فرمایا جاؤ چٹان لے آؤ۔ تاکہ میں اسے قبر پر رکھ دوں تاکہ اس کی پہچان ہوجائے۔

(ابن ابی شیبہ جلد ۳ صفحہ ۳۳۴)

علامہ نووی لکھتے ہیں کہ قبر پر کسی نشانی مثلاً پتھر کا رکھ دینا یا کسی شاخ ولکڑی کا لگا دینا سنت ہے، یہ علامت میت کے سرہانے لگائی جائے گی، جس کا مقصد دوسری قبروں سے ممتاز ہونا ہے۔ (بلوغ الامنی جلد ۸ صفحہ ۷۷)

شرح مشکوۃ میں ہے کہ قبر پر کسی علامت کا لگا دینا پتھر وغیرہ رکھ کر تاکہ معلوم ہوجائے کہ فلاں کی قبر ہے، اور اس کے بغل میں دوسرے رشتہ داروں کو دفنایا جائے سنت ہے۔ (مرعاۃ صفحہ ۴۴۷، مرقاۃ جلد ۵ صفحہ ۳۸)

دفن کے بعد میت کے حق میں کیا دعا کرے

ابن مسیب کہتے ہیں کہ میں حضرت عبداللہ بن عمر کے پاس کسی جنازہ میں حاضر ہوا، چنانچہ جب قبر میں میت کو رکھا گیا تو انہوں نے کہا "بسم اللّٰہ، وفی سبیل اللّٰہ وعلی ملة رسول اللّٰہ" پھر جب قبر پر مٹی ڈال کر برابر کرنے لگے تو کہا۔

"اللھم اجرھا من الشیطان ومن عذاب القبر ومن عذاب لنار."

پھر جب مٹی ڈال کر برابر ہوگئی تو قبر کی ایک جانب کنارے کھڑے ہوکر یہ دعا کی:

"اللھم جاف الارض جنبیھا وصعد بروحھا ولقھا منك رضوانك."

ترجمہ: "اے اللہ کشادہ فرما دیجئے دونوں پہلوؤں کے رخ کو اور ان کی روح کو اوپر چڑھایئے اور اپنی جانب سے رضامندی عطا فرمایئے۔"

تو میں نے ان سے پوچھا یہ آپ نے اپنی طرف سے کہا یا رسول پاک ﷺ سے سنا، تو انہوں نے کہا میں نے رسول پاک ﷺ سے سنا۔

عمر بن سعد نخعی کہتے ہیں کہ میں حضرت علی رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ کے ساتھ تھا ایک میت کو قبر میں داخل کیا گیا تو آپ نے (دفن کے بعد) یہ دعا کی۔

"اللهم عبدك وابن عبداك نزل بك وانت خير منزول به ولا نعلم به الاخيرا وانت اعلم به كان يشهد ان لا اله الا اللّٰه وان محمدا رسول اللّٰه صلى اللّٰه عليه وسلم فاغفر ذنبه ووسع له في مدخله." (سنن کبریٰ جلد ۴ صفحہ ۵۶)

ترجمہ: "اے اللہ تیرا بندہ تیرے بندے کا بندہ ہے آپ کے پاس آیا ہے جن پر قیام کیا جائے ان میں آپ بہتر ہیں ہم اس کے بارے میں خیر ہی جانتے ہیں آپ زیادہ واقف ہیں یہ گواہی دیتا تھا کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں محمد ﷺ اللہ کے رسول ہیں۔ ان کے گناہ کو معاف کیجئے ان کے مکان کو کشادہ فرمایئے۔"

حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ وہ جب قبر کی مٹی برابر ہو جاتی تو کھڑے ہو کر یہ دعا فرماتے:

"اللهم عبدك رد اليك فارأف به وارحمه، اللهم جاف الارض عن جنبيه وافتح ابواب السماء لروحه وتقبله منك بقبول حسن اللهم ان كان محسنا فضعف له في احسانه وان كان مسيئا فجاوز عنه." (مسند بزار، شرح مسند احمد صفحہ ۶۵)

ترجمہ: "اے اللہ آپ کا بندہ ہے آپ کے پاس آیا ہے اس پر شفقت فرما رحم فرما۔ اے اللہ زمین کشادہ فرما اس کے دونوں کروٹوں کی جانب اس کی روح کے لئے آسمان کے دروازے کھول دے۔ اور اسے خوب قبول فرما۔ اے اللہ اگر نیک ہے تو اس کی نیکی میں اضافہ فرما۔ برا ہے تو درگزر فرما۔"

آپ دفن سے فارغ ہوتے تو رک کر میت کے لئے دعا اور استغفار فرماتے اور لوگوں کو حکم دیتے

حضرت عثمان غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ آپ ﷺ جب میت کے دفن سے فارغ ہو جاتے تو ٹھہر جاتے، اور فرماتے اپنے بھائی کے لئے مغفرت کی دعا کرو، اس وقت ان سے (قبر میں) سوال کیا جاتا ہے اس پر ثابت قدمی (منکر نکیر کے سوال کے صحیح جواب دینے) کی دعا کرو۔

(ابوداؤد صفحہ ۴۵۹، حاکم جلد ۱ صفحہ ۳۷۰، سنن کبری جلد ۴ صفحہ ۵۶، الاستذکار جلد ۸ صفحہ ۳۰۵)

حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ ایک انصاری صحابی کے جنازہ میں تشریف لے گئے تو (لوگوں سے دفن کے بعد) فرمایا کہ ان کے لئے مغفرت کی دعا مانگو۔ (سنن کبری صفحہ ۵۶)

حضرت عمرو بن العاص نے اپنے بیٹے سے کہا جب میرا انتقال ہو جائے تو جنازہ کے ساتھ کسی رونے والی کو نہ لے جانا (یہ ایام جاہلیت کا طریقہ تھا) اور جب دفن سے فارغ ہو جاؤ اور میری قبر پر مٹی ڈال چکو تو میری قبر کے

پاس اتنی دیر رکے رہنا جتنی دیر میں اونٹ ذبح کر کے تقسیم کر دیا جاتا ہے (یعنی قریب آدھا گھنٹہ) تاکہ میں تم سے انس حاصل کروں، اور معلوم ہو جائے خدا کے فرشتوں کو صحیح جواب دے رہا ہوں یعنی منکر نکیر کے سوال کے جواب میں ثابت قدمی کی دعا رک کر کرو۔ (سنن کبریٰ جلد۴ صفحہ ۵۶)

آپ ﷺ واپسی میں (دفن کے بعد) کچھ تاخیر و توقف فرماتے، اور میت کی ثابت قدمی و مغفرت کی خود بھی دعا فرماتے اور حاضرین کو بھی اس کا حکم دیتے۔ (فتاویٰ رحیمیہ جلد۵ صفحہ ۱۲۸)

فَائِدَۃ: ان روایتوں سے معلوم ہوا کہ میت کے دفن اور اس پر مٹی ڈالنے سے فارغ ہو جائے تو تمام حضرات یا کم از کم چند حضرات وہاں تھوڑی دیر رک جائیں، ان کے لئے دعا کریں کہ خدائے پاک ان کو منکر نکیر کے سوال کے جواب میں ثابت قدم رکھیں، ان کے خوف دہشت سے جواب میں حیرت زدہ ہو کر لا ادری نہ کہیں، سنجیدگی اور اطمینان سے جواب دیں، ثابت قدمی کی، دعا اجتماعی طور پر کرنا اور رکنا یہ سنت ہے۔

درمختار میں "جلوس ساعة بعد دفنه لدعاء." "مستحب ہے کہ دفن کے بعد تھوڑی دیر دعا اور قرأت وغیرہ کے لئے رکے۔ (شامی جلد۲ صفحہ ۲۳۷)

اسی طرح طحطاوی علی المراقی میں ہے کہ دفن سے فارغ ہونے کے بعد قبر پر تھوڑی دیر رکنا مستحب ہے تاکہ دعا کرے۔ (صفحہ ۳۳۸)

اگر عام لوگ چلے جائیں تو خاص احباب یا بعض قریبی رشتہ دار کو دفن کے بعد رک جانا چاہئے، تاکہ ان کے لئے اثبات قدمی کی دعا کریں۔ اور منکر نکیر کے سوال کی دہشت اور فتنہ قبر سے نجات کی دعا کریں کہ یہ وقت ان کے لئے بڑی سخت آزمائش کا ہے۔

مردوں اور میت کے تمام امور میں سنت کی رعایت کی تاکید

حضرت امام شافعی رَحِمَهُ اللّٰهُ تَعَالیٰ فرماتے ہیں کہ مجھے یہ بات پہنچی ہے کہ لوگوں نے حضرت سعد بن وقاص سے کہا کہ ہم لوگ آپ کے لئے لکڑی کا صندوق نہ بنا دیں (اسی میں رکھ کر آپ دفن کئے جائیں) تو انہوں نے کہا میرے ساتھ اسی طرح کرنا جس طرح آپ ﷺ کے ساتھ کیا گیا تھا، کہ کچی اینٹ لگا کر مٹی ڈال دینا۔ (سنن کبریٰ صفحہ ۲۸۵)

فَائِدَۃ: میت کے ساتھ دفن وغیرہ میں سنت و شریعت کی رعایت کی جائے، رسم اور بدعت سے بچا جائے۔

دفن سے فارغ ہونے کے بعد میت کے سرہانے اور پائینتی کیا پڑھے

حضرت ابن عمر رَضِیَ اللّٰهُ تَعَالیٰ عَنْهُمَا کی روایت میں ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا، جب تم میں سے کسی کا انتقال

ہو جائے تو اسے روکے مت رکھو (دیر مت کرو) جلدی سے اسے قبر میں پہنچاؤ، اور اس کے (دفن کے بعد) سرہانے سورہ بقرہ کی ابتدائی آیتیں اور اس کے پایتانے سورہ بقرہ کی آخری آیتیں پڑھو۔

(مشکوٰۃ صفحہ، مجمع الزواء صفحہ ۴۷، طبرانی کنز العمال جلد ۱۵ صفحہ ۶۰۱، شامی جلد ۲ صفحہ ۲۳۷، اتحاف جلد ۱۰ صفحہ ۳۷۰)

عبدالرحمٰن بن اللجلاج سے مروی ہے کہ انہوں نے اپنے بیٹے سے کہا، اے میرے بیٹے جب میں مرجاؤں تو مجھے بغلی قبر کھود کر دفن کرنا، اور جب قبر میں رکھنا تو "**بسم اللّٰہ وعلی ملۃ رسول اللّٰہ**" پڑھنا۔ پھر آہستہ آہستہ مٹی ڈالنا، پھر (مٹی ڈالنے کے بعد) میرے سرہانے سورہ بقرہ کی ابتدا اور آخری آیتیں پڑھنا میں نے حضرت ابن عمر کو اسے مستحب قرار دیتے ہوئے دیکھا۔ (سنن کبریٰ جلد ۴ صفحہ ۵۶، مجمع جلد ۳ صفحہ ۴۷)

زیلعی میں ہے کہ میں نے رسول پاک ﷺ کو یہ فرماتے ہوئے سنا، گویا ان کی سند میں یہ حدیث مرفوع ہے۔ (مرقاۃ المفاتیح صفحہ ۴۵۳)

پس معلوم ہوا کہ یہ روایت موقوفاً اور مرفوعاً دونوں طرح مذکور ہیں۔

فائدہ: میت کے دفن سے جب فارغ ہو جائے اور مٹی قبر پر ڈال دی جائے تو خواہ سب لوگ یا چند لگ ٹھہر جائیں اور میت کے سرہانے **الم ذلک الکتب** سے **مفلحون** تک اور پیر کی جانب **آمن الرسول** سے آخر سورہ تک پڑھیں اور اس کا ثواب میت کو بخش دیں، اور قبر میں سوال و جواب پر ثابت قدم رہنے کی دعا کریں، فقہاء کرام نے بھی اسے مستحب قرار دیا ہے۔

طحطاوی علی المراقی میں ہے کہ مستحب ہے کہ دفن کرنے کے بعد قبر کے پاس سورہ بقرہ کی ابتدائی اور آخری آیتیں پڑھی جائیں۔ (صفحہ ۲۳۸)

علامہ شامی بھی الردالمحتار میں دفن کے بعد سورہ بقرہ کی شروع اور آخری کی آیتوں کے پڑھنے کو مستحب لکھتے ہیں۔ (جلد ۲ صفحہ ۲۳۷)

دفن کے بعد قبر پر ہری شاخ وٹہنی کا گاڑنا

حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے مروی ہے کہ آپ ﷺ دو قبروں کے پاس سے گزرے تو فرمایا کہ ان دونوں کو عذاب قبر ہو رہا ہے۔ اور کوئی بہت بڑے گناہ سے نہیں ایک تو اس وجہ سے کہ پیشاب سے احتیاط نہیں کرتا تھا اور ایک کو چغل خوری کی وجہ سے۔ چنانچہ آپ نے تر شاخ لی اور اس کے دو ٹکڑے کئے پھر ہر ایک کی قبر پر اسے گاڑ دیا۔ لوگوں نے پوچھا آپ نے ایسا کیوں کیا۔ آپ نے فرمایا جب تک یہ نہ سوکھیں شاید اللہ پاک عذاب میں تخفیف فرمادیں۔ (بخاری صفحہ ۳۵، مسلم صفحہ ۱۸۲)

حضرت بریدہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے وصیت کی تھی کہ ان کی قبر پر دو شاخ گاڑ دی جائیں۔

(مرقات صفحہ۲۵۱، املان السنن صفحہ)

فائدہ: آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے تخفیف عذاب کے لئے تر شاخ کو قبر میں گاڑ دیا۔ ملا علی قاری شرح مشکوٰۃ میں اس کی توجیہ کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ **"لانها بسبحان ما داما رطببن"** جب تک یہ ہری بھری رہیں گی تسبیح کریں گی۔ معلوم ہوا کہ تر و تازہ ہری بھری ٹہنی اور شاخ کے رکھ دینے سے کچھ عذاب قبر میں تخفیف ہو جاتی ہے۔ جب تک یہ ہری بھری رہتی ہیں۔ اس حدیث پاک سے اور حضرت بریدہ کے اثر سے فائدہ اٹھاتے ہوئے ایک جماعت نے دفن کے بعد قبر پر کسی ہری شاخ اور ٹہنی کے رکھ دینے اور گاڑ دینے کی اجازت دی ہے۔ اور اسے محض آپ کی برکت اور خصوصیت قرار نہیں دی ہے۔

چنانچہ ملا علی قاری اس کے جواز اور صحیح ہونے کی تصریح کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

"ومن ثم افتٰى بعض الأئمة مناخرى اصحابنا بان ما اعتبد وضع الريحان والجريد سنة لهذا الحديث."

علامہ نووی نے شرح مسلم میں ذکر کیا ہے چیز میں جب حیات رہتی ہے تو تسبیح کرتی ہے اور ٹہنی کی حیات سوکھنے سے پہلے تک ہے۔ علامہ نووی کی بھی یہی رائے معلوم ہوتی ہے حدیث پاک عموم پر ہے۔ اور بریدہ اسلمی کے اثر سے بھی استدلال کیا ہے۔ پس امام بخاری اور امام مسلم کا رجحان شاخ کے گاڑنے کی اجازت کی جانب ہے۔ اسی وجہ سے انہوں نے بخاری میں باب قائم کیا ہے۔ **الجريد على القبر** صفحہ۱۸۲، اعلاء السنن میں باب قائم کر کے استحباب کو ثابت کیا ہے۔ **اسنحباب الجريدة الرطبة على القبر۔** ہری بھری شاخ اور ٹہنی کا قبر پر گاڑ دینا مستحب ہے۔

"ان المعنى فيه ان يسبح ما دام رطبا فيحصل التخفيف بركة التسبيح وعلى هذا فيطرد فى كل ما فيه رطوبة من الاشجار وغيرها."

انہوں نے بھی اس حکم کو عام تسلیم کرتے ہوئے اسے جائز ہی نہیں مستحب قرار دیا ہے۔ حضرت بریدہ کے واقعہ کو بھی مستدل بنایا ہے اور فقہاء کے قول سے اس کا مندوب ہونا ذکر کیا ہے۔

اس کے خلاف مثلاً امام خطابی اس کا انکار کرتے ہوئے لا اصل لہ کہتے ہیں۔ یعنی تخفیف کا تعلق آپ کے دست مبارک یا دعا کی وجہ سے تھا۔

"وقد اسنكبر الخطابى ومن نبعه وضع الناس الجريدة ونحوه فى القبر. قال الطرطوشى لان ذلك خاص بركة بده وقال القاضى لانه عمل غرز هما على

القبر بامر معیب." (صفحہ ۲۸۹)

درس ترمذی میں اس مسئلہ پر توضیح کرتے ہوئے ہے۔

علماء کی ایک جماعت اس بات کی قائل ہے کہ یہ حضور ﷺ کی خصوصیت تھی اور کسی کے لئے ایسا کرنا درست نہیں۔ علامہ بطال علامہ مازری نے اس کی وجہ یہ بیان فرمائی کہ حضور ﷺ کو بذریعہ وحی یہ علم دیا گیا تھا کہ ان پر عذاب قبر ہو رہا ہے اور اس کے ساتھ یہ علم بھی دیا گیا کہ شاخیں گاڑنے کی وجہ سے ان کے عذاب میں تخفیف بھی ہوسکتی ہے لیکن کسی دوسرے کو نہ صاحب قبر کے معذب ہونے کا علم ہوسکتا ہے اور نہ تخفیف عذاب کا۔ اس لئے دوسروں کا گاڑنا درست نہیں۔ اس قسم کی تصریحات حافظ ابن حجر علامہ عینی امام نووی اور علامہ خطابی سے بھی منقول ہے۔ البتہ حضرت مولانا خلیل احمد سہارنپوری نے بذل المجہود میں ابن بطال اور مازری کے قول پر اعتراض کیا اور فرمایا اگر معذب ہونے کا علم نہ بھی ہو تو اس سے یہ لازم نہیں آتا کہ مردے کے لئے تخفیف عذاب کی کوئی صورت اختیار نہ کی جائے ورنہ پھر مردے کے لئے دعاء مغفرت اور ایصال ثواب بھی درست نہ ہونا چاہئے۔ (درس ترمذی جلد ۱ صفحہ ۲۸۶)

فقہاء کرام کے قول میں شاخ گاڑنے کی اجازت اور مندوبیت

فقہاء اور اصحاب فتویٰ کے قول سے بھی اجازت ہی نہیں مندوبیت اور بہتری کا علم ہوتا ہے۔

طحطاوی علی المراقی میں ہے:

"وفی شرح المشکوٰۃ وقد افتیٰ بعض الائمة من متاخری اصحابنا بان ما اعتید من وضع الریحان والجرید سنة لهذا الحدیث اذا کان یرجیٰ التخفیف عن المیت بتسبیح الجرید فتلاوة القرآن اعظم برکة." (صفحہ ۳۴۳)

اسی علامہ شامی اس کی مندوبیت کو ذکر کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

"ویوخذ من ذلك ومن الحدیث ندب وضع ذلك للاتباع ویقاس علیه مااعتید فی زماننا من وضع الاس ونحوه وصرح بذالك ایضاً جماعة من الشافعیة." (الشامی جلد ۲ صفحہ ۲۴۵)

علامہ شامی کا رجحان بھی جواز ہی نہیں بلکہ اولیٰ اور مندوب ہونے کی طرف ہے۔ بہشتی زیور میں بھی اسے مستحب لکھا ہے۔ قبر پر کوئی شاخ رکھ دینا مستحب ہے۔ (جلد ۱۱ صفحہ ۱۰۲)

موجودہ دور کے اعتبار سے کہ اسے بعض دیار میں لازم اور رسم بنا لیا ہے۔ مفتی شفیع صاحب کی تحقیق اس مسئلہ میں انسب اور قابل عمل ہے کہ حدیث سے ثابت ہونے والی ہر چیز کو اسی حد پر رکھنا چاہئے جس حد تک وہ

ثابت ہے۔ حدیث پاک میں ایک یا دو مرتبہ شاخ گاڑنا تو ثابت ہے اس سے معلوم ہوتا ہے کہ احیاناً ایسا کرنا جائز ہے لیکن یہ کہیں ثابت نہیں ہوتا کہ حدیث باب کے علاوہ حضور کریم ﷺ نے کسی اور شخص کی قبر پر ایسا فرمایا ہو۔ اسی طرح حضرت بریدہ کے علاوہ کسی اور صحابی سے یہ منقول نہیں کہ انہوں نے قبر پر شاخیں گاڑنے کو اپنا معمول بنالیا ہو اس سے یہ بات واضح طور پر ثابت ہو جاتی ہے کہ یہ عمل گرچہ جائز ہے لیکن سنت جاریہ اور عادت مستقلہ بنانے کی چیز نہیں۔ (درس ترمذی جلد ۱ صفحہ ۲۸۶)

پس اس تشریح سے معلوم ہوا کہ جہاں لوگوں نے اس کی عادت بنالی ہے لازم سمجھ لیا ہے ہر مردے کے دفن کے بعد ایسا کرتے ہیں وہاں روکا جائے گا اور منع کیا جائے گا کہ کبھی اور کسی کے حق میں ایسا کیا جا سکتا ہے اور جہاں اس کا رواج نہیں اتفاقاً کبھی کسی قبر پر کرلیا جاتا ہو تو اسے منع نہیں کیا جائے گا۔

دفن سے فراغت کے بعد قبلہ رخ ہاتھ اٹھا کر دعا مانگنا سنت ہے

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہتے ہیں کہ میں نے آپ ﷺ کو دیکھا کہ عبداللہ ذوالبجادین کی قبر کے اندر تھے اور فرما رہے تھے لاؤ اپنے ساتھی کو لاؤ۔ اور آپ نے اپنے دست مبارک سے لحد کو بند کیا۔ پھر جب آپ دفن سے فارغ ہوگئے تو قبلہ رخ ہوئے (یعنی میت کو سامنے کرتے ہوئے) اور یہ فرمایا اے اللہ میں اس سے راضی ہوں آپ بھی اس سے راضی ہو جایئے۔ (مجمع الزوائد جلد ۸ صفحہ ۳۷۲، بزار)

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے آپ ﷺ کو غزوہ تبوک میں حضرت عبداللہ ذوالبجادین کی قبر پر دیکھا حضرت ابوبکر وعمر ان کو قبلہ کی جانب سے (قبر میں) لیا۔ آپ نے ہی اس کو لحد میں لٹایا۔ پھر آپ ﷺ قبر سے باہر تشریف لے آئے اور حضرت ابوبکر وعمر کو کام کرنے کا کہا۔ (یعنی قبر پر مٹی ڈالنے اور برابر کرنے کا) جب وہ دونوں دفن سے فارغ ہوگئے تو آپ قبلہ رخ ہوئے دونوں ہاتھوں کو اٹھاتے ہوئے یہ کہا: اے اللہ ہم اس سے خوش تھے آپ بھی ان سے خوش ہو جایئے۔ حضرت عبداللہ بن مسعود کہہ رہے تھے کاش کہ میں ان کی جگہ ہوتا۔ ایک روایت میں ہے کہ کاش کہ میں ان کے بجائے قبر میں ہوتا (کہ میں آپ کے دست مبارک سے دفن ہوتا اور یہ دعا پاتا)۔ (اسد الغابہ جلد ۳ صفحہ ۱۲۳، مرقات جلد ۴ صفحہ ۷۵، جدید)

فَائِدَة: حکم بن الحارث سلمی جنہوں نے آپ ﷺ کے ساتھ ۳ رغزوہ میں شرکت کی۔ انہوں نے کہا (میری وفات کے بعد) جب تم مجھے دفن کر چکو تو میری قبر پر پانی چھڑکو تو میری قبر پر قبلہ رخ ہو کر کھڑے ہو جاؤ اور میرے لئے دعا کرو۔ (مجمع الزوائد جلد ۳ صفحہ ۴۷)

ان روایتوں سے معلوم ہوا کہ میت کے دفن سے فارغ ہونے کے بعد جب کہ قبر پر مٹی ڈال کر اسے کوہان نما بنا دیا گیا ہو۔ دفن کے امور سے فارغ ہو جائے تو میت کے سینے کے سامنے قبلہ رخ ہو کر ہاتھ اٹھا کر میت کے

حق میں دعا کرنا مسنون ہے۔ بلا ہاتھ اٹھائے بھی کر سکتا ہے۔ ہاتھ اٹھا کر بھی کر سکتا ہے۔ اس وقت ہاتھ اٹھا کر دعا مکروہ اور ممنوع نہیں آپ سے ثابت ہے۔ میت کے لئے مغفرت اور ثابت قدمی کی دعا خاص کر کے کرے کہ اس وقت اسے دعا کی ضرورت ہے۔

فقہاء کرام نے بھی دفن کے بعد ٹھہر کر دعا کرنے کو لکھا ہے۔

طحطاوی علی المراقی میں ہے جب میت کے دفن سے فارغ ہو جانے تو کھڑے ہو کر اپنے بھائی کے استغفار کے لئے دعا کرو۔ (صفحہ ۳۲۸، طحطاوی علی الدر جلد ا صفحہ ۳۸۱)

علامہ شامی نے بھی ابوداؤد کی اس حدیث پاک سے کہ آپ ﷺ جب میت کے دفن سے فارغ ہو جاتے تو قبر پر کھڑے ہو جاتے اور اپنے بھائی کے لئے مغفرت کی دعا کا حکم دیتے۔ دفن کے بعد دعا کو ذکر کیا ہے۔ (الشامیہ جلد ۲ صفحہ ۲۳۷)

علامہ شامی نے لکھا ہے قبر پر کھڑے ہو کر دعا کرے۔

"والدعا عندها فانما." (جلد ۲ صفحہ ۲۴۲، بحر الرائق صفحہ ۲۱۰)

علامہ ابن قیم نے بھی زاد المعاد میں لکھا ہے کہ:

"كان اذا فرغ من دفن الميت قام على قبره هو واصحابه وساله له التثبيت."

(زاد المعاد صفحہ ۳۰۱)

آپ کی عادت طیبہ تھی کہ دفن سے فارغ ہو کر قبر کے پاس کھڑے ہو کر اسی طرح آپ کے اصحاب اثبات قدمی کی دعا فرماتے۔

فَائِدَہ: ذکر کردہ احادیث و آثار سے معلوم ہوا کہ بیشتر روایت میں تو دفن سے فراغت کے بعد متصلاً قبر کے پاس کھڑے ہو کر میت کے حق میں اثبات قدم کی، منکر نکیر کے سوالات کے ٹھیک اور صحیح جواب دینے کی اور فتنہ قبر سے حفاظت کی دعا کرنے کا ذکر ہے۔ اور بعض روایت میں قبلہ رخ کھڑے ہو کر ہاتھ اٹھا کر دعا مانگنے کا بھی ذکر ہے۔ جیسا کہ ذوالبجادین صحابی کی وفات پر دفن کے بعد آپ ﷺ کا رخ قبلہ ہو کر اور ہاتھ اٹھا کر دعا مانگنا منقول ہے۔ اس کے پیش نظر صرف دفن کے بعد کی متصلاً دعا میں تو ہاتھ اٹھا کر دعا میت کے حق میں کرنے کی اجازت ہو گی۔ جیسا کہ بعض دیار میں ایسا کیا جاتا ہے۔

لیکن اگر عوام الناس کو یہ وہم فاسد ہونے لگے یا اس کا احتمال ہو کہ صاحب قبر سے دعا مانگ رہے ہیں۔ اس طرح وہ اصحاب قبور سے ان کی قبروں پر مطلقاً ہاتھ اٹھا کر دعاؤں کو ثابت کرنے لگیں تو ایسی صورت میں بہتر ہی نہیں بلکہ لازم ہے کہ بلا ہاتھ اٹھائے اس میت کے حق میں دعا مانگی جائے چونکہ دعا کے لئے ہاتھ اٹھانا آداب

میں سے ہے۔ لہٰذا غلط عقیدہ سے بچانے کے لئے اس عہد میں ہاتھ اٹھا کر دعا نہ مانگے۔

چنانچہ اس کی تائید امداد الاحکام سے بھی ہوتی ہے۔

بعد دفن میت کے دعا بدون رفع یدین کرنی چاہئے قیاس اس کا مؤید ہے کیوں کہ اس میں ایہام ہے سوال من اہل قبور کا۔ خصوصاً جب کہ عوام اس کو ضروری سمجھنے لگیں۔ تو اس کا (ہاتھ اٹھانا صرف) ترک کر دینا ضروری ہے۔ (جلد۲ صفحہ۴۵۲)

دفن سے فراغت پر میت کے لئے دعا کرتے ہوئے کیا دعا کرے اور کیا پڑھے

ابن مسیّب کی روایت میں ہے کہ حضرت ابن عمر کے ساتھ ایک جنازہ میں حاضر ہوا۔ جب میت کو قبر میں رکھا گیا تو کہا "**بسم الله وفي سبيل الله وعلى ملة رسول الله.**" اور جب قبر کی مٹی برابر ہوگئی تو یہ دعا پڑھی:

❶ **"اللهم اجرها من الشيطان ومن عذاب القبر اللهم جاف الارض عن جنبيها وصعد روحها ولقها منك رضوانا."**

ترجمہ: "اے اللہ! انہیں شیطان سے بچا اور عذاب قبر سے بچا، اے اللہ دونوں پہلوؤں کی طرف سے زمین کشادہ فرما۔ ان کی روح کو اوپر چڑھا۔ اور اپنی رضا مندی عطا فرما۔ تو میں نے ان سے پوچھا آپ نے ایسا ہی حضور پاک سے سنا ہے یا اپنی طرف سے کہا تو انہوں نے کہا بلکہ میں نے آپ ﷺ سے سنا ہے۔" (ابن ماجہ صفحہ۱۱۱، سبل الہدی جلد۸ صفحہ۳۷۹)

❷ حضرت انس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ جب میت کی قبر (مٹی ڈالنے سے) برابر ہو جاتی تو قبر پر کھڑے ہو کر یہ دعا پڑھتے:

"اللهم عبدك رد اليك فارأف به وارحمه اللهم جاف الارض عين جنبيه وافتح ابواب السماء لروحه وتقبله منه بقبول حسن اللهم ان كان حسنا فضاعف له في احسانه او قال فزد في احسانه وان كان مسيئا فتجاوز عنه."

(ابن ابی شیبہ جلد۳ صفحہ۳۳۰)

ترجمہ: "اے اللہ آپ کا بندہ آپ کی طرف لوٹ آیا ہے آپ اس پر کرم فرمایئے اے اللہ اس کے دونوں پہلوؤں کی طرف زمین کشادہ فرما دیجئے۔ اس کی روح کے لئے آسمان کا دروازہ کھول دیجئے۔ اے اللہ اسے خوب اچھی طرح سے قبول فرمایئے۔ اے اللہ اگر نیک ہے تو اس کی نیکی میں اضافہ فرمایئے اگر گنہگار ہے تو اسے معاف فرما دیجئے۔"

③ حضرت قتادہ نے بیان کیا کہ حضرت انس رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ نے اپنے ایک بیٹے کو دفن کیا تو یہ دعا کی:

"اللهم جاف الارض عن جنبيه وافتح ابواب السماء لروحه وابدله دار خيرا من داره." (ابن ابی شیبہ صفحہ ۳۳۰، مجمع الزوائد جلد ۳ صفحہ ۴۷)

ترجمہ: "اے اللہ دونوں پہلوؤں کی جانب زمین کشادہ فرما دیجئے۔ ان کی روح کے لئے آسمان کے دروازے کھول دیجئے۔ اور اس گھر کے بدلہ بہتر گھر سے نوازیئے۔"

④ حضرت علی کرم اللہ وجہہ یزید بن مکفف کی قبر پر (دفن کے بعد) یہ دعا پڑھ رہے تھے۔

"اللهم عبدك وابن عبدك ونزل بك اليوم وانت خير منزول به اللهم وسع له مدخله واغفر له ذنبه." (ابن ابی شیبہ جلد ا صفحہ ۳۳۶، الدعاء المسنون صفحہ ۳۲۸)

ترجمہ: "اے اللہ یہ تیرا بندہ تیرے بیٹے کا بندہ ہے۔ آج تیرے پاس اترا ہے، جن کے پاس آیا جائے ان میں آپ سب سے بہتر ہیں۔ اے اللہ اس کی قبر کو کشادہ فرما۔ اس کے گناہ معاف فرما۔"

⑤ راشد بن سعد بن ضمرہ کہتے ہیں کہ حضرات صحابہ کرام جب قبر پر مٹی ڈال کر فارغ ہو جاتے اور (عام) لوگ چلے جاتے تو وہ مستحب سمجھتے تھے کہ میت کی قبر کے پاس یہ کہیں:

اے فلاں ابن فلاں کہو۔

"لا اله الا اللّٰه اشهد ان لا اله الا اللّٰه" ۳ر مرتبہ، اے فلاں کہو **"ربی اللّٰه ودینی الاسلام ونبی محمد صلی اللّٰه علیه وسلم."** پھر چلا آئے۔ (نیل الاوطار صفحہ ۸۹، تلخیص، مسند سعید)

اس روایت کو علامہ ابن قیم نے بھی زادالمعاد سے نقل کیا اور اسے ۳ر راویوں راشد بن سعد، ضمرہ بن حبیب اور ابوامامہ سے روایت کی۔

دفن کے بعد قبر پر تلقین خلاف سنت ہے

علامہ ابن قیم نے لکھا ہے کہ:

"ولا يلقن الميت كما يفعله الناس اليوم."

آپ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ دفن کے بعد میت کی قبر پر تلقین نہیں فرمایا کرتے سو یہ حدیث مرفوعاً صحیح نہیں ہے۔

(زادالمعاد جلد ا صفحہ ۳۰۲)

حدیث ابوامامہ کی تخریج محدث طبرانی نے الکبیر میں کی ہے۔ ابوبکر ہیثمی نے اسے مجمع الزوائد میں نقل کیا ہے اور اس کے رواۃ کے متعلق بیان کیا ہے۔ **"وفي اسناده جماعة لم اعرفهم"** (جلد ۳ صفحہ ۴۸)

امام احمد بن حنبل اس کے متعلق فرماتے ہیں:

”وما رأیت احدا فعل هذا الا اهل الشام.“

ترجمہ: ”میں نے کسی کو نہیں دیکھا کہ وہ یہ کرتے ہوں سوائے اہل شام کے۔“

(ابن قدمہ جلد۲ صفحہ ۵۰۶)

اس سے معلوم ہوا کہ حرمین شریفین مکہ مکرمہ، مدینہ منورہ میں اسی طرح کوفہ بصرہ بغداد وغیرہ جہاں ہزاروں صحابہ اور تابعین تھے۔ خلفاء راشدین جلیل القدر صحابہ کے فیض یافتہ تابعین تبع تابعین تھے اگر آپ ﷺ کی سنت ہوتی اور حضرات صحابہ کرام کا اس پر عمل ہوتا تو مکہ مدینہ بصرہ کوفہ جہاں صحابہ وتابعین کا ایک جم غفیر تھا تعامل یا عمل ہوتا۔ اور قبر پر تلقین کا عمل تمام امت میں جاری ہوتا مگر ایسا نہیں ہوا۔ پس ثابت ہوا کہ تلقین علی القبر سنت سے ثابت نہ ہونے کی وجہ سے رسم اور قابل ترک ہے۔

موت پر سوگ کتنے دن منانا مسنون ہے

حضرت ام سلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے مروی ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا کسی مسلمان عورت کے لئے جو خدا اور آخرت پر ایمان رکھتی ہو جائز نہیں کہ وہ تین دن سے زائد سوگ منائے ہاں مگر اپنے شوہر پر ۴/ ماہ دس دن۔

(بخاری جلد۲ صفحہ ۸۰۴، مسلم جلد ا صفحہ ۴۸۷)

حضرت ام عطیہ کی روایت میں ہے کہ آپ ﷺ منع فرمایا کرتے تھے کہ ہم لوگ کسی میت پر ۳/ دن سے زائد سوگ منائیں سوائے شوہر کے کہ ۴/ ماہ دس دن ہے۔ نہ سرمہ لگائیں نہ خوشبو استعمال کریں نہ رنگین کپڑے (خوشنما) پہنیں۔ (بخاری صفحہ ۸۰۴، مسلم جلد ا صفحہ ۴۸۸، طحاوی جلد۲ صفحہ ۴۵)

فائدہ: مرنے کے بعد رنج وغم وحسرت کے اظہار اور زیب وزینت اور خوشنمائی کے ترک کرنے کا نام سوگ کرنا ہے۔ اس کی مدت شوہر کی وفات ہو جانے پر ۴/ ماہ دس دن ہے۔ اور شوہر کے علاوہ والد، والدہ، بیٹا بیٹی بھائی بہن پر بہت سے بہت ۳/ دن ہے۔ ۳/ دن سے زائد لباس اور ہیئت اور حالت سے غم کا اظہار جائز نہیں، سخت ممنوع ہے۔ یہ باطل مذہب والوں کا طریق ہے اسلام نے اس کی اجازت نہیں دی ہے۔ اولاً تو موت پر غم رنج ہونا ہی نہیں چاہئے چونکہ وہ اپنے اصلی وطن جنت گیا ہے۔ لیکن ایک مدت سے ساتھ رہنے کے بعد جدائیگی کا اثر انسانی طبیعت ہے اسی لئے شریعت نے انسانی طبیعت کا لحاظ کرتے ہوئے اس کی اجازت دی ہے۔

خیال رہے کہ شوہر کی وفات میں بیوی کو سوگ منانا واجب ہے۔ اور رشتہ دار کی وفات میں سوگ منانا جائز ہے۔ نہ واجب ہے نہ سنت بلکہ گنجائش ہے۔ علامہ شامی لکھتے ہیں ”وهذا الاحداد مباح لها لا واجب.“

(جلد۳ صفحہ ۵۳۳)

لہٰذا اگر سوگ نہ منائے تو کوئی حرج نہیں اور گناہ نہیں۔ حتیٰ کہ اگر شوہر اپنی بیوی کو ۳/ دن کسی رشتہ دار کے

مرنے پر سوگ منانے سے روک دے تو عورت کو سوگ منانا زینت کا ترک کرنا درست نہ ہوگا۔ (شامی صفحہ ۵۲۳)

سوگ منانے میں بالوں کا مونڈنا ناجائز ہے یہ غیر قوم کی نقل ہے، اسی طرح سیاہ کپڑے پہننا یہ بھی منع ہے۔ صرف سادے کپڑے پہن کر زیب و زینت و آرائش کے نہ کرنے کی اجازت ہے۔

شوہر کی وفات پر سوگ کے متعلق چند مسائل

سوگ کی مدت بیوی کے حق میں چار مہینہ دس دن ہے۔

- سوگ کی مدت میں مزین خوشنما کپڑے پہننا، خوشبو لگانا، گہنے زیور پہننا، چوڑیاں پہننا، سرمہ لگانا، پان کھانا، مسی ملنا، خوشبودار تیل ڈالنا، مہندی لگانا، بال سنوارنا، غرض کہ زینت و زیباش و فیشن کے امور اختیار کرنا ناجائز ہے۔
- نہانا، سر دھونا، اور صرف کنگھی کرنا، سادہ تیل لگانا، تاکہ بال پراگندہ اور باعث تکلیف دہ نہ ہوں جائز ہے۔
- آنکھ میں علاج کے طور پر رات میں سوت بقوت سرمہ لگانا درست ہے۔
- آج کل سرمہ کی جگہ ڈراپ کا استعمال رائج ہے وہ بہر صورت استعمال کی جا سکتی ہے۔
- خیال رہے کہ شوہر کی وفات کی خبر سن کر چوڑیاں کو ہاتھ میں توڑنے کا جو طریقہ عورت میں رائج ہے وہ غلط ہے۔ یہ نوحہ کی شکل ہے اور مال کا برباد کرنا ہے۔ جو ناجائز ہے۔ ہاں تنگ ہوں، نہ نکل سکیں، تو پھر توڑی جا سکتی ہیں۔
- خیال رہے کہ سوگ کی عدت ''عدت وفات'' شوہر کے حقیقی انتقال کے بعد سے شروع ہو جاتی ہے خواہ وقت انتقال کا علم بیوی کو ہو یا نہ ہو۔
- شوہر کے علاوہ اور کسی رشتہ دار کی موت پر خواہ بھائی بہن کیوں نہ ہوں، سوگ کا حکم نہیں، البتہ شوہر اجازت دے تو رشتہ داروں کی وفات پر ۳/دن صرف سوگ منا سکتی ہے۔ یعنی زینت اور بناؤ سنگھار چھوڑ سکتی ہے۔ اور ۳/دن سے زائد غم منانا درست نہیں۔

قبر کو ایک بالشت سے زائد اونچا کرنا منع خلاف سنت ہے

حضرت جعفر بن محمد نے اپنے والد سے نقل کیا ہے کہ رسول پاک ﷺ نے اپنے صاحبزادے ابراہیم کی قبر پر پانی چھڑکا، اس پر مٹی کے ڈھیلوں کو رکھا، اور اسے ایک بالشت اونچا کیا۔

(سنن سعید ابن منصور، بیہقی صفحہ، شرح مسند احمد صفحہ ۸۵، تلخیص جلد ۲ صفحہ ۱۴۰)

ابونعامہ کہتے ہیں کہ میں موسیٰ بن طلحہ کے ساتھ جنازہ میں شریک ہوا، تو انہوں نے لوگوں کو کہا قبر کو کوہان کی

طرح صرف ایک بالشت اونچی کرو۔ (ابن ابی شیبہ جلد۳ صفحہ۳۳۴)

راشد بن سعد کہتے ہیں کہ آپ ﷺ نے قبر کو اونچی کرنے سے منع کیا۔ (مختصرا، ابن عبدالرزاق جلد۳ صفحہ۵۰۷)

آپ کی اور خلفاء راشدین کی قبر ایک بالشت مثل کوہان کے اونچی تھی

حضرت سفیان التمار کہتے ہیں کہ میں اس حجرہ میں داخل ہوا جس میں نبی پاک ﷺ کی قبر مبارک تھی (حجرہ عائشہ میں) تو میں نے دیکھا کہ آپ ﷺ کی قبر مبارک اور حضرت ابوبکر اور حضرت عمر کی قبل مثل کوہان کے (ایک بالشت) اونچی تھی۔ (ابن ابی شیبہ صفحہ۳۳۴، تلخیص ۱۳۹، عمدۃ القاری صفحہ۲۲۵، مرقات جلد۴ صفحہ۶۸)

ابوداؤد طیالسی کی روایت میں ہے کہ حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما کی قبر کو دفن کے بعد مثل کوہان کے دیکھا۔ (صفحہ۳۳۴)

امام شعبی کہتے ہیں کہ میں نے حضرات شہداء احد کی قبروں کو مثل کوہان ایک بالشت اونچی دیکھا۔ (عبدالرزاق جلد۳ صفحہ۵۰۵، بنایہ جلد۳ صفحہ۳۰۲)

قاسم بن محمد کہتے ہیں کہ میں حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے پاس داخل ہوا کہ مجھے آپ ﷺ اور حضرات صاحبین کی قبر دکھا دیجئے، انہوں نے دکھائی ۳ قبریں تھیں، جو نہ اونچی تھیں نہ پست جس میں بطحاء کے سنگریزے پھیلے ہوئے تھے۔ (تلخیص صفحہ۱۳۹، حاکم صفحہ۳۶۹، ابوداؤد صفحہ۴۵۹، مرقاۃ جلد۴ صفحہ۶۸، عمدۃ القاری جلد۸ صفحہ۲۲۵)

صالح بن صالح کہتے ہیں کہ میں نے رسول پاک ﷺ کی قبر ایک بالشت یا اسی کے مثل دیکھا۔ (تلخیص صفحہ۱۳۹)

سفیان کہتے ہیں کہ میں نے آپ ﷺ کی قبر کو مثل کوہان دیکھا۔ (بخاری صفحہ۱۸۶)

فَائِدَہ: قبر کو ایک بالشت سے زائد کوہان کی اونچائی سے زائد اونچا کرنا جیسا کہ اس زمانہ میں ہند و پاک میں رائج ہے، قبر کو ہر جگہ ایک بالشت سے اونچی کر دیتے ہیں سخت منع اور بدعت ہے، حضرت علی اور دیگر صحابہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم کو آپ نے اونچی قبر کو پست کرنے کے لئے علاقوں میں بھیجا تھا، کہ ایام جاہلیت میں بھی لوگ قبروں کو اونچی کر دیا کرتے تھے اس غلط طریقہ کو آپ ﷺ نے مٹانے اور ختم کرنے کے لئے بھیجا افسوس کہ جس کو آپ نے تاکید اور اہتمام کے ساتھ مٹایا اور مٹوایا، امت اسی غلط طریقہ اور رواج کو زندہ کر رہی ہے، تمام اہل علم علماء محدثین وفقہاء کرام کا اس امر پر اتفاق ہے کہ قبر کو اونچی کرنا ناجائز ہے خلاف سنت ہے، چنانچہ بلوغ الامانی شرح مسند احمد میں ہے۔

"وقد اتفق الائمة رضی الله عنهم علی ارتفاع القبر نحو شبر عن الارض وما

زاد علی ذلك فهو بدعة ذميمة مخالفة لهد رسول الله صلى الله عليه وسلم سنته." (بلوغ الامانی جلد ۸ صفحہ ۷۶)

ابن جریج نے بیان کیا کہ حضرت ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے خبر دی کہ آپ ﷺ کی قبر کو ایک بالشت رکھا گیا۔ (مصنف ابن عبدالرزاق جلد ۳ صفحہ ۵۰۳)

معمر نے بیان کیا کہ میں نے مہاجرین کو دیکھا کہ وہ قبر کو اونچی کرنے کو مکروہ قرار دیتے تھے۔

(ابن عبدالرزاق جلد ۳ صفحہ ۵۰۳)

طبری نے بیان کیا کہ قبر کی مسنون ہیئت جس پر (صالحین) مؤمنین کا عمل چلا آ رہا ہے وہ مثل کوہان کے ہے، شرح مشکوٰۃ میں ہے وہ جو قبر ایک بالشت سے زائد اٹھا دیتے ہیں جاہلوں کا فعل ہے۔ "**ارتفاع کثیر لفعله الجاهلية**"

"**وعن محمد بن علی ان قبر رسول الله صلى الله عليه وسلم مسنم.**"

(بنایہ صفحہ ۳۰۲)

شعبی نے کہا کہ حضرت عمر اور حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہم کی قبر کو اسی طرح مثل کوہان ایک بالشت کیا گیا۔

لیث نے یزید بن حبیب سے نقل کیا ہے کہ سنت یہ ہے کہ قبر کو مثل کوہان کے اونچی کیا جائے، اس سے زائد نہ اٹھائی جائے ورنہ اس پر زائد مٹی ڈالی جائے، کہ اونچی چوڑی ہو جائے۔

طاؤس کہتے ہیں کہ قبر اتنی زمین سے اٹھائی جائے کہ معلوم ہو جائے کہ ہاں یہ قبر ہے۔

حضرت امام شافعی رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں قبر نہ اونچی کی جائے، زمین سے صرف ایک بالشت کے قریب اونچی کی جائے۔

امام مزنی نے کہا اس پر زیادہ مٹی نہ ڈالے پس اتنی رہے کہ معلوم ہو جائے کہ قبر ہے تا کہ دعا وغیرہ کی جا سکے۔ (عمدۃ القاری صفحہ ۲۲۵)

ابو جعفر محمد بن علی، قاسم بن محمد، سالم بن عبداللہ سے پوچھا کہ آپ لوگوں کے آباء کی قبر حجرہ عائشہ میں کیسی تھی تو ان سب نے کہا کوہان کے مثل تھی۔ (فتح القدیر صفحہ ۱۴۱، مرقات صفحہ ۱۶۸، بنایہ صفحہ ۳۰۲)

حضرت عمران بن حصین نے وصیت کی تھی کہ ان کی قبر کو ۴ ر انگشت اونچی کیا جائے۔ (ابن ابی شیبہ ۳/ ۳۳۵)

"**تسنيم القبر رفعه من الارض مقدار شبر او اكثر قليلا.**" (بنایہ صفحہ ۳۰۱)

تسم اور تسنیم کا مطلب

"المراد من تسنيم الفبر رفعه من الارض مقدار شبر او اكثر قليلا."

(صفحہ ۱۴۰، عنایہ علی الفتح)

"قبر مسنم مرتفع غير مسطيح ونسبم فدر شبر وقيل فدر اربع اصابع."

(بحر الرائق جلد ۲ صفحہ ۲۰۹)

ملا علی قاری نے بیان کیا کہ مالکیہ، احناف اور امام احمد نے احادیث کی وجہ سے کہا کہ قبر کی مثل کوہان افضل ہے بمقابلہ تربیع یعنی چوکور کے۔ (مرقات)

شرح مشکوٰۃ میں ملا علی قاری نے کہا کہ قبر کے متعلق یہ حکم ہے کہ اتنی اٹھی رہے کہ معلوم ہو کہ یہ قبر ہے اور اس کی اونچائی ایک بالشت کے برابر ہو۔ (مرقات صفحہ ۶۸)

قبر ایک بالشت کے مثل تو سنت ہے، اس سے زائد اٹھانا مکروہ ہے، اور ایسی اونچی قبر کا نیچی کر دینا مستحب ہے۔

"بسنحب ان يرفع القبر قدر شبر ويكره فوق ذلك. ويستحب الهدم."

(مرقاۃ مرقات جلد ۴ صفحہ ۶۸)

قبر کا زیادہ اٹھانا حرام ہے۔

"والظاهر ان رفع الفبور زيادة على القدر للماذون فبه محرم." (مرعاۃ جلد ۵ صفحہ ۴۳۰)

اٹھی ہوئی اور اونچی قبروں کو برابر کرنے کا حکم فرماتے

حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ آپ ﷺ ایک جنازہ میں تشریف فرما تھے، کہ فرمایا کون تم میں سے مدینہ جائے گا اور نہ چھوڑے کسی بت کو مگر اسے چور کر دے، اور نہ کسی قبر کو چھوڑے مگر اسے برابر کر دے۔ کسی تصویر کو نہ رکھے مگر اسے مٹا دے حضرت علی نے فرمایا میں جاؤں گا اے اللہ کے رسول، چنانچہ وہ جا کر واپس آئے، اور کہا کہ اے اللہ کے رسول کسی بت کو نہیں چھوڑا مگر یہ کہ اسے چور کر دیا، کوئی قبر نہیں مگر اسے برابر کر دیا۔ کسی تصویر کو باقی نہیں رکھا مگر اسے مٹا دیا۔

حضرت فضالہ بن عبید سے منقول ہے کہ انہوں نے کہا میں نے آپ ﷺ کو یہ فرماتے ہوئے سنا قبروں کو زمین کے برابر کر دو۔ (مسند احمد مرتب جلد ۸ صفحہ ۷۵، ابوداؤد صفحہ ۴۵۹، سنن کبریٰ نساء صفحہ ۲۸۵، ابن ابی شیبہ جلد ۲ صفحہ ۳۴۱)

ابو ہیاج اسدی کی روایت ہے کہ مجھ سے حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے فرمایا میں تم کو اسی کام کے لئے بھیجتا

ہوں جس کام کے لئے حضور پاک ﷺ نے مجھے بھیجا تھا کہ خبردار کسی بت کو مت چھوڑنا، اور کسی قبر کو اونچی مت رہنے دینا۔ (یعنی اس کی اونچائی اور اٹھان کو گرا کر پست کر دینا اور اسے ایک بالشت کرنا کہ اس مقدار رکھنے کا حکم ہے تاکہ وہ زمین سے ممتاز ہو جائے۔ (کبیری صفحہ ۵۹۹)

قریب ۴؍ انگشت کے برابر اونچی ہوگی

حضرت عمران بن حصین نے وصیت کی تھی کہ ان کی قبر ۴؍ انگشت کے برابر اونچی کی جائے۔

(ابن ابی شیبہ صفحہ ۳۳۵)

حضرت ابراہیم کہتے ہیں کہ نبی پاک ﷺ کے لئے بغلی قبر کھودی گئی، اور قبر مبارک اتنی اونچی کی گئی کہ معلوم ہو جائے، (یعنی بالکل تھوڑی سی بقدر ۴؍ انگشت یا ایک بالشت جیسا کہ دوسری روایت میں ہے)۔

(ابن ابی شیبہ صفحہ ۳۳۵)

شعبی کہتے ہیں کہ ایک شخص نے ان سے بیان کیا کہ میں شہداء احد کی قبر کے پاس آیا تو دیکھا کہ ان کی قبریں زمین سے ذرا نمایاں تھیں۔ (آج کل کی طرح اٹھی نہ تھیں)۔ (ابن ابی شیبہ صفحہ ۳۴۲)

فائدہ: محیط میں ہے کہ قبر کی اونچائی ۴؍ انگلی کے برابر ہوگی، قاضی خاں میں ہے کہ بس ایک بالشت ہوگی۔

(کبیری صفحہ ۵۹۹)

قبر کو ایک بالشت سے زائد اونچی کرنا منع ہے

حضرت معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کہا کہ یہود اور نصاریٰ نے قبروں کو اونچا کیا، سو تم ان دونوں کی مشابہت مت اختیار کرو۔ (مجمع الزوائد جلد ۳ صفحہ ۶۰)

ابوعلی ہمدانی کہتے ہیں کہ انہوں نے فضالہ بن عبید کو دیکھا کہ وہ مسلمانوں کی قبریں جو روم کی زمین پر تھیں ان کو برابر کرنے کا حکم دے رہے ہیں یعنی جو ایک بالشت سے زائد اٹھی ہوئی تھیں، اور انہوں نے کہا کہ میں نے رسول پاک ﷺ سے سنا کہ آپ (اٹھی ہوئی قبروں کو برابر کرنے کا حکم دے رہے تھے)۔

حضرت قاسم نے وصیت کر دی تھی کہ اے میرے بیٹے نہ تو میری قبر پر کچھ لکھنا اور نہ اسے اونچی کرنا۔

(مسند احمد مرتب جلد ۸ صفحہ ۷۵)

ہاں اس مقدار کہ پانی کا بہاؤ رک جائے۔ (یعنی بالکل ذرا سی اونچی کرنا)۔ (ابن ابی شیبہ جلد ۳ صفحہ ۳۳۵)

قبرستان میں خاموش بیٹھے یا عذاب قبر سے پناہ مانگے

حضرت براء بن عازب رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ ہم لوگ آپ ﷺ کے ساتھ ایک انصاری صحابی

کے جنازہ میں نکلے، قبرستان آئے تو اب تک قبر تیار نہیں ہوئی تھی، تو آپ ﷺ بیٹھ گئے ہم لوگ بھی آپ کے چاروں طرف بیٹھ گئے، (ہم سب اس طرح خاموش اور ساکت تھے) جیسے ہمارے سروں پر پرندہ بیٹھا ہو، آپ لکڑی سے زمین کرید رہے تھے، (جو فکر اور سوچ کی پہچان ہے) پھر آپ نے سر اٹھایا اور ۳ رمرتبہ کہا **"نعوذ باللّٰہ من عذاب القبر."** **ترجمہ:** اللہ ہم پناہ مانگتے ہیں عذاب قبر سے۔ (مسند احمد جلد ۴ صفحہ ۲۸۷، سبل جلد ۸ صفحہ ۴۷۸)

فائدہ: اکثر ایسا ہوتا ہے کہ جنازہ قبرستان میں آجاتا ہے لوگ اس کے ساتھ آجاتے ہیں اور قبر تیار نہیں ہوتی ہے، تو ایسی صورت میں اِدھر اُدھر گفتگو اور باتوں میں مصروف ہو جاتے ہیں، وقت اور مقام کے مناسب یہ چیز نہیں، یہاں موت کا قبر کے احوال کا عبرت کی باتوں کا دھیان رکھے، خاموش ہو کر ان امور کا خیال کرے اور عذاب قبر سے پناہ مانگے۔ اِدھر اُدھر کھڑے ہو کر باتوں میں لگنا خلاف سنت ہے۔

اگر قبر تیار نہ ہو تو قبلہ رخ بیٹھ جانا سنت ہے کھڑا نہ رہے

حضرت براء بن عازب رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ ہم لوگ آپ ﷺ کے ساتھ ایک جنازہ میں نکلے جو کسی انصاری کا تھا، قبر کے پاس گئے تو ابھی قبر تیار نہیں ہوئی تھی، آپ ﷺ قبلہ رخ بیٹھ گئے، اور ہم لوگ بھی آپ کے ساتھ بیٹھ گئے۔ (ابوداؤد صفحہ ۴۵۸، کشف الغمہ صفحہ ۱۷۳)

مسند احمد میں حضرت براء رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی روایت میں ہے کہ ہم لوگ ایک انصاری صحابی کے جنازہ میں آپ ﷺ کے ساتھ گئے، قبرستان پہنچے تو ابھی قبر تیار نہیں ہوئی تھی، آپ ﷺ بیٹھ گئے ہم لوگ بھی آپ کے چاروں طرف بیٹھے، (ہم سب اس طرح خاموش اور ساکت تھے) گویا ہمارے سروں پر پرندہ ہے، اور آپ ایک لکڑی سے زمین کرید رہے تھے، پھر سر اٹھایا اور یہ دعا ۳ رمرتبہ کی، اللہ کی پناہ عذاب قبر سے۔ (مسند احمد ۴/۲۸۷)

اس روایت سے یہ معلوم ہوا کہ قبلہ رخ بیٹھنا افضل ہے، اگر کوئی اہل علم و فضل ہو تو اس کے اردگرد بیٹھ جائے اور اس سے فیض اور فائدہ اٹھائے، اس میں ان کا اکرام بھی ہے، اور لوگوں کا دینی فائدہ ہے، مصنف بن عبدالرزاق میں ہے کہ آپ ﷺ نے قبر اور احوال برزخ کے متعلق ایک وعظ فرمایا پس اگر قبر کے تیار ہونے میں دیر ہو اور حاضرین اور موجودین کا ازدہام ہو اور کوئی صاحب علم ہو تو قبر اور برزخ کے متعلق احادیث روایتیں مسائل وعظ کے طور پر بیان کر دے یا پھر تمام لوگ بالکل خاموشی کے ساتھ تدفین کے منتظر رہیں اِدھر اُدھر کی باتوں میں نہ لگیں کہ یہ عبرت کا مقام ہے۔

حدیث میں ہے کہ آپ جنازہ میں شریک ہوتے تو اکثر خاموش رہتے۔

(کشف الغمہ صفحہ ۱۶۷، ابوداؤد صفحہ ۴۵۸، کشف الغمہ صفحہ ۱۷۳)

فائدہ: بسا اوقات ایسا ہوتا ہے کہ جنازہ قبرستان میں آجاتا ہے اور قبر تیار نہیں ہوتی، کھدائی کا کام ہو رہا ہوتا

ہے تو ایسے موقعہ پر دیکھا جاتا ہے کہ لوگ کھڑے ہو کر اِدھر اُدھر کی باتیں کرنے لگ جاتے ہیں، قبرستان عبرت اور موت و آخرت کے استحضار کی جگہ ہے نہ کہ گپ اور باتوں کی جگہ، ایسے موقعہ پر قبلہ رخ ہو کر خاموش بیٹھ جانا سنت ہے، کھڑے ہو کر انتظار کرنا خلاف سنت ہے، بہتر ہے کہ ان قبروں سے عبرت حاصل کرے، یا ایصال ثواب کرے تاکہ امر خیر میں مشغول رہے، آزاد لوگوں کی طرح اِدھر اُدھر نہ کرے۔

قبرستان یا مزاروں پر روشنی جلانا روشن کرنا سخت منع اور لعنت کا فعل ہے

حضرت ابن عباس رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُمَا سے مروی ہے کہ آپ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ نے مزاروں پر آنے والی عورتوں پر لعنت فرمائی ہے، اور ان لوگوں کو جو اسے سجدہ گاہ بناتے ہیں اور ان لوگوں پر جو روشنی جلاتے ہیں۔

(صفحہ ۴۶۱، نسائی صفحہ ۲۸۷، مسند طیالسی مرتب جلد ۱ صفحہ ۱۷۱)

فَائِدَۃ: ملا علی قاری نے بیان کیا کہ قبرستان میں چراغ اور روشنی کا استعمال مال کا ضیاع، ضائع کرنا ہے، اور قبروں کی بے جا تعظیم ہے۔ (جلد ۵ صفحہ ۲۱۹)

اور ظاہر ہے کہ یہ امور ممنوع حرام ہیں۔

علامہ عینی ہدایہ میں بیان کرتے ہیں کہ قبرستان میں روشنی مکروہ ہے۔ (بنایہ صفحہ ۶۰۳)

علامہ شوکانی نے نیل الاوطار میں بیان کیا ہے کہ حدیث پاک دلیل ہے اس بات کی کہ قبرستان میں روشنی کرنا حرام ہے۔ (صفحہ ۱۹)

فَائِدَۃ: روشنی زینت کے لئے حرام ہے، مگر دفن کے وقت روشنی کے استعمال کی اجازت ہے۔

قبر پر کتبہ لگانا میت کا نام و تعارف لکھنا

حضرت جابر رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے مروی ہے کہ آپ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ نے منع فرمایا کہ قبروں کو پختہ کیا جائے۔ اور یہ کہ کتبہ لگایا جائے اور یہ کہ اسے روندا جائے۔ (ترمذی صفحہ ۲۰۳، مشکوٰۃ صفحہ ۱۴۸، ابوداؤد صفحہ ۴۶۰، ابن ماجہ صفحہ ۱۱۲، حاکم صفحہ ۳۷۰)

فَائِدَۃ: اس حدیث پاک میں قبر پر لکھنے اور کتبہ لگانے سے منع کیا گیا ہے، وجہ یہ ہے کہ قبر، مقبرہ، قبرستان اندراس اور مٹنے کی جگہ ہے لہٰذا لکھنا اور محفوظ رکھنا اس کے خلاف ہے، علامہ عراقی نے اس حدیث کی شرح میں کہا۔ کتابت اور لکھنے کی نہی عام ہے۔ خواہ صاحب قبر کا نام ہو یا تاریخ وفات ہو یا آیت قرآنیہ کی یا اسماء الٰہیہ کی کتابت ہو یا اور کوئی شئے مثلاً نصیحت و عبرت کے اشعار ہوں جیسا کہ بعض کے لوح اور کتبوں میں لکھا ہوتا ہے۔

حافظ ابن حجر نے بھی شوافع کا مسلک یہ لکھا ہے کہ قبروں پر کتبہ لگانا حرام ہے اور اس میں فرق نہیں کہ میت کا نام لکھا جائے یا اور کوئی تعارف۔ (مرقاۃ المفاتیح جلد ۵ صفحہ ۴۴۵)

ملا علی قاری بھی ایک تحقیق میں اس کی کراہت لکھتے ہیں کہ اسماء الٰہیہ اسماء رسول اور آیات قرآنیہ لکھنا مکروہ ہے اور حافظ ابن حجر کے قول کو بھی جو کراہت کے قائل اور ناقل ہیں نقل کیا ہے۔ اور اس لوح کی کراہت کو بھی نقل کیا ہے جو سرہانے لگایا جائے۔ (مرقات صفحہ ۲۸)

علامہ عینی نے شرح ہدایہ میں امام ابو یوسف کا قول بھی کراہت کا نقل کیا ہے۔ (بنایہ جلد ۳ صفحہ ۳۰۳)

علامہ شوکانی نے بھی نیل الاوطار میں مطلقاً قبروں پر کتبہ لگانے کو حرام لکھا ہے۔ (نیل الاوطار جلد ۳ صفحہ ۸۵)

علامہ ابن نجیم نے بھی بحر میں لکھا ہے کہ حدیث سے کتابت کی ممانعت ہوتی ہے۔ (**والحدیث النقدیم یمنع الکتابة**)۔ (جلد ۲ صفحہ ۲۰۹)

صاحب مراقی نے بھی امام یوسف کے قول کراہت کو لکھا ہے۔ (مراقی علی الطحاوی صفحہ ۳۳۶)

علامہ سندھی نے حاشیہ نسائی میں بیان کیا کہ نہی مطلقاً ہے جس کا مطلب یہ ہے کہ خواہ صاحب قبر کا نام لکھے۔ یا تاریخ وفات لکھے۔ یا قرآن یا اللہ کا نام لکھے۔ (بلوغ الامانی صفحہ ۸۵)

مالکیہ اور حنابلہ کے نزدیک بھی بہر صورت مکروہ ہے۔ "**نکرہ الکتابة علی القبور من غیر تفصیل.**" شوافع کے نزدیک قرآن وغیرہ کی کتابت تو مکروہ ہے۔ اور شرح مسند میں شوافع کا مسلک یہ لکھا ہے کہ اہل علم اور اہل صلاح میں ہو تو جائز ہے۔ "**الا اذا کان قبر عالم او صالح فیندب کتابة اسمه.**"

(بلاغ الامانی جلد ۸ صفحہ ۵)

دوسری جانب علماء اور فقہاء کرام کی ایک جماعت قبر پر کتابت اور تعارف کو جائز قرار دیتی ہے۔

چنانچہ علامہ عینی شرح ہدایہ میں بحوالہ قاضی خاں لکھتے ہیں کہ قبر پر لکھنے میں اور کتبہ لگانے میں کوئی حرج نہیں۔ (بنایہ جلد ۳ صفحہ ۳۰۳)

ملا علی قاری شرح مشکوٰۃ میں لکھتے ہیں:

"**قیل ولیس کتابة اسم المیت لا سیما الصالح یعرف عند تقادم الزمان.**"

خاص کر اگر صالحین میں سے ہوں تو میت کا تعارف لکھنا اچھا ہے تاکہ زمانہ کے گزرنے کے بعد ان کا تعارف رہے۔ (مرقات جلد ۴ صفحہ ۷۶)

علامہ ابن نجیم نے بحر طبریہ کے حوالہ سے لکھا ہے کہ "**ولو وضع شیء من الاشجار او کتب علیه شیء فلا باس.**" (جلد ۲ صفحہ ۲۰۹)

علامہ شامی نے بھی جواز کے مسئلہ پر بسط سے کلام کیا ہے۔ پھر آخر میں احتیاط کے پہلو کو اختیار کرتے ہوئے منع کیا ہے۔ چنانچہ وہ جواز کے قول کو نقل کرتے ہوئے لکھتے ہیں اگر اس پر صحیح حدیث سے نہی وارد ہے۔

مگر عملی اجماع اس کے خلاف جواز کا ہے۔ چنانچہ حاکم نے متعدد طرق سے اس کی حدیث نہی کو ذکر کیا پھر کہا۔

"هده الاسانيد صحيحه وليس العمل عليها فان انمة المسلمين من المشرق الى المغرب مكتوب على قبورهم وهو عمل اخذ به الخلف عن السلف."

(مستدرک حاکم جلد ۱ صفحہ ۳۷)

قول محقق، حدیث پاک کی رو سے تو ممانعت ہی ثابت ہے۔ وہی بات حاکم کا یہ کہنا ہے کہ امت کا عمل اس کے خلاف ہے تو جن لوگوں نے ابتداء کی ہوگی ان کو نہی کی حدیث نہ معلوم ہوگی۔ تاہم عہد نبوت عہد صحابہ اور تابعین کے دور میں تو یہ رائج نہیں تھا البتہ تابعین سے منقول ہے جس کے متعلق علامہ ذہبی نے فرمایا کہ ان کو نہی کا علم نہ ہوگا۔ (حاکم صفحہ ۳۷، مرعاۃ صفحہ)

خیال رہے کہ شوافع کے نزدیک تو اس کی حرمت اور کراہت ہے اور ان حضرات نے بظاہر حدیث کی تاویل قبول کرتے ہوئے کراہت وحرمت کو اختیار کیا ہے۔

فقہاء احناف کے یہاں حدیث کو مؤول کرتے ہوئے لوح اور کتابت کو جائز قرار دیا ہے۔

چنانچہ فقہاء احناف نے کتابت اور لوح کو علامت قرار دیا ہے۔ اور استدلال میں حضرت عثمان بن مظعون کی قبر پر آپ کے پتھر رکھنے کے واقعہ سے استدلال کیا ہے۔ دیکھئے شامی **"ويتقوى بما اخرجه ابوداؤد فان الكتابة طريق الى تعرف القبر"** (جلد ۲ صفحہ ۲۳۸)

احناف نے اسے اپنے ایک قول میں مطلقاً نہیں بلکہ ضرورت اگر کتابت کی ہے تب جائز قرار دیا ہے۔

چنانچہ ابن نجیم شرح کنز میں لکھتے ہیں:

"ولكن فصل في المحيط فقال وان احتاج الى الكتابة حتى لا يذهب الاثر ولا يمتهن فلا باس به فاما الكتابة من عير عذر فلا." (بحر صفحہ ۲۰۹)

صاحب البحر کی رائے یہ ہے کہ بلاضرورت کتابت جائز نہیں ہے۔

علامہ شامی کی تحقیق بھی یہی ہے۔ اگر ضرورت کا تقاضہ ہو تو جائز ہے۔

"الرخصة فيها اذا كانت الحاجة داعية اليه في الجملة كما اشار اليه في المحيط ...... واما الكتابة بعير عذر." (جلد ۲ صفحہ ۲۳۸)

علامہ طحطاوی بھی شرح درر میں اسی نظریہ کے حامل ہیں ضرورت نہ ہو تو منع ہے۔ **"فعمل النهي في الحديث على غير حالة الاحتياج."** (طحطاوی علی الدرر صفحہ ۳۸۲، وایضاً علی المراقی صفحہ ۳۳۶)

علامہ شامی کی رائے اور تحریر سے اشارہ ملتا ہے کہ وہ موجودہ دور کا لحاظ کرتے ہوئے شوافع کی رائے کو بہتر

سمجھتے ہیں کہ عوامی ذہن کسی نہی کو رواج کے مقابلہ میں قبول نہیں کرتا چنانچہ حدیث پاک میں قبر کو پختہ کرنے اور اس پر قبہ بنانے کی ممانعت ہے۔ اور اس پر شدید نہی ہے۔ مگر عوامی ذہن نے اسے قبول نہیں کیا اور اس کے خلاف کیا۔

اسی طرح کتابت اور لوح کی نہی کو عوام نے قبول نہیں کیا اور حدیث پاک کے خلاف رواج کو قبول کیا۔ دیکھئے علامی شامی قلت کہہ کر اپنی رائے کی طرف اشارہ کرتے ہیں۔ کاش کہ علامہ اشارہ کے بجائے تصریح کر دیتے۔

"قلت فمحل حجيته عند صلاح الازمنة بحيث ينفذ فيها الامر بالمعروف والنهى عن المنكر وقد تعطل ذلك منذ ازمنة. الا ترى ان البناء على قبورهم فى المقابر المسلمة اكثر من الكتابة عليها كما هو مشاهد وقد علموا بالنهى عنه فكذا لكتابة."

پھر آخر میں علامہ شامی اس پر تحقیق ختم کر کے جو علامہ محیط کی رائے ہے۔ بہتر ہے کہ نہی کی حدیث کو محمول کرے جہاں ضرورت نہ ہو۔

"فلا حسن التمسك بما بفيد عمل النهى على عدم الحاجة." (صفحہ ۲۳۸)

مگر ضرورت کی تشریح نہیں کہ کون سی ضرورت پر اجازت ہے۔ شاید یہ ضرورت ہو کہ نشان باقی رہے مٹے نہیں تو یہ کوئی ضرورت نہیں چونکہ مرور زمان سے اور خلو قرون سے اس کا مٹنا لازم ہے۔ اور ضرورت کے تحت اسے مٹنا اور مندرس ہی ہونا چاہئے ورنہ اور قبروں کے لئے زمین کہاں سے آئے گی۔

اور رہا قائل کا وہ استدلال کہ آپ نے پتھر حضرت عثمان بن مظعون کی قبر پر رکھا تو یہ استدلال کا نام نہیں چونکہ پتھر کی علامت تھوڑے زمانہ تک نشاندہی کرے گی۔ اور نہی یہاں مقصود بھی ہے۔ بلکہ کتبہ اور لوح کے وہ ایک طویل عریض زمانہ تک اسے باقی رکھے گی۔ جو آپ کا مقصد نہیں تھا۔ کہ ہمیشہ نشان باقی رہے اور طویل زمنہ تک رشتہ دار و اعزہ یہاں مدفون ہوتے رہیں۔ نیز آپ حرمین شریفین کے مقبروں کو دیکھ لیجئے، صحابہ تابعین کی عظیم القدر ہستیوں پر لوح اور کتبے نہیں لگائے گئے۔

حدیث پاک کے پیش نظر کتبوں اور لوح کا لگانا امر مستحسن نہیں اور جن لوگوں نے لگایا انہوں نے حدیث پاک کو مدنظر نہیں رکھا بلکہ رواج کو مدنظر رکھا۔

گنجائش وقت کے صالحین اور اولیاء کرام و ممتاز اہل علم و فضل کی قبروں پر۔ یادگار تاریخ عبرت کے پیش نظر گنجائش ہے۔ جو اجماع یا جمہور کے عمل سے ثابت ہے۔ چنانچہ ملا علی قاری شرح مشکوٰۃ میں لکھتے ہیں۔

"ویس کتابة اسم المیت لا سما الصالح لیعرف عند ثقادم الزمان ...... والصحیح ان یقال انه یجور." (مرقات جلد۵ صفحہ۷۶)

شرح مسند احمد میں شوافع کا بھی یہی قول جواز کا عالم یا صالح ہونے کی صورت میں لکھا ہے۔

(بلوغ الامانی جلد۸ صفحہ۸۵)

قبر کو پختہ اور پکی بنانا جائز نہیں آپ اس سے منع فرماتے

حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے منع فرمایا کہ قبر پر بیٹھا جائے اور یہ کہ اسے پختہ بنایا جائے اور یہ کہ اس پر کوئی تعمیر (قبہ وغیرہ بنایا جائے۔

(ابوداؤد صفحہ۴۶۰، مسلم صفحہ۳۱۲، سنن کبریٰ، مسند احمد صفحہ۷۸، نسائی صفحہ۲۸۵، ابن ابی شیبہ جلد۳ صفحہ۳۳۷)

حضرت میمونہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے مروی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ قبر پر کوئی تعمیر (قبہ جو گنبد وغیرہ) بنایا جائے اور اسے پختہ کیا جائے۔ (مسند احمد جلد۸ صفحہ۷۸)

امام محمد کتاب الآثار میں فرماتے ہیں ہم اس کو صحیح نہیں سمجھتے کہ جو مٹی قبر سے نکلی ہے اس سے زیادہ اس پر ڈالی جائے۔ اور ہم مکروہ سمجھتے ہیں کہ قبر پختہ بنائی جائے۔ اس پر لیپائی کی جائے ۔۔اس لئے کہ جناب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے قبر کو مربع بنانے سے، اور اس کو پختہ بنانے سے منع کیا ہے۔ یہ ہمارا مذہب ہے اور یہی حضرت امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ تعالیٰ کا قول ہے۔ (کتاب الآثار صفحہ۹۶)

امام نووی اس کی شرح میں فرماتے ہیں کہ قبر پر عمارت (گنبد وغیرہ بنانا) عمارت بنانے والے کی ملک میں ہے تو مکروہ ہے۔ اگر عام قبرستان میں ہے تو حرام ہے۔ حضرت امام شافعی اور دیگر اصحاب نے اس کی تصریح کی ہے اور امام شافعی نے کتاب الام میں لکھا ہے کہ میں نے مکہ مکرمہ میں اماموں کو قبر پر عمارت کے ڈھانے کا حکم دیتے ہوئے دیکھا ہے۔ اور "ولا قبرا مشرفا" والی حدیث اس کی تائید کرتی ہے۔ (شرح مسلم جلد۱ صفحہ۳۱۲)

مغیرہ نے بیان کیا کہ حضرت ابراہیم نخعی نے بیان کیا کہ قبر میں پختہ اینٹوں کا لگانا مکروہ ہے۔ وہ کچی اینٹوں کا لگانا تو پسند کرتے تھے اور پکی اینٹوں کو ممنوع فرماتے تھے۔ (ابن ابی شیبہ صفحہ۳۳۸)

شرح منیہ میں ہے قبر کو پختہ کرنا مکروہ ہے۔

اس میں پکی اینٹوں کا استعمال کرنا مکروہ ہے، چنانچہ وہ فرماتے ہیں یہی تینوں امام کا قول ہے پھر فرماتے ہیں امام ابوحنیفہ سے روایت ہے کہ قبر پر مکان یا قبہ اس کے مانند کوئی اور عمارت بنانا مکروہ ہے۔ (صفحہ۵۹۹)

فتاویٰ قاضی خاں میں ہے، قبر کو پختہ نہ بنایا جائے اس لئے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے قبر کو پختہ بنانے سے منع فرمایا ہے۔ (جلد۱ صفحہ۹۲)

ملا علی قاری مشکوٰۃ کی شرح مرقات میں لکھتے ہیں، جن کا ائمہ مسلمین نے انکار کیا ہے، جیسے قبروں پر عمارت بنانا، اور پختہ کرنا، علامہ شامی قبروں پر گنبد بنانے پر رد کرتے ہوئے لکھتے ہیں۔ "**اما البناء فلم ار من اختار جوازہ.**" قبروں پر گنبد وغیرہ تعمیر کرنے کو کسی نے بھی جائز قرار نہیں دیا۔

ان روایتوں آثار اور فتاویٰ سے یہ بات ثابت ہوگئی کہ قبروں کو اینٹ چونے یا سیمنٹ سے پختہ بنانا، ان پر گنبد بنانا ناجائز اور حرام ہے، احادیث اور فتاویٰ میں اس کی ممانعت اور حرمت مذکور ہے لہٰذا کسی مؤمن کے لئے اس کا انکار کرنا بڑے گناہ کی بات ہے۔

بزرگان دین کی قبروں پر جو گنبد ہیں جاہل مالداروں نے یا امراء نے عقیدت میں آکر اس کی تعمیر کرائی ہے، جس کی بنیاد جہالت اور حکم شرعی سے نادانی ہے اسے دلیل نہیں بنایا جا سکتا ہے۔

قبر پر مٹی کا لیپنا ممنوع ہے

حضرت عبداللہ بن مسعود رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے مروی ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا، میت اذان کی آواز اس وقت تک سنتا رہتا ہے جب تک کہ اس کی قبر کو مٹی سے پوتی نہ جائے۔ (بنایہ جلد ۳ صفحہ ۳۰۳)

حضرت حسن بصری سے منقول ہے کہ قبر پر مٹی پوتنا مکروہ ہے۔

حضرت مکحول نے بیان کیا کہ مٹی لگانا مکروہ ہے۔ (ابن ابی شیبہ صفحہ ۳۴۲)

علامہ عینی نے بیان کیا کہ کرخی رَحِمَہُ اللّٰہُ تَعَالٰی سے مروی ہے کہ مٹی سے قبر نہ پوتی جائے۔ (بنایہ صفحہ ۳۰۳)

قبر کا خستہ اور بوسیدہ رہنا زیادہ بہتر ہے اس بات سے کہ اسے مستحکم اور پائیدار بنایا جائے، ہدایہ میں ہے کہ قبر تو سڑنے گلنے ہی کی جگہ ہے۔ (بنایہ صفحہ ۲۹۹)

اور لیپنا پوتنا اس کے خلاف ہے مراقی الفلاح میں اسے مکروہ کہا ہے، اور نوازل کے حوالہ سے ہے کہ اس کی گنجائش ہے۔ (طحطاوی صفحہ ۳۳۵)

قبروں کے درمیان جوتا پہن کر جانا منع ہے

بشیر ابن نہیک رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے مروی ہے کہ آپ ﷺ نے ایک شخص کو دیکھا جوتا پہنے قبروں کے درمیان چل رہا تھا، آپ نے فرمایا او جوتے والے اسے اتار لو یعنی قبرستان کے درمیان جوتے پہن کر نہ چلو۔

(حاکم صفحہ ۳۷۳، طحاوی صفحہ ۲۹۳، ابن ماجہ صفحہ ۱۱۲، ابن ابی شیبہ صفحہ ۳۹۶)

فَائِدَۃ: خیال رہے کہ قبرستان میں جوتے چپل پہن کر چلنا مردوں کے اکرام کے خلاف ہے، قبرستان میں ہر قسم کے لوگ مدفون ہیں ان میں بے شمار اللہ کے مقرب اور نیک صالح برگزیدہ بندے ہوتے ہیں جن کا اکرام

زندگی میں بھی کرنا اور موت کے بعد بھی کرنا انسانی اخلاق میں سے ہے۔

درمختار میں ہے کہ قبروں کو بلا جوتے کے پیروں سے روندتے ہوئے جانا مکروہ ہے، ہاں اگر قبر پرانی ہو کر زمین سے مل گئی ہے اور اس کے نشانات مٹ چکے ہیں تو درست ہے۔ نئی قبر جس کے نشان باقی ہیں اس پر چڑھ کر جانا مکروہ ہے۔ (شامی صفحہ ۲۴۵)

ایسی صورت میں دور ہی سے فاتحہ پڑھ لے۔ **"ولو وجد طریقا ان وقع فی قلبه ان محدث لا یمشی عنبه والافلاباس به ... ویزار من بعید."** (الشامی صفحہ ۲۴۵)

طحطاوی علی المراقی میں ہے قبروں پر چلنا مکروہ ہے، جو ان کے احترام کے خلاف ہے۔ (صفحہ ۳۴۲)

میت کی تدفین سے فارغ ہونے کے بعد اس کے قرضہ کی ادائیگی کی صورت اختیار کرے

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا مؤمن مغلق (جنت جانے سے رکا) رہتا ہے اپنے قرضہ کی وجہ سے تاوقتیکہ اسے ادا نہ کر دیا جائے۔ (سنن کبریٰ صفحہ ۶۱)

آپ صلی اللہ علیہ وسلم لوگوں کو اس کی سخت تاکید فرماتے تھے، میت کو جلد دفن کیا جائے اور اس کے قرضے کو بہت جلد ادا کر دیا جائے۔ (کشف الغمہ صفحہ ۱۶۲)

امام بخاری نے صحیح بخاری میں حضرت ابراہیم نخعی کا قول نقل کیا ہے کہ سب سے پہلے کفن میں (میت کا مال) لگایا جائے گا۔

اس کے بعد اس کا قرضہ ادا کیا جائے گا، پھر وصیت، (اگر کی ہو تو پھر اس کا مال وارثوں میں تقسیم ہوگا)۔

(بخاری صفحہ ۱۷۰)

قرض کی وجہ سے صالح میت بھی جنت جانے سے روک دیا جاتا ہے

حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس ایک جنازہ آیا، تاکہ آپ اس پر نماز پڑھیں، آپ نے پوچھا کیا اس پر کوئی قرض ہے، لوگوں نے کہا، ہاں تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، کہ حضرت جبرئیل علیہ السلام نے مجھے منع کیا ہے کہ میں اس پر نماز جنازہ پڑھوں جس پر قرض ہو، چونکہ قرض والا اپنی قبر میں (جنت سے) رکا اور محبوس رہتا ہے جب تک کہ اس کا قرض ادا نہ کر دیا جائے۔ (مجمع الزوائد جلد ۳ صفحہ ۴۳)

حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی روایت میں ہے کہ ہم لوگ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس تھے کہ ایک جنازہ آیا تاکہ آپ اس کا جنازہ پڑھ دیں، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے پوچھا کیا ان صاحب پر قرضہ ہے، لوگوں نے کہا ہاں، آپ نے فرمایا، کیا فائدہ ہوگا کہ میں ایسے آدمی پر نماز پڑھوں، جس کی روح قبر میں محبوس کر دی گئی ہو، اور اس کی روح

آسمان پر نہ (خدا اور فرشتوں کے یہاں) چڑھتی ہو۔ (آپ نے نماز جنازہ سے انکار فرما دیا) ہاں اگر کوئی آدمی اس کے قرضہ کا ذمہ دار اور ضامن ہو جائے تو میں اس پر نماز پڑھ دوں تو میری نماز اس کو نفع دے گی۔

فائدہ: ان احادیث صحیحہ سے معلوم ہوا کہ مسلمان میت کا اگر قرض رہ گیا ہو، اور اسے ادا نہ کیا گیا ہو تو اس کی روح کو جنت میں داخل ہونے سے روک دیا جاتا ہے، لہٰذا اولاً اس کے ترکہ سے کفن دفن کے صرفہ کے بعد اس کا قرضہ ادا کرے، صدقہ خیرات اور ایصال ثواب سے پہلے اس کا قرضہ ادا کرے، اگر میت مال چھوڑ کر مرا ہے تو اولاً اس کے مال سے اس کا سارا قرضہ ادا کرے، قرضہ چھوڑ کر ترکہ تقسیم کرنا جائز نہیں، اگر مال نہیں ہے اور قرضہ ہے یا قرضہ زائد ہے مال کم ہے تو وارثین اور رشتہ داروں کے لئے بہتر ہے اور بہت بڑے ثواب کا کام ہے کہ اس کی جانب سے حسب وسعت قرضہ ادا کر دے، تاکہ میت ثواب پانے اور جنت جانے سے رکا نہ رہے۔

اسی طرح قرض چاہنے والوں کے لئے ایسی صورت میں بہتر ہے کہ میت کے قرضے کو معاف کر دے، حدیث پاک میں اس کی بڑی فضیلت ہے، قیامت کے دن خدا بھی اسے معاف فرما دے گا، حضرت ابوقتادہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو شخص اس بات سے خوش ہو کہ قیامت کے رنج وغم سے اسے خدائے پاک نجات دے، اسے چاہئے کہ وہ قرض دار تنگدست کو مہلت دے یا معاف کر دے۔

(مشکوٰۃ صفحہ ۳۵۱، سنن کبریٰ جلد ۵ صفحہ ۳۵۷)

جن کے یہاں میت ہوئی ہو کھانا بھیجنا سنت ہے

حضرت عبداللہ بن جعفر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے منقول ہے کہ جب حضرت جعفر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے شہید ہونے کی اطلاع آئی تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، جعفر کے گھر والوں کے لئے کھانا بنا کر بھیج دو کہ ایسا حادثہ پیش آگیا ہے، جس میں وہ لگے ہوئے ہیں رنج وغم کی وجہ سے کھانا نہیں بنا سکتے۔

(ابوداؤد صفحہ ۴۴۷، مسند احمد مرتب جلد ۸ صفحہ ۱۹۵، ترمذی، ابن ماجہ صفحہ ۱۱۵، حاکم)

آپ صلی اللہ علیہ وسلم میت کے بغل والوں کو (خواہ رشتہ دار ہوں یا صرف پڑوسی ہوں) میت کے گھر والوں کے لئے کھانا تیار کرنے کا حکم دیا کرتے تھے۔ (کشف الغمہ صفحہ ۱۷۵)

فائدہ: علماء نے بیان کیا کہ میت کے پڑوسی اور رشتہ دار کے لئے مستحب ہے کہ دن اور رات کے وقت جس کے گھر میت ہوئی ہے کھانا تیار کر کے بھیج دے اور ان پر یہ لوگ کھانا کھانے کا اصرار کریں، اس لئے کہ غم رنج اس کو اس کا موقعہ نہ دے گا۔ (اعلاء صفحہ ۲۷۷)

علامہ طیبی شارح مشکوٰۃ میں ذکر کرتے ہیں کہ رشتہ دار اور بغل والے کے لئے مستحب ہے کہ میت کے گھر والوں کے لئے کھانا بنا کر بھیج دیں۔ (مرقات المفاتیح جلد ۵ صفحہ ۴۸۰)

ملا علی قاری نے بیان کیا کہ ایک دن رات اور دن کا کھانا بھیجے، یعنی دو وقت، عموماً ایک دن سے زائد ایسا مشغول کن غم نہیں ہوتا، پھر سنت یہ بھی ہے کہ ان کو کھانے پر اصرار کرے کھلائے (یہ نہیں کہ صرف کھانا بھیج دے) تاکہ شدت بھوک یا شرم وحیاء کی وجہ سے نہ کھانے کا ضعف نہ رہے۔ (مرقات)

ابن ہمام نے فتح القدیر میں لکھا ہے کہ ایک دن اور ایک رات یعنی دو وقت کا کھانا بھیجے۔

(فتح القدیر، شامی جلد۲ صفحہ ۳۴۰)

میت کے گھر کھانے مجلس یا دعوت طعام ممنوع اور بدعت ہے

حضرت جریر بن عبداللہ البجلی سے مروی ہے کہ ہم لوگ (صحابہ کرام) میت کے گھر جمع ہونا اور کھانا وغیرہ تیار کرانا نوحہ (جو ناجائز ہے) میں شمار کیا کرتے تھے۔ (مسند احمد صفحہ ۹۵، مرتب ابن ماجہ صفحہ ۱۱۶، فتح القدیر جلد۲ صفحہ ۱۴۲)

حضرت جریر رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ حضرت عمر بن خطاب رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ کے پاس تشریف لائے، تو حضرت عمر رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ نے فرمایا کیا تم لوگ اپنی میت پر نوحہ کرتے ہو، کہا نہیں، فرمایا کیا تم میت کے گھر کھانے کے لئے جمع ہوتے ہو، اور کھانا بناتے ہو کہا ہاں کہا یہ نوحہ ہے (جو ناجائز ہے)۔ (بلوغ الامانی جلد۸ صفحہ ۹۵)

فَائِدَہ: جس کے گھر میں انتقال ہوتا ہے، وہ دوسرے دن یا تیسرے دن یا اسی دن دوسرے وقت میں جو کھانا بناتے ہیں دیگ چڑھاتے یتیم غریب، محلے والے اور آنے والے مہمان کو اس کھانے میں شامل کرتے ہیں، کھانے کا اہتمام یہ بدعت ہے، ایام جاہلیت کی رسم ہے، جو نوحہ کے مفہوم میں ہے، دعوت اور کھانا کھلانے کا اہتمام تو خوشی کے موقعہ پر ہوتا ہے، نہ کہ غمی کے موقعہ پر، ہند پاک کے بیشتر علاقوں میں یہ کھانا رائج ہے، تمام علماء محققین نے اس کھانے کو ممنوع قرار دیا ہے، قبیح بدعت قرار دی ہے، اور اس کے متعدد ناجائز حرام اور منکرات کو بیان کیا ہے۔

فقہ فتاویٰ کی کتابیں اس کھانے اور دعوت کی قباحت اور ممانعت پر بھری پڑی ہیں، مگر امت اس قبیح حرکت کو جو حدیث وسنت اور فقہ فتاویٰ سے ممنوع اور حرام ہے چھوڑنے پر راضی نہیں۔

ابن ہمام لکھتے ہیں کہ:

"یکرہ اتحاذ الضیافة من اھل المیت لانه شرع فی السرور لا فی الشرور، وھی بدعة مستقبحة."

شرح مرقات میں ملا علی قاری لکھتے ہیں:

"اصطناع اھل المیت الطعام لاجل اجتماع الناس علیه بدعة مکروھة بل صح عن جریر رضی اللّٰه کنا نعده من النیاحة وھو ظاھر فی التحریم."

وفی الشامی:

"یکرہ اتخاذ الطعام فی الیوم الاول اولثالث وبعد الاسبوع ونقل الطعام الی القبر فی المواسم واتخاذ الدعوۃ لقراء ۃ القرآن وجمع الصلحاء والقرا للختم او لقراء ۃ سورۃ الانعام او الاحلاص."

علامہ شامی مزید اس کی حرمت کی وجہ بتاتے ہیں یہ اجتماع دعوت اور شہرت کے لئے ہے، ثواب اور اللہ کے لئے نہیں۔

"وھذہ الافعال کلھا للسمعۃ والریا فیحترز عنھا لانھم لا یریدون بھا وجہ اللّٰہ." (الشامی جلد۲ صفحہ۲۴۱)

اسی طرح طحطاوی علی المراقی میں ہے:

"یکرہ اتخاذ الدعوۃ بقراء ۃ ألقرآن وجمیع الصلحاء والقرآن للختم."

(طحطاوی علی المراقی صفحہ۳۳۹)

فتاویٰ خانیہ میں علامہ قاضی خاں صاحب لکھتے ہیں:

"یکرہ اتخاذ الضیافۃ ایام المصیبۃ لانھا ایام تاسف." (جلد۲ صفحہ۱۸۷)

فَائِدَۃ: پس احادیث آثار اور فقہاء کرام کے قول اور فتاویٰ سے معلوم ہوا کہ میت کے گھر جو مرنے کے بعد خواہ ۳/دن یا ۱۳/ یا ۴۰/دن کے بعد ہوتا ہے جسے چالیسواں کہتے ہیں خلاف سنت ناجائز اور ممنوع ہے، اس میں ثواب کے بجائے گناہ ہوتا ہے، لہٰذا اس رسم اور بدعت سے بچنا لازم ہے، جب گناہ معلوم ہو جائے تو اس پر عرف رواج کی وجہ سے باقی نہ رہے، خدا رسول اور شریعت کی رعایت کرتے ہوئے اسے چھوڑ دے، یہی ایمان کا تقاضا ہے گناہ معلوم ہوجانے کے بعد اس پر باقی رہنا جرم عظیم ہے، جاہلوں کی گھڑی ہوئی باتوں پر جان و مال کا خرچ کرنا بڑی بری حرکت ہے، اللہ پاک ہم سب کو ہدایت فرمائے۔

مسلمان میت کا پوسٹ مارٹم کرنا کروانا ناجائز ہے

حضرت عائشہ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہَا سے مروی ہے کہ آپ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ نے فرمایا، مردوں کی ہڈی کا توڑنا ایسا ہی ہے جیسے زندوں کا، راوی نے کہا مطلب یہ ہے کہ گناہ ہے۔ (ابوداؤد جلد۲ صفحہ۴۵۸، ابن ماجہ صفحہ۱۱۶، مسند احمد صفحہ۸۰)

حضرت جابر رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے مروی ہے کہ ہم لوگ آپ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ کے ساتھ ایک جنازہ میں نکلے، آپ قبر کے کنارے بیٹھ گئے ہم لوگ بھی بیٹھ گئے، کھودنے والے نے ایک پنڈلی کی ہڈی یا بازو نکالا، اور اسے (پھاڑ دے سے توڑنے لگا) آپ نے اسے منع فرمایا، اسے مت توڑو، میت کا توڑنا ایسے ہی ہے جیسے کہ زندہ کو توڑنا، ہاں البتہ

اسے قبر کی ایک جانب چھپا دو دفن کرو۔ (مرقاۃ المناتیح جلد۵ صفحہ ۴۴۹)

حضرت ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ مؤمن کو موت کی حالت میں اسی طرح (تکلیف دہ امور سے) اذیت ملتی ہے جس طرح زندوں کو ملتی ہے۔ (مرقات المفاتیح جلد۴ صفحہ ۷۹)

فائدہ: آج کل جو پوسٹ مارٹم کا طریقہ رائج ہے، یہ شرعاً ناجائز ہے، اس میں سر، سینہ وغیرہ کو توڑ کر جانچ کیا جاتا ہے، اس میں مردے کی توہین اور اذیت ہے، طیبی میں ہے جس طرح زندوں کی توہین اکرام کے خلاف درست نہیں اسی طرح مردوں کی، علامہ باجی نے کہا کہ مردوں کا احترام زندوں کے احترام کی طرح ہے، جس طرح زندگی میں یہ امور ممنوع ہیں اسی طرح مرنے کے بعد بھی علامہ زرقانی نے بیان کیا میت کے ساتھ اس طرح کسر توڑی کی حرمت پر اتفاق ہے، ابن عبدالبر مالکی نے بیان کیا کہ جن امور سے زندوں لو تکلیف ہوتی ہے۔ انہیں امور سے مردوں کو بھی تکلیف ہوتی ہے۔ لہٰذا اپنے اختیار میں ہو اور بس چلے تو پوسٹ مارٹم ہرگز نہ ہونے دے۔ (مرقاۃ جلد۵ صفحہ ۴۴۹)

مرنے والے کے متعلق عقیدت مندانہ کلمات کہنا

حضرت ابودرداء کو جب حضرت عبداللہ (بن مسعود) کی وفات کی خبر پہنچی تو کہا اپنا مثل نہیں چھوڑا۔

حضرت ابراہیم نخعی کی وفات کی خبر جب امام شعبی کو پہنچی تو امام شعبی نے کہا اللہ کی ان پر رحمت ہو، انہوں نے اپنا مثل نہیں چھوڑا، وہ میت کی حالت میں بھی زندوں سے زیادہ فقیہ ہیں۔

محمد ابن حنفیہ نے حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے جنازہ میں کہا، آج علم کا انتقال ہو گیا، عمار نے بیان کیا کہ ہم لوگ حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما کے ساتھ محل کے سایہ میں حضرت زید بن ثابت کے جنازہ کے موقعہ پر بیٹھے ہوئے تھے تو انہوں نے فرمایا، آج کے دن بہت بڑے علم کو دفن کر دیا گیا۔ (ابن ابی شیبہ جلد۳ صفحہ ۳۶۶)

حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما کی روایت میں ہے کہ ایک صحابی کو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے رات میں قبر میں داخل کیا اس کے لئے روشنی جلائی گئی تھی، آپ نے اسے قبلہ کی جانب سے لیا، اور (اس کے حق میں) فرمایا۔

اللہ کی تم پر رحمت ہو تم بہت رونے والے اور قرآن کی تلاوت کرنے والے تھے۔

(ترمذی جلد۱ صفحہ ۲۰۴، سبل الہدیٰ جلد۸ صفحہ ۳۸۰)

فائدہ: اس سے معلوم ہوا کہ میت نیک و صالح ہو، بزرگ ہستی ہو، اہل علم و فضل ہو اس کی منقبت بیان کی جا سکتی ہے مگر مبالغہ آمیز اور خلاف واقعہ تعریف سے جو ایک قسم کا جھوٹ ہے احتیاط کرے۔

قبر اور احوال برزخ کے متعلق آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاکیزہ ارشادات کا بیان

فتنہ اور آزمائش قبر کا بیان

حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کی ہے کہ قبر میں دباؤ اور سختی ہوتی ہے اگر اس سے کوئی بچ سکتا تو حضرت سعد بن معاذ بچتے۔ (مجمع الزوائد صفحہ ۴۹، اتحاف الخیرہ جلد ۳ صفحہ ۳۷۰)

حضرت ابوایوب انصاری رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ ایک چھوٹا سا بچہ دفن کیا گیا، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، اگر قبر کے دباؤ اور سختی سے کوئی بچتا تو یہ بچہ محفوظ رہتا۔ (مجمع الزوائد صفحہ ۴۹)

اسماء بنت ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی حدیث میں ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، مجھے وحی بھیجی گئی ہے کہ تم اپنی قبروں میں آزمائے جاؤ گے، دجال کے فتنہ کے قریب۔ (مشکوٰۃ صفحہ ۲۶)

حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے مروی ہے کہ (سعد بن معاذ کے بارے میں) یہ وہ ہیں کہ جس کے لئے عرش ہل گیا آسمان کے دروازے کھل گئے ستر ہزار فرشتے حاضر ہوئے مگر پھر بھی قبر نے ان کو دبوچا، پھر ان کو راحت ملی۔ (مشکوٰۃ صفحہ ۲۶، شرح الصدور صفحہ)

ابن ابی ملیکہ سے روایت ہے کہ قبر کے دبانے سے کوئی نہ بچا، حتیٰ کہ حضرت سعد بن معاذ بھی، جس کا ایک رومال بھی دنیا و مافیہا سے بڑھ کر ہے۔ (شرح الصدور)

حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ حضرت زینب صاحبزادی رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم کا انتقال ہوگیا، ہم لوگ ان کے جنازہ میں ہمراہ گئے آپ صلی اللہ علیہ وسلم بہت ہی غمگین تھے آپ تھوڑی دیر قبر پر بیٹھ کر آسمان کی جانب دیکھنے لگے، پھر قبر کے پاس سے آ گئے اور آپ کا غم بہت زیادہ ہوگیا، پھر تھوڑی دیر بعد غم ختم ہوگیا اور آپ مسکرانے لگے، دریافت کیا تو فرمایا، میں قبر کے دبانے کو یاد کر رہا تھا، اور زینب کی کمزوری کو تو یہ بات مجھ پر دشوار گزری تو پہلے بارگاہ خداوندی میں دعا کی کہ قبر کے دبانے میں کمی کر دی جائے تو دعا قبول ہوگئی، لیکن پھر بھی قبر نے (باوجود کم ہونے کے) دبایا اس کا دباؤ اتنا محسوس ہوا کہ اس کی آواز کو انسان و جنات کے علاوہ ہر ایک نے

سنا۔ (شرح الصدور صفحہ)

حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ جب حضرت سعد بن معاذ دفن کیے گئے تو ہم لوگ آپ ﷺ کے ساتھ تھے آپ نے سبحان اللہ (خوب) پڑھا لوگوں نے بھی آپ کے ساتھ پڑھا۔ آپ نے تکبیر کہی لوگوں نے بھی تکبیر کہی۔ لوگوں نے پوچھا آپ نے کس وجہ سے سبحان اللہ کہا آپ نے فرمایا اس نیک مرد پر قبر تنگ ہوگئی تھی۔ (تسبیح وتکبیر سے) پھر اللہ پاک نے کشادہ فرمادیا۔ (مجمع الزوائد صفحہ ۴۹، مشکوٰۃ صفحہ ۲۶)

عذاب قبر بیان فرماتے اور اس سے خوف دلاتے

حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے مروی ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا عذاب قبر حق ہے۔

(عمدۃ القاری، کنز العمال صفحہ ۶۳۹)

حضرت ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا مردوں کو قبروں میں عذاب دیا جاتا ہے یہاں تک کہ جانوران کی آوازوں (چیخ وپکار کو) سنتے ہیں۔ (کنز، مجمع الزوائد صفحہ ۵۹)

حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا تم سے دفن نہ کرنے کا اندیشہ نہ ہوتا (کہ اس کے عذاب کو سن کر تم دفن نہ کروگے) تو دعا کرتا کہ تم عذاب قبر (کی چیخ وپکار کو) سن لو۔

(مسند احمد، مسلم صفحہ ۳۸۶، کنز العمال جلد ۱۵ صفحہ ۶۴۱)

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا اگر آدمی جان لیتا کہ موت کے بعد اسے کیا کیا (مصائب وپریشانیاں) پیش آئیں گی تو وہ نہ تو کھانے کا ایک لقمہ کھاتا نہ پانی کا ایک گھونٹ پیتا (مارے رنج وفکر کے) روتا رہتا اور اپنے سینہ پر مارتا رہتا۔ (طبرانی، کنز جلد ۱۵ صفحہ ۶۴۰)

اے ابوایوب تم کیا نہیں سنتے جو میں سنتا ہوں۔ میں سنتا ہوں یہودیوں کی آواز (چیخ وپکار کو) جو قبروں میں عذاب دیئے جارہے ہیں۔ (بخاری صفحہ ۱۸۴، مسلم، مسند احمد، کنز جلد ۱۵ صفحہ ۶۴۴)

حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا قبر آخرت کی پہلی منزل ہے پس اگر اس سے نجات پا جائے تو اس کے بعد کا مرحلہ آسان ہوجاتا ہے اور اگر نجات نہیں پایا تو اس کے بعد کا مرحلہ اس سے زیادہ سخت ہوتا ہے۔ (ترمذی صفحہ ۵۷، بیہقی، کنز صفحہ ۶۳۵)

حضرت زید بن ثابت رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا اس امت کو قبر میں آزمایا جاتا ہے۔ (مسلم جلد ۲ صفحہ ۳۸۶)

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے مروی ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا جب تم میں سے کوئی مرجاتا ہے۔ اگر وہ اہل جنت میں سے ہوتا ہے تو جنت والوں کی طرح معاملہ کیا جاتا ہے (اس کا ٹھکانہ جنت اس پر پیش

کیا جاتا ہے اور اگر اہل دوزخ میں سے ہوتا ہے تو اس سے کہا جاتا ہے کہ یہ تمہارا (جہنم دکھا کر) ٹھکانہ ہے۔ یہاں تک کہ قیامت آجاتی ہے۔ (بخاری صفحہ ۱۸۴)

اسماء بنت ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں کہ آپ وعظ فرمانے کھڑے ہوئے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے قبر کے اس فتنہ اور آزمائش کا ذکر کیا۔ جس میں ان کو آزمایا جائے گا۔ (بخاری صفحہ ۱۸۳، مشکوٰۃ صفحہ ۲۶)

عذاب قبر کے چند عبرت آمیز واقعات

ابن جوزی نے کتاب عیون الحکایات میں اپنی سند سے نقل کیا ہے کہ ابوسنان نے کہا میں ایک شخص کے پاس اس کے بھائی کی تعزیت کے لئے گیا تو دیکھا وہ بہت پریشان ہے۔ دریافت کرنے پر بتایا جب میں اس کے دفن سے فارغ ہوا تو میں نے قبر سے کراہنے کی آواز سنی، میں نے جلدی سے قبر کھولی تو مجھے کسی نے آواز دی اے بندہ خدا قبر نہ کھودو۔ چنانچہ میں نے پھر اسی طرح مٹی ڈال دی۔ ابھی دور ہی جانے پایا تھا کہ پھر آواز آئی پھر میں نے آکر تھوڑی سی مٹی ہٹائی آواز آئی اے بندہ خدا قبر نہ کھودو۔ پھر جب واپس آنے لگا تو وہی آواز آئی میں نے کہا بخدا اب ضرور کھودوں گا اب جو میں نے قبر کھود کر دیکھی تو اس کی گردن میں آگ کا ہار پڑا تھا۔ اور تمام قبر آگ سے روشن تھی۔ میں نے چاہا کہ یہ ہار اس کی گردن سے ہٹا دوں۔ تو میں نے اس پر اپنا ہاتھ مارا تو میری انگلیاں جل کر خاکستر ہوگئیں۔ اس نے (واقعہ بیان کرنے والے نے) اپنا ہاتھ دکھایا تو اس کی چار انگلیاں غائب تھیں۔ میں نے امام اوزاعی سے یہ تمام ماجرا سنایا۔ اور اعتراض کیا کہ یہودی نصرانی مجوسی مرتے ہیں تو ان کا یہ حال نہیں دیکھا جاتا۔ اور گناہگار مؤمن کا یہ حال۔ تو امام اوزاعی نے فرمایا ان کے جہنمی ہونے میں تو کوئی شک نہیں۔ تاہم اہل توحید (مسلمانوں) میں بعض کی حالت دکھا دی جاتی ہے۔ تاکہ عبرت حاصل کی جائے۔ (شرح صدور)

ابن ابی الدنیا نے عمر بن دینار سے روایت کی ہے کہ مدینہ میں ایک شخص کی بہنا کا انتقال ہوا۔ وہ اس کو دفن کر آیا۔ جب گھر پہنچا تو گھر والوں سے کہا میری ایک تھیلی تھی جو قبر میں رہ گئی اسے بھول آیا۔ اب جو تھوڑی سی قبر کھودی تو قبر آگ سے بھڑک رہی تھی میں نے قبر کو اسی طرح بند کر دیا۔ اور اپنی ماں کے پاس آکر کہا بہن کے بارے میں سوال کیا تو اس نے بتایا کہ وہ وقت پر نماز نہ پڑھتی تھی۔ (شرح الصدور)

حضرت شعبی فرماتے ہیں کہ ایک شخص نے حضور پاک صلی اللہ علیہ وسلم سے ذکر کیا کہ میں "بدر" کے مقام سے گزرا تو ایک آدمی کو دیکھا جو زمین سے نکل کر باہر آیا۔ ایک آدمی نے اسے ہتھوڑے سے مارا تو وہ زمین میں گھس گیا۔ پھر وہ نکلا پھر اسی طرح مارا وہ زمین میں گھس گیا اسی طرح ہوتا رہا۔ تو آپ نے فرمایا ابوجہل تھا اسی طرح اس کے ساتھ قیامت تک ہوتا رہے گا۔ (ابن ابی الدنیا، بلوغ الامانی صفحہ ۱۴۲)

ابوعبداللہ الحرانی نے کہا کہ میں اپنے گھر سے عصر کے بعد نکلا۔ قبرستان کی طرف آیا غروب شمس کے وقت میں قبروں کے درمیان سے گزرا تو کیا دیکھا ایک قبر ہے اس سے آگ کے شعلے اور چنگاری نکل رہی ہے۔ اس طرح جیسے آگ کی بھٹی سے۔ اور اس کے بیچ میں وہ مردہ تھا۔ تو میں اپنی آنکھوں پر ہاتھ پھیرنے لگا کہ میں سویا ہوا ہوں یا جاگا ہوا ہوں۔ پھر میں شہر کی دیوار کی طرف آیا تو میں نے کہا نہیں میں سو نہیں رہا ہوں۔ پھر میں اپنے گھر گیا اور بے ہوش ہوگیا۔ (یہ حیرت انگیز وحشت ناک ماجرا دیکھ کر دل برداشت نہ کرسکا) لوگوں نے کھانا لیا تو میں کھانا بھی نہ کھا سکا۔ پھر (ہوش میں آنے کے بعد) پوچھا کہ یہ کس کی قبر تھی تو لوگوں نے بتایا جو لوگوں سے ٹیکس لیتا تھا اس کی قبر ہے۔ (بلوغ الامانی جلد ۸ صفحہ ۱۴۲)

فَائِدَہ: یعنی لوگوں سے ظلماً ٹیکس کی شکل میں مال لیا کرتا تھا۔ پس معلوم ہوا کہ لوگوں سے ظلماً مال لینے والے کو قبر میں عذاب دیا جائے گا۔

حضرت سالم بن عبداللہ کی روایت میں ہے کہ میں مکہ مکرمہ مدینہ منورہ کے درمیان سواری پر گزر رہا تھا کہ ایک قبر پر سے گزر ہوا تو دیکھا کہ آگ کی لپٹوں کے ساتھ ایک آدمی قبر سے نکلا اور اس کی گردن میں لوہے کی زنجیر تھی جسے وہ کھینچ رہا تھا۔ اس نے کہا کہ اے عبداللہ ذرا پانی پلاؤ۔ قسم ہے خدا کی مجھے نہیں پتہ کہ اس نے میرا نام کیسے جانا یونہی عبداللہ کے نام سے پکارا جیسے لوگ پکار لیتے ہیں۔ پس دوسرا آدمی نکلا اس نے کہا اے عبداللہ اسے پانی مت دو۔ پھر اس نے زنجیر سے کھینچ کر قبر میں دھکیل دیا۔ (بلوغ الامانی جلد ۸ صفحہ ۱۴۲)

علامہ ابن قیم نے کتاب الروح میں اپنی سند سے روایت کی کہ ایک شخص بغداد کے لوہاری بازار میں آیا اور چھوٹی چھوٹی کیلیں (کانٹیاں) فروخت کیں۔ لوہار نے ان کو پگھلانے کی بہت کوشش کی لیکن ناکام رہا۔ بالآخر اس نے بیچنے والے سے پوچھا یہ کیلیں تم کہاں سے لائے اولاً تو اس نے بتانے میں پس وپیش کیا پھر بعد میں اس نے بتایا کہ میں نے ایک قبر کھلی ہوئی دیکھی اس میں ایک میت کے ساتھ یہ کیلیں (بدن پر) لگی ہوئی تھیں۔ میں نے نکالنے کی کوشش کی لیکن نہ نکلیں تو میں نے پتھر سے ان کی ہڈیوں کو توڑا اور یہ کیلیں جمع کرلیں۔

(کتاب الروح صفحہ ۶۳، شرح صدور)

تاریخ مقریزی میں لکھا ہے کہ ۶۹۹ھ میں ایک قاصد آیا کہ ایک شخص ساحلی علاقے میں رہتا تھا اس کی بیوی کا انتقال ہوا وہ اسے دفنا کر آیا ایک رومال جس میں درہم تھے قبر ہی میں بھول گیا۔ ایک عالم کو لے کر ساتھ میں قبر پر پہنچا۔ کہ اس سے وہ رومال نکالے۔ وہ عالم کنارے پر کھڑا ہوگیا۔ قبر جو کھودی گئی تو دیکھا کہ عورت کی ٹانگیں اس کے بالوں سے باندھ دی گئی ہیں اس کے بعد بے حد کوشش کی کہ اسے کھول دے۔ لیکن ناکام رہا۔ جب اس نے زیادہ کوشش کی تو اسے اور اس کی بیوی کو زمین میں دھنسا دیا۔ (اس ہیبت ناک واقعہ کو دیکھ کر وہ عالم

بے ہوش ہوگیا) اور ایک دن ایک رات تک وہ عالم وہیں بے ہوش پڑا رہا۔ بادشاہ نے اس واقعہ کی اطلاع شیخ تقی الدین بن دقیق العید (جو بہت بڑے محدث اور عالم تھے) کو لکھ کر بھیجا تو وہ آئے انہوں نے خود بھی یہ واقعہ دیکھا اور لوگوں نے بھی دیکھا۔ (شرح الصدور)

محدث ابن عساکر نے محمد بن سعید سے روایت کی ہے کہ مسلم بن عتبہ (جو ظالم اور قاتل تھا) اس کی قبر کھودی گئی تو دیکھا کہ ایک اژدہا اس کی گردن میں لپٹا ہوا ہے جو اس کی ناک کو چوس رہا ہے یہ حال دیکھ کر لوگ بھاگ گئے۔ (شرح الصدور)

فائدہ: علامہ ابن قیم کہتے ہیں کہ عذاب قبر کی دو قسمیں ہیں دائمی جو کافروں اور بعض گنہ گاروں کے لئے ہے غیر دائمی (جو کبھی ختم ہو جائے گا) یہ کم گناہ والوں کے لئے ہے ان کے جرائم کے مطابق عذاب ہوگا پھر ختم ہو جائے گا۔ یہ دعا اور صدقہ خیرات سے بھی ختم ہو جاتا ہے۔ پس لوگوں کو چاہئے کہ اپنے مردوں کے لئے صدقات خیرات کیا کریں۔

قبر میں کیا سوال کیا جائے گا

ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی ایک مرفوع روایت میں ہے کہ مؤمن (صالح) کو قبر میں بٹھا دیا جائے گا اور اس سے سوال کیا جائے گا۔ تمہارا رب کون ہے، وہ کہے گا میرا رب اللہ ہے، پھر پوچھا جائے گا تمہارا نبی کون ہے جواب دے گا میرے نبی محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہیں، پھر پوچھا جائے گا تمہارا دین مذہب کیا ہے، کہے گا میرا مذہب اسلام ہے، تو اس کے لئے (صحیح جواب دینے پر) دروازہ قبر میں (جنت کا) کھول دیا جائے گا۔

اگر وہ اللہ کا دشمن ہوگا۔ (کافر نافرمان) پس جب اسے قبر میں (برزخ میں) بٹھا کر پوچھا جائے گا کہ تمہارا رب کون تو وہ کہے گا ہمیں نہیں معلوم تو فرشتے کہیں گے میں تم کو جانتا تھا (یہی جواب دو گے) پھر اس کے لئے جہنم کا دروازہ کھول دیا جائے گا، پھر اسے اس سختی سے مارا جائے گا جسے انسان اور جن کے علاوہ سب سنیں گے۔

(مختصراً مجمع الزوائد جلد۳ صفحہ ۵۶)

حضرت عبداللہ کی حدیث میں ہے کہ مؤمن کا جب انتقال ہو جاتا ہے قبر میں بٹھا دیا جاتا ہے اور اس سے سوال کیا جاتا ہے "من ربك ما دينك من نبيك" پس وہ جواب دیتا ہے میرا رب اللہ ہے میرا دین اسلام ہے میرے نبی محمد صلی اللہ علیہ وسلم ہیں۔ (مجمع الزوائد صفحہ ۵۷)

حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اس امت کو قبر میں آزمایا جاتا ہے جب مؤمن کو قبر میں داخل کیا جاتا ہے اور اس کے رفقاء جب اس سے جدا ہو جاتے ہیں تو سخت جھڑکنے والا فرشتہ آتا ہے، اس سے کہا جاتا ہے، اس آدمی کے بارے میں کیا کہتے ہو (نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کی صورت مثالیہ دکھا

کر) تو مؤمن کہتا ہے یہ اللہ کے رسول اور اس کے بندے ہیں، تو فرشتہ ان سے کہتا ہے دیکھو وہ ٹھکانہ جو تمہارا جہنم کا تھا اللہ نے تم کو اس سے نجات دی، جہنم کے بدلہ تجھے جو دکھایا گیا جنت دی، تو مؤمن کہتا ہے ذرا چھوڑو مجھے میں اپنے گھر والوں کو خبر کردوں، تو اس سے کہا جاتا ہے، خاموشی اختیار کرو۔

(مسند احمد، کنز العمال جلد ۱۵ صفحہ ۶۳۷، مجمع الزوائد جلد ۳ صفحہ ۵۱)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، جب میت کو قبر میں داخل کردیا جاتا ہے، تو دو نیلی آنکھوں والے فرشتے آتے ہیں، (بڑی ڈراؤنی شکل کے) اور ان سے کہتے ہیں اس آدمی کے بارے میں (رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم) کیا کہتے ہو، پس وہ کہتا ہے جو کہنا چاہئے، وہ اللہ کے بندے اور اس کے رسول ہیں میں گواہی دیتا ہوں، اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں محمد صلی اللہ علیہ وسلم اس کے بندے اور اس کے رسول ہیں، پس وہ دونوں کہتے ہیں ہمیں معلوم تھا کہ تم ایسا ہی کہو گے، پھر اس کی قبر کو ۷۰ گز کشادہ کردیا جاتا ہے، پھر اس کی قبر کو نور سے روشن کردیا جاتا ہے، پھر اس سے کہا جاتا ہے سو جاؤ (آرام کرلو) وہ کہتا ہے میں ذرا اپنے گھر والوں کو خبر کردوں، تو وہ فرشتے کہتے ہیں سو جاؤ دلہن کی طرح سونا، سو اسے کوئی نہیں بیدار کرتا سوائے اس کے جو اس کے نزدیک سب سے زیادہ محبوب و پسندیدہ ہوتا ہے، یہاں تک کہ اللہ پاک ہی اسے قیامت کے دن اٹھائے گا، اگر وہ منافق (فاسق گناہگار یا کافر) ہوتا ہے تو کہتا ہے (فرشتوں کے سوال کے جواب میں) میں نے سنا لوگ ایسا ایسا کہتے ہیں، ہمیں نہیں معلوم وہ دونوں فرشتے کہتے ہیں ہمیں معلوم تھا تم ایسا ہی کہو گے پس زمین سے کہا جاتا ہے اسے دبا دو، پس زمین اسے دبا دیتی ہے۔

(اس کی دونوں دیواریں مل جاتی ہیں) جس سے اس کی پسلیاں ایک دوسرے سے مل جاتی ہیں، اسی طرح وہ عذاب میں گرفتار رہتا ہے، یہاں تک اللہ پاک قیامت میں اسے اٹھائے گا۔ (ترمذی صفحہ ۲۰۵، کنز صفحہ، مشکوٰۃ صفحہ ۲۵)

حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، آدمی کو جب قبر میں رکھ دیا جاتا ہے، اور اس کے ساتھی اس کے پاس سے چلے جاتے ہیں، تو وہ (اس وقت) ان کے جوتے کی آواز تک سنتے ہیں۔

دو فرشتے آتے ہیں اور اسے بٹھاتے ہیں اور کہتے ہیں اس آدمی محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے بارے میں کیا کہتے ہو، تو ایمان والا یہ جواب دیتا ہے، میں گواہی دیتا ہوں کہ یہ اللہ کے بندے اور اس کے رسول ہیں، پس اس سے کہا جائے گا دیکھو ٹھکانہ جہنم تھا خدا نے اسے جنت سے بدل دیا، پس وہ دونوں کو دیکھے گا۔

اگر وہ منافق، (فاسق گناہگار) کافر ہوگا تو پوچھے جانے پر جواب دے گا، ہمیں نہیں معلوم ہے میں وہی کہتا ہوں، جو لوگ کہتے ہیں کہا جائے گا، تم نہ جانتے ہو اور نہ سمجھتے ہو، پھر لوہے کے ہتھوڑے سے اسے مارا جائے گا وہ چیخے گا، جس کی آواز کو قریب والے سنیں گے سوائے انسان اور جنات کے۔ (بخاری صفحہ ۱۸۴)

حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ آپ ﷺ کے ساتھ ایک سفر میں تھا، آپ سواری پر تھے، کہ وہ جانور بدکنے لگا، میں نے کہا اے اللہ کے رسول آپ کے جانور کو کیا ہوگیا کہ بدک رہا ہے، آپ نے فرمایا اس آدی کو قبر میں عذاب ہو رہا ہے اسی وجہ سے بدک رہا ہے۔ (مجمع الزوائد صفحہ ۱۸۴)

حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ آپ ﷺ قبیلہ بنی نجار کے محلے میں واخل ہوئے تو آپ نے جاہلیت کے دور میں مرے ہوئے نجارے کے لوگوں کی آواز سنی جن کو قبروں میں عذاب دیا جا رہا تھا، آپ خوفزدہ ہوکر نکلے، اپنے اصحاب کو حکم دیا عذاب قبر سے پناہ مانگیں۔ (مجمع الزوائد جلد ۳ صفحہ ۵۸، مجمع الزوائد صفحہ ۴۸۴)

میت کو قبر میں سوال کے لئے زندہ کیا جاتا ہے

حضرت براء بن عازب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی روایت میں ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا دو فرشتے (قبر میں مردے کے پاس آتے ہیں) اسے اٹھا کر بٹھا دیتے ہیں۔ اور اس سے سوال کرتے ہیں۔ (مختصراً، مشکوٰۃ صفحہ ۲۵)

حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا جب میت کو قبر میں داخل کر دیا جاتا ہے (پھر جب اسے سوال کے لئے زندہ کیا جاتا ہے) تو اسے ایسا معلوم ہوتا ہے کہ سورج ڈوبنے جا رہا ہے پس وہ اٹھ بیٹھتا ہے اور اپنی آنکھوں کو پونچھتا ہے اور کہتا ہے چھوڑو مجھے نماز پڑھنے دو۔ (مشکوٰۃ صفحہ ۲۶، ابن ماجہ صفحہ)

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا جب میت کو قبر میں دفن کر دیا جاتا ہے (تو سوال کے لئے) اسے قبر میں سوال کے لئے اٹھا کر بٹھایا جاتا ہے۔ (مختصراً، ابن ماجہ صفحہ، مشکوٰۃ صفحہ ۲۶)

فائدہ: ان روایتوں سے معلوم ہوا کہ میت کو جب لوگ قبر میں دفن کر دیتے ہیں اور دفن سے جب لوگ فارغ ہو جاتے ہیں تو اس میت کو قبر میں روح ڈال کر زندہ کیا جاتا ہے تا کہ اس سے سوال جواب کیا جا سکے۔

چنانچہ ابن حجر ان جیسی احادیث سے ثابت کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ اس میں دلیل ہے کہ میت کو قبر میں سوال کے لئے زندہ کیا جاتا ہے۔ (فتح الباری جلد ۳ صفحہ ۴۸۴، بحوالہ تسکین الصدور صفحہ ۱۷۲)

اسی طرح علامہ آلوسی لکھتے ہیں جمہور اہل سنت اس کے قائل ہیں کہ روح کو پورے جسم یا بعض جسم کی طرف سوال کے وقت ایسے انداز سے لوٹایا جاتا ہے جس کو اہل دنیا محسوس نہیں کر سکتے ہاں مگر جس کو اللہ تعالیٰ چاہے تو محسوس کرا دے۔ (روح المعانی جلد ۲۲ صفحہ ۵۷)

ابوبکر جصاص الرازی احکام القرآن میں ذکر کرتے ہیں مؤمن کو قیامت سے پہلے قبروں میں زندہ کیا جاتا ہے۔ (جلد ۱ صفحہ ۱۰۸)

علامہ تقی الدین سبکی لکھتے ہیں قبور میں اثبات حیات پر اہل سنت کا اجماع ہے۔

امام الحرمین اپنی کتاب "الشامل" میں فرماتے ہیں کہ امت کے اسلاف اثبات عذاب قبر اور مردوں کو قبروں

میں زندہ کرنے اور ان کی ارواح کو ان کے جسموں کی طرف لوٹانے پر متفق ہیں۔ (تسکین الصدور صفحہ ۱۷۴)

شرح مواقف میں ہے: مردوں کا قبروں میں زندہ کرنا منکر نکیر کا سوال ۔سب حق ہے۔

(بحوالہ تسکین الصدور صفحہ ۱۷۵)

علامہ ابوالمظفر الاسفرائینی "التبصیر" میں لکھتے ہیں۔ آنحضرت ﷺ نے خبر دی ہے مردے قبروں میں زندہ کئے جاتے ہیں اور مردوں کے زندہ کرنے کے بارے میں اس قدر احادیث و آثار وارد ہوئے ہیں کہ ان کا شمار کرنا مشکل ہے۔ (بحوالہ تسکین الصدور صفحہ ۱۸۱)

پس معلوم ہوا کہ قبر میں مردے زندہ کئے جاتے ہیں ان کو اٹھا کر بٹھا دیا جاتا ہے۔ تو ان کو ایسا معلوم ہوتا ہے کہ سورج ڈوب رہا ہے اور میں نے نماز نہیں پڑھی ہے۔ پھر ان سے منکر نکیر سوال جواب کرتے ہیں۔ مؤمن اور صالح جواب دے دیتا ہے فاسق گنہگار لڑکھڑا جاتا ہے۔ کافر تو جواب ہی نہیں دے پاتا ہے۔ اسی کے موافق راحت اور سزا ملنے لگ جاتی ہے۔

مردوں کی روحیں قبر میں لوٹا دی جاتی ہیں

حضرت براء بن عازب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی طویل روایت میں ہے آپ ﷺ نے فرمایا (قبر میں) دو فرشتے آتے ہیں ان کو بٹھا دیتے ہیں اور پوچھتے ہیں (یہ سوال جسم میں روح لوٹانے کے بعد ہوتا ہے) پھر آپ نے کافر کی موت کا ذکر کیا۔ اور فرمایا اور اس کی روح اس کے بدن میں لوٹا دی جاتی ہے اور دو فرشتے آتے ہیں اسے بٹھا دیتے ہیں اور اس سے سوال کرتے ہیں۔ (مختصراً، بخاری، مسلم، مشکوٰۃ صفحہ ۲۵)

ملا علی شرح فقہ اکبر میں فرماتے ہیں:

"اعادة الروح الى العبد فى قبره حق"

ترجمہ: "قبر میں روح کا بندے کی طرف لوٹایا جانا حق ہے۔" (صفحہ ۱۲۰)

تفسیر جریر طبری میں ہے کہ آنحضرت ﷺ نے کافر کی روح کے قبض کرنے کے سلسلے میں فرمایا۔ پس ان کی روح اس کے جسم میں لوٹا دی جاتی ہے۔ (بحوالہ تسکین صفحہ ۱۶۶)

مختصر الفتاویٰ میں ہے صحیح حدیثوں میں آتا ہے کہ روح موت کے بعد بدن کی طرف لوٹائی جاتی ہے۔ اور اس سے سوال ہوتا ہے اور پھر لوٹا دی جاتی ہے۔ (تسکین الصدور صفحہ ۱۷۴)

ملا علی روح کے اعادہ کی وضاحت کرتے ہوئے لکھتے ہیں۔ تو جان لے کہ اہل حق اس بات پر متفق ہیں کہ اللہ تعالیٰ قبر میں میت کے اندر ایک گونہ زندگی پیدا کر دیتا ہے جس سے وہ تکلیف اور لذت محسوس کرتا ہے۔

(شرح فقہ اکبر صفحہ ۱۲۱)

علامہ عینی عمدۃ القاری میں جسم میں اعادہ روح کے متعلق لکھتے ہیں:

اس میں کوئی بعد نہیں کہ بدن کے بعض اجزاء کی طرف زندگی لوٹائی جائے اور وہی بعض اجزاء حیات قبر کے سوال اور عذاب سے مختص ہوں اگرچہ ہمیں اس کا مشاہدہ نہ ہو۔ (صفحہ ۱۴۷)

ملا علی قاری مرقات میں لکھتے ہیں:

"فتعاد روحه فی جسده" کی حدیث کا ظاہر اسی کو چاہتا ہے کہ روح کا اعادہ تمام بدن کی طرف ہوتا ہے۔ (جلد ۴، صفحہ ۴۵، طبع ملان)

علامہ ابن ہمام فتح القدیر میں لکھتے ہیں:

حق بات یہ ہے کہ جس میت کو قبر میں عذاب ہوتا ہے اس میں اس انداز کی حیات رکھی جاتی ہے جس سے وہ تکلیف محسوس کرتا ہے۔ (جلد ۴ صفحہ ۹۹)

شرح عقائد میں ہے اور یہ صحیح ہے کہ اللہ تعالیٰ میت کے تمام اجزاء میں یا بعض میں ایک گونہ حیات پیدا کر دے جس سے وہ عذاب کا درد اور خوشی کی لذت کا ادراک کر سکے۔

مطلب یہ ہے کہ قبر میں میت کے تمام یا بعض اجزاء میں ایک گونہ حیات پیدا کی جاتی ہے جس سے وہ قبر میں عذاب کا دکھ اور خوشی اور راحت کا سکھ ادراک واحساس کر سکتی ہے اور سوال قبر اور عذاب و راحت کے لئے اتنی ہی حیات کافی ہے اور ایسی حیات جائز اور ممکن ہے اس میں کوئی استبعاد اور محال نہیں۔

علامہ شامی لکھتے ہیں اکثر علماء کے نزدیک اس میں اس قدر حیات ڈالی جاتی ہے جس سے وہ تکلیف کا احساس کر سکتی ہے ڈھانچے کا باقی رہنا اہل سنت کے نزدیک شرط نہیں بلکہ یہ حیات ایسے اجزاء متفرقہ میں پیدا کی جاتی ہے جن کو نگاہ محسوس نہیں کر سکتی۔ (الشامی صفحہ)

خیال رہے کہ قبر میں راحت اور سزا کے لئے دنیاوی جسم جسے مادی جسم کہتے ہیں کا ہونا ضروری نہیں۔ بلکہ مثالی جسم کو ہوتا ہے جو ہماری نظروں سے غائب ہیں اور اس جسم کا ہم ان آنکھوں سے ادراک نہیں کر سکتے۔

علامہ انور شاہ فیض الباری میں لکھتے ہیں صوفیاء کرام بیان کرتے ہیں کہ عذاب بدن مثالی کو ہوتا ہے نہ کہ بدن مادی کو۔ لہٰذا اگر قبر میں ہم کسی کے عذاب کا مشاہدہ نہیں کر سکتے تو کیا حرج ہے کیوں کہ ہم تو بدن مادی کو دیکھتے ہیں اور عذاب بدن مثالی کو ہوتا ہے۔

عذاب قبر کے بارے میں آسان بات یہ ہے کہ عذاب اس عالم میں دیا جاتا ہے جو ہماری نگاہوں سے غائب ہے۔ (فیض الباری جلد ۱ صفحہ ۲۰۲)

ایک مقام پر شاہ صاحب فرماتے ہیں کہ اہل سنت کے دو قول ہیں۔ ایک یہ کہ عذاب صرف روح کو ہوتا

ہے اور دوسرا یہ کہ روح اور جسم دونوں کو ہوتا ہے مشہور یہی قول ہے اور ہدایہ کے اکثر شارحین نے اسی کو اختیار کیا ہے اور میرے نزدیک بھی یہی مختار ہے۔ اگرچہ بدن ذرہ ذرہ ہی کیوں نہ ہو جائے کیوں کہ جمہور امت کے نزدیک شعور ہر چیز کو لازم ہے۔ (العرف الشذی صفحہ ۳۵۵)

عبدالحکیم سیال کوٹی لکھتے ہیں اعادہ روح کا مطلب یہ ہے اس قدر روح کا تعلق اس سے قائم کیا جاتا ہے جس سے وہ الم لذت اور جواب وسوال کا ادراک کر سکے۔ (عبدالحکیم علی الدوانی بحوالہ تسکین صفحہ ۱۹۰)

خلاصہ: اہل سنت والجماعت کا یہ مسلک ہے کہ میت جب قبر میں دفن کر دی جاتی ہے تو اس کی روح اس کے جسم کی طرف لوٹا دی جاتی ہے اور جسم سے روح کا اتنا اور ایسا تعلق ہو جاتا ہے کہ وہ راحت اور تکلیف وعذاب محسوس کرنے لگتا ہے اور اس تعلق کی کیفیت کا حقیقی علم خدا کو ہوتا ہے۔

مردے قبر میں سنتے ہیں اور بولتے بھی ہیں

حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی روایت میں ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا آدمی کو جب قبر میں دفن کر دیا جاتا ہے اور لوگ جب دفن کر کے واپس جانے لگ جاتے ہیں تو میت ان کی جوتیوں کی آواز سنتے ہیں۔

(مختصراً، بخاری صفحہ ۱۷۸، مشکوۃ صفحہ ۲۴)

حضرت عبید بن مرزوق سے روایت ہے کہ مدینہ میں ایک عورت تھی جو مسجد کی صفائی ستھرائی کیا کرتی تھی اس کا انتقال ہو گیا آپ ﷺ کو اس کا پتہ نہ چلا ایک روز اس کی قبر پر گزر ہوا دریافت کیا یہ قبر کس کی ہے صحابہ نے عرض کیا ام محجن کی آپ نے فرمایا وہی جو مسجد کا کام کیا کرتی تھی کہا ہاں اے اللہ کے رسول، آپ ﷺ نے صف باندھی اور اس کی نماز جنازہ ادا فرمائی۔ پھر آپ نے اس سے دریافت کیا (مدفون سے) اے عورت کون سا عمل اچھا پایا۔

اس پر صحابہ نے عرض کیا کیا وہ سنتی ہے آپ نے فرمایا تم اس سے زائد سننے والے نہیں۔ روایت میں ہے کہ اس نے جواب دیا مسجد کی صفائی۔ (شرح صدور)

حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا جب میت کو اس کے تخت ''چارپائی'' پر رکھ کر ۳ر قدم چلایا جاتا ہے تو وہ بات کرتی ہے جسے انسان وجنات کے علاوہ مخلوق سنتی ہے۔ چنانچہ میت کہتی ہے اے میرے بھائیو! اے میری نعش کے اٹھانے والو! دنیا تم کو دھوکے میں نہ ڈال دے جیسے مجھ کو ڈالا۔ زمانہ تم سے کھیل نہ کرے جیسے مجھ سے کیا۔ جو کچھ میرے پاس تھا۔ وارثوں کے لئے چھوڑ دیا (شرح الصدور)

حضرت انس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ آپ ﷺ بدر کے مقتولین کے پاس ۳ر دن کے بعد آئے۔ (جہاں ان کی لاش ڈال دی گئی تھی) کھڑے ہو کر ان کو پکارا۔ اے ابوجہل بن ہشام۔ اے امیہ بن

خلف، اے عتبہ بن ربیعہ اے شیبہ بن ربیعہ کیا اللہ کا وعدہ تم نے (جہنم کا) حق نہیں پایا۔ ہم سے جو اللہ نے (فتح کا) وعدہ کیا تھا ہم نے حق پایا۔ حضرت عمر رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ نے آپ کی اس بات کو سنا تو فرمایا۔ اے اللہ کے رسول کیسے یہ سنیں گے اور کہاں جواب دیں گے کہ مرے پڑے ہیں۔ آپ نے فرمایا قسم اس کی جس کے ہاتھ میں میری جان ہے تم اس سے زیادہ سننے والے نہیں جو میں کہہ رہا ہوں ہاں مگر جواب نہیں دے سکتے (مسلم ۱/ ۳۸۷)

حضرت ابوسعید خدری رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے مروی ہے کہ آپ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ نے فرمایا۔ جب جنازہ کو (تخت یا چارپائی پر) رکھ دیا جاتا ہے اور لوگ اپنی گردنوں پر اٹھا لے جاتے ہیں تو میت اگر نیک وصالح ہوتی تو یہ کہتی ہے جلدی سے چلو جلدی سے چلو اور اگر نیک اور صالح نہیں ہوتی تو یہ کہتی ہے ہائے افسوس! کہاں لے چلتے ہو۔ اس کی آواز کو انسان کے علاوہ تمام سنتے ہیں۔ اگر انسان سن لے تو بے ہوش ہو جائے۔ (بخاری صفحہ ۱۸۴)

فَائِدَۃ: مردے سنتے بھی ہیں بولتے اور کلام بھی کرتے ہیں۔ گو ہم اپنی کانوں سے ان کی بات اور آواز نہیں سن سکتے۔ اسی وجہ سے امام بخاری رَحِمَہُ اللّٰہُ تَعَالٰی نے "**الميت يسمع خفق النعال**" (میت جوتیوں کی آہٹ سنتے ہیں) اور "**كلام الميت**" (میت کلام گفتگو کرتے ہیں) باب قائم کر کے میت کے سننے اور بولنے کو ثابت کیا ہے۔ (صفحہ ۱۷۸، ۱۸۴)

حافظ ابن حجر نے فتح الباری میں اور علامہ عینی نے عمدۃ القاری میں لکھا ہے کہ میت کا بولنا زبان سے حقیقۃً ہوتا ہے، مجازاً زبان حال مراد نہیں، اور ان کی بات اور کلام کو انسان کے علاوہ تمام اشیاء سنتے ہیں۔ (عمدۃ جلد ۸ صفحہ ۱۱۴)

جن کی روحانیت جس قدر اعمال صالحہ تقویٰ انابت الی اللہ کی وجہ سے قوی ہوتی ہے وہ اسی قدر برزخ میں سماع اور کلام اور گفتگو کی طاقت رکھتے ہیں۔ اسی وجہ سے حضرات انبیاء کرام اور شہداء عظام کو یہ قوت دوسروں کی بہ نسبت زیادہ رہتی ہے۔

سماع موتی کا مسئلہ اور اس کی تحقیق

خیال رہے کہ سماع موتی، مردے سنتے ہیں یا نہیں بعض لوگوں نے اس سے اختلاف کیا ہے۔ مگر ان کا اختلاف جمہور اور اجماع کی وجہ سے معتبر نہیں۔

تفسیر ابن کثیر میں علامہ حافظ ابن کثیر رَحِمَہُ اللّٰہُ تَعَالٰی لکھتے ہیں:

"**والسلف مجتمعون على هذا وقد تواترت الاثار عنهم بان الميت يعرف بزيارة الحى له ويستبشر به.**" تَرجَمَۃ: اور سلف صالحین کا اس بات پر اجماع ہے کہ اور بلاشبہ تواتر کے ساتھ یہ ثابت ہے کہ مردہ اس زندہ کو جو اس کی زیارت کرتا ہے۔ پہچانتا ہے اور اس سے خوش ہوتا ہے۔ (ابن کثیر جلد ۳ صفحہ ۴۳۸)

فیض الباری میں علامہ انور شاہ فرماتے ہیں:

"والاحادیث فی سمع الاموات قد بلغت مبلغ التواتر."

تَرْجَمَۃ: "مردوں کی سماع کی حدیثیں تواتر کے درجہ کو پہنچی ہوئی ہیں۔" (جلد۲صفحہ۴۶۷)

فتح الملہم میں علامہ عثانی لکھتے ہیں:

"ان سماع الموتٰی ثابت فی الجملة بالاحادیث الکثیرة الصحیحة."

تَرْجَمَۃ: "سماع موتی فی الجملہ احادیث کثیرہ صحیحہ سے ثابت ہے۔" (جلد۲صفحہ۴۷۹)

علامہ آلوسی بغدادی اس مسئلہ پر طویل بحث کرتے ہوئے لکھتے ہیں۔

"والحق ان الموتی یسمعون فی الجملة " (روح المعانی جلد۲۱صفحہ۵۷)

پس ان تمام جلیل القدر علمائے کے قول سے معلوم ہوا کہ مردے سنتے ہیں، سلام کرنے والوں کا جواب دیتے ہیں زیارت کرنے والے کو پہچانتے ہیں۔

قرآن پاک میں جو "**انك لا تسمع الموتی**" ہے اس سے معلوم ہوا کہ سماع سننا، اسماع سنانا دونوں الگ ہیں۔ خدائے پاک نے اسماع یعنی سنانے کی نفی کی ہے۔ چنانچہ قاضی ثناء اللہ پانی پتی تفسیر مظہری میں آیت قرآنیہ "**انك لا تسمع الموتی**" کی تفسیری وضاحت کرتے ہوئے لکھتے ہیں۔ "جب آنحضرت ﷺ سے صحیح طور پر یہ ثابت ہو چکا ہے کہ مردے زندے کا کلام سنتے ہیں تو اللہ تعالیٰ کے اس فرمان "**انك لا تسمع الموتی**" تم مردے کو نہیں سنا سکتے" یہ معنی ہوگا کہ تم اپنے اختیار اور قدرت سے نہیں سنا سکتے۔ جس طرح کہ تم زندہ کو سنا سکتے ہو۔ جیسا کہ اللہ تعالیٰ کی عادت جاری ہے۔ لیکن اللہ تعالیٰ جب چاہتا ہے مردوں کو زندہ کا کلام سنا دیتا ہے۔ یا "**انك لا تسمع الموتی**" کا مطلب یہ ہے کہ تم ان کو اس انداز سے نہیں سنا سکتے جس پر نفع مرتب ہو۔ (تفسیر مظہری جلد۷صفحہ۲۵۳)

حافظ ابن کثیر اس کی وضاحت کرتے ہوئے لکھتے ہیں "**لا تسمعهم شيئا ينفعهم**" تم ان (مردوں کو) ایسی چیز نہیں سنا سکتے جو ان کو (برزخ میں) نفع دے۔ (ابن کثیر جلد۳صفحہ۳۸۴)

یعنی آیت کا مطلب یہ نہیں کہ مردے سنتے ہی نہیں بلکہ مطلب یہ ہے کہ ان کے حق میں سماع مفید اور نافع نہیں کیوں کہ جب تکلیفی زندگی ختم ہو چکی تو پھر ایمان لانے اور توبہ کرنے کے کیا معنی۔ اور یہ بھی مطلب ہے کہ سنانا تمہاری قدرت و اختیار میں اور بس میں نہیں کیوں کہ جس عالم میں یہ سماع ہے، وہ قبر اور برزخ کا عالم ہے۔ دونوں جہاں کا قانون اور حال اور صفات الگ الگ ہیں۔ اس عالم دنیا میں ہر ایک کو تم اپنا قول سنا سکتے ہیں مگر برزخ میں تم اپنے اختیار سے نہیں سنا سکتے جب تک کہ اللہ تعالیٰ تمہاری بات کو اپنی قدرت سے ان تک نہ پہنچائے۔ خواہ خود یا فرشتوں کی معرفت۔

حضرت عبداللہ ابن عباس رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُمَا کی ایک روایت میں ہے آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا جب بھی کوئی شخص اپنے مؤمن بھائی کی قبر کے پاس سے گزرتا ہے جس کو وہ دنیا میں پہچانتا تھا تو جب وہ اس کی قبر پر سلام کہتا ہے صاحب قبر اس کو پہچانتا ہے اور اس کے سلام کا جواب دیتا ہے۔ (جامع الصغیر جلد ۲ صفحہ ۱۵۱)

مردوں کے سننے اور کلام و گفتگو کے واقعات کو علامہ سیوطی رَحِمَہُ اللہُ تَعَالٰی نے شرح الصدور میں کثرت کے ساتھ ذکر کیا ہے تفصیل مطلوب ہو تو وہاں دیکھیے۔

عذاب قبر روح اور جسم دونوں کو ہوتا ہے

حضرت ابو ہریرہ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے روایت ہے کہ ہم ایک جنازہ میں آپ ﷺ کے ساتھ تھے۔ جب دفن سے فارغ ہوگئے۔ لوگ چلے گئے تو آپ نے فرمایا۔ یہ تمہارے جوتوں کی آہٹ بھی سنتے ہیں۔ ان کے پاس اب منکر نکیر (دو فرشتے) آئیں گے۔ جن کی آنکھیں تانبے کی ہانڈی جیسی (بڑی اور ڈراؤنی ہوں گی) دانت گائے کے دانت جیسے ہوں گے۔ اور آواز بادل کی گرج کے مانند ہوگی۔ بٹھا کر سوال کریں گے کس کی عبادت کرتے تھے تمہارے نبی کون ہیں اگر وہ اللہ کی عبادت کرنے والا ہوگا تو وہ کہے گا میں اللہ کی عبادت کرتا ہوں میرے نبی محمد ہیں جو دلائل لے کر آئے ہیں ہم ان پر ایمان لائے۔ اور ان کی اتباع کی ان کے لئے جنت کا دروازہ کھول دیا جائے گا قبر کشادہ کر دی جائے گی۔ اگر وہ انکار کرنے والوں میں (کافر) ہوگا تو وہ کہے گا ہمیں نہیں معلوم لوگوں کو سنا ایسا ایسا کہتے تھے اس کے لئے جہنم کا دروازہ کھول دیا جائے گا۔ اس پر سانپ اور بچھو لگا دیئے جائیں گے کہ اگر دنیا میں ایک پھونک ماردیں تو زمین کچھ نہ اگائے۔ اور زمین کو حکم دیا جائے گا اس کی پسلیاں ایک دوسرے سے دبا کر ملا دیں۔ (مجمع الزوائد جلد ۳ صفحہ ۵۷)

فَائِدَہ: قبر میں مردوں کو جو عذاب ہوتا ہے اس کا تعلق صرف روح سے نہیں ہوتا یعنی صرف روح ہی کو راحت اور عذاب نہیں دی جاتی ہے بلکہ روح اور جسم دونوں کے ساتھ اس کا تعلق ہوتا ہے۔ چنانچہ ابن قیم کتاب الروح میں لکھتے ہیں۔ ہمارے ائمہ کا یہ مذہب ہے کہ جس شخص کی وفات ہو جاتی ہے تو وہ راحت اور عذاب میں مبتلا ہوتا ہے اور یہ راحت اور تکلیف اس کی روح اور بدن دونوں کو حاصل ہوتی ہے۔ (صفحہ ۶۳)

شرح عقیدہ طحاوی میں ہے اہل سنت والجماعت کا اتفاق ہے عذاب قبر روح اور بدن دونوں کو ہوتا ہے۔ ابن قیم کتاب الروح میں لکھتے ہیں (میت کے مرنے کے بعد قبر میں یا برزخ میں) راحت اور عذاب تمام اجزاء جسم پر واقع ہوتے ہیں یا اس کے جز پر بایں طور پر کہ اللہ تعالیٰ اس میں الم اور لذت پیدا کر دیتا ہے یا تو زندگی لوٹا کر عذاب روح اور جسم دونوں پر ہوتا ہے۔ (کتاب الروح صفحہ ۱۴۲، تسکین صفحہ ۱۳۶)

ایک اور مقام پر ابن قیم لکھتے ہیں تو جان لے سلف امت اور اس امت کے اماموں کا مذہب یہ ہے کہ میت

کو راحت اور سزا ہوتی ہے اور یہ اس کے روح اور بدن دونوں کو حاصل ہوتی ہے اور روح کو بدن سے جدا ہونے کے بعد بھی راحت و سزا ہوتی ہے۔ (صفحہ ۶۳، ۶۴، تسکین الصدور صفحہ ۱۲۷)

بعض لوگ یہ کہتے ہیں کہ عذاب اور راحت کا تعلق مرنے کے بعد صرف روح سے رہتا ہے جسم سے اس کا کوئی تعلق نہیں۔ سو اس کے بعض لوگ قائل ہیں مگر اہل سنت والجماعۃ کے مسلک کے خلاف ہے۔ چنانچہ ابن تیمیہ الحرانی اس مسئلہ پر وضاحت کرتے ہوئے لکھتے ہیں۔ بعض لوگ کہتے ہیں کہ عذاب قبر صرف روح کو ہوتا ہے۔ جیسا کہ ابن میسرہ اور ابن حزم کہتے ہیں یہ قول اکثر اہل سنت والجماعۃ کے نزدیک مردود ہے اور دوسرے حضرات اللہ تعالیٰ کی قدرت اور مخبر صادق کی خبر سے احتجاج کرتے ہیں۔ . . بلاشبہ اس حدیث میں روح کے جسم کی طرف اعادہ اور پسلیاں آر پار ہونے کی تصریح ہے اور اس میں بالکل روشن دلیل ہے کہ عذاب روح اور بدن دونوں پر ہوتا ہے۔ (تسکین الصدور صفحہ ۱۴۰)

علامہ داؤد بن سلیمان البغدادی لکھتے ہیں بلاشبہ قبر کا عذاب حق ہے اور یہ عذاب روح اور اس جسم پر ہوتا ہے جس جسم کو لحد اور قبر میں دفن کیا جاتا ہے۔ (تسکین الصدور صفحہ ۱۴۰)

شاہ عبدالعزیز صاحب رَحِمَہُ اللّٰہُ تَعَالٰی کی تحفہ اثنا عشریہ کی عبارت سے مفہوم اخذ کرتے ہوئے لکھتے ہیں میت کی روح کا اس کے بدن عنصری کے ساتھ تعلق قائم کیا جاتا ہے اور اس تعلق کی بنا پر اس کو قبر کی راحت و تکلیف کا احساس ہوتا ہے اور دوسروں کو اس کا احساس نہ ہونا اس کے عدم وقوع کی دلیل نہیں۔ (تسکین صفحہ ۱۲۷)

حضرت شاہ عبدالحق رَحِمَہُ اللّٰہُ تَعَالٰی اشعۃ اللمعات میں لکھتے ہیں: اس میں اختلاف ہے کہ عذاب قبر مردہ کو زندہ کر کے دیا جاتا ہے یا روح کو اس کے مقابل رکھ کر۔ اس میں حیات پیدا کر کے یا اور کسی نوع سے جس کو پروردگار ہی جانتا ہے اور ہمارے لئے اس کی حقیقت کی تہہ تک پہنچنے کی کوئی راہ نہیں ہے اور حق یہ ہے کہ زندہ کر کے اسے عذاب دیا جاتا ہے۔ جیسا کہ احادیث کا ظاہر اس پر دال ہے۔ (تسکین الصدور صفحہ ۱۵۵)

حاصل کلام اس مسئلہ کا یہ ہے کہ عالم قبر یا برزخ میں میت کو صرف روحانی سزا نہیں ہوتی ہے اور اس کی سزا کا تعلق صرف روح سے نہیں ہوتا بلکہ روح مع الجسم ہوتا ہے۔ گو اس کے جسم کا معذب اور متنعم نہ نظر آئے اور نہ محسوس ہو چونکہ جس عالم میں اسے سزا ہو رہی ہے اور جس کیفیت سے ہو رہی ہے وہ ہماری ادارک اور پکڑ سے بالاتر ہے۔ خود دنیا میں کتنی ہی ایسی چیزیں ہیں جو واقع ہو رہی ہیں مگر ان کا ادراک اور احساس ہمیں نہیں ہو رہا ہے اسی طرح یہ بھی ہے۔

کسی بھی طرح موت ہو راحت اور عذاب کا سلسلہ شروع ہو جاتا ہے

حضرت عبداللہ بن مسعود رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے مروی ہے کہ آپ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ نے فرمایا مردے اپنی قبروں میں

(عالم برزخ میں) عذاب دیئے جاتے ہیں۔ جانور اس آواز کو سنتے ہیں۔ (مجمع الزوائد جلد ۳ صفحہ ۵۹)

حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی روایت میں ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا کافر کی قبر میں (عالم برزخ میں) ۹۹ رسانپ لگا دیئے جاتے ہیں جو اسے قیامت تک ڈستے رہیں گے اگر ایک سانپ زمین پر پھونک مار دے تو زمین ایک گھاس نہ اگائے۔ (مجمع الزوائد جلد ۳ صفحہ ۵۸)

ابن قیم کتاب الروح میں لکھتے ہیں عذاب قبر عذاب برزخ ہی کو کہتے ہیں پس ہر ایسا شخص جو عذاب کا مستحق ہوتا ہے جب مر جاتا ہے تو اس کو اس کے عذاب کا حصہ پہنچ ہی جاتا ہے قبر میں دفن کیا گیا ہو یا نہ سوا گر اس کو درندے کھا گئے ہوں یا جلا دیا گیا ہو حتیٰ کہ اس کی راکھ ہوا میں اڑا دی گئی ہو یا سولی پر لٹکا دیا گیا ہو یا دریا برد ہو چکا ہو۔ بہرکیف اس کی روح اور بدن دونوں کو وہ عذاب حاصل ہوگا جو قبر میں دفن شدہ کو حاصل ہوتا ہے۔

(کتاب الروح صفحہ ۹۳)

اسی طرح علامہ قرطبی فرماتے ہیں جملہ اہل کشف کا اس پر اجماع ہو چکا ہے کہ میت قبر کی تنگی اور پسلیوں کے آر پار ہونے کو محسوس کرتی ہے اگرچہ وہ درندوں اور پرندوں کے پیٹ میں ہو یا اس کو جلا کر ہوا میں بکھیر دیا گیا ہو میت کا ہر ذرہ تکلیف کو محسوس کرتا ہے اگرچہ اس کے ذرات متفرق ہو چکے ہوں۔

(تذکرہ صفحہ ۲۶، بحوالہ تسکین الصدور صفحہ ۹۲)

اسی طرح فتاویٰ بزازیہ میں ہے (میت سے سوال مرنے کے بعد) اسی جگہ ہوتا ہے جہاں میت قرار پکڑے حتیٰ کہ اگر کسی کو درندے نے کھا لیا تو اس سے درندہ کے پیٹ میں ہوگا۔ (تسکین الصدور صفحہ ۱۰۱)

الحاصل لفظ قبر حقیقۃً اس گڑھے پر اطلاق کیا جاتا ہے جس میں میت دفن ہوتی ہے اور مجازی طور پر اس برزخی مقام پر بھی بولا جاتا ہے جہاں میت یا اس کے اجزاء اصلیہ ہوں عام اس سے کہ وہ درندوں اور پرندوں کا پیٹ ہو، یا دریا کی گہرائی ہو آتش کدہ (آگ) ہو یا ہوا ہو۔ بہرحال صلاح اور نیکی کی بنیاد پر راحت اور آرام۔ فسق گناہ کفر و شرک کی بنیاد پر عذاب و تکلیف کا سلسلہ شروع ہو جاتا ہے۔ موت اور میت کی شکلوں کے اختلاف سے اس میں فرق نہیں پڑتا۔

عذاب قبر کن بداعمالیوں سے ہوتا ہے

حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے کہ آپ ﷺ دو قبروں کے پاس سے گزرے تو فرمایا ان دو قبروں میں عذاب ہو رہا ہے اور ان کو عذاب کسی بڑی بات سے نہیں ہو رہا ہے ایک کو تو اس وجہ سے کہ وہ پیشاب سے احتیاط نہیں کرتا تھا، دوسرے کو اس وجہ سے کہ وہ چغل خوری کرتا تھا۔

(بخاری صفحہ ۳۵، مسلم صفحہ ۱۴۱، نسائی صفحہ ۱۲، ابوداؤد صفحہ ۴)

اکثر عذاب قبر پیشاب کی بے احتیاطی سے

حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا کہ اکثر عذاب قبر پیشاب کی بے احتیاطی کی وجہ سے ہوتا ہے پس پیشاب کی بے احتیاطی سے بچو۔

(دار قطنی صفحہ ۱۲۸، مجمع الزوائد جلد ۱ صفحہ ۲۱۲، مرقات صفحہ ۳۵۰)

حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا پیشاب سے بچو اس لئے کہ عام طور پر عذاب قبر پیشاب کی وجہ سے ہوتا ہے۔ (دار قطنی جلد ۱ صفحہ ۱۲۷، مرقات جلد ۱ صفحہ ۳۵۰)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا، اکثر عذاب قبر پیشاب کی وجہ سے ہوتا ہے۔ (دار قطنی صفحہ ۱۲۸، مرقات صفحہ ۳۵۰، احمد، ابن ماجہ صفحہ ۲۹ حاکم)

حضرت ابو امامہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا پیشاب سے بچو قبر میں سب سے پہلے سوال مواخذہ اسی کے بارے میں ہوگا۔ (طبرانی، مرقات جلد ۱ صفحہ ۳۵۰، کنز صفحہ ۳۴۴)

حضرت میمونہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی روایت میں ہے کہ انہوں نے آپ ﷺ سے پوچھا ہم عذاب قبر میں گرفتار ہوں گے، آپ ﷺ نے فرمایا، ہاں پیشاب کی وجہ سے ہے۔ (مجمع الزوائد جلد ۱ صفحہ ۲۱۴)

فائدہ: خیال رہے کہ عذاب قبر میں پاکی ناپاکی کی بے احتیاطیوں کو عظیم دخل ہے، کہ اسی طہارت پر عبادت کی صحت کا مدار ہے، جب طہارت صحیح نہ ہوگی تو نماز صحیح نہ ہوگی جو گناہ عظیم کا باعث ہے۔

شرح مسند احمد میں ہے کہ خدا کی معرفت سے جہالت، اللہ کے اوامر و احکام سے بے پرواہی، ان گناہوں کا ارتکاب جو غضب خداوندی کا باعث ہے۔ عذاب قبر کا سبب ہے۔

"اما الاسباب الموقعة فى العذاب القبر فهى الجهل باللّٰه والاضاعة لامره والارتكاب لمعاصية المفضية الى سخطته المعرر به عن عذابه." (جلد ۸ صفحہ ۱۴۵)

بلا طہارت نماز پڑھ لینے پر عذاب قبر

عمرو بن شرحبیل کی روایت میں ہے کہ ایک شخص کا انتقال ہوگیا، اسے قبر میں داخل کیا گیا تو فرشتے آئے اور کہا، عذاب الٰہی کے سو کوڑے تمہیں ماروں گا، تو اس کی نماز اس کا روزہ اس کی جہاد کا ذکر ہوا، تو اس کے عذاب میں تخفیف کر دی گئی یہاں تک کہ دس کوڑے تک کی بات پہنچی پھر اس نے تخفیف کی درخواست کی یہاں تک کہ ایک کوڑے لگانے تک بات آئی، تو انہوں نے کہا ایک کوڑا تو ضرور لگے گا اس کے چھوڑنے کی گنجائش نہیں، چنانچہ انہوں نے ایک کوڑا جو لگایا تو اس سے نکلنے والی چنگاری سے قبر میں اجالا ہوگیا، اور وہ بے ہوش ہوگیا، پھر

جب وہ ہوش میں آیا تو اس نے پوچھا کہ مجھے کوڑا کیوں لگایا، تو فرشتوں نے جواب دیا، تو نے ایک دن پیشاب کیا تھا وضو نہیں کیا اور نماز پڑھ لی تھی، (شاید بھولے سے ایسا ہوا ہوگا) (شرح الصدور صفحہ ۱۶۵، مصنف عبدالرزاق صفحہ ۵۸۸)

فَائِدَۃ: اس روایت سے معلوم ہوا کہ بلا طہارت کے نماز پڑھنے اور مظلوم کی مدد نہ کرنے سے باوجودیکہ وہ طاقت اور وسعت رکھتا ہو مدد کر سکتا ہو مگر غفلت تہاون کی وجہ سے مدد نہیں کی تو عذاب قبر میں گرفتار ہوگا، باوجودیکہ وہ نماز روزہ، جہاد پر عمل کرنے والا ہو، ہاں ان اعمال کی وجہ سے عذاب میں تخفیف ہو جائے گی۔

غیبت اور پس پشت برائی سے عذاب قبر

حضرت قتادہ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے مروی ہے کہ آپ ﷺ دو قبروں کے قریب سے خچر پر سے گزرے تو وہ بدکنے لگا، آپ نے فرمایا اسے بدکنے کا حق ہے، ان دو قبر والوں پر عذاب ہو رہا ہے مگر کسی بڑی بات اور معصیت (گناہ) سے نہیں، ایک کو تو اس وجہ سے کہ وہ پیشاب سے نہیں بچتا تھا، اور اسے (دوسرے کو) تو اس وجہ سے کہ لوگوں کا گوشت کھاتا تھا۔ (یعنی غیبت کرتا تھا)۔ (ابن عبدالرزاق صفحہ ۵۸۸)

طاؤس کی ایک مرسل روایت میں اس طرح ہے کہ ایک کو تو عذاب اس وجہ سے ہو رہا ہے کہ پیشاب سے نہیں بچتا تھا، دوسرے کو اس وجہ سے کہ لوگوں کی پس پشت برائیاں کرتا تھا۔ (یعنی پیٹھ پیچھے غیبت کرتا تھا)۔ (صفحہ ۵۸۹)

فَائِدَۃ: غیبت عذاب قبر کا سبب ہے، لہٰذا اس سے بہت احتیاط اور بچنا چاہئے۔

چغل خوری سے عذاب قبر

حضرت جابر رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے مروی ہے کہ آپ ﷺ بنی نجار کی قبروں کے پاس سے گزرے جو جاہلیت (شرک) کے دور میں وفات پا چکے تھے، آپ نے سنا وہ چغل خوری کی وجہ سے قبر میں عذاب دیئے جا رہے تھے۔ (مجمع الزوائد صفحہ ۵۸)

حضرت ابن عباس رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُمَا کی روایت گزری ہے کہ ایک شخص کو چغل خوری کی وجہ سے عذاب ہو رہا ہے۔ (بخاری صفحہ ۳۵)

حضرت ابوہریرہ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے مروی ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا عذاب قبر ۳/ چیزوں سے ہوتا ہے۔ ① غیبت ② چغلی ③ پیشاب کی وجہ سے، پس ان امور سے احتیاط کرو۔ (بیہقی شرح صدور صفحہ ۱۶۲)

مظلوم کی فریاد رسی نہ کرنے پر عذاب

عمرو بن شرحبیل رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ کی روایت میں ہے کہ عذاب قبر کے فرشتے نے کہا ایک کوڑا تو تم کو ضرور

ماروں گا، چنانچہ ایک کوڑا مارا تو پوری قبر چنگاری سے بھر گئی اور وہ بے ہوش ہوگیا، ہوش میں آنے پر پوچھا کہ تم نے یہ کوڑا کیوں مارا فرشتہ نے (ایک سبب اس کا) یہ بتایا کہ تم نے مظلوم کو دیکھا اور اس کی فریاد رسی نہیں کی۔

(شرح الصدور صفحہ ۱۶۵، مصنف ابن عبدالرزاق صفحہ ۵۸۸)

حضرت ابن مسعود رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے مروی ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا، اللہ کے بندوں میں سے کسی بندے کو قبر میں سو کوڑے مارنے کا حکم ہوا، وہ اللہ سے دعا کرتا رہا، (کہ تخفیف کر دی جائے) تو ایک کوڑے کے مارنے کا حکم ہوا، (چنانچہ ایک کوڑے کی مار سے) اس کی قبر آگ سے بھڑک گئی جب یہ آگ ختم ہوئی تو اسے ہوش آیا، اس نے پوچھا کیوں مجھے کوڑا مارا گیا، تم نے بلا طہارت کے نماز پڑھی تھی، اور فلاں مظلوم کے پاس سے گزرے تھے تم نے اس کی مدد نہیں کی تھی۔ (شرح الصدور صفحہ ۱۶۵)

حضرت اسماء رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہَا سے روایت ہے کہ آپ ﷺ نے وعظ فرمایا اور قبر کے اس فتنہ کا تذکرہ کیا۔ جس میں انسان کو مبتلا کیا جائے گا، چنانچہ جب آپ نے اس کا تذکرہ کیا، تو مسلمانوں نے چیخ ماری۔ (بخاری ۱۸۳)

حضرت اسماء رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہَا کی دوسری حدیث میں ہے کہ جب لوگوں نے چیخ ماری تو اس کی آواز سے حضرت اسماء نہ سمجھ سکیں جب چیخ ختم ہوئی تو میں نے ایک قریبی آدمی سے کہا، اللہ تجھے برکت دے، آپ ﷺ نے آخر میں کیا فرمایا (کہ سب چیخنے لگے) تو اس نے کہا آپ نے فرمایا مجھے وحی بھیجی گئی ہے کہ تم فتنہ دجال کی طرح قبر میں فتنہ میں پڑو گے۔ (یعنی سوال کے آزمائش میں)۔ (عمدۃ القاری صفحہ ۲۰۴)

حضرت عثمان رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے مروی ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا، میں نے کوئی خوفزدہ منظر قبر کے منظر سے زیادہ خوفناک نہیں دیکھا۔ (ترمذی جلد ۲ صفحہ ۵۷، ابن ماجہ جلد ۲ صفحہ ۳۱۵، مشکوٰۃ صفحہ ۲۶)

ملا علی قاری نے اس حدیث کی شرح میں لکھا ہے کہ خوفزدہ خوفناک منظر اس وجہ سے ہے کہ یہ لذت، ظلمت، دہشت، جبرت، وحشت، غربت، کیڑوں اور مٹی کا مقام ہے، ملائکہ کے عذاب کا مشاہدہ حساب تنہائی کا ایسا مقام ہوتا ہے جہاں سوائے رب کے اور کوئی نہیں۔ (مرقات صفحہ ۲۰۹)

مسجد میں ہنسنا قبر کی تاریکی کا باعث

حضرت انس رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے مروی ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا مسجد میں ہنسنا قبر میں تاریکی کا باعث ہے۔ (شرح صدور صفحہ ۱۵۸)

پس معلوم ہوا کہ مسجد میں ہنسنا بہت بری بات ہے۔

قبلہ سے منہ پھیر دیا جاتا ہے

ابواسحاق فزاری نے بیان کیا کہ اس کے پاس ایک قبر کھودنے والا آیا جس نے یہ بیان کیا کہ اس نے ایک

جماعت کی قبر کھدائی میں مردوں کو دیکھا کہ ان کے سر قبلہ سے پھرے ہوئے ہیں۔ (حالانکہ دفن کے وقت ان کا رخ قبلہ ہوتا ہے) امام اوزاعی کے پاس یہ سوال پہنچا تو انہوں نے جواب دیا، خلاف سنت امور کے ارتکاب پر موت واقع ہو جانے کی وجہ سے ایسا ہوتا ہے۔ (شرح صدور صفحہ ۱۷۳)

فَائِدَہ: خلاف سنت و بدعت امور کے ارتکاب کی وجہ سے قبلہ سے منہ قبر میں پھیر دیا جاتا ہے، اہل بدعت کی یہ سزا ہے، خدا کی پناہ۔

بے وقت نماز پڑھنے سے عذاب قبر

علامہ ابن جوزی نے بیان کیا کہ مدینہ کا ایک شخص تھا اس کی بہن تھی اس کا انتقال ہو گیا تو اسے دفن کر دیا گیا، اسے یاد آیا کہ اس کی کوئی چیز قبر میں گر گئی ہے ایک آدمی لے کر اس نے قبر کھودی تو وہ گری چیز اسے مل گئی، پھر اس نے اپنی بہن کی لحد بغلی قبر سے جو ایک اینٹ نکالی تو اس کی قبر آگ سے بھر رہی تھی، اس نے اینٹ رکھ دی اور قبر بند کر دی، گھر آکر ماں سے بیان کیا کہ وہ تو عذاب میں پڑی ہے بتاؤ کہ ماجرا کیا ہے ماں نے کہا نماز دیر سے پڑھتی تھی، بلا وضو پڑھ لیتی تھی، پڑوسیوں کے دروازے پر چھپ کر کان لگاتی تھی۔ (کتاب الروح صفحہ ۶۲)

فَائِدَہ: دیکھئے اس وقعہ سے معلوم ہوا کہ نماز میں کوتاہی اور وقت کی رعایت کے ساتھ نہ پڑھنے سے قبر میں آگ لگی رہتی ہے، سوچئے جو لوگ سرے سے نماز ہی نہیں پڑھتے ان کا کیا حال ہوگا۔

ظلم اور ناجائز و ناحق مال کے لینے سے قبر میں آگ

ابو عبداللہ الحرانی نے بیان کیا کہ میں ایک دن عصر کے بعد باغ میں چند قبریں تھیں گیا، اپنی آنکھ سے دیکھا کہ ایک قبر آگ کی بھٹی کے مانند آگ کا انگارا ہو رہی تھی معلوم کیا تو پتہ چلا کہ ایک ظالم چنگی وصول کرنے والے کی قبر تھی جو آج ہی دفن کیا گیا تھا۔

فَائِدَہ: ناجائز مال ہتھیانے اور وصول کرنے والے کی سزا قبر میں آگ لگ جانے سے ملے گی، آج کی اس دنیا میں لوگ دوسرے کے مال کے ہڑپنے کو کمال ہنر اور چالاکی سمجھتے ہیں، اس کی سزا میں قبر جب آگ کی بھٹی ہو جائے گی تب پتہ چلے گا۔ (کتاب الروح صفحہ ۶۱)

ماں کو بے ادبی کے ساتھ پکارنے کی سزا قبر میں

ابو قزعہ کہتے ہیں بصرے کے راستے سے گزرا تو ایک قبر سے گدھے کی آواز سنائی دی، ہم نے لوگوں سے پوچھا یہ گدھے کی آواز کہاں سے آرہی ہے، لوگوں نے کہا ایک شخص ہمارے قریب رہا کرتا تھا، جب اس کی ماں اسے پکارتی تو یہ کہتا تھا گدھے کی طرح کیوں چیختی ہے اس کے مرنے کے بعد اس کی قبر سے روزانہ گدھے کی

آواز آتی ہے۔ (کتاب الروح صفحہ ۶۲)

ماں کے ساتھ بدکلامی کی سزا ملی، کس قدر عبرتناک واقع ہے۔

عمومی عذاب قبر کے اسباب

علامہ ابن قیم کتاب الروح میں لکھتے ہیں:

"قال عذاب القبر وعذاب الآخرة اثر غضب اللّٰه وسخطه علی عبده فمن اعضب اللّٰه واسخطه فی هذه الدار ثم لم یتب مات علی ذلك كان له من عذاب البرزخ بقدر غصب اللّٰه وسخطه."

یعنی عذاب قبر اور عذاب آخرت اللہ کے غصے اور ناراضگی کی علامت ہے، جس نے دنیا میں اللہ کو ناراض کیا غصہ میں مبتلا کیا (یعنی اس کی نافرمانی کی) پھر بلا توبہ کے مرگیا اس پر اسی ناراضگی (بداعمالی کی مقدار) عذاب ہوگا۔ (صفحہ ۷۰)

پھر لکھتے ہیں کہ جھوٹ، بہتان، کذب افتراء سے لوگوں میں عداوت کرانے والا سخت ترین عذاب قبر میں مبتلا ہوگا، اور یہ بھی معلوم ہوا جس نے نماز چھوڑ دی جس کی شرطوں میں سے ایک شرط پیشاب سے پاکی ہے، وہ بھی سخت ترین عذاب قبر میں مبتلا ہوگا، اسی طرح آپ ﷺ نے زناکار مردوں اور عورتوں پر اور سودخواروں پر عذاب کا مشاہدہ برزخ میں کیا ہے۔ (صفحہ ۷۱)

ابن قیم لکھتے ہیں کہ اکثر لوگوں کو قبر کا عذاب ہوگا، چونکہ اکثر لوگ گناہگار ہوتے ہیں، عذاب قبر سے محفوظ اور بچنے والے تھوڑے ہیں افسوس بظاہر قبروں پر مٹی پڑی ہے مگر اس کے اندر عذاب اور تکالیف رنج وغم ہیں۔

"ولما كان اكثر الناس كذلك كان اكثر اصحاب القبور معذبين والفائز منهم قليل فظواهر القبور تراب وبواطنها حرات عذاب." (صفحہ ۷۲ کتاب الروح)

عذاب قبر دائمی اور وقتی طور پر

علامہ ابن قیم نے کتاب الروح میں لکھا ہے کہ عذاب قبر دائمی بھی ہے اور وقتی بھی ہے۔ دائمی عذاب قبر سے مراد وہ عذاب ہے جو مرنے کے بعد سے لے کر پہلی صور کے پھونکنے جانے تک قائم رہتا ہے، دائمی عذاب کی دلیل اللہ تعالیٰ کا قول۔

"النار یعرضون علیها غدوا وعشیا." آگ ان پر ہر دن صبح وشام پیش کی جاتی رہے گی۔

دوسری قسم کا عذاب قبر میں وقتی ہے جو معمولی گناہ کرنے والے پر ان کے گناہوں کے مطابق ایک مقررہ

وقت تک ہوتا ہے، پھر موقوف ہو جاتا ہے، جیسا کہ گنہ گاروں کو ایک خاص وقت تک جہنم میں عذاب ہوگا، پھر عذاب موقوف ہو جائے گا۔ اس قسم کا عذاب قبر دعا سے صدقہ سے یا استغفار سے یا تلاوت سے جو کسی عزیز کی طرف سے مردے کو پہنچتی ہے موقوف ہو جاتا ہے۔ (شرح الصدور صفحہ ۱۸۱، کتاب الروح)

عذاب قبر سے حفاظت کے اعمال

. سوتے وقت سورۃ ملک پڑھنے کا اہتمام

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ جس نے ہر رات سورۃ تبارک الذی پڑھی اللہ تعالیٰ اسے عذاب قبر سے محفوظ رکھے گا۔ ہم لوگ اس سورت کو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں مانعہ کہا کرتے تھے۔ (یعنی عذاب قبر سے روکنے والی)۔ (شرح الصدور)

حاکم اور بیہقی نے حضرت ابن مسعود سے نقل کیا ہے کہ سورہ ملک مانعہ (عذاب قبر سے روکنے والی ہے) جب عذاب قبر سر کی جانب سے آتا ہے تو اسے روک دیا جاتا ہے اور کہا جاتا ہے اس کے پاس نہ آ، کیوں کہ اس نے سورہ ملک یاد کی ہے، جب عذاب (قبر) پاؤں کی جانب سے آتا ہے تو یہ سورہ کہتی ہے تو لوٹ جا، کیونکہ یہ پاؤں پر کھڑے ہوکر (نماز میں) پڑھتا تھا۔ (شرح صدور)

حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے مروی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا یہ (سورۃ ملک) مانعہ ہے یہ اللہ کے عذاب سے نجات دلاتی ہے۔ (مشکوٰۃ صفحہ ۱۸۸)۔

ابن عساکر نے اپنی تاریخ میں بسند ضعیف حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے نقل کیا ہے کہ ایک شخص کا انتقال ہوگیا، اور اسے تبارک الذی کے علاوہ کچھ قرآن یاد نہ تھا، فرشتے عذاب قبر میں آئے تو وہ سورت ظاہر ہوئی اس پر فرشتہ عذاب نے کہا چونکہ تم موجود ہو اس لئے میں جاتا ہوں۔

فائدہ: اس سورۃ تبارک کی وجہ اور برکت سے عذاب سے وہ شخص محفوظ ہوگیا، پس ان روایتوں سے معلوم ہوا کہ سورہ تبارک الذی کو خاص دخل ہے عذاب قبر کے دفاع میں، مزید ثواب کے علاوہ اس کی خاصیت ہے کہ یہ اپنے پڑھنے والوں کو عذاب قبر سے محفوظ رکھتی ہے، اگر کسی گناہ اور کوتاہی کی وجہ سے عذاب کے فرشتے آتے بھی ہیں تو اس میں سورہ پاک کا اثر نمایاں ہوتا ہے جس سے وہ عذاب دینے سے باز اور رک جاتے ہیں، لہٰذا جو لوگ غیبت چغلی اور کسی وجہ سے پیشاب، کی بے احتیاطی میں مبتلا ہو جاتے ہیں، ضعف مثانہ یا مرض کی وجہ سے کامل احتیاط نہیں ہو پاتا ان کو خصوصاً اہتمام کے ساتھ سوتے وقت اس کا ورد رکھنا چاہئے تاکہ عذاب قبر جیسی مصیبت

سے حفاظت ہو سکے۔ خیال رہے کہ عذاب قبر حق اور واقع ہے، جہاں یہ کافر اور منافق کو ہوگا وہیں یہ گناہگار مؤمن کو اور سوال کے جواب نہ دینے والوں کو بھی ہوگا، اور بعض مؤمنین کو بعض گناہوں میں ملوث ہونے کی وجہ سے جس کا تعلق عذاب قبر سے ہوگا ان کو بھی ہوگا، احادیث صحیحہ سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ بعض اعمال کو عذاب قبر میں خاص دخل ہے، اسی طرح بعض اعمال ایسے ہیں جس سے عذاب قبر کی حفاظت ہوتی ہے، اور اس کے اہتمام سے عذاب قبر سے محفوظ رہتا ہے۔ چند یہ ہیں:

① کبائر سے بچنا، علامہ نووی نے شرح مسلم میں تو یہاں تک ذکر کیا ہے بسا اوقات بعض گناہ کبائر نہیں ہوتے ہیں مگر پھر بھی عذاب ان سے ہوتا ہے۔ "**لا یتوهم احد ان التعذیب لا یکون الا فی الکبائر الموقبات، فانه یکون فی غیرها.**" (شرح مسلم صفحہ ۱۴۱)

② چغل خوری سے بچنا۔

③ غیبت سے بچنا۔

④ اپنی طاقت اور اختیار کے مطابق مظلوم کی فریاد رسی کرنا۔

⑤ عذاب قبر سے حفاظت کی دعاؤں کا اہتمام۔

⑥ فرائض اور واجبات کا اہتمام سے ادا کرنا ترک نہ کرنا، یعنی نماز چھوڑنے والا نہ ہونا۔

⑦ نمازوں کو اپنے وقت پر ادا کرنا، قضاء اور تاخیر سے نہ پڑھنا۔

⑧ پیشاب کے قطروں اور چھینٹوں سے سخت احتیاط کرنا۔

⑨ تمام طہارت کا بخوبی اہتمام رکھنا، طہارت کے اہتمام میں غفلت و سستی نہ کرنا۔

⑩ سونے سے قبل سورہ ملک کا اہتمام سے پڑھنا۔

عذاب قبر سے حفاظت کا ایک عمل

اصبہانی نے ترغیب میں حضرت ابن عباس رَضِیَ اللهُ تَعَالٰی عَنْهُمَا سے نقل کیا ہے کہ جس نے جمعہ کے دن مغرب کے بعد دو رکعت نماز پڑھی اور ہر رکعت میں سورہ فاتحہ اور اذا زلزلت ۱۵ ر مرتبہ پڑھی تو اس پر سکرات اور قبر کا عذاب آسان ہو جائے گا اور قیامت کے دن بسہولت پل صراط پر سے گزر جائے گا۔

(شرح الصدور صفحہ ۱۷۷، جامع کبیر جلد ۷ صفحہ ۲۶۳)

ابن ابی الدنیا نے مغیرہ بن حبیب سے روایت کی کہ ایک شخص کو خواب میں کسی نے دیکھا اس شخص کی قبر سے خوشبو آتی تھی اس نے دریافت کیا یہ خوشبوئیں کیسی ہیں۔ کہا تلاوت قرآن پاک اور روزوں کی۔ (شرح صدور صفحہ ۱۸۸)

حضرت عبدالرحمٰن بن سمرہ رَضِیَ اللهُ تَعَالٰی عَنْهُ سے روایت ہے کہ آپ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ تشریف لائے اور ہم لوگ صفہ

مدینہ میں تھے آپ کھڑے ہوگئے اور فرمایا میں نے رات عجیب خواب دیکھا ہے۔ میری امت کے ایک آدمی کے پاس ملک الموت روح قبض کرنے کے لئے آئے۔ تو اس کے سامنے والدین کی نیکیاں آگئیں پس ملک الموت اس کے پاس سے ہٹ گئے میں نے اپنی امت سے ایک آدمی کو دیکھا اس پر عذاب قبر کا معاملہ پیش آنے لگا۔ پس اس کا وضو آیا اس نے اسے عذاب قبر سے بچالیا۔ (مختصراً، بلوغ الامانی جلد ۸ صفحہ ۱۴۷)

فَائِدَۃٌ: اس حدیث سے معلوم ہوا کہ وضو اور طہارت کے اہتمام سے عذاب قبر سے حفاظت ہوتی ہے۔ اس لئے سنت اور مستحبات کی رعایت کے ساتھ وضو کا اہتمام کرے۔ وضو کی کوتاہی سے عذاب قبر ہوتا ہے۔

کسی مؤمن کو خوش کرنے والا قبر میں خوش اور وحشت سے دور

حضرت جعفر کی روایت ان کے والد سے ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا جس نے کسی مؤمن کو خوش کیا تو اللہ پاک اس سرور سے ایک فرشتہ پیدا فرمائیں گے۔ جو عبادت کرے گا اور اس کی توحید کا حامل ہوگا۔ پھر جب یہ بندہ قبر میں جائے گا تو سرور (خوشی فرشتہ کی شکل میں) آئے گا اور کہے گا تم ہم کو پہچانتے ہو۔ وہ کہے گا آپ کون ہیں۔ وہ کہے گا میں وہی سرور (خوشی) ہوں جو تم نے فلاں کو کیا تھا۔ آج میں تمہاری (قبر کی وحشت) کو دور کر کے انس پیدا کروں گا۔ تمہیں حجت کی تلقین کروں گا۔ تمہیں جوابات پر ثابت قدم رکھوں گا۔ تمہارے ساتھ قیامت کے تمام احوال میں رہوں گا تمہاری سفارش کروں گا تم کو جنت کا مرتبہ دکھاؤں گا۔ (شرح الصدور صفحہ ۱۵۹)

فَائِدَۃٌ: اللہ اللہ کسی مؤمن کو خوشی میں ڈالنا، خوشی کے امور اختیار کرنا اس کے ساتھ ایسا برتاؤ اور معاملہ اور حال کرنا جس سے وہ خوش ہو جائے اس سے مسرت حاصل ہو کس قدر عظیم ثواب ہے۔

مؤمن کو خوش کرنے کے مطلب یہ ہے کہ اسے ہدایات تحائف سے خوش کر دیا۔ کھانا کھلا کر یا کپڑا پہنا کر خوش کر دیا۔ یا اسے رہنے کی پریشانی تھی مکان یا سکونت کا انتظام کر دیا۔ کوئی کام رکا ہوا یا اٹکا ہوا تھا اسے کر دیا یا مدد تعاون کیا۔ کسی کام اور ضرورت میں پریشان تھا اسے انجام دے دیا یا کر دیا۔

اس کی وجہ سے وہ بے حد خوش ہوا تو اللہ پاک اس کی خوشی سے ایک فرشتہ پیدا کریں گے۔ جو عبادت میں لگا رہے گا اور مرنے کے بعد قبر میں اسے مانوس کرے گا اور اس کی وحشت کو دور کرے گا۔ دیکھئے مؤمن کو خوش کرنا کا کتنا ثواب ہے۔ افسوس آج کے اس دور میں خوش تو کیا کریں گے تکلیف اور رنج پہنچاتے ہیں۔ اور اس کا راستہ تلاش کرتے ہیں اور اس پر فخر محسوس کرتے ہیں۔ لوگوں سے تذکرہ کرتے ہیں میں نے تو اسے ایسا پریشان کیا کہ زندگی بھر یاد رکھے گا۔ اللہ کی پناہ۔ کس قدر الٹی بات ہے انسانیت کا تقاضا یہ ہے کہ اگر خوش نہ کر سکے تو رنج تو نہ پہنچائے یہی اس زمانہ میں بہت بڑی چیز ہے۔

جس سے لوگوں کو تکلیف نہیں عذاب قبر سے وہ محفوظ

ابن کاہل رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا جس نے لوگوں کو کوئی تکلیف نہیں دی اس پر اللہ کا حق ہے کہ وہ اسے عذاب قبر سے محفوظ رکھے۔ (ابن مندہ، شرح صدور صفحہ ۳۵۰)

فَائِدَہ: جو لوگوں پر ظلم کرے تکلیف پہنچائے، لوگوں کے ساتھ اذیت کا معاملہ جیسا کہ اکثر لوگوں کا مزاج ہوتا ہے وہ اس کو کمال سمجھتے تھے۔ اسی طرح بعض لوگوں کا مزاج ہوتا ہے کہ اپنے فائدے کے لئے دوسروں کو رنج تکلیف پہنچاتے ہیں۔ صرف اپنا ہی فائدہ اور آرام اور سہولت چاہتے ہیں۔ دوسروں کے رنج سے ان کو کوئی مطلب نہیں۔ یہ لوگ عذاب قبر میں اور اس کی تکلیف میں گرفتار ہوں گے۔

اللہ اکبر دنیا کی تھوڑی موہوم راحت اور آخرت قبر کی اتنی بڑی تکلیف کون سی عقل کی بات ہے۔

طویل سجدہ عذاب قبر سے حفاظت کا باعث

حضرت سلمان فارسی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ لمبی نماز پل صراط پر امان اور طویل سجدہ کرنا عذاب قبر سے حفاظت کا باعث ہے۔ (شرح صدور صفحہ ۱۸۳)

اعمال صالحہ کا اثر قبر ہی سے شروع، عذاب قبر سے روک کا باعث

محدث ابن ابی الدنیا نے ثابت بنانی سے روایت کیا ہے کہ (جب مؤمن کو قبر میں رکھ دیا جاتا ہے تو) اس کے پاس اس کے نیک اعمال آتے ہیں اور کہتے ہیں ہم نے تجھ کو پیاسا رکھا بیدار رکھا تم کو مصیبت میں ڈالا آج ہم تیرے مونس، غمسار ہیں، یہاں تک کہ تم جنت میں داخل ہو جاؤ۔ (شرح صدور صفحہ ۲۹۷)

فَائِدَہ: اعمال صالحہ قبر کی تنہائی اور وحشت میں مردوں کا دوست و احباب کی طرح دل بہلاتے ہیں اور جنت میں داخل ہونے تک انس محبت اور پیار کا معاملہ کرتے ہیں تاکہ تنہائی کی وحشت سے ان کو تکدر نہ ہو۔ لہٰذا جسے قبر کی وحشت اور تنہائی دور کرنی ہو وہ اعمال صالحہ کی مشقت کو برداشت کرے۔

محدث ابن ابی الدنیا نے حضرت کعب رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کیا ہے کہ جب مؤمن کو قبر میں رکھا جاتا ہے تو مؤمن کے نیک اعمال اسے چاروں طرف سے گھیر لیتے ہیں نماز روزہ حج جہاد صدقہ جب عذاب کے فرشتے پیر کی طرف سے آتے ہیں تو نماز کہتی ہے پیچھے ہٹ جاؤ کیوں کہ پیروں سے کھڑے ہو کر یہ خدا کی عبادت کیا کرتا تھا۔ سر کی جانب سے عذاب آتا ہے تو روزہ کہتا ہے کہ دور ہو جاؤ یہ خدا کے لئے بھوکا پیاسا رہا، جسم کے دوسری طرف سے آتا ہے تو حج اور جہاد دوڑے چلے آتے ہیں۔ ہاتھوں کی جانب سے عذاب آتا ہے۔ تو صدقہ حائل ہو جاتا ہے۔ اور کہتا ہے ان ہاتھوں کو کس طرح عذاب ہو سکتا ہے جو اللہ کی راہ میں خرچ کرتے

تھے۔ پھر اسے مبارکبادی دی جاتی ہے اور کہا جاتا ہے کہ تم زندگی اور موت دونوں میں کامیاب رہے۔ فرشتے اس کے لئے جنتی بچھونا بچھاتے ہیں اور قبر کو تاحد نگاہ وسیع کر دیا جاتا ہے ایک قندیل قیامت تک کے لئے روشن کر دیا جاتا ہے۔ (شرح الصدور)

حضرت ام سلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی ایک طویل مرفوع روایت میں ہے کہ اگر (میت) مؤمن (کامل عبادت گزار) ہوتا ہے تو نماز اس کے سر کے پاس روزہ دائیں جانب، زکوٰۃ بائیں جانب، اور ان کی نیکیوں میں سے صدقات، دعائیں، صلہ رحمی لوگوں کے ساتھ احسان اس کے دونوں پیروں کے پاس ہو جاتے ہیں۔ جب اس کے سر کی جانب سے کوئی (عذاب آتا ہے) تو نماز سر کی جانب سے کہتی ہے میری جانب سے آنے کا کوئی راستہ نہیں، دائیں جانب سے روزہ کہتا ہے میری جانب سے آنے کا کوئی راستہ نہیں، بائیں جانب سے زکوٰۃ کہتی ہے میری طرف سے کوئی راستہ نہیں، پیر کی جانب سے یہ نیکیاں کہتی ہیں کوئی راستہ نہیں۔ اس طرح وہ عذاب سے بچ جاتا ہے۔ (حاکم جلد ۱ صفحہ ۳۷۹)

فائدہ: خیال رہے کہ اعمال صالحہ کے ثواب کا اصل محل تو قیامت اور آخرت ہے، مگر اس کے فوائد اور اثرات عالم قبر ہی سے شروع ہو جاتے ہیں، اگر کسی عمل سوء کی وجہ سے برزخ میں عذاب کے فرشتے ان کو عذاب دینا چاہتے ہیں تو اس کے مقابلہ میں جو نیک اعمال مختلف قسم کے اور کثیر مقدار میں ہوتے ہیں وہ اس عذاب کے درمیان حائل اور روک بن جاتے ہیں جس کی وجہ سے وہ فتنہ اور عذاب قبر سے بچ جاتا ہے۔ پس اس سے معلوم ہوا کہ فاسق بے نمازی عذاب قبر میں مبتلا رہے گا۔ اللھم احفظنا۔ اور اس کے مقابلہ میں نیک متقی پرہیزگار عذاب سے محفوظ رہیں گے۔

آپ عذاب قبر سے پناہ کی دعا مانگتے

خالد بن سعید کی صاحبزادی (ام خالد) کہتی ہیں کہ انہوں نے سنا آپ صلی اللہ علیہ وسلم عذاب قبر سے پناہ مانگتے تھے۔ (بخاری صفحہ ۱۸۴)

حضرت کعب رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم عذاب قبر سے پناہ مانگتے۔ (اتحاف الخیرہ صفحہ ۳۰۱)

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم یہ دعا فرماتے تھے:

"اللھم انی اعوذبك من عذاب القبر ومن عذاب النار ومن فتنة المحیا والممات ومن فتنة المسیح الدجال." (بخاری صفحہ ۱۸۴، نسائی صفحہ ۳۱۸)

حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے روایت ہے کہ ایک یہودی عورت آئی اور اس نے عذاب قبر کا تذکرہ کیا اور دعا دی کہ اللہ پاک تجھے عذاب قبر سے بچائے۔ تو حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے آپ سے عذاب قبر کے

بارے میں پوچھا تو آپ ﷺ نے فرمایا ہاں عذاب قبر حق صحیح ہے۔

حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں کہ میں نے آپ ﷺ کو کسی نماز میں نہیں دیکھا مگر یہ کہ آپ عذاب قبر سے پناہ مانگتے تھے۔ (بخاری صفحہ ۱۸۴)

حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے مروی ہے کہ آپ ﷺ عذاب قبر اور فتنہ دجال سے پناہ مانگتے تھے اور فرماتے تھے کہ تم اپنی قبروں میں فتنہ میں ڈالے جاؤ گے۔ (نسائی جلد ۲ صفحہ ۳۱۸)

حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے مروی ہے کہ آپ ﷺ یہ دعا اس طرح سکھایا کرتے تھے جس طرح قرآن کی سورہ یاد کرایا کرتے تھے۔

"اللھم انا نعوذبک من عذاب جھنم واعوذبک من عذاب القبر واعوذبک من فتنۃ المسیح الدجال و اعوذبک من فتنۃ المحیا والممات." (نسائی جلد ۲ صفحہ ۳۱۹)

فَائِدَہ: اس سے معلوم ہوا کہ قبر کا عذاب اور اس کا فتنہ سخت ترین آزمائش میں سے ہے اس لئے آپ ﷺ نہایت اہتمام اور پابندی کے ساتھ خصوصاً نماز کے بعد عذاب قبر سے محفوظ رہنے کی دعا مانگتے۔

علامہ عینی نے شرح بخاری میں بیان کیا ہے کہ باوجودیکہ آپ معصوم ہیں۔ تمام مواخذہ اور عذاب و گرفت سے محفوظ ہیں۔ پھر بھی پابندی سے دعا مانگتے تھے۔ آپ ایسا امت کی تعلیم کے لئے کیا کرتے تھے تاکہ امت اہتمام اور پابندی سے دعاء مانگیں۔ اور اس کی برکت سے عذاب قبر سے محفوظ رہیں۔ پس مومنین کو عذاب قبر کی حفاظت کی دعا مانگنی خصوصاً پنجگانہ نماز کے بعد سنت ہے۔ (عمدۃ القاری صفحہ ۲۰۷)

کون لوگ عذاب قبر سے محفوظ رہیں گے

موذن قبر کے کیڑوں سے محفوظ

حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا ثواب کی نیت سے اذان دینے والا اس شہید کے مانند ہے جو خون میں لت پت ہو اور جب وہ مر جائے گا تو اس کی قبر میں کیڑے نہیں لگیں گے۔

(طبرانی، شرح الصدور صفحہ ۱۷)

علامہ قرطبی نے بیان کیا ہے کہ بظاہر مفہوم یہ ہے کہ مخلص موذن کی لاش کو زمین نہیں کھائے گی۔

(شرح الصدور)

فَائِدَہ: سبحان اللہ کس قدر عظیم فضیلت ہے کہ حضرات انبیاء کرام کی طرح کیڑے ان کے جسم کو بھی نہیں کھائیں گے۔

حافظ قرآن

حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے مروی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جب حافظ قرآن کا انتقال ہو جاتا ہے تو اللہ پاک کی وحی زمین کی جانب آتی ہے کہ اس کے گوشت کو مت کھانا، تو زمین کہتی ہے اے اللہ کیسے میں اس کے گوشت کو کھاؤں جب کہ آپ کا کلام اس کے پیٹ میں ہے۔

محدث ابن مندہ نے کہا اسی طرح حضرت ابوہریرہ اور حضرت ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہما کی بھی روایت ہے۔ (شرح صدور صفحہ ۳۱۷)

عمرو بن مرہ نے بیان کیا کہ جب انسان قبر میں داخل کر دیا جاتا ہے تو ایک فرشتہ بائیں جانب سے آتا ہے پس قرآن دائیں جانب سے آتا ہے اور اسے (عذاب قبر سے) روک دیتا ہے تو وہ فرشتہ کہتا ہے تم کو کیا ہوا پس قرآن کہتا ہے اس کے پیٹ میں نہیں ہوں؟ اسی طرح ہوتا ہے یہاں تک کہ وہ حافظ قرآن عذاب قبر سے بچ جاتا ہے۔ (شرح صدور صفحہ ۳۰۴)

گناہوں سے محفوظ کو عذاب قبر نہیں

حضرت قتادہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے بیان کیا کہ مجھے یہ خبر پہنچی ہے کہ زمین اس پر مسلط نہیں ہوتی (اسے نہیں کھاتی) جس نے کوئی گناہ نہیں کیا ہوگا۔ یعنی متقی پرہیزگار۔ (شرح صدور صفحہ ۳۱۸)

فائدہ: یا تو گناہ ہی نہ کیا ہو۔ جیسے حضرات انبیاء کرام اور عموماً اولیاء اللہ یا گناہ ہو گیا ہو تو توبہ کر لی چونکہ توبہ کرنے والا بھی ایسا ہے جیسے کہ گناہ ہی نہ کیا ہو۔ اگر تمام گناہوں سے توبہ قبول ہو جائے تو اس فضیلت کا حامل ہوگا۔

جمعہ کے دن انتقال کرنے والا عذاب قبر سے محفوظ

حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو جمعہ کے دن مر جائے وہ عذاب قبر سے محفوظ رہتا ہے۔ (ابویعلی، شرح الصدور)

حضرت عکرمہ بن خالد سے مروی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو جمعہ کے دن مر جائے یا جمعہ کی رات کو اس کا ایمان پر خاتمہ ہوتا ہے۔ وہ عذاب قبر سے محفوظ رہتا ہے۔ (بیہقی، شرح صدور صفحہ ۱۸۶)

ماہ رمضان میں مرنے والا عذاب قبر سے محفوظ

حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ماہ رمضان میں مرنے والوں سے عذاب قبر اٹھا لیا جاتا ہے۔ (شرح صفحہ ۲۰۷)

فائدہ: یعنی جمعہ اور رمضان کی برکت سے آدمی قبر کے فتنہ اور عذاب سے محفوظ رہتا ہے۔

اس لئے اگر جمعہ کے دن انتقال ہو جائے تو قبل مغرب دفن کر دیا جائے تاکہ جمعہ کی فضیلت کو پالے۔ چونکہ مغرب کے بعد سے ہفتہ کی رات ہو جاتی ہے۔

فائدہ: علامہ سیوطی نے لکھا ہے کہ جمعہ کی رات میں مؤمنین گنہگار سے عذاب قبر کو موقوف کر دیا جاتا ہے۔ جمعہ کی برکت کی وجہ سے۔ حتیٰ کہ نسفی نے تو یہاں تک کہا کافر سے بھی عذاب قبر (عذاب برزخ) جمعہ اور اس کی شب میں روک دیا جاتا ہے۔ اسی طرح رمضان میں بھی۔ (شرح صدور صفحہ۱۸۱)

جب کافر سے روک دیا جاتا ہے تو مؤمن گنہگار سے بدرجہ اولیٰ روک دیا جائے گا۔ کس قدر برکت کا حال ہے۔ جمعہ اور اس کی شب، مگر اکثر لوگ اس کی اہمیت سے غافل ہیں۔

قبر میں وحشت سے حفاظت اور انس کے لئے ایک وظیفہ

حضرت علی کرم اللہ وجہہ سے مروی ہے کہ رسول پاک ﷺ نے فرمایا جو ہر دن سو مرتبہ یہ پڑھے گا۔ وہ فقر سے محفوظ رہے گا۔ قبر کی تنہائی اور وحشت میں انس حاصل ہوگا۔ جنت کے دروازے کھلیں گے۔ اسی طرح خطیب نے بھی حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے یہ روایت نقل کی ہے۔ (شرح صدور صفحہ۱۵۶)

وہ دعا یہ ہے۔ "لا الہ الا اللّٰہ الملک الحق المبین"

علماء صالحین کی قبر کیڑے سے محفوظ

حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے مروی ہے کہ جب عالم (صالح) کی وفات ہو جاتی ہے تو اللہ پاک اس کے علم کو قبر میں مونس جس سے وہ انس حاصل کرے متصور کر دیتے ہیں اور زمین کے کیڑوں کو اس سے دور کر دیتے ہیں۔ (شرح صفحہ۱۵۸)

علماء صالحین کی قبر نور سے منور

امام احمد نے کتاب الزہد میں ابن عبدالبر نے کتاب العلم میں حضرت کعب سے نقل کیا کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کو یہ وحی بھیجی پہلے علم سیکھو اور لوگوں کو سکھلاؤ، علم کے سکھانے اور سیکھنے والوں کی قبر کو نور سے منور کر دیتا ہوں تاکہ وہ اس جگہ سے گھبرائیں نہیں۔ (شرح صدور صفحہ۱۵۸)

مسجد میں روشنی دینے والے اور خوشبو دینے والے کی قبر میں روشنی اور خوشبو

حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مرفوعاً روایت ہے کہ جو شخص مسجد کو روشن کرے روشنی کا انتظام کرے اللہ پاک اس کی قبر کو روشن کرے گا۔ اور جو مسجد کو بہترین خوشبو سے مہکائے گا۔ اللہ پاک اس کی قبر میں جنت کی خوشبو

مہکائے گا۔ (شرح الصدور صفحہ ۱۵۹)

پیٹ کی بیماری میں مرنے والا عذاب قبر سے محفوظ

سلمان بن صرد اور خالد بن عرفطہ رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے مروی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جسے پیٹ کی بیماری مار دے۔ یعنی پیٹ کے مرض میں مرے اسے قبر کا عذاب نہیں دیا جائے گا۔

(مسند احمد جلد ۲ صفحہ ۲۶۲، ترمذی صفحہ ۲۰۴، نسائی جلد ۱ صفحہ ۲۸۸، ابن حبان جلد ۷ صفحہ ۱۹۵، طبرانی صفحہ، مسند طیالسی صفحہ، جامع صغیر صفحہ ۵۴۷)

فائدہ: مطلب یہ ہے کہ جو بیماری پیٹ کی وجہ سے یا پیٹ سے ہوتی ہے اس میں اگر مر جائے تو اسے عذاب قبر سے اکراماً محفوظ رکھا جاتا ہے۔ علامہ مناوی کہتے ہیں کہ اس کے دو مطلب یہ ہیں ① پیٹ کی بیماری مثلاً استقاء اور یا اسہال پیچش دست میں مرنا ہے۔ ② دوسرا مطلب یہ ہے کہ حرام اور مشتبہ امور سے پیٹ کی حفاظت کرتے ہوئے مرا۔ (فیض القدیر جلد ۶ صفحہ ۱۹۴)

خیال رہے کہ جس طرح پیٹ کی بیماری اسہال استقاء اور قولنج ہے، اسی طرح پیٹ کی بیماری مرض ذیابطیس بھی ہے، اس کا تعلق بھی پیٹ سے ہے کہ اس میں طاقت نہیں ہوتی اشتہا زائد ہو جاتا ہے، قبض اور فتور ہضم کو اس میں دخل ہے۔ استقاء کی طرح اس میں پیاس لگتی ہے اور سیری نہیں ہوتی جس کا سبب معدہ ہوتا ہے۔ بڑا ہی مہلک مرض ہوتا ہے۔ جس طرح اسہال اور استقاء میں غذا جان کو نہیں لگتی اسی طرح اس مرض ذیابطیس میں بھی، جسے ام الامراض کہا جاتا ہے۔ لہٰذا اس مرض میں گرفتار ہو کر مرنے والا بھی امید ہے کہ شہید ثواب کے اعتبار سے اور عذاب قبر سے محفوظ ہوگا۔

مؤمن صالح کے لئے قبرستان کا ہر خطہ تمنا کرتا ہے کہ یہاں دفن ہو

حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے مروی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جب (صالح) مؤمن انتقال کرتا ہے تو قبرستان کو اس کی موت سے خوشی ہوتی ہے اور قبرستان کا کوئی حصہ ایسا نہیں ہوتا جو یہ تمنا نہ کرتا ہو کہ یہ میرے میں دفن کیا جائے۔ (ابن مندہ، ابن عساکر، شرح صدور صفحہ ۲۲۵)

مؤمن صالح کی قبر مرحبا مرحبا خوش آمدید کہتی ہے

حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جب مؤمن بندے کو دفن کیا جانے لگتا ہے تو قبر اسے مرحبا خوش آمدید کہتی ہے۔ اور یہ (اظہار عقیدت مندی کرتے ہوئے) کہتی ہے کہ تم زمین پر چلنے والوں میں سب سے زیادہ محبوب تھے۔ جب تم آج میرے پاس آئے ہو۔ اور میرے پاس پہنچے ہو تو میں اپنا (حسن) برتاؤ تم کو دکھاتی ہوں پس قبر منتہائے نظر تک کشادہ ہو جاتی ہے۔ اور جنت کا دروازہ اس کے

لئے کھول دیا جاتا ہے اس کے بعد آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا قبر جنت کے باغوں میں سے ایک باغ یا جہنم کے گڑھوں میں سے ایک گڑھا ہے۔ (ترمذی صفحہ ۲۰۵، شرح صدور صفحہ ۳۴۵)

مؤمن صالح کی قبر لیلۃ بدر کی طرح روشن

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا مؤمن کی قبر سبز باغ کی طرح ہو جاتی ہے ۷۰ گز اسے کشادہ کر دیا جاتا ہے اور بدر کی رات کی طرح اس کی قبر روشن کر دی جاتی ہے۔

(شرح صدور صفحہ ۱۵۳)

مؤمنین صالحین کے لئے قبر جنت کی کیاری

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا مؤمن اپنی قبر میں جنت کے باغ میں ہوتا ہے، ۷۰ گز اس کی قبر کو کشادہ کر دیا جاتا ہے، اور نور سے منور کر دیا جاتا ہے، جیسے کہ بدر کی روشنی۔

(مجمع الزوائد صفحہ ۵۸)

عبداللہ بن عمرو رضی اللہ تعالیٰ عنہما کی حدیث میں ہے کہ مؤمن کی قبر کو لمبائی اور چوڑائی میں ۷۰ ہاتھ کشادہ کر دیا جاتا ہے اور اس میں ریحان کا بستر ڈال دیا جاتا ہے، ریشم کا پردہ لگا دیا جاتا ہے، اگر اسے کچھ قرآن یاد ہوتا ہے تو اس کا نور اسے پہنا دیا جاتا ہے، اگر کچھ نہیں ہوتا تو مثل آفتاب کے اسے نور دے دیا جاتا ہے، اسے مثل دلہن کے رکھا جاتا ہے، جسے کوئی نہیں جگا سکتا سوائے اس کے محبوب کے۔ (مصنف ابن عبدالرزاق جلد ۳ صفحہ ۵۶۶)

حضرت براء رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی ایک طویل حدیث میں ہے کہ جب تینوں سوال کا جواب صحیح دے دیتا ہے تو خوبصورت شکل کا خوشبو سے لبریز خوشنما کپڑے میں ملبوس آنے والا آتا ہے اور اس کو کہتا ہے کہ اللہ کے اکرام اور دائمی نعمت کی بشارت حاصل کرو۔ (مصنف ابن عبدالرزاق جلد ۳ صفحہ ۵۸۱)

عبید بن عمیر کی روایت میں ہے کہ (تینوں امور کے صحیح جواب دینے کے بعد) فرشتے کہیں گے دیکھو اللہ کی رحمت کی جانب کہ اللہ نے تم کو جہنم سے بچا دیا، تم اپنے ٹھکانے جنت کی جانب دیکھو، پھر اس کے کفن کے کپڑے کو جنت کے لائے کپڑے سے بدل دیتے ہیں اور قبر کو منتہائے نظر تک پھیلا دیا جاتا ہے قبر اور جنت کے درمیان ایک کھڑکی کھول دی جاتی ہے جس سے جنت کی ہوا اس کی خوشبو اور اس کی ٹھنڈک آتی رہتی ہے۔

(مصنف عبدالرزاق)

ابن ابی الدنیا نے ثابت البنانی سے روایت کیا ہے کہ جب مؤمن کو قبر میں رکھا جاتا ہے تو اسے جنت کا ایک بچھونا دیا جاتا ہے اور کہا جاتا ہے کہ تیری آنکھیں ٹھنڈی ہوں، آرام سے سو خدا تجھ سے راضی ہو، اور حد نگاہ تک اس کی قبر میں وسعت کر دی جاتی ہے اور ایک کھڑکی جنت کی جانب سے کھول دی جاتی ہے اور وہ جنت کی

نعمتوں اور خوشبوؤں سے وہ لطف اندوز ہوتا ہے۔ (شرح صدور مترجم صفحہ ۱۹۷)

مؤمن کو قبر میں نماز کی فکر

حضرت جابر رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے مروی ہے کہ آپ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ نے فرمایا، میت کو جب قبر میں داخل کیا جاتا ہے تو اس کے سامنے قبر میں سورج کو غروب ہوتا ہوا دکھایا جاتا ہے پس وہ اٹھ بیٹھتا ہے اپنی آنکھ کو (نیند کے خمار سے) پونچھتا ہے اور کہتا ہے چھوڑو مجھے نماز پڑھنے دو۔ (مشکوٰۃ صفحہ ۲۶، ابن ماجہ صفحہ ۳۱۹)

فَائِدَہ: مطلب یہ ہے کہ جب اسے قبر میں بیدار کیا جاتا ہے، اس کی روح جسم میں بھیج کر اسے اٹھایا جاتا ہے، تو یہ وقت دن کا آخری وقت ہوتا ہے، تو نماز کا عادی یہ سمجھتا ہے کہ ابھی عصر نہیں پڑھی اور سورج ڈوبنے لگا ہے تو گھبرا کر کہتا ہے پہلے مجھے نماز پڑھنے دو پھر سوال وغیرہ کرنا، قبر عالم برزخ ہے یہ دارالعمل نہیں اس لئے یہاں نماز اور دیگر عبادت نہیں، یہاں اب دنیا کے اعمال حسنہ یا اعمال سیئہ کا بدلہ ہے، البتہ حضرت موسیٰ عَلَیْہِ السَّلَامُ کو قبر میں نماز کی اجازت دی گئی ہے۔ یہ ان کے ساتھ پیغمبرانہ خصوصیت ہے، چنانچہ شرح الصدور میں علامہ سیوطی رَحِمَہُ اللّٰہُ تَعَالٰی نے بحوالہ مسلم بیان کیا کہ رسول پاک صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ نے معراج کی شب میں حضرت موسیٰ عَلَیْہِ السَّلَامُ کو قبر میں نماز پڑھتے ہوئے دیکھا۔ (شرح الصدور صفحہ)

خیال رہے کہ اللہ پاک اپنے بعض بندوں کو ان کی طلب اور رضاء پر عالم برزخ قبر میں ذکر عبادت کی توفیق عام قانون کے خلاف بخش دیتے ہیں، چنانچہ علامہ سیوطی لکھتے ہیں، حافظ زین العابدین رجب نے کتاب اہل قبور میں لکھا ہے کہ بعض اوقات اللہ تعالیٰ اپنے بعض بندوں کو قبروں میں اعمال صالحہ کی توفیق دیتا ہے لیکن اس پر ثواب مرتب نہیں ہوتا کہ دارالعمل منقطع ہو چکا ہے اور یہ اس لئے ہوتا کہ وہ اللہ کی یاد اور اس کی اطاعت سے لذت حاصل کریں۔

چنانچہ حدیث پاک میں قبر سے سورہ ملک پڑھنے کا واقعہ منقول ہے علامہ سیوطی نے لکھا ہے کہ ثابت بنانی نے قبر میں نماز کی دعا کی سو وہ قبر میں نماز پڑھتے ہیں، متعدد اہل اللہ سے قبر میں قرآن پاک کی تلاوت کرنے کا واقعہ منقول ہے۔ (شرح الصدور صفحہ ۱۷۹)

بعض برگزیدہ بندوں کے ساتھ قبر میں خصوصی معاملہ

حضرات انبیاء کرام عَلَیْہِمُ السَّلَامُ قبروں میں نماز پڑھتے ہیں

حضرت انس رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے مروی ہے کہ آپ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ نے فرمایا حضرات انبیاء کرام اپنی قبروں میں نماز

پڑھتے ہیں۔ (ابویعلی، بیہقی، شرح الصدور صفحہ ۱۸۷)

حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم جب شب معراج میں گزرے تو حضرت موسیٰ علیہ السلام کو آپ نے ان کی قبر میں کھڑے ریت کے ٹیلے کے پاس نماز پڑھتے دیکھا۔ (مسلم صفحہ ۲۶۸)

فائدہ: حضرات انبیاء کرام علیہم السلام کے ساتھ عام مؤمنین کے مقابلہ میں یہ خصوصی برتاؤ و اکرام ہوتا ہے کہ ان کو نماز پڑھنے کی دولت دی جاتی ہے، چنانچہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم بھی اپنی قبر میں نماز پڑھتے ہیں، جنگ حرہ کے موقعہ پر جب مسجد نبوی میں اذان و جماعت نہیں ہورہی تھی تو آپ کی قبر سے اذان کی آواز آتی تھی۔

آپ کی قبر سے اذان کی آواز

حضرت سعید بن میتب نے بیان کیا کہ جنگ حرہ کے موقعہ پر میں روضۂ اقدس پر تھا جب بھی نماز کا وقت آتا تو آپ کی قبر اطہر سے اذان کی آواز آتی۔ (شرح الصدور)

فائدہ: معلوم ہوا کہ آپ اپنی قبر میں نماز پڑھتے ہیں۔

حضرت ثابت بنانی کو قبر میں نماز کی اجازت

حماد بن سلمہ بیان کرتے ہیں کہ حضرت ثابت بنانی نے یہ دعا کی کہ اے اللہ آپ نے اگر کسی کو قبر میں نماز کی توفیق دی تو مجھے اپنی قبر میں نماز کی توفیق دیجئے۔ (ابن سعد، شرح صدور صفحہ ۱۸۸)

عطیہ نے بیان کیا کہ میں نے حضرت ثابت کو یہ کہتے ہوئے سنا کہ وہ حمید طویل (صحابی) سے یہ کہہ رہے تھے کہ کیا آپ کو خبر پہنچی ہے کہ قبر میں حضرات انبیاء کرام کے علاوہ بھی کوئی نماز پڑھ سکتا ہے، انہوں نے کہا نہیں، تو حضرت ثابت نے کہا، اے اللہ آپ نے کسی کو بھی قبر میں نماز کی اجازت دی تو مجھے آپ قبر میں نماز کی اجازت دیجئے۔

محدث ابونعیم نے حضرت ابوجبیر سے نقل کیا ہے کہ قسم اس ذات کی جس کے سوا کوئی معبود نہیں میرے ساتھ حمید طویل بھی تھے میں نے ان کے ساتھ حضرت ثابت البنانی کو قبر میں داخل کیا، میں نے ان پر کچی اینٹیں لگائیں۔ اچانک ایک اینٹ کھل گئی تو کیا دیکھا وہ یہ دعا کررہے ہیں اے اللہ تو نے کسی کو قبر میں نماز کی اجازت دی ہے تو مجھے بھی نماز کی اجازت دے، چنانچہ میں نے ان کو قبر میں نماز پڑھتے دیکھا سو اللہ نے ان کی دعا قبول فرمالی۔

ابن جریر نے تہذیب الآثار میں بیان کیا کہ لوگ بیان کرتے ہیں جو ثابت بنانی کی قبر سے گزرتے ہیں کہ ان کی قبر سے قرآن پڑھنے کی آواز آتی ہے۔ (شرح صدور صفحہ ۱۸۸)

فائدہ: ان روایتوں سے معلوم ہوا کہ حضرت ثابت البنانی جو بڑے عابد زاہد جلیل القدر تابعی تھے ان کی تمنا اور دعا کی وجہ سے ان کو عام ضابطہ کے خلاف قرآن اور نماز پڑھنے کی اجازت دی گئی موت کے بعد عمل نہیں جزا اور سزا کی دنیا ہو جاتی ہے، مگر چونکہ ان کو راحت اور حلاوت اور ذوق مزاہ نماز میں ملتا تھا، اس لئے اللہ پاک نے ان کی تمنا کے موافق قبر میں بھی نماز کی اجازت دی گویا کہ وہ روحانی غذا ان کے حق میں تھی جس طرح حضرات انبیاء کرام علیہم السلام کو قبر میں نماز کی اجازت مل جاتی ہے، خیال رہے کہ یہ حکم خاص ہے عام نہیں، عام بندوں کو راحت کی نیند ہے یا سزا جیسا کہ حدیث پاک میں ہے۔

قبر سے مشک کی خوشبو اور تلاوت کی آواز

ابوالحسن نے کتاب الروضہ میں بیان کیا کہ مجھ سے ابراہیم الحفار نے بیان کیا کہ میں نے ایک قبر کی کھدائی کی تو ایک اینٹ کھلی اور دیکھا کہ ایک شخص قبر میں بیٹھا تلاوت کر رہا ہے اور اس سے مشک کی خوشبو آ رہی ہے۔

(شروح صدور صفحہ ۱۸۹)

یافعی نے بیان کیا کہ فقیہ احمد بن موسیٰ کو ان کے بعض شاگردوں نے قبر میں سورۃ نور پڑھتے دیکھا۔

(شرح صدور)

آپ ﷺ کے زمانہ میں بھی قبر سے قرآن کی آواز

حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے مروی ہے کہ آپ کے بعض اصحاب نے ایک قبر کے قریب خیمہ لگایا، ان حضرات کو معلوم تھا کہ یہاں قبر ہے، اچانک اس قبر سے ایک آدمی کے سورہ ملک آخر ختم تک پڑھنے کی آواز معلوم ہوئی، انہوں نے یہ واقعہ آپ کے پاس آ کر بیان کیا، آپ ﷺ نے فرمایا، یہ (سورہ ملک) نجات دینے والی ہے یہ عذاب قبر سے محفوظ رکھنے والی ہے۔

فائدہ: اس سے معلوم ہوا کہ بعض لوگوں کو ان کے غایت شوق اور ذوق کی وجہ سے قبر میں یعنی عالم برزخ میں تلاوت کی اجازت دی گئی ہے خود آپ نے اس کی تصدیق اور تائید فرمائی ہے۔

علامہ سیوطی فرماتے ہیں کہ اس حدیث سے معلوم ہوا کہ قبر میں میت سورہ ملک (قرآن) پڑھ سکتا ہے۔

اسی طرح بعض اولیاء اللہ کو اللہ پاک اس بات کی اجازت دیتے ہیں کہ وہ نماز اور دعا وغیرہ میں مشغول رہیں۔

علامہ زین العابدین ابن رجب نے بیان کیا کہ اللہ پاک برزخ میں بعض بندوں کے ساتھ یہ اکرام کا معاملہ کرتے ہیں کہ ان کو اعمال صالحہ کی برزخ میں اجازت دیتے ہیں۔

خیال رہے کہ برزخ میں ان اعمال کا ثواب نہیں ملتا ہے، البتہ ان اعمال سے ان کو حلاوت اور ذوق اور مزہ حاصل ہوتا ہے، جس طرح ملائکہ کو عبادت سے ذوق اور لذت ملتی ہے، اور ثواب نہیں حاصل ہوتا، چونکہ ثواب کا تعلق موت سے منقطع اور ختم ہو جاتا ہے۔ (شرح صدور صفحہ ۱۸۹)

قبر میں تلاوت قرآن کا شرف

علامہ ابن رجب نے بیان کیا کہ سامرا کے خطیب بڑے صالح آدمی تھے، سامرا میں لوگوں نے مجھے اس کی قبر کو دکھایا، جس سے ہمیشہ سورہ تبارک الذی کے پڑھنے کی آواز آتی تھی۔

خطیب نے اپنی سند سے بیان کیا کہ میں نے قاری ابوبکر بن مجاہد کو خواب میں دیکھا وہ قرآن پڑھ رہے ہیں، میں نے ان سے کہا ارے تمہارا انتقال ہو گیا اور تم تلاوت کر رہے ہو، تو انہوں نے کہا میں ہر نماز کے بعد اور ختم قرآن پاک کے بعد دعا کرتا تھا کہ مجھے قبر میں قرآن تلاوت کرنے والوں میں کر دیجئے، سو اس وجہ سے قبر میں قرآن پڑھتا ہوں۔ (شرح صدور صفحہ ۱۹۰)

عکرمہ نے حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما کا قول نقل کیا ہے کہ (بعض) مؤمن کو قبر میں قرآن دے دیا جاتا ہے جس کی وہ قبر میں تلاوت کرتے ہیں۔

فائدہ: یہ معاملہ عام مؤمنین کے ساتھ نہیں ہوتا ان اخص الخواص کو ہوتا ہے جن کو قرآن کی تلاوت سے بہت زیادہ شغف مثل کھانے پینے اور سانس لینے کے ہو یا اہتمام اور مبالغہ کے ساتھ دعا کی ہو۔ تو ان کو عام عادت کے خلاف اس سے نوازا جاتا ہے۔

قبر سے مشک کی خوشبو

حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں ان لوگوں میں تھا جو حضرت سعد بن معاذ کی قبر بقیع میں کھودنے میں تھے، جب ہم لوگ ان کی قبر کھود کر مٹی نکالتے تھے تو اس سے مشک کی خوشبو آتی، یہاں تک کہ ہم لوگ بغلی کھدائی تک آ گئے۔ (اور خوشبو آتی رہی)۔ (شرح صدور صفحہ ۱۹۹)

قبر کی مٹی مشک

شرحبیل بن حسنہ بیان کرتے ہیں کہ حضرت سعد کی قبر سے ایک مٹھی مٹی لے لی اور اسے گھر لے گئے اسے دیکھا تو وہ مشک ہو گیا تھا۔ (شرح صدور صفحہ ۱۹۹)

تلاوت اور روزے کی پیاس کی برکت سے قبر سے خوشبو

محدث ابن ابی الدنیا نے مغیرہ ابن حبیب سے نقل کیا (ان کی قبر سے خوشبو آتی تھی) خواب میں دیکھا تو

کہا کہ یہ تمہاری قبر سے جو مشک کی خوشبو آتی ہے اس کی کیا وجہ ہے، جواب دیا۔ یہ تلاوت قرآن اور سخت گرمی کے موقعہ پر روزے کے پیاس کی برکت سے ہے۔ (شرح صفحہ ۱۹۹)

گود میں لئے قبلہ رخ قرآن کی تلاوت

محدث ابن مندہ نے ذکر کیا کہ عاصم سقطی نے بیان کیا کہ بلخ میں میں نے ایک قبر کھودی تو اس قبر میں ایک سوراخ میں ایک شیخ کو دیکھا کہ قبلہ رخ متوجہ ہوکر گود میں لئے قرآن کی تلاوت کر رہے ہیں، اوران پر سبز لباس ہے، اوران کے گرد باغیچہ ہے۔ (شرح صدور صفحہ ۳۵۲)

فائدہ: یہ عالم قبر میں جسے برزخ کہا جاتا ہے، خدا کے مخصوص بندوں کے مخصوص احوال ہیں، جو ان کی اصلاح زہد تقویٰ انابت الی اللہ اور تقرب کی وجہ سے ملتی ہیں، جس طرح دنیا میں وہ عبادت کے ذوق سے لذت حاصل کرتے رہے اسی طرح قبر میں بھی ان کو عبادت الٰہی کا ذوق اور حظ حاصل ہوتا رہے گا۔ **اللھم اجعلنا منھم**۔

قبر میں علمی مشغلہ کی بعض کو اجازت

حافظ ابوالعلاء ہمدانی کے متعلق منقول ہے کہ ان کی وفات کے بعد خواب میں پوچھا گیا تو انہوں نے جواب دیا کہ میں نے اللہ تعالیٰ سے دعا کی کہ مجھے علمی مشغلہ اور مصروفیت میں رکھا جائے جیسا کہ میں زندگی میں مشغول رہتا تھا (میری دعا اللہ پاک نے قبول فرمائی) سو اب میں علمی شغل میں اپنی قبر میں لگا ہوں۔

حفظ مکمل نہیں ہوا موت آگئی تو قبر میں اس کی تکمیل ہوگی

عطیہ عوفی نے بیان کیا کہ آپ ﷺ نے فرمایا جس نے قرآن پڑھا (ناظرہ یا حفظ) اور اس کے پورا ہونے سے پہلے موت آگئی تو قبر میں ایک فرشتہ آئے گا جو قبر میں اسے تعلیم دے گا۔

یزید رقاشی بیان کرتے ہیں کہ مؤمن انتقال کر جائے اور اس کا کچھ حصہ قرآن کا حفظ سے باقی رہ جائے تو اللہ پاک ایک فرشتہ کو بھیجتے ہیں جو باقی ماندہ حفظ کی تکمیل کراتے ہیں۔ یہاں تک کہ اللہ پاک اسے قبر سے اٹھائے۔

حسن بصری فرماتے ہیں کہ مجھے یہ بات پہنچی ہے کہ کسی مؤمن کا حفظ قرآن مکمل نہیں ہوا اور اس کی وفات ہوگئی تو قبر میں فرشتوں کو حکم ہوگا کہ اسے قرآن پاک حفظ کرائیں تاکہ اللہ پاک اسے حافظ قرآن میں اٹھائے۔

(شرح صدور صفحہ ۱۹۵)

فائدہ: اس روایت سے معلوم ہوا کہ جو بچہ حفظ قرآن کر رہا تھا اور پورا نہیں ہوا کہ انتقال ہوگیا تو اسے قبر میں

فرشتے حفظ کو مکمل کرائیں گے اور وہ باقی ماندہ حفظ کر کے پورا حافظ ہوگا۔ اور حشر میں حافظ قرآن ہو کر اٹھے گا۔

بروز جمعہ قبرستان جانا

ابن ابی الدنیا اور بیہقی نے اشعب میں محمد بن راسع سے روایت کیا ہے کہ مجھے یہ حدیث پہنچی ہے کہ مردے کو اپنی زیارت کرنے والوں کا علم جمعہ کے دن اور اس کے ایک دن بعد تک ہوتا ہے۔ (شرح الصدور صفحہ ۲۰۳)

حضرت ابو ہریرہ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے مروی ہے کہ آپ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ نے فرمایا، جو شخص اپنے والدین کی قبر پر ہر جمعہ کے دن جائے اس کی مغفرت کر دی جائے گی اور اس کے لئے نیکی لکھی جائے گی۔ (مجمع الزوائد جلد ۳ صفحہ ۶۳)

ایک حدیث میں ہے کہ جو شخص اپنے والدین یا ان میں سے کسی ایک کی زیارت جمعہ کے دن کرے گا اور سورۂ یٰسین پڑھے گا اس کی مغفرت کر دی جائے گی۔ (جامع صغیر جلد ۲ صفحہ ۵۲۸)

حضرت انس رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے مروی ہے کہ آپ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ نے فرمایا میں نے تم کو (اولاً) قبروں کی زیارت سے روکا تھا، اب فائدہ ظاہر ہوا سو تم قبروں کی زیارت کرو، یہ دل کو نرم کرتی ہے آنکھوں کو رلاتی ہے آخرت کو یاد دلاتی ہے۔ (کنز العمال جلد ۱۵ صفحہ ۱۱۷)

حضرت ابن مسعود رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے مروی ہے کہ آپ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ نے فرمایا میں نے تم کو قبر کی زیارت سے منع کیا تھا، سو اس کی زیارت کرو، یہ دنیا سے بے رغبتی پیدا کرتی ہے اور آخرت کی یاد دلاتی ہے۔

(ابن ماجہ صفحہ، کنز جلد ۱۵ صفحہ ۶۴۶)

حضرت ابو ہریرہ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ کی ایک روایت میں ہے قبرستان جایا کرو، یہ تمہیں موت کو یاد دلاتا ہے۔

(ابن ماجہ صفحہ، کنز)

حضرت ابو سعید خدری رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے مروی ہے کہ آپ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ نے فرمایا میں نے تم کو قبروں پر جانے سے منع کیا تھا، سو اب جایا کرو اس میں عبرت ہے۔ (مجمع الزوائد صفحہ ۶۱)

حضرت ثوبان رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے مروی ہے کہ آپ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ نے فرمایا، میں نے تم کو قبروں پر جانے سے منع فرمایا سو اب قبروں پر جایا کرو، اور جانے پر ان کے لئے دعا و استغفار کیا کرو۔ (طبرانی، کنز العمال صفحہ ۶۳)

فَائِدَہ: آپ کے ابتداء میں قبروں پر اور قبرستان پر ابتداء اس وجہ سے منع کیا تھا کہ وہ جاہلانہ رسوم اور حرکت نہ کریں رونا پیٹنا نہ کریں، پھر جب اسلام اور ایمان پر ایک زمانہ گزر گیا اور امور شریعت پر استحکام معلوم ہو گیا تو آپ نے اجازت دے دی، لہٰذا اگر قبروں پر جا کر جاہلانہ خلاف شرع امور کریں گے تو آج بھی قبروں پر جانا ان حرکتوں کی وجہ سے ممنوع ہوگا، اسی وجہ سے عرسوں کے موقعہ پر جانے سے منع کیا جاتا ہے۔

جن اصحاب کے موت اور جنازہ میں شریک نہ ہوسکتے تو قبر پر بعد میں جاتے

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ ایک عورت حبشہ کی مسجد نبوی میں جھاڑو اور صفائی کا کام کیا کرتی تھی، اس کا انتقال ہوا جس کی وجہ سے آپ نے اس کو نہیں پایا، آپ نے معلوم کیا جو مسجد میں صفائی کرنے آتی تھی اس کا کیا حال ہے لوگوں نے کہا اس کا انتقال ہوگیا، آپ نے فرمایا پھر مجھے کیوں نہیں بتایا، لوگوں نے کہا رات تھی (آپ کی کلفت کی وجہ سے نہیں خبر دی) آپ نے فرمایا چلو مجھ کو اس کی قبر بتاؤ، چنانچہ آپ اس کی قبر پر تشریف لائے، اور جنازہ پڑھا۔ (بخاری جلد ۱ صفحہ ۱۷۸)

فائدہ: آپ صلی اللہ علیہ وسلم اپنے اصحاب کے جنازہ اور دفن میں کسی وجہ سے شریک نہ ہوتے تو بعد میں ان کی قبر پر تشریف لے جاتے اس سے معلوم ہوا کہ احباب اور متعلقین کے جنازہ میں شریک نہ ہوسکے تو بعد میں ایصال ثواب کے لئے قبر پر جانا سنت ہے۔

عبرت یا ایصال ثواب کے لئے قبرستان جانا سنت ہے

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم اپنی والدہ کی قبر پر تشریف لے گئے۔ آپ نے بھی رو دیا اور ساتھ صحابہ بھی رونے لگے۔ (سنن کبریٰ جلد ۴ صفحہ ۷۶، مشکوٰۃ صفحہ ۱۵۴)

زید بن الخطاب رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ ہم لوگ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ فتح مکہ کے موقعہ پر قبرستان کی جانب نکلے۔ آپ ایک قبر پر تشریف فرما ہوئے میں نے دیکھا (آپ اس طرح اطمینان سے بیٹھے) گویا چپکے سے باتیں کر رہے ہیں۔ (مجمع الزوائد جلد ۳ صفحہ ۶۱)

بشیر بن الخصاصیہ سے مروی ہے کہ میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آیا تو میں نے آپ کو بقیع (قبرستان مدینہ) میں پایا۔ (مجمع جلد ۳ صفحہ ۶۳)

حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے مروی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم آخر عمر کی راتوں میں سے شب آخیر میں بقیع (قبرستان مدینہ جو مسجد نبوی کے بغل میں تھا) نکل جاتے۔ (مختصراً، مسلم صفحہ ۳۱۳، مشکوٰۃ صفحہ ۱۵۴)

فائدہ: بکثرت روایتوں سے ثابت ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم قبرستان اور مقبروں میں حسب موقعہ بلا جنازہ کے عبرت اور ایصال ثواب کے لئے تشریف لے جاتے چنانچہ آپ اپنی والدہ کی قبر پر تشریف لے گئے۔ اور اپنے اصحاب اور متعلقین و رشتہ داروں کی قبروں پر جو بقیع میں تھے حسب موقع ایصال ثواب کے لئے تشریف لے جاتے۔ بقیع جو مسجد نبوی کے متصل ہی ہے بکثرت تشریف لے جاتے۔

خیال رہے کہ خواہ اہل اللہ اور خواص امت میں سے ہوں یا عام لوگوں میں سے ہوں ان کی قبروں پر جانا

آخرت موت وغیرہ کی یاد اور ان سے عبرت حاصل کرنے کے لئے ہے۔ عرس اور میلہ لگانے کے لئے جائز نہیں۔ ان سے مرادوں کا مانگنا، ان سے حاجات کا پورا کرنے کی درخواست کرنا شرک ہے، عرس اور میلے کے لئے مقبروں میں جانا گناہ اور خلاف شرع ہے، دیکھئے احادیث۔ آپ نے عبرت کے لئے اور آخرت کی یاد کے لئے اجازت دی ہے یا کہ ان گناہوں کے لئے۔

قبر کا بوسیدہ اور خستہ حال رہنا رحمت الٰہی کے نزول کا باعث

کثیر بن سالم ہیثمی نے اس کی وصیت کی تھی کہ ان کی قبر جب بوسیدہ اور خستہ حالت میں ہو جائے تو دوبارہ ان کی تعمیر اور درستگی نہ کریں اور اس کی انہوں نے سختی سے تاکید کی تھی اور کہا کہ اللہ تعالیٰ عزوجل بوسیدہ خستہ قبروں کی جانب دیکھتے ہیں تو ان پر رحم فرماتے، شاید میں بھی ان میں سے ہو جاؤں۔

وہب بن منبہ نے بیان کیا کہ حضرت ارمیاہ نبی عَلَیْہِ السَّلَامُ ایک ایسی قبر کے پاس سے گزرے جس میں عذاب ہو رہا تھا۔ چند سالوں کے بعد پھر ادھر سے گزرے تو عذاب کو موقوف پایا۔ تو انہوں نے کہا اللہ ہی کے لئے پاکی ہے، سال پہلے گزرا تو قبر والے کو عذاب میں دیکھا اب گزرا تو سکون پایا۔ آسمان سے ایک آواز آئی اے ارمیاہ! میں نے اس قبر کو دیکھا کہ اس کا کفن سڑ گیا بالیں بوسیدہ ہوگئیں۔ قبر خستہ دھنس گئی تو میں نے اس پر رحم کیا۔ اسی طرح میں کفن کے سڑ جانے بالوں کے بوسیدہ، قبر کے خستہ اور دھنس جانے کو دیکھتا ہوں تو رحم کرتا ہوں۔ (شرح صدور صفحہ ۳۱۴)

فَائِدَہ: اس سے معلوم ہوا کہ قبر خستہ ہو جائے، دھنس جائے تو اس پر مٹی چڑھا کر اسے درست کرنا، جیسا کہ بعض قبروں میں لوگ ایسا کرتے رہتے ہیں ہمیشہ مٹی چڑھا کر اسے درست کرتے رہتے ہیں بہتر نہیں کہ رحمت خداوندی کے متوجہ ہونے میں یہ مانع ہے۔ جیسا کہ اوپر واقعہ سے معلوم ہوا۔ تاہم حدیث پاک میں اس سلسلے میں کوئی ممانعت منقول نہیں اس لئے گو بہتر نہیں تاہم کیا جا سکتا ہے۔

قبرستان یا مقبرہ میں داخل ہوتے وقت کیا دعا پڑھنی مسنون ہے

① حضرت سلیمان بن بریدہ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ کی روایت میں ہے کہ آپ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ قبرستان جاتے وقت یہ دعا سکھایا کرتے تھے:

"السلام علیکم یا اھل الدیار من المؤمنین والمسلمین وانا انشاء اللّٰہ بکم اللاحقون واسئل اللّٰہ لنا ولکم العافیۃ." (مسلم جلد ۱ صفحہ ۳۱۴، مشکوٰۃ صفحہ ۱۵۴، بیہقی جلد ۴ صفحہ ۷۹)

تَرْجَمَہ: "سلامتی ہو تم پر اے مؤمن و مسلم گھر والے، انشاء اللہ ہم بھی تمہارے بعد آنے والے ہیں

اپنے لئے اور تمہارے لئے عافیت کا سوال کرتے ہیں۔"

② حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی روایت میں ہے کہ آپ ﷺ ایک رات بقیع تشریف لے گئے اور یہ دعا پڑھی:

"السلام علیکم دار فوم مومنین وانا بکم لاحقون اللهم لا تحرمنا اجرهم ولا تضلنا بعدهم." (اتحاف الخیر ۃ صفحہ۲۹۲، ابن ماجہ صفحہ۱۱۱)

ترجمہ: "اے قبر والے تم کو السلام علیکم اللہ پاک ہماری تمہاری مغفرت فرمائے، تم ہم سے پہلے آ گئے ہم تمہارے پیچھے ہیں۔ اے اللہ ان کے ثواب سے ہمیں محروم نہ فرما اور ان کے بعد ہمیں گمراہ نہ فرما۔"

③ حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے مروی ہے کہ آپ ﷺ مدینہ کے قبرستان سے گزرے تو متوجہ ہو کر یہ دعا پڑھی:

"السلام علیکم یا اهل القبور یغفر اللّٰه لنا ولکم انتم سلفنا ونحن بالاثر."
(مشکوٰۃ صفحہ۱۵۴، ترمذی صفحہ۲۰۲)

ترجمہ: "اے اہل قبور تم پر سلامتی ہو اللہ ہماری اور تمہاری مغفرت فرمائے تم ہم سے پہلے چلے گئے اور ہم تمہارے پیچھے آنے والے ہیں۔"

④ حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے روایت ہے کہ جب ان کی باری ہوتی تو شب آخر میں بقیع جا کر آپ ﷺ یہ دعا پڑھتے:

"السلام علیکم دار قوم مومنین واتاکم ما توعدون غدا مؤجلون وانا ان شاء اللّٰه بکم لاحقون."

ترجمہ: "سلامتی ہو تم پر اے مؤمن گھر والو! تمہارا وعدہ تمہارے سامنے آ گیا جس کا کل وقت مقرر تھا۔ انشاء اللہ، ہم بھی آ جائیں گے۔"

⑤ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ آپ ﷺ جب قبرستان تشریف لے جاتے تو یہ دعا پڑھتے:

"السلام علیکم دار قوم مومنین وانا ان شاء اللّٰه بکم اللاحقون."
(ابوداؤد جلد۱ صفحہ۴۶۱)

ترجمہ: "اے مؤمن گھر والے تم پر سلامتی ہو۔ انشاء اللہ ہم بھی تم سے ملنے والے ہیں۔"

⑥ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ آپ ﷺ بقیع کی جانب نکلے تو یہ دعا پڑھی:

"السلام علی اهل الدیار من المسلمین والمومنین ورحم اللّٰه المستقدمین

وانا ان شاء اللّٰہ لاحقون بکم." (مجمع الزوائد جلد۲ صفحہ۶۳)

تَرجَمَۃ: "سلامتی ہو تم پر اے مؤمن و مسلم گھر والے۔ اللہ پہلے جانے والوں پر رحم کرے، تمہارے بعد ہم بھی آ رہے ہیں۔"

❼ ابن ہمام نے فتح القدیر میں لکھا ہے کہ آپ ﷺ بقیع قبرستان میں تشریف لے جاتے یہ پڑھتے:

"**السلام علیکم دار قوم مومنین وانا ان شاء اللّٰہ بکم لاحقون اسئل اللّٰہ لی ولکم العافیۃ.**" (فتح القدیر جلد۲ صفحہ۱۴۲)

تَرجَمَۃ: "مؤمن گھر والے تم پر سلام! ہم بھی انشاء اللہ بعد میں آنے والے ہیں۔ اپنے لئے اور تمہارے لئے عافیت کی دعا کرتے ہیں۔"

صدقہ دعاء استغفار ایصال ثواب سے عذاب قبر ختم یا تخفیف و کمی

حضرت ابوہریرہ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے مروی ہے کہ ایک شخص نے آپ ﷺ سے پوچھا میرے والد کی وفات ہوگئی۔ انہوں نے مال چھوڑا ہے، اور کوئی وصیت نہیں کی ہے۔ تو میں ان کی جانب سے صدقہ خیرات کر دوں تو ان کا کفارہ (گناہوں کی معافی کا ذریعہ) ہو جائے گا۔ آپ نے فرمایا ہاں یعنی تمہارے صدقات سے جو ان کے لئے ہوگا اس سے ان کا کفارہ ہو جائے گا۔ اور ان کے گناہوں کی معافی کا ذریعہ جو ان کی زندگی میں ان سے ہوا ہوگا ہو جائے گا۔ (مسلم جلد۲ صفحہ۴۱، فتح الملہم صفحہ۱۱۴)

فَائِدَۃ: صدقہ خیرات جس طرح زندوں کے حق میں گناہوں کی معافی کا ذریعہ ہے اسی طرح مردوں کے حق میں بھی یہ گناہوں کی معافی کا ذریعہ ہے۔ اور قبر میں عذاب گناہوں کی وجہ سے ہوتا ہے۔ جب گناہ کی معافی ہوگی جو سبب عذاب ہے تو اس سے عذاب کی کمی یقیناً ہوگی اسی طرح دعا، استغفار، وغیرہ سے۔

چنانچہ ابن قیم لکھتے ہیں:

"**وقد ینقطع عنہ العذاب بدعاء او صدقۃ او استغفار او ثواب حج او قراء ۃ تصل الیہ من بعض اقاربہ او غیرھم.**" (صفحہ۱۸۱، کتاب الروح)

میت کے لئے دعا کی جائے، یا اس کی جانب سے صدقہ خیرات کیا جائے، یا اس کے لئے استغفار کیا جائے، یا اس کی جانب سے حج کیا جائے یا قرآن کی تلاوت کی جائے جو ان کے رشتہ داروں کی جانب سے ہو تو اس کی وجہ سے عذاب قبر ختم ہو جاتا ہے۔ (یا اس میں کمی ہوتی ہے)۔

حضرت انس رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے مرفوعاً روایت ہے کہ میری امت مرحومہ قبر میں گناہگار داخل ہوتی ہے۔ اور (بعد میں) قبر سے اس حال میں نکلتی ہے کہ وہ گناہوں سے پاک ہوتی ہے مؤمنین کے استغفار سے ان کے گناہ

ختم ہو جاتے ہیں۔ (طبرانی، شرح الصدور صفحہ ۳۰۷)

حضرت عقبہ بن عامر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا صدقہ خیرات قبر والوں کی آگ کو بجھاتا ہے۔

احمد بن یحییٰ نے بیان کیا کہ بعض اصحاب نے بیان کیا کہ ہمارے بھائی کا انتقال ہو گیا میں نے خواب میں دیکھا تو پوچھا کیا حال ہوا جب میں نے تم کو قبر میں رکھا۔ کہا کہ ایک آگ کا شعلہ آیا۔ اگر کوئی دعا کرنے والا دعا نہ کرتا تو وہ مجھے چپٹنے لگتا۔ (یعنی دعا کی وجہ سے اس کی پٹائی سے بچ گیا)۔ (کتاب الروح صفحہ ۸۲)

ابن رجب نے بیان کیا بعض صالحین نے اپنے والد کو خواب میں دیکھا تو انہوں نے کہا کیا بات ہے تمہارا ہدیہ کیوں آنا بند ہو گیا۔ تو میں نے کہا اے والد! کیا مردوں کو زندوں کے ہدایا (ایصال ثواب دعا وغیرہ کا) علم ہوتا ہے تو انہوں نے کہا کہ اگر زندوں (کے ہدایا نہ پہنچیں) تو یہ مردے ہلاک ہو جائیں۔

واقعہ: ابن ابی الدنیا نے ذکر کیا کہ عبداللہ بن نافع نے ذکر کیا کہ اہل مدینہ میں سے ایک شخص کا انتقال ہوا۔ ایک شخص نے خواب میں دیکھا تو محسوس ہوا کہ وہ اہل دوزخ میں ہے۔ یہ بہت رنجیدہ ہوئے۔ پھر کچھ وقفہ کے بعد دیکھا تو معلوم ہوا کہ وہ اہل جنت میں ہو گیا پوچھا تم تو اہل دوزخ میں تھے۔ کہا ہمارے بغل میں ایک صالح شخص دفن ہوا اس کی سفارش سے بغل کے ۴۰ر آدمیوں کی نجات ہوئی میں بھی انہیں میں سے ہوں۔ (کتاب الروح صفحہ ۸۲)

ایصال ثواب کا مشروع و مسنون طریقہ

اعمال صالحہ پر جو ثواب ملتا ہے اسے ثواب کو دوسرے کو بخش دینا ایصال ثواب ہے۔

معلوم ہونا چاہئے کہ ایصال ثواب کے لئے نہ کوئی وقت مقرر ہے اور نہ کوئی دن اور نہ کوئی خاص طریقہ، جو بھی نیک عمل مثلاً قرآن پاک کی تلاوت یا نفلی نماز روزہ یا صدقہ خیرات کرے، تو اس میں یہ نیت کر لے کہ اس کا ثواب اے اللہ فلاں شخص کو پہنچا دیجئے۔ صرف دل میں کہہ دینا کافی ہو جاتا ہے۔ خواہ عمل سے پہلے یا عمل کے بعد ثواب پہنچ جاتا ہے۔ باقی ایصال ثواب کے سلسلہ میں جاہلوں نے، عوام نے بہت سی باتیں رسماً اور جہلاً گھڑ لی ہیں وہ سب واہیات خلاف شرع بدعت ہیں جس کی تفصیل کا یہاں موقع نہیں ہے۔ اس موضوع پر جو کتابیں اور رسائل تالیف کی گئی ہیں ان کو دیکھئے۔

حصول ثواب تب ایصال ثواب

جاننا چاہئے کہ ایصال ثواب کے لئے حصول ثواب یعنی ثواب کا حاصل ہونا ضروری ہے، جب خود عمل کرنے والے کو ثواب حاصل نہ ہو گا تو دوسرے کو کیسے ثواب پہنچائے گا اور بخشے گا۔

کسی بھی عمل سے حصول ثواب کے لئے اساسی اور بنیادی طور پر دو شرطیں ہیں.

❶ عمل کا صحیح ہونا یا عمل کا شریعت کے مطابق ہونا۔

❷ خالصۃً لوجہ اللہ ہونا۔ لہٰذا کوئی نیک عمل کیا مگر وہ شریعت کے مطابق نہ ہو۔ مثلاً نفل نماز پڑھی اور وہ فاسد ہوگئی، یا قرآن کی تلاوت کی مگر حروف صحیح نہیں نکالے من من کر کے پڑھا۔ جلدی جلدی حروف کاٹ کر پڑھا تو اس کا ثواب نہ ہوگا۔ یا عمل تو صحیح ہوا اچھی طرح نماز پڑھی خوش اسلوبی کے ساتھ قرآن پڑھا مگر نیت تھی کہ مٹھائی ملے گی۔ دعوت کھائیں گے۔ یا صدقہ خیرات کیا تا کہ لوگ دیکھیں اور تعریف کریں یا عرف رواج کی عار سے بچنے کے لئے کیا تو بھی ثواب حاصل نہ ہوگا۔ اکثر و بیشتر ایصال ثواب میں اسی وجہ سے ثواب نہیں پہنچتا ہے۔

خصوصاً جو امور رسماً اور عرف کی رعایت میں کئے جاتے ہیں اس کا بھی ثواب نہیں ملتا۔ خوب سمجھ لیا جائے جب تک شرع کے موافق اور خالصۃً لوجہ اللہ نہ ہوگا ثواب ہی حاصل نہ ہوگا۔ جب ثواب نہیں تو ایصال ثواب کہاں سے ہوگا۔

اہل قبرستان کے لئے کیا ایصال ثواب کرے

احمد مروزی نے بیان کیا کہ میں نے امام احمد بن حنبل رَحِمَہُ اللہُ تَعَالیٰ کو یہ فرماتے ہوئے سنا کہ جب تم قبرستان میں داخل ہو تو سورۂ فاتحہ پڑھو۔ سورۂ ناس سورہ فلق، سورہ اخلاص پڑھو اور اس کا ثواب اہل قبرستان کو بخش دو۔ (مرقات، شرح مشکوٰۃ صفحہ ۸۲، شرح صدور اردو صفحہ ۳۰۷)

- ابو محمد سمرقندی نے حضرت علی رَضِیَ اللہُ تَعَالیٰ عَنْہُ سے مرفوعاً یہ روایت ذکر کی ہے کہ جو شخص قبرستان سے گزرے اور گیارہ مرتبہ قل ہو اللہ احد پڑھے اور اس کا ثواب اہل قبرستان کو بخش دے تو تمام مردوں کی تعداد کے برابر سب کو ثواب ملے گا۔
- ابو القاسم زنجانی نے لکھا ہے کہ حضرت ابو ہریرہ رَضِیَ اللہُ تَعَالیٰ عَنْہُ سے روایت ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا جو قبرستان میں داخل ہو سورہ فاتحہ سورہ قل ہو اللہ اور سورہ الھٰکم التکاثر پڑھے اور اس کا ثواب اہل قبرستان کے مؤمن مرد اور عورتوں کو بخش دے تو یہ سب خدائے پاک کے پاس اس کی (مغفرت اور نجات کی) شفاعت کرنے والے ہو جائیں گے۔
- حماد المکی نے ذکر کیا کہ ایک شب میں مکہ مکرمہ کے قبرستان آیا اور سر رکھ کر کسی قبر پر سو گیا۔ تو کیا دیکھتا ہوں کہ سب قبرستان والے حلقہ حلقہ لگائے بیٹھے ہیں، میں نے کہا کیا قیامت قائم ہوگئی کہا نہیں۔ ہمارے بھائیوں میں سے کسی کا گزر ہوا اس نے قل ہو اللہ احد پڑھ کر اس کا ثواب بخش دیا سو ہم اسی کو ایک سال

سے تقسیم کر رہے ہیں۔

- عبدالعزیز صاحب الخلالی نے اپنی سند سے ذکر کیا کہ حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ قول نقل کیا ہے کہ جو شخص قبرستان میں آئے اور سورہ یٰس کا ثواب پڑھ کر اہل قبرستان کو بخش دے۔ تو اللہ پاک اس سے عذاب میں تخفیف فرمائیں گے اور ان کو مردوں کی تعداد کے برابر نیکی ملے گی۔

(شرح صدور ص ، مرقات شرح مشکوۃ جلد۴ صفحہ۸۲)

فَائِدَۃ: قبرستان اور مقبرہ میں جب بھی آئے خواہ اس کے قریب سے گزرے تو قرآن پاک یا درود وغیرہ پڑھ کر اس کا ثواب اہل قبرستان کو بخش دے چونکہ یہ عمل نہیں کر سکتے زندوں کے بھیجے ہوئے ثواب کے اس طرح منتظر رہتے ہیں جیسے ڈوبتا ہوا شخص کسی لکڑی کے سہارے کا محتاج ہوتا ہے۔ اسی طرح ان کے حق میں دعا و استغفار کر دے کہ ان کو کچھ فائدہ پہنچ جائے۔

موجودہ دور میں رائج قرآن خوانی، سنت اور شریعت کے نزدیک

موجودہ دور آج کل جو رائج ہے کہ کسی کے بعد خواہ دوسرے یا تیسرے یا دسویں یا چالیسویں دن گھر میں مختلف لوگوں کا محلے یا اڑوس پڑوس والوں کا یا مدارس و مکاتب کے بچوں کا جمع ہو کر قرآن خوانی کی رسم کا ادا کرنا یہ خلاف سنت اور شریعت ہے۔ نہ سنت سے ثابت ہے نہ صحابہ کرام اور تابعین کے زمانہ میں رائج تھا۔ نہ خیر القرون میں اس کا ثبوت ملتا ہے۔ نہ فقہ فتاویٰ اور اسلامی کتابوں میں جو معتبر ہیں اس کی اجازت ملتی ہے۔ میت اور جنازہ کے بہت سارے احکام اور مسائل فقہ و فتاویٰ وغیرہ کی کتابوں میں مذکور ہیں مگر اس قسم کی قرآن خوانی کا کہیں ذکر نہیں۔ بلکہ ارباب علم اصحاب فقہ فتاویٰ نے شدت سے اس کی ممانعت کی ہے۔ اس کا بدعت اور رسم میں ہونا ذکر کر کے اس کے ترک اور نہ کرنے کی تاکید ہے۔ مگر افسوس کہ یہ رسم اس درجہ لوگ پکڑے ہوئے ہیں کہ معلوم ہوتا ہے سنت اور یا حدیث پاک سے یا شریعت سے ثابت ہی نہیں بلکہ حکم ہے۔ چنانچہ محققین علماء نے اس قرآن خوانی پر نکیر کی ہے۔ اسے ناجائز اور بدعت قرار دیا ہے۔ ذیل میں اس کی تفصیل ذکر کی جا رہی ہے۔

❶ شاہ ولی اللہ صاحب قدس سرہ فرماتے ہیں: تیجہ، چالیسواں، چھ ماہی، برس کی فاتحہ (جس میں جمع ہو کر قرآن خوانی ہوتی ہے) یہ سب باتیں عرب میں قرون اولیٰ میں نہیں تھیں۔ (تنبیہات الٰہیہ صفحہ۱۴۷)

❷ علامہ ابن قیم زاد المعاد میں فرماتے ہیں: آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا طریقہ نہیں تھا کہ تعزیت کے لئے جمع ہوں (اژدحام کی شکل میں) اور قرآن خوانی ہو نہ قبر کے پاس اور نہ اور کسی جگہ۔ یہ سب باتیں بدعت مکروہ ہیں۔ (زاد المعاد جلد۱ صفحہ۱۵۰)

❸ شرح کبیری میں ہے کہ قرآن خوانی کے لئے لوگوں کو جمع کرنا مکروہ ہے۔

"اتحاذ الدعوة لقراء ة القرآن وجمع الصلحاء القراء للختم." (صفحہ۶۰۹)
خاص کر قرآن خوانی اور دعوت کا جمع کرنا مکروہ ہے۔

"والحاصل ان اتحاذ الطعام عد قراء ة القرآن لاجل الاكل يكره." (صفحہ۶۰۹)

④ قرآن خوانی کے لئے صلحاء، اتقیاء یا قراء کو یا سورہ انعام یا سورہ اخلاص پڑھنے کی دعوت دینا، جمع کرنا مکروہ تحریمی ہے۔ (بزازیہ جلد۱ صفحہ۸۱)

شیخ عبدالحق محدث دہلوی ذکر کرتے ہیں میت کے لئے نماز جنازہ کے علاوہ دیگر اوقات میں جمع ہونا رسول اللہ ﷺ کا طرز عمل نہ تھا نہ قرآن خوانی کے لئے اور نہ ختم کے لئے نہ میت کی قبر پر نہ اور کسی دیگر مقام پر۔ یہ تمام رسوم و رواج بدعت اور مکروہ ہیں۔ (شرح سفر السعادۃ صفحہ۲۷۳)

⑤ اسی طرح مدارج النبوۃ میں ہے (اسلاف) کی عادت نہیں تھی کہ میت کی قرآن خوانی کے لئے اور ختم قرآن کے لئے نہ قبر پر نہ گھر میں جمع ہوتے تھے۔ یہ سب بدعت ہے۔

⑥ علامہ نووی شرح منہاج میں لکھتے ہیں مثلاً تیجہ، پانچواں، نواں، دسواں، بیسواں، چالیسواں، چھٹا مہینہ اور سال منانا (قرآن خوانی ان ایام میں کرنا اور اسے منانا یادگار قائم کرنا، رشتہ داروں کا جمع ہونا یا کرنا) سب ممنوع بدعت ہے۔ (راہ سنت صفحہ۲۶۵)

خیال رہے کہ اس قرآن خوانی کے موقعہ پر کھانے کا بھی اہتمام ہوتا ہے۔ قرآن خوانی پڑھنے والوں کو اور جو لوگ میت کے گھر آئیں کھانا بنانا اور قرآن خوانی والوں کو کھلانا بالاتفاق تمام علماء کے نزدیک مکروہ ہے۔

ابن ہمام فتح القدیر میں لکھتے ہیں: میت کے گھر کھانا تیار کرنا مکروہ ہے کیوں کہ کھانا تو خوشی کے موقعہ پر ہوتا ہے نہ کہ غمی میں اور یہ نہایت ہی بری قبیح بدعت ہے۔ (فتح القدیر جلد۱ صفحہ۴۷۳)

قاضی خاں میں ہے: مصیبت کے دنوں میں ضیافت، کھانے کی دعوت مکروہ ہے۔ (جلد۱ صفحہ۴۸۱)

ملا علی قاری شرح مشکوۃ میں لکھتے ہیں: ہمارے علماء احناف نے تصریح کر دی ہے کہ میت کے یہاں پہلے، تیسرے دن، اسی طرح ہفتہ کے بعد دعوت مکروہ ہے۔ (مرقات جلد۵ صفحہ۴۸۲)

ابن حجر مکی کے فتاویٰ میں ہے میت کے یہاں تیسرے دن فقراء وغیرہ کے لئے جو کھانا تیار کیا جاتا ہے اس کا کیا حکم ہے۔ جواب "بدعت مذمومہ" ہے۔ (فتاویٰ کبریٰ جلد۲ صفحہ۷، بحوالہ راہ سنت صفحہ۲۶۳)

ابن امیر الحاج صاحب مدخل لکھتے ہیں: اہل میت کا کھانا تیار کرنا، لوگوں کا جمع ہونا، اسلاف سے ثابت نہیں بدعت ہے۔ (مدخل جلد۳ صفحہ۲۷۵)

بکثرت اہل علم فقہاء کرام ائمہ عظام نے میت کے گھر کھانا پکنا اور فقراء و مساکین یا اقرباء و اعزاء کی دعوت

کرنا مکروہ بدعت لکھا ہے۔ جو ثواب نہیں بلکہ گناہ کا کام ہے۔

جس چیز میں ثواب ہی نہ ہو گناہ ہو اس میں مال لگانا مال کو ضائع کرنا اور برباد کرنا ہے۔ جو گناہ کبیرہ ہے۔ پھر اس میں بیشتر لوگ ایسے ہیں اگر ان کو قرآن خوانی پر کچھ نہ ملے تو نہیں آئیں گے۔ گویا کہ وہ قرآن خوانی کا عوض اور بدلہ چاہتے ہیں۔ اور اس نیت اور ارادے سے قرآن پڑھنے والے کو ثواب نہیں ملتا۔ اور جب خود پڑھنے والوں کو ثواب نہیں ملے گا تو وہ دوسرے کو کس طرح ثواب بخش سکتا ہے۔

حاصل. قرآن خوانی کی جو شکل وصورت اور طریقہ رائج ہے کہ تیسرے دن یا چالیسویں تک لوگ جمع ہوتے ہیں۔ مدرسہ کے طلباء وغیرہ بلائے جاتے ہیں۔ ان کے درمیان قرآن کے سپارے تقسیم کئے جاتے ہیں سب اکٹھے ہو کر پڑھتے ہیں۔ پھر دعا ہوتی ہے۔ پھر کھانا کھلایا جاتا ہے یا حسب استطاعت کچھ شیرنی جیسی مٹھائی وغیرہ تقسیم ہوتی ہے۔ یہ طریقہ نہ آپ ﷺ سے ثابت ہے نہ صحابہ وتابعین اور خیر القرون (جس کے خیر پر ہونے کی شہادت دی ہے) میں ہوا۔ نہ کسی دین، فقہ، فتاویٰ کی کتاب میں ہے۔ لہٰذا خلاف سنت، بدعت، رسم ہونے کی وجہ سے اس کا نہ کرنا ضروری ہے۔ اور اس کے کے کرنے میں ثواب نہیں ہے۔ بدعت اور رسم میں مال خرچ کرنے پر ثواب کے بجائے الٹے گناہ ہوتا ہے۔

اے ایمان والو! اور مسلمانو! ایسا کام کیوں کرتے ہو جسے نہ آپ نے کیا نہ آپ نے حکم دیا نہ علماء نے کرنے کو کہا بلکہ بدعت ہونے کی وجہ سے منع کیا۔ جاہلوں، رسم ورواج کے اوپر چلنے والوں کی نقل اور اتباع مت کرو۔ ایمان اسلام کا تقاضہ یہ ہے کہ جب غلط بدعت گناہ کا کام ہونا معلوم ہو گیا تو اسے چھوڑ دو۔

قرآن خوانی کا مشروع طریقہ

گھر والوں سے متعلقین احباب اور دوستوں سے کہہ دو جب موقعہ ملے جس مقدار میں موقعہ ملے قرآن کی تلاوت کے ذریعہ سے یا نفلی نماز کے ذریعہ سے یا صدقات خیرات کے ذریعہ سے حسب سہولت ایصال ثواب کر دیں۔ جب موقعہ ملے ان کو ثواب پہنچا دیں۔ ان کے حق میں دعا کر دیں یہ صحیح طریقہ ہے۔ اللہ پاک ہم سب کو صحیح اور شرع کے طریقہ پر عمل کی توفیق عطا فرمائے۔ رسم اور جہالتی امور سے بچائے۔

میت کو قرآن پاک کا ثواب بخشا جائے تو ملتا ہے

حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا، جو قبرستان میں داخل ہوا اور سورۂ یٰسین شریف پڑھے تو اللہ پاک ان کے عذاب میں تخفیف فرمائیں گے۔ اور ان کی تعداد کے برابر نیکیاں ملیں گی۔

(شرح صفحہ ۳۱۲)

حضرت علی رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے مرفوعاً روایت ہے کہ جو قبرستان سے گزرے اور گیارہ مرتبہ قل ہواللہ احد پڑھے تو پھر اس کا ثواب ان مردوں کو بخش دے تو سب مردوں کو اس کی تعداد کے موافق اس کا ثواب ملے گا۔

فَائِدَہ: خیال رہے کہ قرأت قرآن تلاوت کلام کا ثواب ایصال کر دیا جائے میت کو بخش دیا جائے تو جمہور علماء قائل ہیں کہ اس کا ثواب اہل قبر مردوں کو ملتا ہے۔ علامہ سیوطی لکھتے ہیں:

"اختلف فی وصول ثواب القراء ة للميت حمهور السلف والائمة الثلاث علی الوصول."

علامہ سیوطی میت کو ہر نیکی جس کا ثواب بخش دیا جائے ملتا ہے اس پر امت کا اجماع نقل کیا ہے۔

"وهی ان كانت ضعيفة فمجموعها يدل علی ان ذلك اصلا وبان المسلمين مارالوا فی كل عصر يجتمعون ويقرؤن لموتا هم من غير نكير فكان ذلك اجماعا، ذكر ذلك كله الحافظ شمس الدين المقدس الحنبلی."

علامہ قرطبی نے بیان کیا کہ شیخ عزالدین بن سلام پہلے یہی فتویٰ دیتے تھے کہ قرأت قرآن کا ثواب میت کو نہیں پہنچتا ہے، لیکن جب ان کی وفات ہوئی ان کے بعض اصحاب نے یہ خواب دیکھا تو ان سے پوچھا کہ آپ تو اس بات کے قائل تھے کہ میت کو قرأت قرآن کا ثواب نہیں ملتا ہے، تو اب کیا حقیقت ہے؟ انہوں نے کہا میں دنیا میں تو ایسا ہی کہا کرتا تھا مگر اب اس سے یہاں رجوع کر لیا ہے، جب میں نے اس سلسلے میں اللہ کا فضل و کرم دیکھا کہ ان سب امور کا ثواب ملتا ہے۔ (شرح الصدور صفحہ ۳۱۱)

امام احمد بن حنبل رَحِمَہُ اللّٰہُ تَعَالٰی بھی اولاً قرأت کے متعلق ایصال ثواب کے قائل نہیں تھے جب ان کو اس قسم کی روایتیں پہنچیں تو وہ بھی قائل ہو گئے اور پہلے قول سے رجوع کر لیا۔

حضرت شوافع کے بعض قول میں تو یہ ہے کہ قرأت کا ثواب نہیں پہنچتا ہے۔ اور بعض قول میں ہے کہ ثواب پہنچتا ہے چنانچہ زعفرانی نے کہا کہ میں نے حضرت امام شافعی رَحِمَہُ اللّٰہُ تَعَالٰی سے پوچھا قبر کے نزدیک قرآن پڑھنے کے بارے میں، تو انہوں نے کہا کہ اس میں کوئی حرج نہیں۔

امام نووی نے شرح مہذب میں لکھا ہے کہ قبر کی زیارت کرنے والوں کے لئے مستحب ہے کہ جو آسان ہو قرآن پاک پڑھے، اور ان کے حق میں دعا کرے، خود امام شافعی رَحِمَہُ اللّٰہُ تَعَالٰی نے کہا اور اس پر ان کے اصحاب نے اتفاق کیا۔ (شرح الصدور صفحہ ۳۱۱)

پس علامہ سیوطی کی اس تحقیق سے معلوم ہوا کہ جمہور علماء ائمہ اربعہ قرأت قرآن کے ایصال ثواب کے قائل ہیں، پس ہمارے دور میں جو ایک طبقہ اس کا قائل ہے کہ صرف صدقہ مالیہ اور حج بدل کا ثواب پہنچتا ہے، قرأت

قرآن کا ثواب بخشا جائے تو نہیں پہنچتا ہے، یہ صحیح نہیں۔

علامہ سیوطی نے امام غزالی کا قول احیاء میں اور عبدالحق کا قول العاقبہ میں لکھا ہے کہ حضرت امام احمد بن حنبل نے فرمایا، جب تم قبرستان میں داخل ہو تو سورہ فاتحہ، معوذتین، اور قل ہو اللہ احد پڑھو، اور اسے قبرستان والوں کو بخش دو، ان کو اس کا ثواب ملتا ہے۔

علامہ قرطبی نے بیان کیا کہ ہمارے بعض اصحاب نے قرأت قرآن سے میت کو ثواب پہنچنے پر حدیث شارع سے استدلال کیا ہے جس میں ہے کہ آپ کھجور کی شاخ کو توڑ کر قبر میں لگا دیا، جس پر خطابی نے یہ کہا کہ جب تک قبر پر یہ تر و تازہ رہے گی تسبیح پڑھتی رہے گی اس کی برکت سے عذاب میں تخفیف ہوگی۔

خیال کیجئے جب شاخ کی تسبیح سے عذاب میں تخفیف ہو سکتی ہے تو مؤمن کے قرآن پڑھنے سے نہیں ہوگی؟

(شرح صفحہ ۳۱۲)

علامہ ابن قیم نے اپنی مشہور کتاب کتاب الروح میں بیان کیا ہے، اگر تم عمل کے ثواب کے قائل ہو تو کیا وجہ ہے کہ تلاوت کلام پاک کا ثواب نہ پہنچے، جب عمل کا ثواب پہنچتا ہے تو تلاوت بھی ایک عمل ہے پھر ایک دوسرے کے مشابہ عمل میں فرق کی وجہ کیا ہے۔

ایک اور مقام پر لکھتے ہیں روزوں اور حج کے ثواب کی طرح تلاوت کا بھی ثواب ملتا ہے۔

اسی طرح اس کی وجہ لکھتے ہوئے فرماتے ہیں، ثواب عامل کی ملکیت ہے، اگر وہ حسن سلوک و نیکی کے طور پر اسے اپنے کسی مسلمان بھائی کو وقف کر دے تو اللہ پاک اس کا ثواب اس تک پہنچا دیتا ہے پھر تلاوت کلام پاک کا ثواب نہ پہنچنے کی وجہ کیا ہے۔

ایک اور مقام پر منکرین پر رد کرتے ہوئے لکھتے ہیں۔ جو سبب حج، صدقہ، اور آزاد کرنے کے ثواب پہنچنے کا ہے وہی سبب بعینہٖ روزے، نماز تلاوت اور اعتکاف کے ثواب پہنچنے کا ہے۔ (صفحہ ۱۲۳)

پھر ابن قیم لکھتے ہیں۔ ہر زمانہ میں جمہور کا اس پر عمل رہا ہے بلکہ نہ ماننے والوں کا بھی اس پر عمل رہا ہے۔

”واما قراء ة الفرآن واهدائها له نطوعا بغير احرة فهذا يصل اليه كما يصل ثواب الصوم والحج.“ (صفحہ ۱۲۸)

”وسر المسئلة ان الثواب ملك العامل فاذا تبرع به واهداءه الى اخيه المسلم او صله اللّٰه البه ... وهذا عمل سائر الناس حتى المنكرين فى سائر الاعصار والامصار من غبر نكير من العلماء.“ (صفحہ ۱۲۹)

اس سے معلوم ہوا کہ ہمارے دور کے جو غیر مقلدین اور سلفی حضرات قرأت قرآن کے ثواب پہنچنے کے

قائل نہیں ہیں۔

یہ جمہور علماء محققین اور مقابل امت کے خلاف ہیں۔ ان حضرات کے نزدیک ابن قیم تو محقق علماء میں ہیں۔ ان کے قول سے ان حضرات کے قول کی بالکل کھلے اور واضح طور پر تردید ہوتی ہے۔ "واللّٰه يهدى من يشاء ويريد."

* * *

تعزیت کے متعلق آپ ﷺ کے اسوۂ حسنہ اور پاکیزہ تعلیمات کا بیان

آپ ﷺ مصیبت کے وقت لوگوں کو تسلی دینے کے لئے تشریف لے جاتے

عبدالرحمن بن القاسم کی روایت ہے کہ آپ ﷺ لوگوں کی مصیبت اور پریشانیوں میں تعزیت کے لئے تسلی اور صبر کی تلقین کے لئے جاتے تھے۔ (مصنف ابن عبدالرزاق جلد ۳ صفحہ ۳۹۵)

حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ آپ ﷺ مصیبت زدہ کی تعزیت کی ترغیب دیتے تھے۔

(کشف الغمہ صفحہ ۱۷۴)

فائدہ: مسلمان کو خواہ رشتہ دار ہو یا محلے ٹولے کے ہوں یا عام لوگ ہوں کسی قسم کی بھی مصیبت حوادث، مالی نقصان، مرض، موت، وغیرہ پیش آجائے تو اس کے پاس جانا تسلی دینا، غم میں شریک ہونا، خیر خواہی کا اظہار ان کے گھر جا کر کرنا سنت اور بہت بڑے ثواب کا باعث ہے۔

اگر وفات پر خود نہ جاسکتے تو دوسروں کے ہاتھ تعزیتی پیغام بھیج دیتے

حضرت اسامہ بن زید رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے مروی ہے کہ آپ ﷺ کو کسی صاحبزادی نے اپنے بچہ کی نزع کی حالت کی اطلاع آپ کو بھجوائی، اسامہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ آپ نے ان کی جانب سلام بھجوایا (خود کسی وجہ سے نہ جاسکے) اور یہ کہلوایا کہ سب کچھ اللہ پاک ہی کا ہے جو چاہے بخش دے جو چاہے لے لے ہر چیز کا اس کے پاس ایک وقت مقرر ہے، صبر کرو اور ثواب کی امید رکھو۔ (الفتح الربانی جلد ۸ صفحہ ۸۹)

بسا اوقات آدمی کسی اہم مشغول و مصروفیت یا حوادث مرض وغیرہ کی وجہ سے از خود کسی مرض یا بیماری میں تعزیت و عیادت کے لئے نہ جاسکے، تو اپنی جانب سے کسی کو بھیج کر اس کی معرفت اظہار غم، تسلی اور صبر کے کلمات اور خدائے پاک پر بھروسہ اور اس سے ثواب کی امید وغیرہ کلمات کہلوادے تو تعزیت کا حق ادا ہو جائے گا، اور اس کا ثواب پالے گا، اس زمانہ میں یہ کام فون اور انٹرنیٹ کے ذریعہ سے بھی بسہولت ہوسکتا ہے۔

عورتوں کو بھی پردہ کے ساتھ تعزیت میں جانا مسنون ہے

حضرت عمرو بن العاص رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی روایت میں ہے کہ آپ ﷺ نے حضرت فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے (آتے ہوئے دیکھ کر) پوچھا کہاں سے آرہی ہو، جواب دیا، (میت کے گھر سے میت پر رحم کی دعا کے لئے اور ان کی تعزیت کے لئے گئی تھی) (حاکم صفحہ ۳۷۳، سنن کبریٰ جلد ۴ صفحہ ۶۰، از کار نوویہ صفحہ ۱۵۲، ابوداؤد، نسائی)

فَائِدَہ: حضرت فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کسی پڑوس کے یہاں تعزیت میں گئی تھیں، جسے آپ نے دیکھ لیا، تو پوچھا، اس سے معلوم ہوا عورتوں کا پردے کے ساتھ تعزیت کے لئے رشتہ داروں اور پڑوس میں جانا درست ہے، ہاں بے پردگی اور بے حیائی کی اجازت نہ ہوگی، ہاں مگر جنازہ اور مقبرہ میں نہیں جا سکتی ہے۔

کسی کی تعزیت میں کیا کہنا مسنون ہے اور کیا کہے

ابوخالد والبی نے کہا کہ آپ ﷺ نے ایک آدمی کی تعزیت فرمائی، تو یہ فرمایا، اللہ اس پر رحم کرے، اور تم کو ثواب دے۔ (ابن ابی شیبہ صفحہ ۳۸۶، سنن کبریٰ صفحہ ۶۰)

حضرت سمرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کسی کی تعزیت فرماتے تو یہ کہتے، اللہ کے فیصلے پر صبر کرو۔ (ابن ابی شیبہ ۳/۳۸۶)

حضرت اسامہ بن زید رضی اللہ تعالیٰ عنہما کی روایت میں ہے کہ آپ کی کسی صاحبزادی کا کوئی بچہ انتقال کر گیا، تو آپ ﷺ نے ان کی جانب سلام بھجوا کر فرمایا یہ کہہ دو۔

"ان لِلّٰه ما اخذ وما اعطى وكل شىء عنده الى اجل مسمى فلتصبر ولتحتسب."

تَرجَمَہ: "جو اللہ نے لیا جو دیا سب اللہ کا تھا، اس کے نزدیک وقت مقرر ہے پس چاہئے کہ تم ثواب کی امید رکھو۔" (الفتح الربانی جلد ۸ صفحہ ۸۹)

حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کسی کی تعزیت کے لئے تشریف لے جاتے تو یہ فرماتے:

"ليس مع العزاء مصيبة وليس مع الجزع فائدة الموت اهون ما قبله واشد ما بعده اذكروا فقد رسول اللّٰه صلى اللّٰه عليه وسلم تصغر مصيبتكم واعظم اللّٰه اجركم." (کنز العمال جلد ۱۵ صفحہ ۷۴۴)

صبر کے ساتھ کوئی مصیبت نہیں، حد سے زیادہ رنجیدہ ہونے میں کوئی فائدہ نہیں، موت کہ اس سے پہلے تو آسان ہے، اور اس کے بعد سختی ہے، آپ ﷺ کی وفات کو یاد کرو، تمہارا رنج گھٹ جائے گا اللہ پاک تم کو بہت اجر دے گا۔

حضرت علی کرم اللہ وجہہ حضرت اشعث بن قیس کے بیٹے کی وفات پر تعزیت کے لئے تشریف لے گئے تو

یہ فرمایا:

"ان تحزن فقد استحقت منکم الرحم وان تصبر ففی اللّٰہ خلف من ابنك انك ان صبرت لجری علیك الفدر وانت ماجور وان جزعت جری علیك وانت ماثوم." (کنزالعمال جلد۱۵ صفحہ ۷۴۵)

ترجمہ: "تم کو غم پیش آیا ہے تم رحم کے مستحق ہو، اگر تم صبر کرو گے اللہ تمہارے بیٹے کا نائب بناوے گا، اللہ کا فیصلہ حکم جو تم پر جاری ہوا اس پر صبر کرو گے تو ثواب پاؤ گے اور جزع فزع خدا کے فیصلے پر جو تم پر ہوا کرو گے تو گناہ پاؤ گے۔"

فائدہ: تعزیت کا مفہوم غم رنج پر صبر کی تلقین ہے اور یہ کہ بندہ اللہ تعالیٰ کے فیصلے پر بخوشی راضی رہے، اور اس مصیبت کو ثواب سمجھ کر برداشت کرے، اس مفہوم کو کسی بھی الفاظ سے ادا کر دے تعزیت کا ثواب پالے گا۔

آپ کی وفات پر حضرات ملائکہ نے تعزیت کی

حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ ذکر کرتے ہیں کہ جب آپ ﷺ کی وفات ہوگئی تو حضرات ملائکہ نے تعزیت کی، جن کی آہٹ تو سنی جا رہی تھی مگر ان کو دیکھا نہیں جا رہا تھا، انہوں نے کہا:

"السلام علیکم اهل البیت ورحمة اللّٰہ وبرکانه ان فی اللّٰہ عزاء من کل مصیبة وخلفاء من کل فانت، فباللّٰہ فثقوا وایاه فارجوا فانما المحروم من حرم الثواب والسلام علیکم ورحمة اللّٰہ وبرکاته."

ترجمہ: "اے گھر والے تم پر خدا کی سلامتی اور اس کی رحمت نازل ہو۔ اللہ تعالیٰ سے ہی رجوع ہے ہر مصیبت میں بھی ہر فوت شدہ کا نائب ہے۔ پس محروم تو وہ ہے جو ثواب سے محروم ہے۔ السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ۔"

حضرت جعفر بن محمد کی روایت میں ہے کہ جب آپ ﷺ کی وفات ہوئی تو لوگ بطور تعزیت کے لئے آئے تو ایک کہنے والے کو (جسے دیکھا نہیں گیا) کہتا ہوا سنا گیا، اللہ تعالیٰ سے ہی غم کا اظہار ہے ہر مصیبت میں اور میں ہر میت کا نائب اور کفیل ہوں، ہر فوت شدہ امر کی تلافی کرنے والا ہوں، پس اللہ تعالیٰ ہی پر بھروسہ کرو، اسی سے امید باندھو، اصل مصیبت زدہ تو وہ ہے جو ثواب سے محروم رہے۔ (سنن کبریٰ جلد۴ صفحہ ۶۰)

آپ ﷺ کی وفات پر حضرت خضر علیہ السلام تعزیت کے لئے تشریف لائے

حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ جب آپ ﷺ کی وفات ہوگئی تو حضرات صحابہ کرام

بہت زیادہ غمزدہ ہوئے اور آپ کے گرد آہ بکا کرنے لگے، پس اچانک ایک طویل قامت سفید چہرہ والا بہترین لباس میں ملبوس، کندھے اور سینہ بالوں سے پر شخص اور صحابہ کرام کو پھاندتے ہوئے آیا اور چوکھٹ کو پکڑ کر کچھ دیر حضور پاک ﷺ کے سامنے رویا، پھر کہا، ہر مصیبت میں اللہ تعالیٰ ہی ہے، وہی ہر میت کا نائب ہے، ہر فوت شدہ کا عوض دینے والا ہے، پس اللہ ہی کی طرف متوجہ ہو، اور اسی کی طرف راغب ہو، اصل مصیبت زدہ تو وہ ہے جس کو ثواب نہ ملے (یعنی صبر نہ کرنے پر) لوگوں نے کہا اسے تم لوگ پہچانتے ہو، لوگوں نے دائیں بائیں دیکھا تو کسی کو نہیں پایا، تو حضرت ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا، یہ حضرت خضر تھے، جو نبی کریم ﷺ کے بھائی تھے۔

(جمع الفوائد صفحہ ۳۹۰، مجمع جلد ۳ صفحہ ۶، بلوغ الامانی جلد ۸ صفحہ ۹۰)

فائدہ: خیال رہے کہ حضرت خضر علیہ السلام نبوت کے اعتبار سے بھائی تھے کہ ایک تحقیق میں حضرت خضر نبی ہیں حقیقی نسبی بھائی مراد نہیں۔

مؤمن کی وفات پر تعزیت مسنون ہے

ابوخالد والبی نے بیان کیا کہ آپ ﷺ ایک شخص کی تعزیت میں تشریف لے گئے تو فرمایا اللہ تم پر رحم فرمائے اور تم کو ثواب سے نوازے۔ (جلد ۴ صفحہ ۵۹)

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ آپ ﷺ نے فرمایا تعزیت کرنے والے کو مصیبت زدہ کی طرح ثواب ملتا ہے۔ (ترمذی صفحہ ۲۰۵، سنن کبریٰ جلد ۴ صفحہ ۵۹، تلخیص صفحہ ۱۴۵)

فائدہ: مطلب یہ ہے کہ جس کے گھر وفات ہوئی ہے اور جسے یہ حادثہ پیش آیا ہے اس کو صبر پر جس قدر عظیم ثواب مل رہا ہے اسی قدر اس کو بھی ملے گا، جو اسے جا کر صبر کی تلقین کرے گا، اللہ اکبر کس قدر خدائے پاک کی نوازش اور کرم فرمائی ہے۔

تعزیت کرنے والا جنت کے جوڑے پائے گا

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ آپ ﷺ نے فرمایا، جس نے کسی مصیبت زدہ کی تعزیت کی اسے جنت میں جوڑا پہنایا جائے گا۔ (ترمذی جلد ۱ صفحہ ۲۰۶، مشکوٰۃ صفحہ ۱۵۱)

حضرت طلحہ بن عبیداللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا، جس نے کسی مصیبت زدہ کی تعزیت کی اللہ پاک اسے ایسا جوڑا پہنائے گا جس پر لوگ رشک کریں گے یا ناز و اندام سے چلے گا۔

(بلوغ الامانی صفحہ ۹۱، مطالب عالیہ صفحہ ۱۹۸)

عمرو بن حزم کی روایت میں ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا جس نے اپنے بھائی کی مصیبت میں تعزیت کی

تو اللہ پاک اسے قیامت کے دن اکرام واعزاز کا جوڑا پہنائے گا۔

(ابن ماجہ، تلخیص الحبیر صفحہ۱۳۶، کنزالعمال جلد۱۵صفحہ۶۵۹)

تعزیت کا مقصد اہل میت کو تسلی دینا اور اس کے غم کو ہلکا کرنا ہے، اور اسے صبر پر ابھارنا ہے۔

(طحطاوی علی المراقی صفحہ۳۳۹)

کسی کی وفات پر تسلی دینے کے لئے اس کے گھر جانا سنت اور باعث فضیلت ہے، پس تھوڑی دیر تسلی آمیز الفاظ کہہ کر چلا آئے۔

افضل یہ ہے کہ دفن کے بعد جائے، تاخیر سے جانا مکروہ ہے، ہاں مگر یہ کہ وہ دوسرے علاقے کا ہو، ایک مرتبہ کے بعد دوبارہ تعزیت کے لئے جانا مکروہ ہے، اہل تعزیت کے لئے دروازے کے سامنے بھیڑ لگانی مکروہ ہے، جاہلیت کا طریقہ ہے عموماً بہترین بستر اور کرسی وغیرہ بچھا کر رکھ دیا جاتا ہے، سڑکوں کے کنارے اور لوگوں کی ایک بھیڑ جمع ہوتی رہتی ہے، نہایت ہی قبیح ہے۔ (الشامی جلد۲صفحہ۲۴۱)

تعزیت کا وقت ۳ر دن ہے۔ (طحطاوی علی المراقی صفحہ۳۳۹)

کافر کی تعزیت کے لئے جانا اور صبر کی تلقین کرنی درست ہے۔ (الشامی جلد۲صفحہ۲۴۱)

تعزیت کے لئے خود نہ جاسکے تو تحریر یا خط بھیجنا بھی سنت ہے

حضرت معاذ بن جبل رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے مروی ہے کہ ان کا ایک بیٹا تھا، اس کا انتقال ہوگیا، تو حضرت نبی پاک صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ ان کے نام بیٹے کے متعلق ایک تعزیت نامہ لکھا:

"بسم اللّٰہ الرحمن الرحیم من محمد رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم الی معاذ بن جبل سلام علیك، فانی احمد الیك اللّٰہ الذی لا الہ الا ہو، اما بعد، فاعظم اللّٰہ لك الاجر والھمك الصبر ورزقنا وایاك الشکر فان انفسنا واموالنا واھلنا من مواھب اللّٰہ لھمہ وعواریہ المستودعة متعك اللّٰہ بہ فی غبطة وسرور وقبضہ منك باحر کثیر الصلاۃ والرحمة والھدی ان احسبتہ فاصبر ولا یحبط جزعك اجرك فتندم واعلم ان الجزع لا یرد میتا ولا یدفع حزنا وما ھو نازل فکان قد. والسلام."

(مجمع جلد۲صفحہ۶، کنزالعمال صفحہ۷۴۳۶، طبرانی جلد۲۰صفحہ۱۵۶، حاکم جلد۳صفحہ۲۷۳، نزل الابرار صفحہ۲۸۵، حصن حصین)

صاحب زادہ حضرت معاذ کی وفات پر تعزیت نامہ کی سندی تحقیق

حضرت معاذ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ کے صاحبزادے کی وفات پر آپ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ کے جس تعزیت نامہ کا ذکر کیا گیا

ہے۔ محدثین کی ایک جماعت نے اسے رد کیا ہے۔ نقاد محدثین نے اسے کسی صحابی کا تعزیت نامہ قرار دیا ہے۔ راوی نے اسے غلطی سے آپ ﷺ کی جانب منسوب کر دیا ہے۔ اس لئے کہ صاحبزادہ کی وفات آپ ﷺ کی وفات مبارک کے دو سال بعد ہوئی ہے۔

ارباب حدیث میں مجمع الزوائد میں ابوبکر ہیثمی نے مستدرک میں حاکم، کنزالعمال میں علی متقی نے الکبیر میں علامہ طبرانی نے اسے ذکر کیا ہے۔

عموماً دو سند اور طریق سے یہ روایت مذکور ہے۔ محمد بن سعید اور مجاشع سے دونوں ارباب تحقیق کے نزدیک غیر معتبر ہیں۔

"وليس محمد بن سعيد ولا مجاشع ممن يعتمد على روايتهما ولا مغاريدهما." (تقریب البغیہ صفحہ ۴۴۳)

اور ان کی روایت کے متعلق ہے:

"كل هذه الرواية ضعيفة لا تثبت فان وفاة ابن معاذ كانت بعد وفاة النبى صلى الله عليه وسلم بسنتين وانما كتب اليه بعض الصحابة فوهم الراوى فنسبها الى النبى صلى الله عليه وسلم وكان معاذ اعلم واجل من ان بجزع ويغلبه الجزع عن الاسلام." (بتقریب البغیہ صفحہ ۱۱)

وفى كنزالعمال بعد ذكر هذا الحديث.

"اورده ابن الجوزى فى الموضوعات وقال كل هذه الرواية ضعيفة لا تثبيت فان وفاة بن معاذ بعد وفاة رسول الله صلى الله عليه وسلم بسنتين وانما كتب اليه بعض الصحابة فتوهم الراوى فنسبها الى النبى صلى الله عليه وسلم." (کنزالعمال جلد ۵ صفحہ ۷۴۵)

پس ان روایتوں سے معلوم ہوا کہ اس تقریب نامہ کی نسبت آپ ﷺ کی طرف تحقیقی اعتبار سے نہیں ہے۔ جن لوگوں نے آپ ﷺ کی جانب منسوب کیا ہے بلا تحقیق کے کہا ہے۔ واللہ اعلم بالصواب۔

* * *

وصیت کے سلسلے میں آپ ﷺ کے اسوۂ حسنہ اور پاکیزہ تعلیمات کا بیان

بوقت وفات آپ ﷺ نے کیا وصیت فرمائی

حضرت انس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ آپ ﷺ وسل کی عام وصیت وفات کے وقت جان مبارک رخصت ہو رہی تھی نماز اور غلام کے متعلق تھی۔ (ابن ماجہ صفحہ ۱۹۳)

فائدہ: حق اللہ میں آپ نے نماز کی تاکید کی اور حق العبد میں غلام اور نوکروں کے ساتھ حسن برتاؤ اور رعایت کی تاکید فرمائی۔ چونکہ ان دونوں امور میں آپ کو کوتاہی کی امید تھی چنانچہ ایسا ہی ہوا۔

چنانچہ آپ دیکھئے امت کے بیشتر افراد تارک نماز ہیں۔ کتنے ہی لوگوں کا معاملہ اپنے ماتحتوں کے ساتھ ٹھیک نہیں ہے۔ اسی وجہ سے آپ نے نماز کی تاکید اور غلام و نوکروں کے ساتھ اچھے برتاؤ کی آخری وقت میں وصیت فرمائی۔

اہم اُمور کی وصیت

حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما کی روایت میں ہے کہ آپ نے (بوقت وفات) فرمایا میں تم لوگوں کو ۳ر چیزوں کی وصیت کر رہا ہوں۔ مشرکین کو خطہ جزیرہ عرب سے نکال دینا۔ اس وفد کو تیار کر کے روانہ کر دینا جیسا کہ میں ان کو تیار کر کے بھیجنے والا تھا۔ اور (راوی) تیسری وصیت بھول گئے۔ (وہ غالباً یہ ہے میری قبر کو مثل عید کے نہ بنانا)۔ (مسلم جلد ۲ صفحہ ۴۳)

فائدہ: خیال رہے کہ آپ ﷺ نے بوقت وفات ۳ر اہم ترین امور کی وصیت کی تھی۔

① کفار اور مشرکین کو جزیرہ عرب میں رہنے نہ دینا۔ ان کی سکونت اور باشندگی اور رہائش سے جزیرہ عرب کو پاک رکھنا۔ چونکہ فتنہ فساد مچائیں گے۔ کافرانہ رسوم کو اسلامی ماحول میں رائج کریں گے۔ اپنی خباثت وعناد سے حرم کے احترام کو پامال کریں گے۔ مسلمانوں کے ماحول میں لادینی، دنیاداری کو رائج کریں گے ان کے علاوہ دیگر حکمت اور مصلحت سے آپ نے خطہ عرب کو کافروں اور مشرکوں سے پاک اور علیحدہ رکھنے کا حکم دیا جسے

حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے مکمل طور پر پورا کیا۔

جزیرہ عرب سے مراد، مکہ مکرمہ، مدینہ منورہ، یمامہ، یمن کے علاقے مراد ہیں۔ (شرح نووی صفحہ ۴۳)

② وفود کے اکرام سے مراد آنے والے وفود ہیں۔ کہ ان کی مہمانی کی جائے ان کے ساتھ قیام وطعام میں بہتر طریقے اختیار کیے جائیں تاکہ وہ خلوص دل سے اسلام کی خوبیوں کا اعتراف کرتے ہوئے اسلام قبول کریں، تیسری چیز جس کے بھولنے کا ذکر ہے۔ اس روایت کے راوی حضرت سعید بن جبیر ہیں جو بھول گئے تھے۔

علامہ نووی نے بیان کیا کہ تیسری وصیت حضرت اسامہ کے لشکر کی روانگی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ترتیب دے کر ایک لشکر کو حضرت اسامہ کی امارت میں جہاد کے لئے بھیجنے کو تیار کیا تھا۔ اسی کی وصیت فرمائی کہ یہ لشکر میرے حادثہ مرض وفات سے متاثر ہو کر رک نہ جائے۔

بعضوں کی رائے ہے کہ یہود و نصاریٰ کو جزیرہ عرب سے باہر کرنے کی وصیت ہے۔ جسے حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اپنے زمانہ میں پورا کیا۔ (شرح مسلم جلد ۲ صفحہ ۴۳)

③ حضرت طلحہ بن معرف کہتے ہیں کہ میں نے حضرت عبداللہ بن ابی اوفی سے پوچھا کیا نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے کوئی وصیت کی تھی۔ انہوں نے کہا نہیں، تو انہوں نے کہا تو پھر لوگوں پر کس طرح وصیت مقرر کی گئی۔ یا ان کو وصیت کا حکم کیوں کر دیا گیا۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے کتاب اللہ کی وصیت کی تھی (کہ اس پر عمل کرتے رہیں)۔ (بخاری ۳۸۲، مسلم ۴۲، نسائی ۱۲۹)

فائدہ: مطلب یہ ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے عرف اور ماحول میں رائج وصیت مال وغیرہ کے متعلق جو کی جاتی ہے وہ آپ نے نہیں کی۔ اس لئے کہ آپ نے کوئی مال کا ایک حبہ نہیں چھوڑا تھا۔ اور نہ آپ نے خلافت اور جانشینی کی وصیت کی تھی کہ میرے بعد فلاں خلیفہ ہو۔ ہاں آپ نے اپنی زندگی میں اتنا ضرور کیا تھا کہ امامت کی ذمہ داری دے کر اشارہ فرما دیا تھا کہ جس طرح صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ امامت کے لائق ہیں۔ اسی طرح خلافت کے لائق ہیں، مگر آپ نے وصیت نہ کی ان کے بارے میں نہ حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے بارے میں فرمائی تھی۔ ہاں نبی کی جو ذمہ داری ہے وہ امت کی رہنمائی ہے۔ آپ نے اپنی وفات کے بعد قرآن پاک کو رہنما بنانے کی وصیت اور تاکید کی تھی۔ جس طرح یہود و نصاریٰ کتاب اللہ چھوڑ کر گمراہ ہوئے اور آزادانہ روش اختیار کی اس طرح تم نہ کرنا۔

آپ نے مال یا خلافت و جانشینی کے متعلق کوئی وصیت نہیں فرمائی

حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے نہ کوئی درہم چھوڑا نہ دینار، نہ کوئی بکری نہ کوئی اونٹ، اور نہ کوئی وصیت کی۔ (مسلم صفحہ ۴۲، ابوداؤد صفحہ ۳۹۵، نسائی صفحہ ۱۲۹)

فائدہ: مطلب یہ ہے کہ آپ ﷺ نے مال کی وصیت کی اور نہ اپنی وفات کے بعد خلافت اور جانشین ہونے کی وصیت فرمائی۔ شیعہ حضرات جو یہ کہتے ہیں کہ آپ نے حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی خلافت کی وصیت کی تھی غلط ہے۔ اس میں اس کی تردید ہے۔ چنانچہ حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے دوسری حدیث میں صاف تردید ہے۔

آپ نے حضرت علی کی خلافت کی وصیت نہیں فرمائی

حضرت اسود بن یزید کہتے ہیں کہ حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے سامنے ذکر کیا گیا کہ (لوگوں میں اس کا تذکرہ ہے) حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے بارے میں آپ نے وصیت کی تھی۔ اس پر حضرت عائشہ نے فرمایا۔ آپ نے کب وصیت کی (میں تو آخری وقت ہر وقت آپ کے پاس تھی) میرے سینے یا گود کے سہارے آپ تھے۔ ادھر آپ نے برتن منگایا۔ (موت کی شدت تکلیف کو پانی سے کم کرنے کے لئے) پس اچانک ہماری گود میں گر گئے۔ (قبض روح کے بعد) مجھے احساس بھی نہ ہوا کہ کب جان نکلی، پھر آپ نے کب وصیت کی؟

(مسلم صفحہ ۴۲، ترمذی جلد ۲ صفحہ ۳۲)

فائدہ: مطلب یہ ہے کہ جن لوگوں کا گمان ہے کہ شاید آپ ﷺ نے حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے خلیفہ ہونے کی وصیت کی ہو۔ سو یہ غلط ہے۔ میں اس موقعہ پر آپ کے پاس تھی۔ ازواج مطہرات سے اجازت لے کر میرے حجرے میں آ گئے تھے۔ اگر وصیت فرماتے تو میں جب کہ ہر وقت ساتھ تھی نہ سنتی۔ پس لوگوں کا گمان غلط ہے۔ لہٰذا شیعوں کا یہ کہنا کہ حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ آپ کے وصی اور متعین کردہ خلیفہ تھے غلط ہے۔ خود حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے بھی اپنے وصی ہونے کی تردید کی ہے۔

پس اس سے یہ بھی معلوم ہوا کہ اپنی زندگی میں ہی جانشین بنا دینا یا جانشینی کی وصیت کر جانا سنت کے خلاف ہے۔ بسا اوقات فتنہ اور کام کے بجائے حصول جاہ کا باعث ہو جاتا ہے۔

مؤمن کی شان کہ وہ وصیت لکھ کر رکھ دے

حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے مروی ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا کسی مرد مؤمن کو یہ حق نہیں کہ وہ دو رات اس حالت میں گزارے مگر یہ کہ وصیت اس کے پاس لکھی رکھی ہو۔

(بخاری صفحہ ۳۸۳، مسلم صفحہ ۳۹، موطا مالک صفحہ ۳۱۷، ابن ماجہ صفحہ ۱۹۳، ترمذی صفحہ ۳۲)

فائدہ: آپ ﷺ نے اس حدیث پاک میں وصیت لکھ رکھنے کی ترغیب و تاکید فرمائی ہے۔ وقت موت کا انتظار نہ کرے۔ کہ موت کا کوئی ٹھکانا نہیں۔ ملا علی قاری نے اس حدیث پاک کے ذیل میں بیان کیا ہے کہ

احتیاط کا تقاضہ یہ ہے کہ وصیت، پہلے سے لکھ کر رکھ دے، کیا پتہ اسے کہ موت اسے کب آجائے۔ علامہ نووی نے کہا کہ اس حدیث سے وصیت کا لکھ رکھنا واجب معلوم ہو رہا ہے۔ جمہور علماء اس کے قائل ہیں کہ وصیت مستحب ہے۔ ہاں البتہ اس کے ذمہ قرضہ ہے یا کوئی امانت ہے تو اس وقت اس کے متعلق وصیت کرنا واجب ہے اور اس کام میں جلدی کرنا مستحب ہے۔ ایک کاغذ میں لکھ دے کہ فلاں کا اتنا اتنا قرضہ ہے اور فلاں کی یہ یہ امانت ہے۔ اور اس پر گواہ بنا دے کہ یہ مالیات سے متعلق ہے۔ (شرح مرقات جلد ۶ صفحہ ۱۸۰، جدید)

علامہ نووی نے لکھا ہے کہ کسی کا کوئی حق نکلتا ہو (تو یا تو اسے ادا کر دے یا) اس کی وصیت کر جائے یہ لازم ہے۔ امام شافعی نے بیان کیا تقویٰ اور احتیاط کا تقاضہ یہ ہے کہ وصیت نامہ پہلے سے تیار رکھ لے۔ اور صحت کی حالت میں لکھ دے۔ (شرح مسلم صفحہ ۳۹)

بیشتر اہل علم فضل کا بھی اسی مستحب پر عمل رہا ہے۔ چنانچہ بعض اکابر کے وصیت نامے کتاب میں درج بھی ہیں۔

وصیت نامہ لکھ کر مرنے والوں کی فضیلت

حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا جس کا انتقال وصیت پر ہوا۔ (یعنی اس نے وصیت نامہ لکھ دیا تھا) تو اس کی وفات بہتر طور پر سنت کے مطابق تقویٰ اور شہادت پر ہوئی۔ اور مغفرت کی حالت میں اس کی موت ہوئی۔ (ابن ماجہ صفحہ ۱۹۴، مشکوٰۃ صفحہ ۲۶۶)

فَائِدَۃ: دیکھئے وصیت لکھنے کے بعد موت کی کتنی فضیلت ثابت ہوئی۔ اگر اس کے ذمہ کوئی حق لازم تھا تو اس حق سے بری ہو کر موت ہوئی اور نہیں تھا تو امر مستحب کی ادائیگی پر اس کی موت واقع ہوئی۔

ملا علی قاری نے بیان کیا کہ مطلب یہ ہے کہ خوف خدا، امتثال طاعت، اجتناب معصیت کی حالت میں یہ مرا۔ مزید یہ کہ ایسی صورت میں علماً اور عملاً حسن خاتمہ کی بشارت بھی ہے۔ (شرح مرقات صفحہ ۱۸۵)

وصیت خواہ زبانی ہو اچھی طرح واضح کر کے کر گیا یا وصیت نامہ لکھ کر مرا۔ بہر صورت ثواب کا مستحق ہوگا۔ مگر خیال رہے کہ یہ فضیلت اس وقت ہے۔ جب کہ وصیت کسی حق کی ادائیگی یا کسی امر خیر کی کر گیا ہو۔ اگر کسی خلاف شرع امر کی وصیت کر گیا۔ مثلاً تیجہ، چالیسواں، یا پختہ قبر کی، یا قبر پر چادر چڑھانے کی وغیرہ تو ہرگز ثواب فضیلت کا مستحق نہ ہوگا۔ اور ایسی وصیت کا پورا کرنا بھی شرعاً درست نہیں۔ (کذا فی الشامی جلد ۶ صفحہ ۲۶۶ مصری)

وصیت نہ کر کے مرنے والا خیر سے محروم

حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا محروم (خیر) وہ ہے جس نے وصیت نہیں کی۔ (ابن ماجہ صفحہ ۱۹۴)

فَائِدَہ: وصیت حق، امانت وغیرہ کی صورت میں واجب ورنہ مستحب، تو ایسا شخص واجب یا مستحب کا تارک ہوا۔ جو یقیناً خیر سے محرومی کا باعث ہے۔ اوپر جو وصیت کی فضیلت بیان کی گئی وہ کسی قدر خیر اور بھلائی پر مشتمل ہے۔ اور مغفرت اور حسن خاتمہ کا بھی باعث ہے۔ پس لوگوں کو چاہئے کہ آخری وقت سے پہلے وصیت نامہ لکھ جائے۔ تا کہ ان فضیلتوں کے ساتھ موت ہو۔

وصیت نہ کرنے کی صورت میں برزخی تکلم سے محروم

قیس بن قبیصہ سے مرفوعاً روایت ہے کہ جو وصیت نہیں کرے گا اسے دوسرے مردوں کے ساتھ کلام وگفتگو کی اجازت نہیں دی جائے گی۔ آپ ﷺ سے پوچھا گیا کیا مردے بھی گفتگو کرتے ہیں۔ ہاں، ایک دوسرے سے ملاقات کرتے ہیں۔ (ابوالشیخ، کنز العمال صفحہ۱۱)

حضرت انس رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ کی روایت ہے کہ میں نے خواب میں دو عورتوں کو دیکھا ایک گفتگو کرتی ہے دوسری خاموش ہے اور دونوں جنت میں ہیں، تو میں نے پوچھا کیا بات ہے تو بولتی ہے اور یہ نہیں بولتی ہے تو اس نے کہا میں نے وصیت کی تھی اور یہ بلا وصیت کے مرگئی۔ اب یہ قیامت تک نہ بولے گی۔

(مسند دیلمی، کنز العمال جلد۱۶ صفحہ۶۲۰)

فَائِدَہ: وصیت کر کے مرنے کی فضیلت یہ ہے کہ عالم قبر میں اسے تکلم گفتگو کی طاقت وصلاحیت رہے گی۔ وصیت چونکہ سنت ہے اس سنت کی یہ برکت ہوگی۔ ممکن ہے کہ اس وصیت سے مراد وہ وصیت ہو جس کا کرنا لازم اور ضروری ہو۔

خیال رہے کہ ایسا بھی ہو سکتا ہے کہ ترک وصیت سے تو گفتگو کی طاقت یا اجازت نہیں ملی مگر کسی دوسرے اعمال کی وجہ سے جو اس سے فائق ہوں گے اہم اور ثواب اور فضیلتوں کے حامل ہوں گے اس کی برکت سے تکلم اور گفتگو کی اجازت مل جائے۔ چونکہ اعمال کا اثر اور ثواب کسی نہ کسی طرح راحت کی شکل میں موثر ہوگا۔ ایسا ہو سکتا ہے ایک عمل کے سبب سے نہ ہو دوسرے عمل کے سبب ہو۔ کشف الغمہ میں علامہ شعرانی نے لکھا ہے کہ آپ ﷺ فرمایا کرتے تھے کہ جو وصیت کر کے نہیں انتقال کرے گا اسے مردوں سے ہم کلامی کا شرف نہیں ملے گا۔

(جلد۲ صفحہ۳۵)

میت کی وصیت پر عمل کرنے کا حکم فرماتے

ایک شخص آپ ﷺ کی خدمت میں آیا اور کہا اے اللہ کے رسول میری ماں نے وصیت کی ہے میری طرف سے مؤمنہ باندی آزاد کر دینا۔ آپ نے فرمایا جس طرح اس نے کہا آزاد کر دو۔ (کشف الغمہ صفحہ۳۶)

فائدہ: مرنے والا اگر کوئی شرع کے موافق کسی امر کی وصیت کر جائے۔ تو میت کے اہل اور وارثین پر اس وصیت کا پورا کرنا ضروری ہے۔ غفلت وسستی سے چھوڑ دیا۔ بے توجہی برتنا درست نہیں۔

ہاں مگر مال کے ایک تہائی حصہ سے اس کا پورا کرنا ہوگا۔ زائد کی صورت میں وارثین اگر بالغ ہوں تو اس کی رضا اور خوشنودی سے ہو سکتا ہے۔

اگر کوئی وصیت کر جائے راہ خدا میں خرچ کر جائے تو؟

حضرت حبیبہ طائی کہتے ہیں میرے بھائی نے اپنے مال میں سے کچھ (راہ خدا میں) خرچ کرنے کی وصیت کی۔ تو میں نے حضرت ابودرداء رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے پوچھا کہ اس وصیت کے مال کو کہاں خرچ کروں تو فرمایا فقراء ومساکین اور مجاہدین میں۔ (الفتح الربانی جلد ۱۵ صفحہ ۱۸۲)

فائدہ: شرح مسند میں ہے کہ انہوں نے فی سبیل اللہ میں خرچ کی وصیت کی تھی۔ تو اس کا مصرف غرباء اور مجاہدین بتایا۔ پس اس سے معلوم ہوا کہ راہ خدا میں وصیت کا مفہوم غرباء اور مساکین ہیں۔ آج کل وہ مدارس بھی ہیں جہاں غریب مسکین زیر تعلیم رہتے یا وہ یتیم خانے ہیں جہاں یتیم بچوں کا قیام رہتا ہو۔

وصیت تہائی مال سے کرنے کی اجازت ہے

سعد بن وقاص رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ کی روایت ہے کہ میں سخت مریض ہوا۔ آپ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ عیادت کے لئے تشریف لائے۔ تو میں نے کہا اے اللہ کے رسول میرے پاس بہت مال ہے۔ سوائے بیٹی کے کوئی وارث نہیں، میں نے کہا دو تہائی صدقہ کر دوں، آپ نے فرمایا نہیں، میں نے کہا تو پھر نصف مال، تو آپ نے فرمایا نہیں، کہا ایک تہائی، فرمایا ایک تہائی بھی بہت ہے۔ (مختصرا، ابوداؤد صفحہ ۳۹۵، سنن کبریٰ جلد ۶ صفحہ ۲۶۹، ابن ماجہ صفحہ ۱۹۴)

حضرت ابودرداء رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے مروی ہے کہ آپ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ نے فرمایا اللہ تعالیٰ نے وفات کے وقت تم کو تمہارے مال میں ایک تہائی صدقہ وخیرات، زائد سے زائد کرنے کا اختیار دیا ہے (طبرانی، کنزالعمال جلد ۱۶ صفحہ ۶۱۵)

حضرت ابوہریرہ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے مروی ہے کہ آپ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ نے فرمایا اللہ تعالیٰ نے تمہیں آخر میں اعمال (صالحہ ثواب) کی زیادتی کے لئے تمہارے ثلث تہائی مال میں تم کو اجازت دی ہے۔ (طحاوی صفحہ ۴۱۹)

فائدہ: مرض الموت میں جو آدمی کسی نیک کام کرنے اور مال خرچ کرنے کو کہہ جاتا ہے یہ وصیت ہے جو میت کے کفن دفن اور قرضہ کے بعد تہائی مال سے جاری ہوتا ہے۔ چنانچہ ہر قل وبالغ کو اپنے مال سے اتنی وصیت کرنے کا اختیار ہے کہ تجہیز وتکفین اور اداء قرض کے بعد جو ترکہ کا مال بچے اس کے ایک تہائی کے اندر وصیت پوری ہو

سکے۔ اگر زائد کی وصیت کی تو تہائی سے زیادہ سے پورا کرنا وارثوں پر لازم نہیں۔ ہاں اگر وارثین میں کوئی نابالغ نہ ہو بلا جبر و اکراہ کے اپنی مرضی سے اپنا حصہ ترکہ سے وصیت میں دے دیا تو اس کی اجازت ہے۔ ویسے حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما کی رائے یہ ہے کہ وصیت تہائی سے کم کرے کہ ایک تہائی زائد ہے (طحاوی جلد ۱ صفحہ ۴۱۸)

خیال رہے کہ جس کے حق میں وصیت کی تھی اس نے لینے سے انکار کر دیا تو وصیت باطل ہو جائے گی دوبارہ قبول کرنے کا اختیار نہ ہوگا۔

تہائی مال سے زائد وصیت کب درست ہے

حضرت حسن سے مروی ہے کہ جس آدمی نے تہائی سے زائد وصیت کی پس اگر وارثین اجازت دے دیں تو درست ہے۔ (سنن دارمی جلد ۲ صفحہ ۴۰۶)

مطلب یہ ہے کہ تہائی مال تک مرنے والے کو وصیت کا اختیار ہے۔ اگر تہائی مال سے زائد کی وصیت کی ہے۔ اور وارثین میں سب بالغ ہیں کوئی نابالغ نہیں تو یہ بالیقین اگر زائد پر خوشی سے راضی ہوں تو تہائی سے زائد وصیت ادا کی جا سکتی ہے ورنہ تو نہیں۔

خیال رہے کہ شریعت نے تو مرنے کے وقت کی بیماری میں تہائی سے زائد کی اجازت نہیں دی ہے۔ مگر ماحول میں جاہلوں میں اور عورتوں میں یہ رائج ہے کہ اس وقت جو بھی وہ کہہ دیتا ہے خاندان اور گھر والے پورے طور پر عمل کرتے ہیں۔ حتیٰ کہ وارث کے حق میں بھی اگر کہہ جاتا ہے تو لوگ اسے پورا کرتے ہیں حالانکہ یہ تو بالکل درست نہیں۔ وارث کے حق میں وصیت صحیح نہیں، ایسے مسائل کو کسی محقق عالم سے پوچھ لیا کریں۔

آپ مرض الموت میں وصیت کے بارے میں معلوم کرتے

حضرت سعد بن وقاص رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ میں بیمار تھا آپ صلی اللہ علیہ وسلم عیادت کے لئے میرے پاس تشریف لائے، اور پوچھا کیا تم نے وصیت کر دی ہے؟ میں نے کہا ہاں۔ (ترمذی صفحہ ۱۹۲، مشکوٰۃ صفحہ ۲۶۵)

فَائِدَہ: وصیت زبانی کرنا یا وصیت نامہ لکھ کر رکھ دینا مستحب اور باعث فضیلت ہے۔

وصیت کا مفہوم، اپنی موت کے بعد کسی امر خیر کے انجام دینے کے لئے کہنا، خواہ اس کے لئے لفظ وصیت استعمال کرے یا میرے مرنے کے بعد ایسا کر دینا کہے، مثلاً میں اتنی رقم کے لئے مدرسہ، مسجد، یا فلاں کے لئے وصیت کرتا ہوں یا میرے مرنے کے بعد یہ مال اتنا اتنا فلاں کام میں لگا دینا۔ یہ وصیت ہے۔ اگر نہ موت کا ذکر کیا اور نہ لفظ وصیت بولا۔ تو پھر اس وصیت کے احکام جاری نہ ہوں گے۔ اور یہ شرعی وصیت نہیں ہے۔

خیرات مالی کی وصیت کب بہتر ہے

حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما فرماتے ہیں کہ وصیت (صدقہ خیرات اور وقف کی) مناسب نہیں تاوقتیکہ مال کثیر نہ ہو۔ مثلاً جو سات سو درہم چھوڑے وہ وارث کے لئے باقی رکھنے کی وجہ سے وصیت نہ کرے۔ چونکہ اللہ پاک نے "ترك خيرا" فرمایا ہے۔ اور خیر مال کثیر کو کہتے ہیں۔ (کشف الغمہ جلد۲ صفحہ۳۵)

فائدہ: مطلب یہ ہے اگر تھوڑا مال ہو تو وارث کے لئے رہنے دے اگر وصیت کرے گا تو ایک تہائی کم ہو جائے گا۔ ہاں اگر مال زائد ہے تو پھر خیر کے راستوں میں اور ان لوگوں کو جن کو وراثۃً مال نہ ملتا ہو وصیت کر سکتا ہے۔ قرآن نے خیر پر وصیت کی اجازت دی ہے اور خیر زبان عرب کے محاورہ میں مال کثیر کو کہتے ہیں۔

وصیت زندگی کی کوتاہی کا کفارہ اور تلافی ہے

معاویہ قرہ کی روایت ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ جس نے وفات کے وقت وصیت کر دی (ادائیگی حقوق واجبہ کی یا صدقہ خیرات کی) اور یہ وصیت کتاب اللہ کے موافق ہوگئی (یعنی شریعت کے موافق) تو اس کی زندگی کی چھوٹی ہوئی زکوٰۃ (صدقات) کی تلافی اور کفارہ کا باعث ہوگا۔ (ابن ماجہ صفحہ۱۹۴، کنز العمال صفحہ۶۱۳)

فائدہ: مطلب یہ ہے کہ اگر زندگی میں بخل کرتا رہا۔ راہ خدا میں اور صلہ رحمی کے طور پر خرچ نہ کر سکا تو وصیت کرنے سے کچھ نہ کچھ تو ضرور تلافی ہو جائے گی کہ آخر وقت صدقہ خیرات کا ثواب پا گیا۔ ہاں اچھا تو تھا زندگی میں جب مال کی ضرورت کا احساس تھا تب خرچ کرتا۔ اب جب کہ ضرورت نہیں رہی اور خرچ کر رہا ہے تو ثواب تو بہرحال ہوگا مگر کم ہوگا۔

خیال رہے کہ معصیت، گناہ و بدعت میں وصیت معتبر نہیں۔ مثلاً کہہ جائے میرے مرنے کے بعد قبر پر چادر چڑھانا، عرس منانا، دیگ پکا کر تقسیم کرنا، تو اس وصیت پر عمل کرنا درست نہیں۔ ہاں صدقات خیرات کی وصیت کرنا، مدرسہ مسجد عوامی ضرورت پر مال لگانا وصیت کر جانا یہ بہتر ہے۔ سب سے اچھا ہے کہ وقف کر جائے تاکہ صدقہ جاریہ کا ثواب ملے گا۔

وارث کے لئے حق وراثت کی وجہ سے وصیت جائز نہیں

حضرت ابوامامہ سے مروی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہر حق والے کو حق دے دیا ہے پس وارث کے حق میں وصیت نہیں ہے۔ (ابوداؤد صفحہ۳۹۶)

حضرت ابوامامہ کی ایک حدیث میں ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے خطبہ حجۃ الوداع میں فرمایا اللہ پاک نے ہر حق والے کو اس کا حق دے دیا ہے پس وارث کے حق میں کوئی وصیت نہیں۔

(ابن ماجہ صفحہ۱۹۵، سنن کبریٰ جلد۶ صفحہ۲۶۴، ترمذی جلد۲ صفحہ۳۲)

فائدہ: میت کے وارث کو چونکہ میت کے ترکہ سے مال خود ملتا ہے اس لئے اس کے حق میں میت کا وصیت کرنا باطل اور لغو ہے۔ مثلاً ماں، باپ، بیٹے، بیٹی، بھائی، بہن کے لئے (جب کہ یہ وارث ہو رہے ہوں) کسی بھی چیز کسی بھی شیئ کی خواہ وہ معمولی شیئ کیوں نہ ہو۔ لغو اور باطل ہے۔ اس کو تو شریعت خود وراثت دے رہی ہے۔ پس وصیت کے اعتبار سے اس کو کچھ نہیں دیا جا سکتا ہے کہ دوسرے وارث کی حق تلفی ہوگی۔ ہاں وارثین بالغ اپنی مرضی سے وارث کو حسب وصیت کم وبیش دے دیں تو جائز ہے۔

وارثین کی اجازت ہو تو وارث کے حق میں وصیت نافذ ہو سکتی ہے

حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے مروی ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا وارثین کے حق میں وصیت درست نہیں ہاں مگر یہ کہ وارثین چاہیں۔ (سنن کبریٰ صفحہ ۲۶۴)

عمر بن خارجہ کی روایت ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا وارثین کے حق میں وصیت ورست نہیں ہاں مگر یہ کہ وارثین اجازت دے دیں۔ (وہ بھی جب کہ بالغ ہوں)۔ (سنن کبریٰ جلد ۶ صفحہ ۲۶۴)

فائدہ: وارث کو چونکہ حق وراثت سے مال ملتا ہے اس لئے اس کے حق میں وصیت کرنا باطل ہے۔ ہاں بالغ وارث اپنے حصہ کا اپنی خوشی سے دیں تو اجازت ہے۔

کیا بغیر وصیت کے مرنے والے کے لئے صدقہ خیرات کیا جا سکتا ہے

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ ایک شخص نے آپ ﷺ سے پوچھا میرے والد کا انتقال ہوگیا۔ مال چھوڑ گئے۔ اور کوئی وصیت (صدقہ خیرات کی) نہیں کر گئے۔ کیا میں ان کی جانب سے صدقہ کروں تو ان کی جانب سے کفارہ ثواب کا باعث ہوگا۔ آپ نے فرمایا۔ ہاں۔ (ابن ماجہ صفحہ ۱۹۵، سنن کبریٰ صفحہ ۲۷۸)

حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے مروی ہے کہ آپ سے ایک شخص نے آکر پوچھا میری والدہ کا اچانک انتقال ہوگیا اور کوئی (صدقہ خیرات کی) وصیت نہ کر سکی۔ میرا گمان ہے کہ اگر بولنے کا موقع مل جاتا تو وہ صدقہ کے بارے میں بول جاتیں اگر میں اس کی جانب سے صدقہ کروں تو صدقہ کا ان کو ثواب ملے گا اور کیا مجھے بھی ملے گا آپ نے فرمایا۔ ہاں۔ (ابن ماجہ صفحہ ۱۹۵، سنن کبریٰ صفحہ ۲۷۷)

سعد بن عبادہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ حضور پاک ﷺ کے ساتھ کسی غزوہ میں تھے، ان کی والدہ کی وفات کا وقت آگیا۔ لوگوں نے ان سے کہا، وصیت کرلو، انہوں نے کہا، کسے وصیت کروں، سارا مال (وارث ہونے کے اعتبار سے تو) سعد کا ہے۔ چنانچہ سعد کی آمد سے قبل ان کی وفات ہوگئی۔ جب حضرت سعد آئے تو ان کی والدہ کا یہ واقعہ ان کو بتایا گیا۔ وہ نبی پاک ﷺ کے پاس تشریف لائے اور والدہ کا واقعہ بتایا۔ اور کہا اے اللہ کے

رسول کیا اگر میں ان کی طرف سے صدقہ کروں تو ان کو نفع ہوگا۔ آپ نے فرمایا۔ ہاں حضرت سعد نے کہا۔ فلاں باغیچہ والدہ کے لئے صدقہ ہے۔ (سنن کبریٰ جلد۶ صفحہ ۲۷۸)

فَائِدَہ: اس سے معلوم ہوا کہ میت کو نیک عمل کا ثواب بخشا جائے تو پہنچتا ہے۔ مزید یہ کہ مرنے والے نے اگر کوئی وقف یا نیک کام کرنے پر مال خرچ نہیں کیا۔ اور اس کا مال وارثین کو ملا ہے۔ تو وارث اپنی خوشی اور رضا مندی سے اپنے مال سے سب کے حق میں ثواب پہنچانے کا کام کر سکتے ہیں۔ میت کے ترکہ سے نہیں، وہ تو اب وارثوں کا ملک اور اس کا حق ہوگیا ہے۔ عوام تو کیا خواص سے بھی اس سلسلے میں غلطی ہو جاتی ہے۔ وقت پر مسئلہ پوچھ کر پھر عمل کریں۔

موت کے وقت صدقہ وخیرات کی وصیت کے مقابلہ میں زندگی میں خرچ بہتر ہے

حضرت ابوسعید رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا زندگی میں ایک درہم خرچ کرنا موت کے وقت ۱۰۰ درہم سے افضل ہے۔ (ابوداؤد صفحہ ۳۹۶، ابن حبان، کنز صفحہ ۶۱۹)

فَائِدَہ: چونکہ زندگی کے وقت ضرورتوں کے تقاضے رہتے ہیں۔ تو آدمی اپنی ضرورتوں کے لئے روکنا اور بخل کرنا چاہتا ہے۔ نفس روکتا ہے۔ خرچ کرنا نفس پر گراں گزرتا ہے۔ اس وقت خرچ میں نفس کی مخالفت ہے اس لئے زیادہ ثواب ہے۔ بخلاف مرنے کے وقت اب ضرورت اور تقاضات ختم ہوگئے۔ اب دوسرے لوگ مالک اور وارث ہو جائیں گے۔ جس کو بسا اوقات یہ نہیں چاہتا ہے۔ اس لئے نفس روکتا نہیں۔ لہٰذا اس وقت کا ثواب کم ہو جاتا ہے۔

فَائِدَہ: خیال رہے کہ اگر مرض الموت میں صدق وخیرات کی وصیت کر رہا ہے تو یہ وصیت کی طرح تہائی مال سے جاری ہوگا۔

اسی طرح مرض الموت کی حالت میں کسی کو کوئی سامان ہدیہ یا ہبہ کر رہا ہے تو یہ بھی وصیت کے حکم میں ہوگا تہائی کے اندر ہی اسے کرنا ہوگا۔ اس سے زائد کے حساب میں نہ جائز ہوگا اور نہ نافذ ہوگا۔ عموماً عوام وخواص سب اس میں غلطی کرتے ہیں۔ جس مقدار وصیت کرتے ہیں میت کی محبت اسی مقدار نافذ کرتے ہیں۔ یہ غلط ہے۔ اگر وارث ہے تو نہیں ملے گا۔ ہاں مرض الموت سے پہلے صحت کی حالت میں جتنا دے دیا اور قبضہ کرا دیا تو صحیح معتبر ہوگیا۔ کہہ تو دیا مگر قبضہ نہیں کرایا تو معتبر نہیں۔

مرض الموت: جس بیماری کا سلسلہ چلا اور اسی میں انتقال ہوگیا خواہ کئی ماہ کئی ہفتہ کیوں نہ چلا ہو ہاں اگر مرض طویل تھا تو جب سے شدت آئی اور اسی شدت میں انتقال ہوا تو یہ مدت شدت مرض الموت میں شامل ہوگی۔

آخر وقت میں صدقہ خیرات کی وصیت بہتر نہیں

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس ایک آدمی آیا اور اس نے کہا اے اللہ کے رسول، کس وقت کا صدقہ و خیرات افضل ہے۔ آپ نے فرمایا اس وقت کا جب کہ تم صحت مند ہو۔ ضرورت مند ہو کمی کا خوف کرتے ہو، زندگی میں امید ہو۔ صدقہ خیرات (نیکی کی راہ میں مال دینے کی وصیت) میں تاخیر مت کرو کہ جان جب گلے کو آجائے تو کہنے لگے کہ فلاں کو اتنا فلاں کو اتنا۔

(نسائی صفحہ ۱۳۸، مسند احمد جلد ۱۵ صفحہ ۱۸۰)

فائدہ: مطلب یہ ہے کہ زندگی اور صحت کی حالت میں مال کا صدقہ خیرات زیادہ ثواب اور اجر کی بات ہے۔ بمقابلہ اس کے کہ جب مرنے لگے۔ اور دیکھے مال اور جائیداد اِدھر اُدھر چلا جائے گا تو راہ خدا میں نیک لوگوں میں وصیت کرنا شروع کرنے لگ جائے یہ بہتر نہیں گو پھر بھی ثواب پائے گا۔ پس اگر خدائے پاک نے مال دیا ہے تو صدقہ خیرات میں جلدی کرے۔ موت اور آخری وقت کا انتظار نہ کرے۔ کہ یہ پسندیدہ نہیں ہے۔ اسی وجہ سے محدثین نے اس کی کراہیت پر باب قائم کیا ہے۔ (الکراہیۃ فی تاخیر الوصیہ صفحہ ۱۲۹)

وارثین کے حصہ کو نقصان پہنچانے کے ارادہ سے وصیت کرنا عذاب دوزخ کا سبب

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا بعض مرد یا عورت ستر سال تک عبادت کرتے رہتے ہیں۔ پھر جب موت کا وقت آتا ہے تو وصیت کر کے (وارثین کو) نقصان پہنچا دیتے ہیں پس دونوں کے لئے جہنم واجب ہو جاتی ہے۔ (الفتح الربانی صفحہ ۱۸۰، کشف الغمہ صفحہ ۳۵)

فائدہ: مطلب اس حدیث پاک کا یہ ہے کہ کسی وارث سے مرنے والے کو دنیاوی عداوت یا نفرت ہوتی ہے وہ جان رہا ہے میری موت کے بعد میرے مال کا وارث ہو جائے گا۔ لہٰذا وہ وصیت کسی غیر وارث کے حق میں کر جاتا ہے۔ تاکہ اسے وراثت کا مال کم از کم ملے۔ تو اس نیت سے وصیت کر کے نقصان پہنچانے والا عذاب دوزخ کا مستحق ہوگا۔

مگر خیال رہے کہ مال و جائیداد زیادہ ہے یا وارث ایسے لوگ ہیں جو فسق معصیت میں مبتلا رہنے والے ہیں۔ ایسی صورت میں راہ خیر کے لئے، صدقات، وخیرات کے لئے وصیت کر رہا ہے تو یہ اچھی بات ہے اور اس وعید میں داخل نہیں۔

شرح مسند میں ہے یا تو تہائی سے زائد کی وصیت کرے، یا غلط قرضہ کا اقرار کرے تاکہ وارث کو کم ملے تو اس وعید میں داخل ہوگا۔ (الفتح الربانی جلد ۱۵ صفحہ ۱۸۱)

مال زائد ہو تو اہل صلاح کے حق میں وصیت کرنا بہتر ہے

حضرت عروہ سے مروی ہے کہ حضرت عبداللہ بن زبیر رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ نے حضرت عائشہ، حکیم بن حزام، شیبہ بن عثمان عبداللہ بن عامر رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُمْ کے حق میں وصیت کی تھی۔ (مجمع الزوائد صفحہ ۲۱۷)

فَائِدَہ: حضرت عبداللہ بن زبیر رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ نہایت ہی مالدار ہونے کے ساتھ بے انتہا فیاض اور سخی تھے۔ بہت فراوانی کے ساتھ ازواج مطہرات کو ہدیہ بھیجا کرتے تھے۔ بوری بھر بھر کر دراہم دینار بھیجا کرتے تھے۔ مال کثیر مقدار ہونے کی وجہ سے ان حضرات کو وصیت کر گئے۔ پس اگر مال زائد ہو وارثین کو مناسب مال مل رہا ہو تو ایسی صورت میں نیک لوگوں کے لئے اور نیک مصارف میں خرچ کرنے کی وصیت کر جانا بہتر ہے۔ کہ وارثین کو زیادہ مال ملنا بسا اوقات فتنہ کا سبب ہوتا ہے۔

اگر قرضہ میت کا ہو تو وصیت سے پہلے اسے پورا کیا جائے گا

حضرت علی رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے مروی ہے کہ آپ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ نے فرمایا قرضہ وصیت سے پہلے پورا کیا جائے گا۔ (سنن کبریٰ جلد ۶ صفحہ ۲۶۶)

فَائِدَہ: میت کے مرنے کے بعد اس کے مال کی شرعی ترتیب یہ ہے کہ اولاً اس کے مال سے کفن دفن، تجہیز و تکفین کا قرضہ ادا کیا جائے گا۔ اس کے بعد اس کی زندگی کا جو قرضہ ہوگا اور لوگوں کا مال باقی بقایا ہوگا وہ ادا کیا جائے گا۔ اس کے بعد باقی ماندہ مال سے اس کی وصیت ادا کی جائے گی۔ تہائی سے زائد وصیت پر خرچ نہیں کیا جائے گا۔

خیال رہے کہ بعض موقعوں پر وصیت کرنا واجب ہے اگر کسی کے ذمہ روزہ کا فدیہ (اسی طرح نماز کا فدیہ) یا زکوٰۃ یا حج واجب تھا رہ گیا۔ یا کوئی کفارہ یا صدقۃ الفطر یا سنت یا کوئی ذمہ میں مالی عبادت یا حق ادا کرنے سے رہ گئی ہو اور اتنا مال بھی ہو تو ان کی ادائیگی کی وصیت کرنی واجب ہے۔ کہ یہ بھی دین سے متعلق ہے۔ تاکہ حق تلفی نہ ہو۔ بہتر ہے ایسے حقوق پہلے سے کہہ کر مطلع کر دیں یا لکھ کر دے دیں یا وصیت نامہ میں تحریر کر دیں تاکہ کل قیامت میں ان حقوق کے بدلے نیکیاں نہ لی جائیں۔

وصیت نامہ کا مسنون طریقہ

حضرت انس بن مالک رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ فرماتے ہیں کہ حضرات صحابہ کرام وصیت نامہ کا آغاز اس طرح کیا کرتے تھے۔

یہ وہ وصیت نامہ ہے جو فلاں ابن فلاں کی جانب سے ہے وہ گواہی دیتا ہے کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں،

وہ تنہا ہے۔ اس کا کوئی شریک نہیں، اور یہ کہ محمد ﷺ اس کے بندے اور رسول ہیں۔ اور قیامت آ کر رہے گی۔ اس میں کوئی شک نہیں۔ اور یہ کہ اللہ پاک لوگوں کو قبروں سے اٹھائیں گے۔

میں وصیت کرتا ہوں اپنے خاندان کے ان لوگوں کو جو میرے بعد ہیں کہ وہ اللہ سے ڈریں جو اس سے ڈرنے کا حق ہے (یعنی تقویٰ اختیار کریں) اور آپس میں بہتر اور اچھے برتاؤ کے ساتھ ایک دوسرے کے ساتھ رہیں۔ خدا کی اور اس کے رسول کی وہ اطاعت کریں اگر مؤمن ہیں۔ اور میں ان کو وصیت کرتا ہوں جو حضرت ابراہیم علیہ السلام نے اپنی اولاد اور حضرت یعقوب علیہ السلام کو کی۔ (یعنی اللہ پاک نے تمہارے لئے دین اسلام کو منتخب کر دیا ہے (کفر کے مقابلہ میں) سو اسلام ہی پر تمہاری موت ہونی چاہئے۔ (سنن کبریٰ جلد ۶ صفحہ ۲)

فائدہ: جب عمر آخر ہو جائے اور علامتوں سے موت کے قریب ہونے کا علم ہو جائے تو مستحب یہ ہے کہ وصیت نامہ لکھ دے یا لکھوا دے۔ اس کی مسنون ترتیب یہ ہے کہ حمد و ثنا، کلمہ توحید کے بعد اولاً اپنے گھر والوں کو اہل و عیال کو دین پر تقویٰ پر اسلامی زندگی پر سنت و شریعت کے مطابق زندگی گزارنے کی تاکید اور ترغیب کرے، نماز روزہ اسلامی طرز معاشرت پر رہنے کی نصیحت کرے۔ پھر آپسی رہن سہن اور ادائیگی حقوق کی نصیحت کرے، ماحول میں رائج گناہ رسم بدعت سے سخت پرہیز کی تاکید کرے۔ گھریلو زندگی اور نظام زندگی کے متعلق کوئی بات ہو تو اسے ذکر کرے۔

اس کے بعد اہتمام سے جو حقوق واجبہ اور معاملات رقم دیون وغیرہ کسی کے اس کے ذمہ رہ گئے ہوں تو اس کی ادائیگی کا حکم دے جائے اور صاف صاف واضح طور پر لکھ دے کہ کس کا کتنا حق ہے۔ اسی طرح جو دوسرے کے ذمہ حقوق مالی وغیرہ ہوں اسے بھی لکھ دے۔ نماز، روزہ، حج زکوٰۃ ذمہ میں رہ گیا ہو تو اس کی ادائیگی کو لکھ جائے۔ اسی طرح غیر وارث کو ہدیہ ہبہ بخشش کرنا ہو تو لکھ دے۔ مدرسہ مسجد وغیرہ یا کسی رفاہ عامہ میں خرچ کرنا ہو تو اس کی تشریح کر دے۔ وغیرہ۔ پھر دستخط کر دے اور بہتر ہے کہ گواہوں کے بھی دستخط کرا دے۔

پھر خیال رہے کہ وصیت نامہ پر عمل کرنے سے قبل کسی محقق عالم یا مفتی سے رجوع کرے چونکہ وصیت کے مسائل بڑے پیچیدہ ہوتے ہیں۔ بعض وصیتوں پر شرع کے موافق عمل نہیں کیا جا سکتا اس میں تغیر اور کچھ فرق پیدا کرنا پڑتا ہے اس لئے رجوع ضروری ہے تاکہ وصیت پر شرع کے مطابق عمل ہو سکے۔

وصیت کے سلسلے میں ایک ناجائز اور ممنوع امر کا رواج

عام طور پر دیکھا گیا ہے اور ایسا ہوتے اور کرتے ہوئے مشاہدہ بھی کیا گیا ہے کہ لوگ مرض الموت میں بسا اوقات یہ وصیت کر جاتے ہیں کہ فلاں سامان میری نواسی کو، میرے داماد کو، میرے پوتے کو یا فلاں رشتہ دار کو دے دینا۔ پس اس وصیت پر یا اس قول پر لوگ حکم خداوندی کی طرح بلکہ اس سے زائد اہمیت دیتے ہوئے عمل

کرتے ہیں۔ اور اس کے جاری اور نافذ کرنے میں شریعت کے حکم بالکل نہیں دیکھتے۔ کہ وہ وارث ہے یا غیر وارث۔ اور جو کہا گیا ہے وہ ادائے قرض وغیرہ کے بعد تہائی کے اندر آتا ہے یا نہیں۔ یہاں دو ناجائز امر کا ارتکاب ہوتا ہے۔

① جس کو دینے کو کہا گیا اگر میت کی جانب سے اسے وراثت مل رہی ہے تو پھر اس کو بالکل نہیں ملے گا۔ اس کے حق میں وصیت بالکل باطل ہے۔

② جتنا کہا ہے اتنا دے دیتے ہیں۔ حالانکہ غیر وارث ہونے کی صورت میں اسے جنازہ کے خرچ اور قرض ہے تو اس کی ادائیگی کے بعد باقی مال کے ایک تہائی کے اندر اس کی وصیت جاری ہوگی یعنی باقی مال کی تہائی میں اس کی یہ وصیت پوری ہو جاتی ہے۔ تب تو ٹھیک ہے ورنہ تہائی جتنا ہوگا اتنا ہی اسے دیا جائے گا۔ کہنے کے مطابق سب ہرگز نہ دیا جائے گا۔

③ میت کے ترکہ سے لوگ قرآن خوانی کا صرفہ، اور ایصال ثواب کے لئے غرباء مساکین کے کھانے کا صرفہ نکالتے ہیں۔ یہ بالکل ناجائز ہے اور ممنوع ہے۔ ہاں ذاتی طور پر اپنے مال سے کوئی شریعت کے مطابق کرے تو اس کی اجازت ہے۔ اگر وارثین کی اجازت اور اس میں نابالغ کوئی ہو تب بھی درست نہیں ناجائز ہے۔ پہلے وراثت کا مال تقسیم ہو کر لوگوں کے حصہ میں چلا جائے پھر جائز اور سنت کے طریقے پر ایصال ثواب کرے، اور نابالغ وارث کی نہ اجازت معتبر ہے اور نہ خرچہ کرنا۔

اگر میت نے ایصال ثواب کی وصیت کی ہے۔ تو اگر یہ ایصال ثواب شریعت کے مطابق ہے تو جنازہ کے خرچہ اور قرضہ ہو تو اس کے نکالنے کے بعد ایک تہائی مال کے اندر یہ کام ہو جاتا ہو تو کیا جائے گا۔ زائد لگے تو نہیں کیا جائے گا۔

بدعت اور رسوم کی ادائیگی کی وصیت کا ادا کرنا ممنوع ہے۔

وصیت سے متعلق چند مسائل

❊ وصیت نامہ کا لکھ کر رکھ دینا مستحب ہے۔
❊ وصیت پر یا وصیت نامہ پر گواہ بنا لینا، گواہوں کے دستخط کرا لینا بہتر ہے۔ (مرقات)
❊ قرض اور امانت کی ادائیگی کی وصیت واجب ہے۔ (مرقات، شامی صفحہ ۶۴۸)
❊ احتیاط اور تقویٰ کا تقاضہ ہے کہ وصیت پہلے سے لکھ کر رکھ دے۔ (مرقات)
❊ وصیت ایک تہائی مال سے درست ہے۔ اور ایک تہائی مال سے کم اولیٰ ہے۔ (مرقات صفحہ ۱۸۲، شامی صفحہ ۶۵۱)
گنہگار اور فاسق فاجر لوگوں کے لئے وصیت مکروہ ہے۔ (شامی)

(چونکہ وہ اس مال کو گناہ کا ذریعہ بنائیں گے)۔

- اہل علم علماء وصلحاء کے لئے وصیت بہتر اور مندوب ہے۔ (شامی)

جو وارث نہ ہوں اجنبی ہوں ان کے لئے تہائی مال سے وصیت درست ہے اگرچہ وارثین ناراض ہوں اور اجازت نہ دیں۔ (شامی)

اگر تہائی سے زائد مقدار کی وصیت کی تو اگر مرنے کے بعد وارثین بالغین نے اس کی اجازت دے دی تو درست ہے ورنہ درست نہیں۔ (الشامی صفحہ ۶۵۱)

- اگر ایک وارث کے علاوہ میت کا کوئی وارث نہیں اور اس نے اسی کے حق میں تمام مال کی وصیت کر دی تو درست ہے۔ (شامی)
- میت کی صرف بیوی ہے اور کوئی اولاد وارث نہیں، اس نے پورے مال کی وصیت اس کے حق میں کر دی تو یہ بھی درست ہے۔ (الشامی)
- اگر کسی نے وصیت کی مجھے فلاں شہر و علاقے میں جا کر دفن کیا جائے، یا وصیت کی کہ میری قبر پر گنبد بنا دیا جائے یا میری قبر پر قرآن پڑھنے والے کو متعین کر دیا جائے تو یہ وصیتیں خلاف شرع ہیں ان کو پورا کرنا درست نہیں۔ (شامی صفحہ ۶۶۶)
- اگر کوئی وصیت کر کے اپنی وصیت سے رجوع کر لے (اور وہ ہوش وحواس کی حالت میں ہو) تو یہ وصیت باطل ہو گئی اس کا اب کوئی اعتبار نہیں۔ (شامی)
- خیال رہے کہ مردے کے مال میں وصیت پر عمل قرضے کے ادا کرنے کے بعد کیا جائے گا، پہلے میت کا قرضہ ادا کیا جائے اور اس قرضہ میں میت کی بیوی کا دین مہر بھی شامل ہے۔ اگر زندگی میں ادا نہ کیا تو اس ترکہ سے بیوی کا دین مہر دوسرے اور قرضوں کی طرح ادا کیا جائے گا۔ اکثر لوگ اس سے غافل رہتے ہیں۔ باہری اور دوسروں کا قرض تو ادا کر دیتے ہیں مگر بیوی کا دین مہر کو قرض نہیں سمجھتے اسی لئے ادا نہیں کرتے یہ بہت بڑی حق تلفی ہے۔ (ماخوذ بہشتی زیور)
- اگر میت کے سرہانے کوئی وصیت نامہ لکھا ہوا ملا۔ تو اس کا اعتبار نہ ہوگا۔ تاوقتیکہ اس پر دو گواہ کے دستخط نہ ہوں۔ یا اس وصیت نامہ میں لکھے امور کا تذکرہ زبان سے لوگوں کے سامنے کیا ہو۔

(اعلاء السنن جلد ۱۸ صفحہ ۳۱۹)

* * *

وراثت کے سلسلہ میں آپ ﷺ کی پاکیزہ تعلیمات وارشادات

علم وراثت کے سیکھنے کی آپ سخت تاکید فرماتے اور اسے نصف علم فرماتے

حضرت ابوہریرہ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے روایت ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا وراثت کا علم سیکھو اور اس کو سکھاؤ۔ یہ آدھا (شرعی) علم ہے۔ اسے بھلا دیا جائے گا۔ ہماری امت سے سب سے پہلے علم ہی اٹھے گا۔

(ابن ماجہ جلد۲ صفحہ ۱۹۵، سنن کبریٰ جلد ۶ صفحہ ۲۰۹)

فَائِدَہ: ذرا یہ علم دیگر فنون کے اعتبار سے مشکل ہے۔ اول تو اس کی تعلیم عام نہیں، عموماً سیکھتے نہیں جو سیکھتے ہیں تو کچھ دنوں میں بھلا بیٹھتے ہیں۔ جس کی ایک عام وجہ یہ بھی ہے کہ وراثت کے مسائل عام لوگ نہیں کرتے، امت میں وراثت کی تعلیم کا رواج نہیں۔ اس میں کوتاہی کرتے ہیں۔ شرعی اعتبار سے تقسیم نہیں کرتے کہ اس میں دنیاوی نقصان نظر آتا ہے۔ خدا کی پناہ۔

سب سے پہلا علم جو امت سے اٹھے گا وہ وراثت کا علم ہوگا

حضرت ابوہریرہ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے مروی ہے کہ آپ ﷺ کا ارشاد ہے علم وراثت سیکھو اور دوسروں کو اس کی تعلیم دو۔ یہ بھلا دیا جائے گا۔ امت سے سب سے پہلے یہی اٹھے گا۔ (ابن ماجہ صفحہ ۱۹۵، سنن کبریٰ جلد ۶ صفحہ ۲۰۹)

حضرت ابوہریرہ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ کی ایک روایت میں ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا وراثت کا علم سیکھو، یہ نصف علم ہے۔ (یعنی شریعت کا آدھا علم ہے) اور سب سے پہلے ہماری امت سے یہی علم اٹھایا جائے گا۔

(تلخیص الحبیر جلد۲ صفحہ ۷۹، ابن ماجہ، حاکم، دارقطنی)

فَائِدَہ: اس روایت میں علم وراثت سیکھنے کی تاکید کی گئی ہے۔ اور یہ پیشین گوئی کی گئی ہے عنقریب میری امت سے یہ علم سب سے پہلے اٹھا لیا جائے گا۔ چنانچہ آج یہ پیشین گوئی پوری ہوتی نظر آرہی ہے۔ اس فن کے علماء بہت کم پائے جاتے ہیں۔ اس فن وراثت میں واقفیت بہت کم لوگوں کو ہے۔

وراثت کا علم رکھنے والے نہ ہوں گے، قیامت کی علامت

حضرت عبداللہ ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی روایت میں ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ قرآن سیکھو اور لوگوں کو سکھاؤ، علم (شریعت) سیکھو اور لوگوں کو سکھاؤ، وراثت کا علم (خاص کر) سیکھو اور لوگوں کو سکھاؤ۔ عنقریب (یہ) علم اٹھ جائے گا اور فتنے (بددینی کے) ظاہر ہوں گے۔ یہاں تک کہ دو آدمیوں کے درمیان وراثت کے حصوں کے سلسلے میں اختلاف ہوگا اور ان کے درمیان (وراثت کا علم نہ ہونے کی وجہ) کوئی فیصلہ کرنے والا نہ ہوگا۔ (سنن کبریٰ صفحہ ۲۰۸، تلخیص الجبیر جلد ۲ صفحہ ۷۹)

فَائِدَہ: اس حدیث پاک میں قرآن، علم دین، اور خاص کر کے علم فرائض، وراثت کے سیکھنے پھر سکھانے کی تاکید و ترغیب دی گئی ہے۔

اس حدیث میں پیشین گوئی کی گئی ہے کہ عنقریب یہ علم اٹھ جائے گا اس کے جاننے والے نہ رہیں گے یا بہت کم ہو جائیں گے یا کہیں کہیں ہوں گے۔ چنانچہ یہ بات آج اس دور میں پوری ہو رہی ہے۔ عالم تو ملیں گے مگر اس علم کے جاننے والے بہت کم ملیں گے۔ بکثرت علاقوں اور شہروں میں تو اس کے واقف ہیں ہی نہیں۔ جس کی وجہ سے لوگ وارثین کو شرع کے مطابق نہیں دیتے ہیں اور حق العباد رہ جاتا ہے۔

وراثت کے سلسلہ میں شرعی کوتاہی عام ہے

چونکہ اس سے مال اور جائیداد کا تعلق وابستہ ہے۔ اور نفس امارہ نہیں چاہتا کہ مال و جائیداد جس سے وہ فائدہ حاصل کر رہا ہے یا جس سے اس کا فائدہ وابستہ ہے دوسروں کو دے اس پر قابض رہتا ہے۔ ناجائز مال اور آمدنی کھاتا رہتا ہے۔ یہ بھی قیامت کی علامت ہے کہ لوگ مال اور نفع میں حرام و حلال کی پرواہ نہیں کریں گے۔

آدمی کا جب انتقال ہو جاتا ہے تو اس کا مال سے حق ختم ہو جاتا ہے

عقبہ بن عامر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ ایک غلام آپ کی خدمت میں حاضر ہوا اور یہ معلوم کیا کہ میری والدہ کا انتقال ہو گیا۔ اور اس نے زیور چھوڑا ہے۔ میں اس کی جانب سے صدقہ کر دوں، آپ نے پوچھا تمہاری ماں نے تم سے کہا تھا، کہا نہیں۔ تو آپ نے فرمایا پھر اس زیور کو روکے رکھو (صدقہ مت کرو)۔

(مجمع الزوائد جلد صفحہ ۲۲۹)

اس حدیث پاک میں ذکر کیا گیا ہے کہ مرنے والے کا اس کے مال سے حق اور تعلق ختم ہو جاتا ہے اب اس کے حق میں خواہ صدقہ و خیرات کیوں نہ ہونا جائز اور ممنوع ہو جاتا ہے۔ صرف تجہیز و تکفین کی اجازت ہوتی ہے۔ اس کے علاوہ کسی بھی خیر کے مصرف میں اسے خرچ نہیں کیا جا سکتا بلکہ وارثین کے درمیان تقسیم کرنا واجب ہو جاتا

ہے۔ وارثین اس کے مالک ہو جاتے ہیں۔

اس حدیث پاک سے معلوم ہوا کہ عام طور پر جو لوگ میت کے ثواب پہنچانے کے لئے صدقہ خیرات کرتے ہیں غریب و مسکین کو بلا کر کھلاتے اور دعوت طعام کرتے ہیں قرآن خوانی کراتے ہیں۔ چالیسواں کرتے ہیں اس میں میت کا مال لگاتے ہیں یہ سب ناجائز اور ممنوع ہے۔ آپ ﷺ نے اس کے مال سے ایصال ثواب کو منع فرمایا ہے۔

اسی طرح میت کے بعض سامان، کپڑے، بستر وغیرہ کو خیرات کر دیتے ہیں۔ ہاں تمام وارثین بالغ ہوں اور موجود ہوں سب نے بالاتفاق رائے یہ فیصلہ کیا ہو تو درست ہے۔

مرنے والے کا مال ایک سوئی پھٹی چادر پھٹا کرتا ہو تب بھی اس کا حق وارث کے ملک سے ہو جاتا ہے کسی ایک وارث کو یہ اختیار نہیں کہ اپنے من سے جو چاہے کرے۔ بلکہ ہر وارث کو خواہ قریب ہوں یا دور ہوں اطلاع کرنی اور خرچ کی صورت میں اجازت لینی ضروری ہوگی ورنہ یہ شخص گنہگار ہوگا۔ بہتر ہے فوراً وارثین کے درمیان مال تقسیم کر دے۔ اب وہ جو چاہیں کریں، خواہ اپنے پاس رکھیں یا صدقہ خیرات کریں۔

وراثت میں انصاف سے تقسیم پر جنت کی وراثت

حضرت ابو امامہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا ۶/ چیزوں کی تم ضمانت لے لو، میں تمہاری جنت کا ضامن ہو جاؤں گا۔ لوگوں نے کہا کہ وہ کیا ہے، اے اللہ کے رسول ﷺ؟ آپ نے فرمایا وراثت کی تقسیم پر ناانصافی مت کرو۔ اپنی طرف سے انصاف کرو۔ (مجمع الزوائد جلد ۴ صفحہ ۲۲۷)

دیکھئے حدیث پاک کو، وراثت کو انصاف کے ساتھ تقسیم کرنے پر جنت کی ضمانت کا ذکر ہے۔ آج کل ہمارے ماحول میں ۹۰/ فیصد وراثت کی تقسیم میں ظلم و ناانصافی ہوتی ہے۔ اولاً تو وراثت تقسیم نہیں ہوتی۔ باپ کے مرنے کے بعد جو بھائی ماحول اور عرف میں طاقتور اور غالب ہوتا ہے اپنا قبضہ جمائے رہتا ہے قبضہ اور اس کے استعمال میں ہو تو خالی نہیں کرتا۔ اگر اپنا نقصان محسوس کرتا ہے تو وارثین کے درمیان وراثت تقسیم نہیں کرتا۔ اگر کوئی وارث بھائی بہن وغیرہ باہر ملازمت وغیرہ میں ہو تو ان کا حق نہیں دیتا۔ قبضہ نہیں چھوڑتا۔ اس کے ساتھ ناانصافی کرتا ہے۔ اس کے حصہ پر قابض رہتا ہے بلا طیب خاطر کے اس کے حصہ سے نفع اٹھاتا رہتا ہے۔ بہنوں کو، ماں کو عموماً وراثت نہیں دی جاتی۔

بہنوں کو ۹۰/ فیصد محروم کر دیا جاتا ہے۔ بعض موقع پر والد کی وفات کے بعد طاقتور بھائی کا قبضہ رہتا ہے اگر کوئی اپنا حصہ مانگتا ہے اور مطالبہ کرتا ہے تو اسے نہیں دیتے اس سے تنازع کرتے ہیں اور ٹال مٹول کرتے ہیں۔ حصہ تقسیم نہیں کرتے ہیں۔ سالوں قابض رہتے ہیں۔ آج کل ہم مسلمانوں کا عام حال ہو گیا ہے جب اپنا نقصان

محسوس کرتے ہیں اپنا نفع جاتا ہوا دیکھتے ہیں تو شریعت کے حکم کو بالائے طاق رکھ دیتے ہیں مال اور دنیاوی نفع کے مقابلہ میں شریعت کو پس پشت ڈال دیتے ہیں۔ اسی وجہ سے وراثت کی تقسیم اور اس کے مسئلہ میں ظلم و ناانصافی کرتے ہیں۔ اسی سے بچنے پر جنت کی ضمانت دی گئی ہے۔ وراثت کو شریعت کے مطابق انصاف سے تقسیم کردینا جنت کے اعمال میں سے ہے۔

پہلے ذوی الفروض کو دیتے اس کے بعد بچنے پر عصبہ قریبی رشتہ دار کو دیتے

حضرت ابن عباس رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُمَا سے مروی ہے کہ آپ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ نے فرمایا وراثت پہلے ذوی الفروض (جن کے حصے قرآن پاک میں بیان کئے گئے ہیں) کو دو، پھر جو بچ جائے ان رشتہ داروں کو دو جو مرد کی جانب سے ہوں۔ (بخاری، مسلم صفحہ ۳۴، ابوداؤد صفحہ ۴۰۱، ابن ماجہ صفحہ ۱۹۷)

حضرت ابن عباس رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُمَا سے روایت ہے کہ آپ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ نے فرمایا کتاب اللہ کے موافق وراثت تقسیم کرو، پہلے ذوی الفروض کے درمیان، پھر اس کے بعد جو بچ جائے، مرد کی جانب کے قریبی رشتہ دار کو۔
(ابن ماجہ صفحہ ۱۹۷)

کشف الغمہ میں ہے کہ آپ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ پہلے ذوی الفروض کو دیتے پھر باقی جو بچتا عصبہ کو دیتے اور فرماتے کہ مال پہلے ذوی الفروض کو دو، پھر بچ جانے پر عصبہ کو دو۔ (کشف الغمہ جلد ۲ صفحہ ۲۸)

فَائِدَہ: وراثت کے مال کی تقسیم کا اس حدیث پاک میں ضابطہ بیان کیا گیا ہے۔ میت نے جو بھی مال چھوڑا ہو۔ خواہ جائیداد کی شکل میں ہو یا مال کی شکل میں ہو یا سامان کی شکل میں ہو۔ خواہ معمولی سامان ہو جیسے جھاڑو برتن وغیرہ یا قیمتی سامان ہو سب وراثت میں شمار ہوں گے۔ اور سب کے وارثین مستحق ہوں گے۔ بلا وارثین کی اجازت و رضا کے کوئی معمولی سامان میں بھی تصرف کرنا، صدقہ خیرات کرنا، درست نہیں۔ اگر کوئی وارث یا کوئی اپنی جانب سے تجہیز و تکفین کا صرفہ ادا کردے تو ٹھیک ہے ورنہ اولاً میت کے مال سے کفن دفن کا خرچہ ادا کیا جائے گا۔ پھر میت پر جو دین و قرضہ ہوا سے اس مال سے ادا کیا جائے گا۔ پھر اگر میت نے کوئی وصیت کی ہو تو اسے تہائی مال سے ادا کیا جائے گا۔ اس کے بعد جو بچے گا اس کو وارثین کے درمیان ذکر کئے گئے ضابطہ سے اس طرح تقسیم کیا جائے گا کہ پہلے ذوی الفروض جن کا حصہ خدا نے کلام پاک میں ذکر کیا ہے دیئے جائیں گے۔ یہ کل بارہ لوگ ہیں۔ ① باپ ② دادا ③ ماں شریک بھائی ④ شوہر ⑤ بیوی ⑥ بیٹی ⑦ ماں ⑧ پوتی ⑨ سگی بہن ⑩ باپ شریک بہن ⑪ ماں شریک بہن ⑫ دادی۔

اس کے بعد اگر مال وراثت بچ جائے تو عصبہ کو دیا جائے گا۔

عصبہ: باپ کا وہ رشتہ جو مرد کی جانب سے ہو، یعنی عورت کے واسطے سے رشتہ داری نہ ہو۔

عصبہ کی دو قسمیں ہیں: عصبہ نسبی، عصبہ سببی۔ عصبہ سببی اس دور حاضر میں نہیں ہے۔

عصبہ نسبی محقق ہیں، عصبہ نسبی جو میت کے ساتھ نسب کا رشتہ رکھتا ہو۔ پھر عصبہ نسبی کی ۳؍ قسمیں ہیں۔

عصبہ بنفسہ، عصبہ بغیرہ، عصبہ مع غیرہ۔ ① عصبہ بنفسہ وہ مرد ہے جس کا میت کے ساتھ رشتہ جوڑنے میں کوئی عورت بیچ میں داخل نہ ہو۔ جیسے بیٹا، باپ ② عصبہ بغیرہ۔ وہ عورتیں جو ذوی الفروض میں سے ہیں اور اپنے بھائیوں کے ساتھ جمع ہو جائیں۔ یہ چار ہیں: بیٹی، پوتی، حقیقی بہن، علاتی بہن ③ عصبہ مع غیرہ وہ جو دوسری عورت کے ساتھ مل کر عصبہ بنتی ہوں۔ جیسے حقیقی بہن اور علاتی بہن۔

ماں کو چھٹا حصہ عطا فرماتے

عمران بن حصین رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ کی روایت میں ہے کہ ایک شخص آپ ﷺ کی خدمت میں آیا اور پوچھا، میرا بیٹا انتقال کر گیا ہے اس کی وراثت میں سے مجھے کتنا ملے گا۔ آپ ﷺ نے فرمایا تمہیں چھٹا حصہ ملے گا۔ (کشف الغمہ جلد ۳ صفحہ ۳۹)

فَائِدَۃ: بیٹے کی وفات پر اکثر یہ ماں کو چھٹا حصہ ملتا ہے۔

جب میت کا بیٹا بیٹی یا پوتا پوتی، بھائی بہن ہوں تو میت کی والدہ کو چھٹا حصہ ملے گا۔ اگر میت کا بیٹا بیٹی، پوتا پوتی وغیرہ بھائی بہن نہ ہو تو ایک تہائی ملے گا۔ مزید اور بھی حالتیں ہیں۔ جو وقت پر اس فن سے واقف اہل علم سے معلوم کریں۔

چنانچہ حضرت علی رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ نے ایک شخص کے انتقال پر اس کی بیوی اور والدہ کو اس طرح تقسیم کیا کہ بیوی کو چوتھائی دیا۔ اور باقی ایک تہائی ماں کو دیا۔ (ابن ابی شیبہ جلد ۱۱ صفحہ ۲۴۹)

چونکہ میت کو اولاد نہیں تھی اس لئے ربع دیا ورنہ آٹھواں حصہ ملتا، اور ماقی جو باقی بچے گا باپ کے حصہ میں جائے گا۔

انتباہ: وراثت کے تمام بیان کردہ مسائل میں محض اس کتاب کو دیکھ کر اور پڑھ کر عمل نہ کرے کہ اس کی مختلف شقیں اور صورتیں ہوتی ہیں کوئی ماہر فن عالم سے معلوم کرے۔

میت کی اولاد بیٹے اور بیٹی کے درمیان ترکہ کی تقسیم کس طرح فرماتے

حضرت جابر بن عبداللہ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُمَا سے مروی ہے کہ میں بیمار تھا۔ آپ ﷺ میری عیادت کو تشریف لائے۔ میں بنی سلمہ میں تھا۔ تو میں نے آپ سے معلوم کیا کہ میں اپنا مال اولاد کے درمیان کس طرح تقسیم کروں۔ آپ خاموش رہے۔ اس پر **"یوصیکم اللّٰہ فی اولادکم للذکر مثل الح"** آیت اتری۔

(ترمذی جلد ۲ صفحہ ۲۹)

فَائِدَة: اگر میت نے اولاد ذکور واناث دونوں یعنی بیٹا بیٹی چھوڑے ہیں۔ تو ایسی صورت میں بیٹی کو ایک حصہ اور بیٹے کو دو حصہ ملے گا۔

اگر صرف بیٹی ہو تو پھر ایک ہو تو مال کا آدھہ یہ لے گی۔ اور اگر دو یا دو سے زائد ہو تو یہ دو تہائی لیں گی۔

میت کی بیٹی اور بہن ہو تو کس طرح حصہ دلواتے

حضرت معاذ بن جبل رَضِیَ اللهُ تَعَالٰی عَنْهُ فرماتے ہیں کہ آپ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ کے سامنے ایک آدمی کے بارے میں ذکر کیا گیا جس نے اپنی بیٹی اور بہن کو چھوڑا۔ تو آپ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نے بیٹی کو آدھہ دلوایا اور بہن کو (جو باقی بچا) آدھہ دلوایا۔ (سنن کبریٰ جلد ۶ صفحہ ۶۳۳)

فَائِدَة: جب میت کی صرف ایک بہن ہو اور کوئی اولاد بیٹا بیٹی پوتا پوتی یا باپ اور سگا بھائی نہ ہو تو بہن میت کا آدھا مال لے لے گی۔ اگر میت کی اولاد بھی ہے اور بہن بھی ہے تو بہن کو کچھ نہیں ملے گا۔ البتہ میت کا بیٹا تو نہ ہو مگر بیٹی ہو یا پوتی ہو تو ایسی صورت میں بیٹی کو نصف ملے گا اور بقیہ بہن عصبہ ہو کر سارا مال لے لے گی۔ یہی صورت یہاں مذکور ہے۔

فَائِدَة: خیال رہے کہ اس حدیث پاک میں بہن کی ایک حالت کا ذکر ہے۔ ① میت کی بیٹی یا پوتی ہو۔ بیٹا پوتا اور باپ دادا نہ ہو تب بیٹی آدھا ترکہ لے گی اور باقی مال سب بہن لے لے گی۔ ② اگر میت کا بیٹا پوتا، یا باپ دادا ہو تو بہن کو کچھ نہیں ملے گا اگر میت کی کوئی اولاد نہ ہو نہ بیٹا نہ بیٹی اسی طرح نہ باپ دادا اور نہ حقیقی بھائی تو تو بہن کو آدھا ملے گا۔ اگر دو بہن ہوں تو دو تہائی ملے گا۔ اگر اس صورت میں بھائی اور بہن دونوں ہوں تو بھائی کو دو حصے اور بہن کو ایک حصے ملے گا۔

امام طحاوی نے اس مسئلہ پر اجماع ذکر کیا ہے کہ میت نے بیٹی اور باپ شریک بہن (میت کے حقیقی بہت) چھوڑی ہو تو بیٹی کو نصف اور بہن کو نصف ملے گا۔ (طحاوی جلد ۲ صفحہ ۲۲۷)

حضرت زید بن ثابت نے ذکر کیا کہ حضرت عمر رَضِیَ اللهُ تَعَالٰی عَنْهُ نے میت کی بیٹی اور بہن کے درمیان نصف نصف ترکہ تقسیم کیا۔ (طحاوی جلد ۲ صفحہ ۲۲۷)

شوہر کو بیوی کی وراثت سے کب اور کتنا ملے گا

حضرت زید بن ثابت رَضِیَ اللهُ تَعَالٰی عَنْهُ کی روایت میں ہے کہ شوہر اپنی بیوی کی وراثت میں جب کہ عورت سے کوئی اولاد نہ ہو تو نصف ”آدھی وراثت ملے گی اور اولاد ہے خواہ بیٹے ہوں یا بیٹی تو والد کو چوتھائی وراثت ملے گی۔ (سنن کبریٰ جلد ۶ صفحہ ۲۲۷)

فَائِدَہ: شوہر کو بیوی کی وراثت دو طریقے سے ملے گی۔ یا نصف یا چوتھائی۔

❶ بیٹا بیٹی یا پوتا پوتی نہ ہو تو کل مال متروکہ کا آدھا ملے گا۔

❷ کوئی اولاد ہو خواہ بیٹا بیٹی یا پوتا پوتی تو چوتھائی حصہ ملے گا۔

میت کی بیوی کو شوہر سے کب اور کیا ملے گا

حضرت زید بن ثابت رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے مروی ہے کہ بیوی شوہر کی وراثت سے جب کہ اولاد نہ چھوڑی ہو تو چوتھائی کی وراثت ہوگی۔ اور اگر اولاد چھوڑی ہو تو بیوی کو آٹھواں حصہ ملے گا۔ (سنن کبریٰ صفحہ ۲۲۷)

میت یعنی شوہر کے انتقال پر بیوی کو اولاد نہ رہنے کی صورت میں چوتھائی حصہ اگر اولاد ہو تو آٹھواں حصہ ملے گا۔ خواہ اولاد اس بیوی سے ہو یا دوسری بیوی سے۔

بیوی کو اولاد کی موجودگی میں آٹھوں حصہ دلواتے

حضرت جابر رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے مروی ہے کہ آپ ﷺ نے عورت (بیوی کو) آٹھواں حصہ اور دو بیٹیوں کو دو تہائی دلوایا۔ جو باقی بچا وہ حقیقی بھائی کے لئے مقرر فرمایا۔ (سنن دارمی جلد ۴ صفحہ ۷۹)

حضرت جابر رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ فرماتے ہیں کہ سعد بن ربیع کی عورت آپ ﷺ کے پاس آئی اور کہا سعد شہید (جنگ احد میں) ہوگئے ہیں۔ دو بیٹی اور ایک بھائی چھوڑ گئے ہیں ان کے بھائی یہ چاہ رہے ہیں کہ سعد کے سارے مال کو لے لیں اور اس پر قابض ہو جائیں۔ اور عورتوں (لڑکیوں) کی شادی میں مال کی ضرورت پڑے گی۔ آپ ﷺ نے مجلس میں کوئی جواب نہیں دیا۔ عورت پھر آئی اور کہا سعد کی دو لڑکیاں ہیں (ان کو کیا ملے گا) آپ نے فرمایا ان کے بھائی کو بلاؤ۔ وہ آئے آپ نے فرمایا دو تہائی ان کی دونوں بیٹیوں کو دو۔ ان کی بیوی کو آٹھواں حصہ دو۔ جو باقی بچے تم لو۔ (دار قطنی صفحہ ۷۹، ابن ماجہ جلد صفحہ ۱۹۵)

فَائِدَہ: معلوم ہوا کہ اگر مرد نے انتقال کیا اور بیوی اور اولاد کو چھوڑا ہے تو اس صورت میں بیوی کو آٹھواں حصہ ملے گا۔

میت کی ایک بیوی دو بیٹیاں اور بھائی ہو تو ترکہ کس طرح تقسیم فرماتے

حضرت جابر رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ ذکر کرتے ہیں کہ رسول پاک ﷺ کے پاس سعد بن ربیع کی بیوی حاضر ہوئیں اور کہا اے اللہ کے رسول سعد آپ کے ساتھ شہید ہوگئے ہیں انہوں نے دو بیٹیوں کو اور مجھے اور اپنا بھائی چھوڑا ہے۔ ان کے بھائی نے سارا مال لے لیا۔ (ان کی لڑکیوں کی شادی کرنی ہے) لڑکیوں کی شادی میں مال کی ضرورت پڑتی ہے۔ (اور مال ان کے بھائی نے ہڑپ کرلیا) آپ ﷺ نے ان کو بلایا اور فرمایا ان کی بیوی

کو آٹھواں حصہ دو۔ دونوں بیٹیوں کو دو تہائی دو۔ باقی جو بچے تم لو۔

(طحاطی صفحہ ۴۲۸، ابوداؤد صفحہ ۴۰۰، سنن کبری صفحہ، ابن ماجہ صفحہ ۱۹۵)

فائدہ: دیکھئے آپ ﷺ نے صورت مذکورہ میں دو بیٹیاں ہونے کی وجہ سے دو تہائی دلوایا۔ لڑکیوں کی والدہ اور مرنے والی کی بیوی کو آٹھواں حصہ دیا۔ اور جو باقی بچا عصبہ ہونے کی بنیاد پر میت کے بھائی لڑکیوں کے چچا کو دیا۔

اس سے یہ بھی معلوم ہوا کہ جو لوگ وراثت کے مال پر قبضہ کئے ہوئے ہیں۔ علاقے اور محلے کے بڑے اور موقر لوگوں کو چاہئے کہ ان کے درمیان میراث شرعی قاعدے سے تقسیم کرا دیں۔ تاکہ حق والوں کو حق مل جائے۔ جیسا کہ اس واقعہ میں آپ نے کیا۔ اور لوگوں کو چاہئے کہ اہل حق کو جلد از جلد حق دے دیں۔ حرام مال پر قبضہ جمائے نہ بیٹھے رہیں کہ دنیا کا فائدہ ہو یا نہ ہو آخرت کے بڑے خسارے کی بات ہے۔

صرف ایک بیٹی ہو تو نصف ترکہ ملے گا

حضرت عبداللہ بن مسعود رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ فرماتے ہیں کہ میں نے رسول پاک ﷺ سے سنا آپ فرما رہے تھے ایک بیٹی ہو تو ترکہ آدھا ملے گا۔ اور بیٹے کی بیٹی کو چھٹا حصہ ملے گا۔ پھر جو باقی بچے گا۔ اس کی بہن کو ملے گا۔

(دارقطنی جلد۴ صفحہ ۸۰)

حضرت عبدالرحمٰن بن عوف رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ فرماتے ہیں۔ حضرت عمر رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ نے ایک بیٹی کو آدھا ترکہ دیا اور جو بچا (میت کی) بہن کو دیا۔ (دارقطنی جلد۴ صفحہ ۸۰)

فائدہ: خیال رہے کہ مرنے والے نے صرف ایک بیٹی چھوڑی ہے۔ کوئی بیٹا وغیرہ نہیں ہے تو ایسی صورت میں اس ایک بیٹی کو پورے ترکہ کا آدھا ملے گا۔

اور اگر دو بیٹی ہو تو دو تہائی ملے گا۔ باقی جو بچے گا۔ عصبات لیں گے۔

عورت کی بہن اور شوہر کے درمیان مال وراثت کس طرح تقسیم فرماتے

حضرت زید بن ثابت رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے مروی ہے کہ ایک شخص نے پوچھا کسی عورت نے شوہر کو اور بہن کو چھوڑ کر انتقال کیا تو انہوں نے شوہر کو نصف حقیقی بہن کو نصف دیا اور گفتگو پر کہا میں آپ ﷺ کے پاس حاضر تھا تو آپ نے ایسا ہی فیصلہ فرمایا۔ (مجمع الزوائد جلد۴ صفحہ ۲۳۱)

حضرت زید بن ثابت رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ فرماتے ہیں کہ آپ ﷺ نے شوہر اور حقیقی بہن کے متعلق یہ فیصلہ کیا کہ شوہر کو نصف دیا اور بہن کو بھی نصف دیا۔ (کشف الغمہ جلد۴ صفحہ ۲۳۱)

انتباہ: محض اس کتاب کو پڑھ کر عمل نہ کرے بلکہ کسی ماہر عالم سے معلوم کرے کہ اس کی مختلف شقیں اور صورتیں ہوسکتی ہیں۔

ماں اور باپ کی موجودگی میں دادا اور نانی کو نہیں ملے گا

حضرت بریدہ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ کی روایت میں ہے کہ آپ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ نے فرمایا دادی کو چھٹا حصہ دو جب کہ ماں نہ ہو۔ (سنن کبریٰ جلد ۶ صفحہ ۲۳۶)

حضرت زید بن ثابت رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ فرماتے ہیں ماں اور باپ کی موجودگی میں دادی کو نہیں ملے گا۔ (سنن کبریٰ صفحہ ۱۱)

فَائِدَہ: وراثت کا قاعدہ ہے کہ قریب بعید کو محروم اور وراثت سے روک دے گا۔ اس لئے والد کی موجودگی میں دادا اور دادی کو اور ماں کی موجودگی میں نانی اور دادی کو نہیں ملے گا۔ مزید کسی ماہر عالم سے پوچھ لے۔ وراثت کے مسائل باریک اور پیچیدہ ہوتے ہیں۔

دادا کو چھٹا حصہ دلواتے

عمران بن حصین فرماتے ہیں کہ ایک شخص آپ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ کی خدمت میں حاضر ہوا اور عرض کیا میرے پوتے کا انتقال ہوگیا ہے۔ مجھے ترکہ میں کیا ملے گا۔ آپ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ نے فرمایا تم کو چھٹا حصہ ملے گا۔
(مختصراً، دار قطنی جلد ۴ صفحہ ۸۴، ابوداؤد صفحہ ۴۰۱، ترمذی جلد ۲ صفحہ ۳۰)

حضرت معقل بن یسار رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ کی روایت میں ہے کہ ہمارے درمیان دادا تھے آپ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ نے ان کے لئے چھٹے حصہ کا فیصلہ کیا۔ (ابن ماجہ صفحہ ۱۹۵، ابن ابی شیبہ جلد ۱۱ صفحہ ۲۹۱)

دادی کو چھٹا حصہ دیتے

حضرت معقل بن یسار رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے مروی ہے کہ آپ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ نے دادی کو چھٹا حصہ دلایا۔
(دار قطنی جلد ۴ صفحہ ۹۱)

مغیرہ بن شعبہ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ نے کہا کہ آپ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ نے دادی کو چھٹا حصہ دیا۔ (ابوداؤد صفحہ ۴۰۱)

حضرت ابن عباس رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُمَا سے مروی ہے کہ آپ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ نے دادی کو چھٹے حصہ کا وارث بنایا۔
(ابن ماجہ صفحہ ۱۹۵، ابن ابی شیبہ جلد ۱۱ صفحہ ۳۲۱)

فَائِدَہ: خیال رہے کہ دادا کو میت کے والد رہنے پر نہیں ملے گا۔
حقیقی دادی ہے اور اوپر کی پردادی وغیرہ بھی ہے تو حقیقی دادی کو ملے گا پردادی کو نہیں ملے گا۔ اگر باپ میت کے والد زندہ ہوں تو پھر دادی کو نہیں ملے گا۔

حضرت بریدہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی روایت میں ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم دادی کو چھٹا حصہ اس وقت دلواتے جب کہ (میت کی) ماں نہ ہوتی۔ (ابن ابی شیبہ جلد ۱۱ صفحہ ۳۲۲)

ابن ابی شیبہ میں ہے کہ زید بن ثابت، حضرت عثمان، حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہم باپ کی موجودگی میں دادی کو وراثت نہیں دیتے تھے۔ حضرت عامر کی روایت میں ہے کہ نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کے کسی صحابی نے بھی باپ کی موجودگی میں دادی کو وارث نہیں بنایا۔ (ابن ابی شیبہ جلد ۱۱ صفحہ ۳۲۴)

پھوپھی اور خالہ کو ترکہ نہیں دلواتے

عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما کی روایت میں ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے پوپھی اور خالہ کے ترکہ کے بارے میں پوچھا گیا تو آپ نے فرمایا مجھ سے حضرت جبرائیل علیہ السلام نے فرمایا ان کو ترکہ نہیں ملے گا۔

(دار قطنی جلد ۴ صفحہ ۸۰، تلخیص الحبیر جلد ۲ صفحہ ۸۱)

فائدہ: مطلب یہ ہے کہ قریبی رشتہ دار بیٹا پوتا، نواسی، بھائی بہن، ماں، باپ کے رہتے ہوئے، پھوپھی خالہ چونکہ دور کے غیر نسبی رشتہ دار ہیں۔ اس لئے نہیں ملے گا۔ ہاں قریبی نسبی رشتہ دار نہ ہوں تو ان کو ملے گا جیسا کہ دوسری حدیث کے ذیل میں بیان کیا گیا ہے۔

پھوپھی اور خالہ کو جب کہ قریبی رشتہ دار نہ ہو تب دلواتے

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے بیان کیا کہ خالہ بمنزلہ ماں کے اور پھوپھی بمنزلہ باپ کے ہے۔ اور بھائی کی اولاد بمنزلہ بھائی کے ہے۔ اور یہ سب ذی رحم رشتہ دار ہیں۔ جب کوئی قریبی رشتہ دار نہ ہو تو ان کو ملے گا۔ (سنن کبریٰ صفحہ ۲۱۷)

فائدہ: پھوپھی اور خالہ اسی طرح ماموں، یہ ذوی الارحام وہ بھی سب سے آخری درجہ میں داخل ہیں۔ جب ذوی الفروض جن کے حصے قرآن پاک میں ہیں۔ اور اسی طرح عصبہ جو ذوی الفروض کے بعد وارث ہوتے ہیں نہ ہوں تب یہ دور کے رشتہ دار وارث ہوتے ہیں۔ پھر یہ ذوی الارحام میں جب اول درجہ کے رشتہ دار میت کی بیٹی و پوتی کی اولاد اور دوسرے درجہ کے نانا، نانی اور تیسرے درجہ کے بھانجے اور بھتیجیاں نہ ہوں تب پھوپی خالہ ماموں کو ملتا ہے۔

ماموں کو وراثت کب ملے گی

حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے مروی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ماموں کو وراثت اس وقت جب کہ اس کا کوئی وارث نہ ہو۔ (ترمذی جلد ۲ صفحہ ۳۰، طحاوی جلد ۲ صفحہ ۴۳۰، ابن ماجہ صفحہ ۱۹۶)

سہل بن حنیف کی روایت میں ہے کہ کسی آدمی نے ایک آدمی کو تیر مارا جس سے وہ مر گیا۔ اور اس کا کوئی وارث نہیں تھا۔ سوائے ماموں کے۔

حضرت ابوعبیدہ بن الجراح رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو لکھا تو حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے جواب دیا۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ اللہ اور اس کا رسول اس کا ولی ہے جس کا کوئی ولی نہ ہو۔ اور جس کا کوئی وارث نہ ہو ماموں اس کا وارث ہوگا۔ (طحطاوی جلد۲ صفحہ ۴۳۰)

فائدہ: خیال رہے کہ ماموں کا رشتہ دور کا اور ماں کے واسطہ سے ہے۔

ماموں ذوی الارحام میں داخل ہے۔ عصبات میں داخل نہیں، اس لئے جب میت کا کوئی خونی رشتہ دار نہیں ہوگا تب ماموں کو ملے گا۔

وارث نہ ہونے کی صورت میں آپ بہن کی اولاد کو دلواتے

واسع بن حبان نے بیان کیا کہ نبی پاک ﷺ نے عاصم بن عدی سے پوچھا ثابت بن وحداح کی وفات پانے پر کہ کیا تم جانتے ہو تمہارے درمیان اس کا کوئی نسبی رشتہ دار (قریبی) ہے۔ جواب دیا نہیں۔ وہ تو ہمارے درمیان آکر رہ گئے تھے۔ قرابت اور رشتہ داری نہیں تھی۔ آپ ﷺ نے فیصلہ کیا کہ اس کی میراث ان کی بہن کی اولاد کو دی جائے۔ (سنن کبریٰ جلد۶ صفحہ ۲۱۵، طحاوی جلد۲ صفحہ ۴۲۹)

فائدہ: خیال رہے کہ میت کی بہن کی اولاد، ذوی الارحام (دور کے رشتہ دار) میں ہیں وہ بھی تیسرے درجہ میں ہیں۔ اگر میت کی بیٹی و پوتی کی اولاد نہ ہو، نانا نانی نہ ہو تب یہ بہن کی اولاد لیں گے۔ جو قریبی ہوں گے وہ حقدار ہو کر دور والے کو محروم کر دیں گے۔

انتباہ: وراثت کے کسی بھی مسئلہ میں جو اس فصل میں بیان کئے گئے ہیں۔ اس وقت تک عمل نہ کرے جب تک کہ کسی ماہر فن عالم سے نہ پوچھ لیا جائے کہ بسا اوقات اس کی مختلف شقیں اور صورتیں ہوتی ہیں جس کی وجہ سے حکم بدل جاتا ہے۔

اگر کسی کا کوئی رشتہ دار نہ قریبی ہو نہ دور کا ہو تو ترکہ کیا کرتے

حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے مروی ہے کہ آپ ﷺ کا ایک غلام تھا۔ جو کھجور کے درخت سے گرا اور مر گیا اس نے مال چھوڑا تھا اس کی کوئی اولاد نہ تھی اور نہ کوئی رشتہ دار۔ تو آپ ﷺ نے فرمایا اس کا ترکہ اس کی بستی والوں کو دے دو۔ (ابن ماجہ صفحہ ۱۹۶، سنن کبریٰ جلد۶ صفحہ ۲۴۳، ترمذی صفحہ ۳۰، طحاوی صفحہ ۴۴۴)

فائدہ: آپ کا غلام تھا مگر آپ ﷺ نے اس کا ترکہ نہیں لیا، حالانکہ عامۃ الناس کے لئے جائز ہے کہ غلام

کا کوئی نسبی رشتہ دار نہ ہو تو آقا اس کا ترکہ لے لے آپ نے نہیں لیا تقویٰ اور احتیاط کے طور پر۔ بعضوں نے یہ کہا کہ جس طرح حضرات انبیاء کرام علیہم السلام کا کوئی مال کے اعتبار سے وارث نہیں ہوتا اسی طرح یہ حضرات کسی دوسرے کے بھی وارث نہیں ہوتے۔ کشف الغمہ میں علامہ شعرانی نے لکھا ہے کہ آپ نے اس غلام کے بارے میں پوچھا اس کا کوئی نسبی رشتہ دار ہے یا دور دراز کا کوئی قرابت دار ہے۔ لوگوں نے کہا نہیں تو آپ نے فرمایا اس کے اسی علاقے والے کو دے دو۔ (جلد۲ صفحہ۴۰، سنن کبریٰ جلد۶ صفحہ۲۴۳)

پس معلوم ہوا کہ کوئی ایسا میت ہو اور اس کا کوئی قریب یا بعید کا رشتہ دار نہ ہو تو اس کا مال اس کے علاقے کے لوگوں پر تقسیم کر دیا جائے گا یا بعض ان لوگوں پر جو غریب و حاجت مند ہوں دے دیا جائے گا اگر وہاں بیت المال ہو قومی رفاہی فنڈ ہو تو اس میں جمع کر دیا جائے گا تا کہ سب کو فائدہ پہنچے۔

حضرت بریدہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ قبیلہ ازد کے ایک آدمی کا انتقال ہوا۔ اس نے کوئی وارث نہیں چھوڑا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اس کے مال کو قبیلہ خزاعہ کے لوگوں کو دے دو۔

(کشف الغمہ جلد۲ صفحہ۴۰، طحاوی جلد۲ صفحہ۲۳۴، ابوداؤد صفحہ۴۰۲)

حضرت عمرو بن العاص رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے پوچھا کہ یہاں مصر میں راہبوں کی ایک جماعت ہوتی ہے ان کا کوئی وارث نہیں ہوتا ان کی موت ہو جاتی ہے ان کے مال کا کیا کریں۔ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے لکھا کوئی بھی ان کا وارث (دور ہی کا) مل جائے تو مال ان کو دے دو اگر کوئی نہ ملے تو بیت المال میں داخل کر دو یہ عام مسلمانوں کا مال ہے۔ (کشف الغمہ جلد۲ صفحہ۴۲)

جس نے اپنے مورث کو قتل کر دیا اس کو وراثت نہیں

حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا قاتل کے لئے کچھ نہیں ہے۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ آپ نے فرمایا قاتل کے لئے وراثت نہیں ہے۔

(دار قطنی صفحہ۹۶، ابن ماجہ صفحہ۹۶، ترمذی صفحہ)

حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے مروی ہے کہ قتل کرنے والا بالکل وارث نہ ہوگا۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما کی ایک روایت میں ہے اگرچہ باپ ہو یا بیٹا ہو۔ (تلخیص الحبیر جلد۳ صفحہ۸۵)

طبرانی کی ایک روایت میں ہے ایک شخص نے اپنی عورت کو خطأً قتل کر دیا تھا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس سے فرمایا اس کی دیت ادا کرو اور اس کی وراثت مت لو۔ (تلخیص الحبیر جلد۲ صفحہ۸۵، کنز العمال جلد۱۱ صفحہ۷۵)

حضرت عمرو بن شعیب کی روایت میں ہے کہ رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا دو مختلف مذہب رکھنے والے آپس میں ایک دوسرے کے وارث نہ ہوں گے۔ (ابوداؤد صفحہ۴۰۳، تلخیص الحبیر)

فَائِدَۃ: مطلب یہ ہے کہ اگر مورث اور وارث کے درمیان مذہب کا فرق ہو۔ مرنے والا باپ کافر ہو اور بیٹا مسلمان ہو تو یہ بیٹا کافر باپ کی وراثت نہیں پائے گا۔ اسی طرح خوانخواستہ بیٹا کافر ہو گیا تو مسلمان باپ کی وراثت سے محروم ہو جائے گا۔ اسی وجہ سے حضرت علی اور جعفر رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے اپنے والد ابوطالب سے وراثت نہیں پائی تھی کہ ابوطالب کا انتقال حالت اسلام پر نہیں ہوا تھا۔

وراثت سے محروم کرنے سے آپ منع فرماتے

حضرت سلیمان بن موسیٰ سے مرسلاً مروی ہے کہ جو شخص کسی کی میراث سے محروم کرے اللہ پاک اسے جنت کی وراثت سے محروم کر لے گا۔ (کنز العمال جلد ۱۱ صفحہ ۹، ابن ابی شیبہ جلد ۱۱ صفحہ ۲۳۵)

فَائِدَۃ: مطلب یہ ہے کہ بیٹا بیٹی بھائی بہن والد والدہ جو اس کے مرنے کے بعد وارث ہو سکتے ہیں اس کو کسی دنیاوی وجہ، عناد، لڑائی یا عدم مناسبت کی وجہ سے عاق کر دے، محروم کر دے نہ دینے کی وصیت کر جائے تو یہ وعید کا مستحق ہوگا۔ جو ناجائز ہے۔

مگر اس مسئلہ کا بھی خیال رہے کسی وارث کو خواہ اولاد ہو یا والدین بھائی بہن ہوں، عاق اور محروم کر دینے سے محروم نہیں ہوتا۔ اس کے مرنے کے بعد جو شرعی وارث ہوں گے اس کو حصہ مل کر رہے گا۔ اس کے کہنے سے وہ محروم نہ ہوں گے۔ مرنے کے بعد ملنا یہ خدائی تقسیم ہے۔ ہاں اگر اس نے اپنی زندگی میں اپنے وارثین کے درمیان مال تقسیم کر دیا اور قبضہ کرا دیا۔ لوگوں نے قبضہ کر لیا اس وقت اگر وہ کسی کو نہیں دیا یا کم وبیش دیا تو اب مرنے کے بعد کوئی تبدیلی نہیں۔ جیسا کہ کر گیا۔ ویسا ہی رہے گا۔ جس کو محروم رکھا وہ محروم رہے گا۔

اگر مال اور جائیداد زیادہ ہے کچھ وقف اور صدقہ خیرات کر دیا اور کچھ وارثوں کو دے دیا گیا یا اس کے لئے چھوڑ گیا تو درست ہے۔ بالکل محروم کرنا منع ہے کہ وہ مرنے کے بعد شدید تنگی میں مبتلا رہے۔

اسی طرح نیکی صلاح زہد وتقویٰ کی وجہ سے کسی وارث کو اپنی زندگی میں خود سے زائد دے سکتا ہے۔ حضرت صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اپنی بعض اولاد کے ساتھ ایسا ہی معاملہ کیا تھا۔ پس اس بنیاد پر کمی وبیشی جائز۔ اسی طرح کوئی اولاد اور اس کی زندگی میں تمام امور کا لحاظ کیا خدمت واطاعت کی ہر طرح خوش رکھا اس کے برخلاف دوسری اولاد نافرمان اور تکلیف دہ رہی تو ایسی صورت میں بھی مطیع وفرمان اولاد کو دوسرے کے مقابلہ اپنی زندگی میں زائد دے سکتا ہے اگر زندگی میں زائد نہیں دی تو مرنے کے بعد خدائی تقسیم ہوگی اور سب برابر ہوں گے۔

* * *

آپ ﷺ کی وفات اور اس کی کیفیت مبارک کا بیان

حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں کہ آپ ﷺ صحت کی حالت میں فرمایا کرتے تھے اس وقت تک کسی نبی کی وفات نہیں ہوتی جب تک کہ ان کو جنت میں ٹھکانہ نہیں دکھلا دیا جاتا۔ پھر ان کو اختیار دیا جاتا ہے۔ چنانچہ آپ جب بیمار ہوئے اور مرض وفات میں پڑے، آپ کا سر حضرت عائشہ کی گود میں تھا۔ اور آپ پر غشی طاری ہو رہی تھی جب آپ ہوش میں آتے تو چھت کی طرف دیکھتے پھر آپ فرماتے:

"اللھم فی الرفیق الاعلی."

ترجمہ: "اے اللہ ہمیں ملا اعلیٰ میں شامل فرما" (بخاری صفحہ ۶۳۸)

ایک دوسری روایت میں ہے کہ آپ کا آخری کلمہ: **"اللھم الرفیق الاعلی"** تھا۔

(بخاری صفحہ ۶۴۱، ابن ماجہ صفحہ ۱۱۶)

فائدہ: رفیق الاعلیٰ سے مراد یا اللہ جل شانہ ہیں یا ملاء اعلیٰ کے فرشتوں کی جماعت یعنی آپ اللہ سے اور فرشتوں سے ملاقات کی تمنا کا اظہار کر رہے تھے کہ آپ ﷺ نے خود فرمایا جو اللہ کی ملاقات کو پسند کرتا ہے اللہ پاک بھی اس کی ملاقات کو پسند کرتا ہے۔

حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں کہ جب آپ ﷺ کو کوئی تکلیف ہوتی تو اپنے اوپر معوذات پڑھ کر دم فرماتے۔ اپنے ہاتھ کو بدن پر پھیرتے۔ پس آپ جب مرض الموت کی تکلیف میں مبتلا ہوئے تو میں معوذتین پڑھتی اور آپ ہی کے دست مبارک کو پورے بدن پر پھیرتی۔ (بخاری صفحہ ۶۳۹)

فائدہ: یعنی بجائے اپنے ہاتھ پر دم کر کے بدن پر پھیرنے کے بجائے آپ کے ہی دست مبارک پر دم کر کے پھیر دیتی تا کہ آپ کے ہاتھ کی برکت رہے۔ اس سے معلوم ہوا کہ موت کے وقت جسمانی تکلیف میں معوذتین پڑھ کر دم کرنا اور جہاں تک ہاتھ جائے پھیرنا مفید ہے۔ اس سے تکلیف میں کمی ہوتی ہے۔ عموماً لوگ صرف دوا علاج میں لگ جاتے ہیں اور اس مسنون عمل کی جانب ان کی توجہ نہیں ہوتی۔ حالانکہ دوا کے ساتھ اسے بھی کریں تو بہت بہتر ہو اور فائدہ زیادہ ہو۔

حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں کہ آپ ﷺ نے فرمایا حضرات انبیاء کو مرض میں اختیار دیا جاتا ہے کہ خواہ دنیا کو اختیار کریں۔ (یعنی قیامت تک امت کے درمیان رہیں) یا آخرت کو اختیار کریں (یعنی وفات) چنانچہ حضرت عائشہ فرماتی ہیں کہ جس مرض میں آپ کی وفات ہوئی آپ یہ پڑھتے تھے

"مع الذین انعم اللہ علیھم من النبیین والصدیقین والشھداء والصالحین."

اس سے اشارہ ہے کہ آپ وفات کے بعد ان حضرات کی رفاقت چاہتے تھے۔ (بخاری، ابن ماجہ صفحہ ۱۱۶)

حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں کہ مرض وفات کی تکلیف میں آپ ﷺ کے پاس ایک پیالہ رکھا تھا جس میں پانی تھا آپ اس پیالہ میں ہاتھ ڈالتے پھر چہرہ انور پر پانی مل لیتے اور یہ دعا فرماتے:

"اللھم اعنّی علی سکراة الموت "

ترجمہ: "اے اللہ موت کی سختی آسان فرما۔" (ترمذی، ابن ماجہ صفحہ ۱۱۷)

فائدہ: صفر کے اخیر چہار شنبہ سے آپ کی طبیعت کی علالت کا سلسلہ شروع ہوا۔ یہ دن حضرت میمونہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کا دن تھا۔ سر میں درد اور بخار کی شکایت ہوگئی۔ پھر جب مرض میں شدت ہوگئی اور طبیعت زیادہ ناساز ہوئی تو ازواج مطہرات سے اجازت لے کر حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے یہاں تشریف لے آئے۔ دو شنبہ کو حضرت عائشہ کے حجرہ میں منتقل ہوئے۔ ایک ہفتہ تک اسی حجرہ میں تشریف فرما رہے دوسرے دو شنبہ کو کوچ ہی فرما گئے۔

وفات سے ۴ر روز قبل کچھ افاقہ محسوس کیا تو ظہر میں حضرت علی و عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما کے سہارے مسجد تشریف لائے ظہر کی نماز پڑھائی۔ اس کے بعد آپ نے تقریر فرمائی۔ جس میں چند اہم نصیحتیں فرمائیں۔ اور اپنی وفات کا اشارہ کیا۔ صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی منقبت بیان فرمائی۔ یہود و نصاریٰ پر انبیاء کی قبروں کے پوجنے سجدہ گاہ بنانے پر لعنت کا ذکر فرمایا۔ اس سے اشارہ تھا کہ امت قبر کے پوجنے کی لعنت کو اختیار نہ کرے۔ حوض کوثر پر ملاقات ہونے کا ذکر کیا۔

جب تک طاقت رہی خود امامت فرماتے رہے۔ آخری نماز پنجشنبہ کی مغرب کی تھی۔ اس کے بعد حضرت ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو امامت کے لئے حکم دیا۔ شنبہ یا یکشنبہ کو مزاج مبارک کچھ ہلکا ہوا تو حضرت عباس اور حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہما کے سہارے مسجد تشریف لائے حضرت ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ اس وقت ظہر کی نماز پڑھا رہے تھے۔ آپ ﷺ حضرت ابوبکر کے بائیں جانب جا کر بیٹھ گئے۔ باقی نماز آپ نے لوگوں کو پڑھائی، حضرت ابوبکر آپ کی اقتدا کرنے لگے۔ اور تکبیر ادا فرماتے۔ یعنی حضرت ابوبکر آپ کی اقتدا فرما رہے تھے اور لوگ حضرت ابوبکر کی تکبیر پر نماز ادا کر رہے تھے۔

اس کے بعد آپ مسجد تشریف نہ لا سکے۔

دوشنبہ کی صبح کی نماز کے وقت آپ نے پردہ اٹھا کر مسجد کی جانب دیکھا لوگ صف باندھے صبح کی نماز میں مشغول ہیں آپ نے یہ دیکھ کر مسرت کا اظہار کیا چہرہ مبارک کھل گیا۔

حضرت ابوبکر نے دیکھ کر پیچھے ہٹنے کا ارادہ کیا۔ آپ نے اشارہ سے منع فرمایا کہ نماز پڑھاؤ۔ آپ حجرہ کے اندر تشریف لے گئے۔ صبح کے وقت کچھ افاقہ دیکھ کر لوگوں کو اطمینان ہوا۔ قریب دوشنبہ کو چاشت کے وقت آپ پر نزع کی آخری حالت طاری ہوئی۔ حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی گود میں آپ کا سر مبارک تھا۔ ”**اللھم فی الرفیق الاعلی**“ پڑھتے ہوئے روح پرواز کرگئی۔

حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی گود میں ہی آپ بے جان ہوگئے **انا للّٰہ وانا الیہ راجعون**۔

دن دوشنبہ کا اور وقت چاشت کا تھا۔ البتہ تاریخ میں اختلاف ہے۔ مشہور قول ۱۲؍ربیع الاول ہے۔ موسیٰ بن عقبہ، لیث بن سعد، خوارزی نے ۱؍ربیع الاول ذکر کیا ہے۔ علامہ سہیلی اور حافظ عسقلانی نے ۱۲؍کو راجح قرار دیا ہے۔ (سیرت مصطفیٰ جلد۳ صفحہ۱۷۲)

بعضوں نے ۱۳؍ربیع الاول بعضوں نے ۱۴؍اور ۱۵؍ربیع الاول بھی ذکر کیا ہے۔ (سیرت مصطفیٰ جلد۳ صفحہ۱۹۷)

حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں کہ جب آپ ﷺ کی وفات ہوگئی تو حضرت ابوبکر اس وقت (مدینہ میں نہیں تھے) عوالی میں اپنی بیوی بنت خارجہ کے یہاں تھے۔ (ادھر) لوگ کہنے لگے آپ کی وفات تھوڑے ہی ہوئی ہے۔ بلکہ وحی کے نزول کے وقت جو (ایک قسم کی غشی طاری ہوتی ہے وہ ہے) چنانچہ (عوالی سے اطلاع پاکر) حضرت ابوبکر تشریف لائے چہرہ سے کپڑا اٹھایا۔ پیشانی کا بوسہ لیا۔ (مختصراً، ابن ماجہ صفحہ۱۱۷)

فائدہ: چنانچہ آپ کو قمیص پہنے غسل دیا گیا۔ یہ آپ کی خصوصیت تھی۔ امت کے لئے نہیں۔ انہیں کپڑے کھول کر غسل دیا جائے گا۔

آپ کو حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ غسل دے رہے تھے حضرت عباس اور ان کے دونوں صاحبزادے فضل اور قثم رضی اللہ تعالیٰ عنہم کروٹیں بدلتے تھے اور اسامہ اور شقران پانی ڈال رہے تھے۔ (اتحاف جلد۱۰ صفحہ۳۰۴)

سنن ابن ماجہ میں ہے کہ آپ کس جگہ دفن ہوں۔ آپ کی قبر کہاں کھودی جائے۔ لوگوں نے اختلاف کیا۔ کسی نے کہا آپ کو مسجد میں دفن کیا جائے۔ کسی نے کہا ان کے اصحاب کے ساتھ (بقیع میں) دفن کیا جائے۔ اس پر حضرت صدیق اکبر نے فرمایا میں نے رسول پاک ﷺ سے سنا حضرات انبیاء کی وفات جس جگہ ہوتی ہے اسی جگہ ان کو دفن کیا جاتا ہے۔

(آپ کی وفات حجرہ عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا میں ہوئی تھی یہیں آپ چارپائی پر تشریف فرما تھے) پس جس پر

آپ کی وفات ہوئی اسے (حجرہ عائشہ سے) اٹھایا گیا اور قبر کھودی گئی۔ (ابن ماجہ)

فَائِدَہ: چنانچہ آپ کی چارپائی ہٹا کر حجرہ عائشہ میں قبر کھودی گئی۔

خیال رہے کہ مدینہ منورہ میں دو قسم کی قبر کے کھودنے کا رواج تھا۔ ایک بغلی اور ایک سیدھا نما” لوگوں کی سمجھ میں نہیں آیا کہ آپ کے لئے کون سی قبر کھودی جائے ادھر آپ سے کوئی روایت یا کوئی اشارہ بھی نہیں تھا۔ مہاجرین نے کہا کہ بغلی قبر کھودی جائے۔ انصار نے کہا مدینہ کے طرز پر لحد تیار کی جائے۔ چنانچہ ابن ماجہ میں ہے کہ حضرت ابن عباس رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُمَا فرماتے ہیں لوگوں نے ابوعبیدہ کی جانب قبر کھودنے کی خبر بھیجی وہ اہل مکہ کی طرح قبر کھودتے تھے۔ اسی طرح ابوطلحہ کو بھی کہلا بھیجا قبر کھودنے کے لئے یہ اہل مدینہ کی طرح قبر کھودتے تھے یعنی ”لحد“ دونوں کی طرف آدمی بھیجا۔ اور دعا کی اے اللہ اپنے رسول کے لئے بہتر صورت قبول فرما۔ چنانچہ حضرت ابوطلحہ پہلے آئے۔ پس رسول پاک صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ کے لئے ”لحد“ نما قبر کھودی گئی۔ (ابن ماجہ)

فَائِدَہ: دوشنبہ کو آپ کی وفات ہوئی بدھ کے دن شب میں آپ کی تدفین ہوئی۔

حضرت علی، حضرت عباس اور ان کے دونوں صاحبزادے فضل اور قثم رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُمْ نے آپ کو قبر میں اتارا اور آپ کی قبر کو اونٹ کے کوہان کی ایک بالشت زمین سے اونچا کیا اور آخر میں پانی چھڑکا۔ (طبقات ابن سعد۲/۷۶)

ابن ماجہ میں ہے کہ آپ بدھ کی رات کو وسط شب میں (عشاء کے بعد) دفن کئے گئے۔

حضرت علی، حضرت عباس، حضرت فضل، حضرت قثم اور آپ کے خادم شقران نے آپ کو قبر میں اتارا۔ آپ کے خادم شقران نے آپ کی چادر کو بھی آپ کی قبر میں بچھا دیا تاکہ آپ کے بعد کوئی دوسرا اسے استعمال نہ کرے۔ (ابن ماجہ)

ابن ماجہ میں ہے کہ تجہیز و تکفین کے بعد آپ کی چارپائی مبارک کو حجرہ میں رکھ دیا گیا۔ لوگ جماعت در جماعت داخل ہوتے رہے اور آپ پر نماز جنازہ پڑھتے رہے۔ مردوں کے فارغ ہونے کے بعد پھر عورتیں داخل ہوئیں پھر جب وہ فارغ ہوگئیں تو بچے داخل ہوئے (اور نماز جنازہ پڑھی) آپ کے جنازہ میں کسی نے امامت نہیں کی (یعنی سب نے تنہا تنہا اکیلے اکیلے پڑھی)۔ (ابن ماجہ)

قاضی عیاض یہ کہتے ہیں کہ آپ پر حقیقۃً نماز جنازہ پڑھی گئی یہی جمہور کا قول ہے کہ لوگوں نے فرداً فرداً نماز جنازہ پڑھی۔ بعض کہتے ہیں کہ آپ پر نماز جنازہ نہیں پڑھی گئی بلکہ لوگ حجرہ شریفہ میں فوج در فوج داخل ہوتے تھے اور صلاۃ و سلام درود و دعا پڑھ کر واپس آجاتے تھے۔ (البدایۃ جلد۵ صفحہ۲۶۵، سیرت مصطفیٰ جلد۳ صفحہ۱۸۸)

آپ بعینہٖ جسم مبارک کے ساتھ زندہ ہیں جسم اطہر میں کوئی تغیر نہیں

حضرت ابودرداء رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ کی روایت میں ہے کہ آپ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ نے فرمایا اللہ پاک نے زمین پر حرام کر

دیا ہے کہ وہ انبیاء کرام کی جسموں کو کھائے۔ اللہ کے نبی زندہ ہیں ان کو رزق دیا جاتا ہے۔

(ترغیب جلد۲ صفحہ ۵۰۳، ابن ماجہ صفحہ ۱۱۸)

اوس بن اوس کی روایت میں ہے کہ خدا نے زمین پر حرام کر دیا ہے کہ وہ حضرات انبیاء کرام کے جسموں کو کھائے۔ (ترغیب صفحہ ۵۰۴، ابوداؤد صفحہ ۱۵۰، ابن ماجہ صفحہ ۱۱۸)

ابن شہاب زہری سے مرسلاً و مرفوعاً مروی ہے کہ زمین حضرات انبیاء عَلَيْهِمُ السَّلَامُ کے جسموں کو نہیں کھاتی، مٹی تمام بنی آدم کو کھا لیتی ہے صرف ریڑھ کی ہڈی چھوڑ دیتی ہے۔ (القول البدیع صفحہ ۱۵۴)

فَائِدَہ: ملا علی قاری مرقات میں لکھتے ہیں کہ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا بے شک اللہ نے زمین پر حرام کر دیا ہے یعنی اس کو روک دیا ہے۔ اور اس میں لطیف مبالغہ ہے کہ حضرات انبیاء کرام کے جسموں کو وہ کھائے۔ کیوں کہ وہ زندہ ہیں۔ (مرقات جلد۲ صفحہ ۲۰۹)

علامہ عینی شرح بخاری میں لکھتے ہیں صحیح روایت سے یہ ثابت ہے کہ حضرات انبیاء کرام کے اجسام کو زمین نہیں کھاتی۔ (عمدۃ القاری جلد ۶ صفحہ ۲۹)

حافظ ابن قیم کتاب الروح میں لکھتے اور یہ بات بداہۃً (روز روشن کی طرح واضح ہے) کہ آپ ﷺ کا جسم مبارک بالکل تر و تازہ زمین میں موجود ہے۔ اور صحابہ کرام نے آپ سے پوچھا ہمارا درود آپ پر کیسے پیش کیا جائے گا جب کہ آپ ریزہ ریزہ ہو چکے ہوں گے تو آپ نے فرمایا اللہ تعالیٰ نے زمین کو حرام کر دیا ہے کہ وہ پیغمبروں کے اجسام کو کھائے۔ (کتاب الروح صفحہ ۵۴)

خیال رہے کہ درود شریف کا یہ عرض جسم اطہر اور روح مبارک دونوں سے وابستہ ہے۔ یعنی روح مع الجسم پر درود شریف پیش ہوتا ہے۔ چنانچہ اس حدیث پاک میں اس طرف بھی اشارہ ہے کہ درود روح مبارک اور بدن مبارک پر پیش ہوتا ہے۔ (فضائل درود صفحہ ۳۷)

یعنی صرف روح پر نہیں پیش ہوتا جسم پر پیش ہونے کی وجہ سے تو صحابہ کو شبہ ہوا تھا جسے آپ نے دور فرمایا کہ انبیاء کے جسم کو زمین نہیں کھاتی۔

آپ قبر اطہر کے پاس سلام کا جواب خود بنفسہ دیتے ہیں

حضرت ابوہریرہ رَضِيَ اللهُ تَعَالَى عَنْهُ سے مروی ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا جس نے میری قبر کے پاس درود پڑھا تو اس میں خود سنتا ہوں۔ اور جس نے مجھ پر دور سے درود پڑھا۔ وہ مجھے (فرشتوں سے) بتایا جاتا ہے۔

(مشکوٰۃ صفحہ ۸۷، جلاء الافہام صفحہ ۱۹، بیہقی فی الشعب صفحہ ۸۷)

فَائِدَہ: متعدد روایتوں سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ جو شخص آپ ﷺ کی قبر اطہر کے پاس آپ کو سلام پیش کرتا

ہے آپ اس کے سلام کو خود بنفسہ سنتے ہیں۔ اور جواب بھی دیتے ہیں اور جو دور سے سلام پیش کرتا ہے اسے حضرات فرشتے آپ کی خدمت میں پیش کرتے ہیں۔ آپ چونکہ قبر مبارک میں زندہ ہیں اس لئے سلام سنتے ہیں اور جواب دیتے ہیں۔

علامہ ابن تیمیہ الحرانی الاصارم المکی میں لکھتے ہیں:

"وهو صلى الله عليه وسلم يسمع السلام من القبر."

ترجمہ: "آپ ﷺ قبر کے پاس سے سلام خود سنتے ہیں۔" (بحوالہ التسکین صفحہ ۳۲۷)

ایک اور مقام پر لکھتے ہیں ابن ابی شیبہ اور دار قطنی نے آنحضرت ﷺ سے روایت کی ہے کہ آپ نے فرمایا جس نے مجھ پر میری قبر کے پاس صلوٰۃ وسلام کہا تو میں خود سنتا ہوں اور جس نے دور سے پڑھا وہ مجھے پہنچایا جاتا ہے۔ (فتاویٰ ابن تیمیہ جلد ۴ صفحہ ۳۶۱)

علامہ طحطاوی لکھتے ہیں جب آپ ﷺ کے قریب قبر کے پاس درود پڑھا جاتا ہے تو آپ خود سنتے ہیں اور دور سے پڑھا جاتا ہے تو فرشتہ پہنچاتا ہے۔ (صفحہ ۴۵)

نسیم الریاض میں علامہ خفاجی لکھتے ہیں آپ اپنی قبر میں زندہ ہیں اپنی زیارت کرنے والے کی دعا سنتے ہیں۔ (جلد ۳ صفحہ ۳۹۸)

آپ ﷺ اپنی قبر مبارک میں زندہ ہیں آپ کی حیات اور موت پر تحقیق

حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا حضرات انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام اپنی قبروں میں زندہ ہیں اور نماز پڑھتے ہیں۔ (مسند ابو یعلیٰ صفحہ، جامع صغیر صفحہ ۱۸۵)

فائدہ: اہل سنت والجماعت طائفہ حق کا بنیادی اور اساسی عقیدہ ہے کہ تمام انبیاء کرام اپنی قبروں میں زندہ ہیں۔

① حافظ ابن حجر عسقلانی شرح بخاری میں لکھتے ہیں:

"ان حياته صلى الله عليه وسلم في القبر لا يعقبها موت بل يستمر حيا والانبياء احياء في قبورهم."

ترجمہ: "آپ ﷺ اپنی قبر میں ایسی حیات اور زندگی کے ساتھ ہیں کہ اس کے بعد موت نہیں آپ ہمیشہ زندہ رہیں گے۔ چونکہ تمام انبیاء کرام اپنی قبروں میں زندہ ہیں۔" (جلد ۷ صفحہ ۲۲)

② ملا علی قاری کی شرح شفاء میں ہے:

"انه حي في قبره كسائر الانبياء في قبورهم."

ترجمہ: ”آپ ﷺ اپنی قبر میں زندہ ہیں جیسے تمام پیغمبر اپنی قبروں میں۔“

③ علامہ سہودی وفاء الوفاء میں لکھتے ہیں۔ وفات کے بعد آپ کی حیات میں کوئی شک نہیں۔ (جلد۲ صفحہ۴۰۵)

④ علامہ سبکی طبقات الکبریٰ میں لکھتے ہیں:

”لان عندنا رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم حیّ یحس ویعلم وتعرض علیہ اعمال الامۃ.“

ترجمہ: ”ہمارے نزدیک آپ ﷺ زندہ ہیں حس وعلم سے موصوف ہیں آپ پر امت کے اعمال پیش کئے جاتے ہیں۔“ (جلد۶ صفحہ۲۸۲، بحوالہ التسکین)

ایک اور مقام پر طبقات میں لکھتے ہیں:

”ومن عقائدنا ان الانبیاء علیہم السلام احیاء فی قبورھم.“ (جلد۶ صفحہ۲۶۶)

ترجمہ: ”ہمارے عقائد میں سے ہے کہ انبیاء کرام علیہم السلام اپنی قبور میں زندہ ہیں۔“

⑤ حضرات انبیاء کرام کی حیات ادلہ قطعیہ اور اخبار متواترہ سے ثابت ہیں۔

چنانچہ فتاویٰ امام سیوطی میں ہے آپ ﷺ کی حیات آپ کی قبر مبارک میں اور اسی طرح تمام نبیوں کی حیات ہمارے دلیل قطعی اور اخبار متواترہ سے ثابت ہے۔ (تسکین الصدور صفحہ۲۴۱)

⑥ فتح الملہم شرح مسلم میں ہے:

”دلت النصوص الصحیحۃ علی حیاۃ الانبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام.“

(جلد۱ صفحہ۲۲۵)

⑦ آپ ﷺ اپنی قبر مبارک میں زندہ ہیں اجماع امت سے ثابت ہے اس میں کسی محقق عالم کا اختلاف نہیں۔ علامہ داؤد بن سلمان البغدادی لکھتے ہیں:

”والحاصل ان حیاۃ الانبیاء ثابتۃ بالاجماع.“ (تسکین صفحہ۲۴۴)

شیخ عبدالحق محدث الدہلوی اشعۃ اللمعات میں لکھتے ہیں:

حیات متفق علیہ است ہیچ کسے رادر وے خلافے نیست۔ (جلد۱ صفحہ۶۱۳)

⑧ علامہ عابد سندھی رسالہ مدینہ میں لکھتے ہیں:

”اماھم فحیاتھم لا شك فیھا ولا خلاف لاحد من العلماء فی ذلك ...... فھو صلی اللّٰہ علیہ وسلم حی علی الدوام.“

بہرحال حضرات انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام کی حیات میں کوئی شک نہیں اور علماء میں سے کسی کا اس میں کوئی

اختلاف نہیں۔ (رسالہ مدینہ صفحہ ۳۱، بحوالہ تسکین الصدور صفحہ ۲۴۹)

⑨ آپ ﷺ اپنی قبر میں زندہ ہیں اور اذان واقامت کے ساتھ ”جماعت کے ساتھ“ نماز پڑھتے ہیں۔
علامہ عبدالوہاب شعرانی فتح المنۃ میں لکھتے ہیں:

”وقد صحت الاحادیث انه صلی الله علیه وسلم حی فی قبره یصلی باذان واقامة.“ (تسکین صفحہ ۲۴۴)

⑩ علامہ عثمانی فتح الملہم میں بھی لکھتے ہیں کہ آپ قبر مبارک میں اذان واقامت کے ساتھ نماز پڑھتے ہیں۔
(جلد ۳ صفحہ ۴۱۹)

⑪ آپ ﷺ زندہ بھی ہیں اور آپ ﷺ کو رزق بھی دیا جاتا ہے۔ چنانچہ علامہ شمس الدین السخاوی القول البدیع میں لکھتے ہیں:

”انه صلی الله علیه وسلم حیّ یرزق فی قبره وان جسده الشریف لا تاکله الارض والاجماع علی هذا.“

آپ ﷺ اپنی قبر مبارک میں زندہ ہیں آپ کو اپنی شایان شان رزق دیا جاتا ہے۔ آپ کے جسد مبارک کو زمین نہیں کھاسکتی اس پر اجماع ہے۔ (صفحہ ۱۲۵)

⑫ صاحب نورالایضاح علامہ شرنبلالی تو یہاں تک لکھتے ہیں کہ آپ کو رزق دیا جاتا ہے آپ تمام لذتوں سے اور عبادتوں سے متمتع ہوتے ہیں۔

”ولما هو مقرر عندالمحققین انه صلی الله علیه وسلم حی یرزق متمتع بجمیع الملاذ والعبادات.“ (نورالایضاح)

قبر مبارک میں آپ ﷺ کی حیات ایک خاص قسم کی حیات ہے

معلوم ہونا چاہئے کہ آپ ﷺ کی حیات جو قبر میں ہے وہ ایک خاص قسم کی حیات ہے۔ بالکل دنیاوی حیات جو ہماری دنیا میں ہے ایسی حیات نہیں ہے۔

چنانچہ حافظ ابن حجر لکھتے ہیں:

”هذه الحیاة لیست دینویة انما اخرویة.“

علامہ آلوسی بغدادی روح المعانی میں لکھتے ہیں جس سے مسئلہ کی وضاحت اچھی طرح ہوتی ہے۔ اس حیات سے حیات کی ایسی نوع مراد ہے جو ہماری سمجھ سے بالاتر ہے اور یہ حیات شہداء کی حیات سے بہت اونچی

ہے اور آنحضرت ﷺ کی حیات تو تمام انبیاء علیہم السلام سے اکمل اور اتم ہے۔ (روح المعانی جلد۲۲ صفحہ۳۶)

مطلب یہ ہے کہ حضرات انبیاء کرام کی حیات اور زندگی جو قبر میں ہے مگر بالکل دنیاوی زندگی کی طرح نہیں یہاں کی طرح کھانا پینا، پیشاب پاخانہ نیند وغیرہ کی ضرورت پڑے ہاں ادراک شعور اور علم وغیرہ میں دنیوی زندگی کی طرح ہے۔ ہاں یہ مطلب نہیں کہ حیات برزخی اور روحانی ہے بلکہ جسمانی بھی ہے مگر جس طرح دنیا میں اجسام عادۃً خوراک کے محتاج ہوتے ہیں قبر میں حضرات انبیاء علیہم السلام کے اجسام طیبہ کو حسی اور دنیاوی خوراک کی حاجت نہیں بلکہ وہ اس سے مستغنی ہیں۔

سیرت مصطفیٰ میں علامہ ادریس صاحب کاندھلوی آپ ﷺ کی حیات برزخی کی کیفیت اور تفصیل کرتے ہوئے لکھتے ہیں۔ ان تمام روایتوں سے یہ امر بخوبی واضح ہوگیا کہ نبی اکرم ﷺ اور دیگر انبیاء کرام قبروں میں زندہ ہیں اور ان کے اجسام مبارکہ بوسیدہ اور بالیدہ ہونے سے محفوظ ہیں اور وفات کے بعد عبادات سے معطل نہیں بلکہ نمازیں پڑھتے ہیں حج کرتے ہیں اور اللہ کی طرف سے ان کو رزق ملتا ہے اور مزار مبارک پر جو شخص حاضر ہوکر صلوٰۃ وسلام پڑھتا ہے اس کو خود سنتے ہیں اور امت کے اعمال آپ پر قبر ہی میں پیش کئے جاتے ہیں یہ تمام امور اس امر کی قطعی دلیل ہیں کہ حضرات انبیاء کی حیات جسمانی ہے اور ارواح طیبہ کا اجسام مبارکہ سے تعلق قائم ہے۔ (سیرت مصطفیٰ صفحہ۲۵۶)

آپ کی قبر مبارکہ سے اذان واقامت کی آواز کا آنا بعض موقعہ پر ثابت ہے چنانچہ ابونعیم وغیرہ سعید بن مسیتب سے روایت کرتے ہیں کہ جن ایام میں واقعہ حرہ پیش آیا مسجد نبوی میں میرے سوا کوئی متنفس نہیں تھا ان ایام میں جب نماز کا وقت آجاتا تو میں قبر مبارک سے اذان کو سنتا اس کے مطابق نماز ادا کرتا۔ ۳ر دن تک مسجد نبوی میں نماز نہیں ہوئی قبر مبارک سے اذان کو سنتا اس کے مطابق نماز ادا کرتا۔ میں قبر مبارک سے اذان کی آواز سن کر نماز پڑھتا تھا۔ (زرقانی شرح مواہب جلد۵ صفحہ۳۳۲، سیرت مصطفیٰ جلد۳ صفحہ۲۵۹)

آپ پر بھی موت طاری ہوئی مگر کیسی موت

اس کا یہ مطلب بھی ہرگز نہ لیا جائے کہ آپ شروع سے ہی زندہ ہیں آپ پر موت بالکل طاری نہیں ہوئی یہ غلط ہے۔ قرآن پاک میں ہے:

﴿انك میت وهم میتون﴾

ترجمہ: ”یقیناً آپ وفات پائیں گے اور وہ لوگ بھی مریں گے۔“

ہاں آپ ﷺ کی موت ہم انسانوں کی طرح نہیں ہے۔ مولانا قاسم صاحب نانوتوی کا قول ہے۔ لیکن

انبیاء کرام کی موت اور وفات کی حقیقت اور نوعیت اور کیفیت عامہ مؤمنین کی موت کی نوعیت اور کیفیت سے مختلف ہے۔ عامہ مؤمنین کی موت مزیل حیات ہے اور انبیاء کرام کی وفات ساتر حیات ہے۔

(سیرت مصطفیٰ جلد۳ صفحہ۲۶،۲)

علامہ سیوطی رَحِمَہُ اللّٰہُ تَعَالیٰ کے رسالہ میں امام قرطبی کے حوالہ سے ہے۔

انبیاء کرام کی موت کی حقیقت صرف اس قدر ہے کہ وہ ہماری نظروں سے پوشیدہ کر دیئے گئے ہم ان کا ادراک و احساس نہیں کر سکتے اگر چہ وہ موجود اور زندہ ہیں اور ہماری نوع کا کوئی فرد ان کو دیکھ نہیں سکتا الا یہ کہ اللہ تعالیٰ اپنے کسی ولی کو بطور کرامت اور خرق عادت بحالت بیداری اپنے کسی نبی کی زیارت سے شرف فرمادے۔

علامہ سیوطی علامہ زرقانی اور حافظ ابن قیم کے نزدیک بھی یہی مختار ہے کہ انبیاء کرام کی موت کی حقیقت صرف اس قدر ہے کہ وہ ہماری نظروں سے پوشیدہ کر دیئے گئے۔ وہ بلاشبہ زندہ ہیں ہم اپنی آنکھوں سے ان کی حیات کا مشاہدہ نہیں کر سکتے جیسے سونے والا زندہ ہوتا ہے مگر ہم کو اس کی حیات کا ادراک اور شعور نہیں ہوتا۔ تمام حضرات محدثین کا یہی مسلک ہے۔

امام بیہقی نے جز حیات انبیاء کے آخیر میں لکھا ہے کہ انبیاء کرام کی موت من کل الوجو نہیں بلکہ ان کی موت کی حقیقت صرف بیہوشی اور عدم احساس کا درجہ ہے۔ (سیرت مصطفیٰ جلد۳ صفحہ۲۷.۵)

اس کے بعد گیارہویں جلد میں نکاح، طلاق، خلع وغیرہ کے متعلق آپ کے پاکیزہ سنن اور شمائل اور تعلیمات کے لئے دیکھئے۔